# تکبیرِ مسلسل

مفکّرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
(صدر دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش)
کے خطباتِ صدارت اور تقریروں کا
چالیس سالہ جامع انتخاب
بانئ تحریک اور اکابرینِ ملّت کے تاثرات

۳۱/دسمبر ۱۹۵۹ء تا ۳۱/دسمبر ۱۹۹۹ء

مرتب
ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی
سکریٹری دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق بہ حقِ دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش محفوظ


| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | تکبیرِ مسلسل (حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ) |
| مرتب وناشر | : | ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی سکریٹری دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش |
| صفحات | : | ۷۸۴ |
| سائز | : | $\frac{23 \times 36}{16}$ |
| طباعت | : | پارکھ آفسیٹ پرنٹنگ پریس۔فون:789966 |
| سن اشاعت | : | ۲۰۰۲ء |
| تعداد | : | ایک ہزار |
| قیمت | : | تین سو روپئے (Rs. 300/-) |


ملنے کے پتے:

۱۔ مکتبہ دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش، عارف آشیانہ، چوک، لکھنؤ

۲۔ مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۳۔ الفرقان بک ڈپو، ۳۱ نیا گاؤں مغربی، نظیر آباد، لکھنؤ ۱۸

۴۔ ندوی بک ڈپو، ندوۃ العلماء لکھنؤ

۵۔ مکتبہ اسلام ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ ۱۸

۶۔ حرمین بکڈپو مرکزوالی مسجد، کچہری روڈ، لکھنؤ ۱۸

۷۔ اسلامی بک ہاؤس۔ مسجد پڑان، امین الدولہ پارک، لکھنؤ ۱۸

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ہ

دیدۂ بینا رکھنے والوں کے لئے اس میں بڑا سبق
پوشیدہ ہے

(آل عمران)

www.abulhasanalinadwi.org

# عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے

''میرے خاندانی بزرگ مختلف دوروں میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور دین کی سربلندی کے لئے میدان میں آتے رہے، اور اس کے لئے انھوں نے بارہا اپنے گوشۂ عافیت اور اپنے محبوب مشاغل کو خیرباد کہا، ان میں تیرہویں صدی ہجری کے مجاہد اعظم حضرت سید احمد شہیدؒ کا نام اور کام سب سے زیادہ روشن ہے، میں نے عنفوانِ شباب ہی میں ان کی سیرت لکھی جو ''سیرت سید احمد شہیدؒ'' کے نام سے ۱۹۳۹ء میں چھپ کر مشہور و مقبول ہو چکی تھی اس کتاب کے سلسلے میں قدرتاً ان کی دعوت و عزیمت کے پہلو کو سب سے زیادہ نمایاں اور اجاگر کرنا پڑا، ایک مصنف کی حیثیت سے بھی اور خاندانی تعلق اور عقیدت کی بنا پر بھی اس نوعمری میں اس کا دل و دماغ پر اثر پڑنا اور پیوست ہو جانا ایک قدرتی امر تھا، اس سے یہ نقش لوحِ دل پر ثبت ہو گیا کہ اقبال کے الفاظ میں ''خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات پر'' ''وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل'' کو ہمیشہ ترجیح حاصل رہے گی۔

(مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے بازخواں ایں قصۂ پارینہ را

www.abulhasanalinadwi.org

# ندوۃ العلماء کے جشن تعلیمی کے موقع پر

"خوش نصیبی سے دینی تعلیمی کونسل کو روزِ اول ہی سے ایک ایسی ہستی کی توجہ اور سرپرستی نصیب ہوئی جو سارے عالم اسلامی میں اپنے دردمند و پرسوز دل، اپنی بلند نگاہی اپنی وسعت علمی و دقتِ نظری، نئے رجحانات اور جدید علوم سے اپنی واقفیت اپنی علمی تصنیفات و دیگر خدمات اور اپنی دینی تڑپ کی وجہ سے معروف ہے، اس سے ہماری مراد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی ذات گرامی ہے۔"

"دینی تعلیمی کونسل مسلمانوں کے تمام مختلف طبقات، تمام اسلامی تنظیموں اور جماعتوں اور تمام مسلکوں اور مختلف خیالات کے نمائندوں پر مشتمل ہے۔"

(عرب مہمانوں کی خدمت میں دینی تعلیمی کونسل کا سپاسنامہ)

یکم نومبر ۱۹۷۵ء

www.abulhasanalinadwi.org

# رابطۂ عالمِ اسلامی کا اعتراف

"دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش نے ندوۃ العلما کے جشن تعلیمی میں شریک ہونے والے وفود کے اعزاز میں عشائیہ کا انتظام کیا اور سپاسنامہ پیش کیا۔ کونسل کے ذمہ داران نے اپنے سپاس نامہ میں اس کے اغراض و مقاصد سے روشناس کرایا۔ اس کونسل کے صدر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب ہیں۔

یہ عظیم جدوجہد اور کاوش جس کو دینی تعلیمی کونسل کے لوگ انجام دے رہے ہیں وہ دنیا کے ہر مسلمان اور خاص طور سے ہم عربوں سے امداد، اعانت، ہمدردی اور حمایت کے مستحق ہیں تاکہ اپنے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہونچا سکیں۔

مجھے ان کے منصوبوں اور آئندہ کے پروگرام کے متعلق علم ہوا جو اصحاب خیر صرف کارِ خیر سمجھ کر انجام دے رہے ہیں۔ اللہ ان کی کاوشوں اور جدوجہد میں برکت دے۔ سب سے زیادہ جس چیز نے ہمکو ششدر کیا وہ کونسل کے کام کی عظمت ہے۔ اس کا قیام ۱۹۵۹ء میں ہوا تاکہ مسلمان بچوں کی تعلیم و تربیت، مذہب اسلام اور قرآن کی باتوں کی تعلیم کا بندوبست کیا جائے اور اس کارِ خیر کے ذریعہ اپنے ملی وجود کو ختم اور متاثر کرنے والے دھاروں کا مقابلہ کیا جائے۔"

(محمد محمود حافظ)

مدیر الاخبار العالم الاسلامی ترجمان رابطۂ عالمِ اسلامی

www.abulhasanalinadwi.org

ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہہ دے
مسلماں سے حدیثِ سوز و سازِ زندگی کہہ دے

www.abulhasanalinadwi.org

# دردمند مسلمانوں سے اپیل

''میری تمام دردمند مسلمانوں سے اپیل ہے کہ وہ دینی تعلیمی کونسل کے کاموں کو آگے بڑھانے کی کوشش کریں اس کی شاخوں اور ضلعی مرکزوں کو وسیع کرنے اور اس کے قائم کردہ مکاتب کو مضبوط و منظم کرنے کی فکر کریں''

''دینی تعلیمی کونسل کی اہمیت وافادیت روز بروز بڑھے گی اور شدت سے محسوس کی جائیگی ہمارا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کریں اور اس کو ترقی دینے کی کوشش کریں یہ وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔''

''دینی تعلیمی کونسل سے زیادہ ٹھوس مفید اور تعمیری تحریک اور جدوجہد ادھر ایک طویل عرصے سے مسلمانانِ ہند کی تاریخ میں وجود میں نہیں آئی۔''

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# یہ دور زیادہ دن قائم نہیں رہے گا

''ہمارا ملک اس وقت ایک عبوری دور سے گذر رہا ہے جس میں جذبات عقل پر فرقہ پرستی حب الوطنی پر، تنگ نظری وسیع النظری پر اور نسلی ولسانی تعصبات انسان دوستی پر غالب ہیں لیکن یہ دور زیادہ دن قائم نہیں رہے گا، اس لئے کہ اس میں قائم و باقی رہنے کی صلاحیت نہیں، سیاسی شعور کی بیداری دنیا کے حالات کی رفتار، علم کی اشاعت زمانہ کا امتداد خود بخود دماغوں کی اصلاح کرے گا، اور ان میں وسعتِ نظر اور حقیقت پسندی پیدا کردے گا اور جذبات پر عقل، فرقہ پرستی پر حب الوطنی، اور نسلی ولسانی تعصبات پر ملکی اتحاد، خلائق دوستی اور اقدارِ عالیہ کی محبت اور قدر غالب آجائے گی''

# ہندوستان کا نام روشن کرنا ہے

''ان تمام صلاحیتوں کے ساتھ جو خدا نے ہم کو بخشی ہیں، اور اسلام نے ان کی پرورش کی ہے، ہمیں جدید ہندوستان کی تعمیر وترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ہے اور اس کو چار چاند لگانا ہے، ہمیں دنیا پر یہ ثابت کرکے کہ ہم اس ملک میں اپنی ملی خصوصیات، اپنے عقائد اور اپنی اسلامی تہذیب کے ساتھ ترقی کرسکتے ہیں، دنیا میں ہندوستان کا نام روشن کرنا اور اس کے جمہوری و نامذہبی ہونے کا ناقابلِ تردید ثبوت فراہم کرنا ہے''

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

## میں آپ کا گریبان پکڑوں گا

''میں دس باتیں حکومت سے شکایت کی کر سکتا ہوں، مجھے خدا کے فضل سے دنیا کی کسی حکومت سے سچی بات کہنے میں کوئی باک نہیں اس لئے کہ مجھے کسی حکومت سے کچھ لینا دینا نہیں لیکن میں غلط سمجھتا ہوں کہ ساری ذمہ داری حکومت کے سر ڈال دوں، یہ میرے ضمیر، میرے علم و مطالعہ اور دیانت داری کے خلاف ہے، جب مجھے حکومت ہی سے کہنا ہوگا تو مجھے وہ زبان آتی ہے اور میں اپنے اندر وہ جرأت پاتا ہوں کہ اس سے کہوں لیکن جب آپ سامنے ہوں گے تو میں آپ کا گریبان پکڑوں گا۔ میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ ہم ہندوستانی مسلمان اتنے لاچار اور مجبور اور بے دست و پا ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو اپنے عقیدہ و ایمان اور اپنی تہذیبی خصوصیات کے مطابق مسلمان باقی رہنے کا سامان نہیں کر سکتے۔''

## ہر حال میں مسلمان بن کر رہنا ہے

''آپ کو اس ملک میں ہر حال میں مسلمان بن کر رہنا ہے۔ آپ جانوروں اور پرندوں کی طرح زندگی نہیں گزاریں گے جن کو راتب کا ملنا کافی ہے۔ ہم محض ''راتب'' پر اسی ملک میں نہیں، کسی عرب یا خالص مسلمان ملک کی سرزمین پر بھی رہنے پر تیار نہیں جہاں ''راتب'' کے سوا ہم کو باعزت آزاد اور ضمیر و عقیدہ کے مطابق زندگی گزارنے کی دولت میسر نہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس دن آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ کو ایمان سب سے بڑھ کر عزیز ہے، ایمان کے بغیر بچوں کا جینا بھی آپ کو مطلوب نہیں اسی وقت سے حالات میں تبدیلی آجائے گی اور مشکلات کے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔''

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# متاعِ فقیر

مرے دیدۂ تر کی بے خوابیاں
مرے دل کی پوشیدہ بیتابیاں
مرے نالۂ نیم شب کا نیاز
مری خلوت و انجمن کا گداز
امنگیں مری، آرزوئیں مری
امیدیں مری، جستجوئیں مری
مرا دل، مری رزم گاہِ حیات
گمانوں کے لشکر یقیں کا ثبات
یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر
اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر

مرے قافلے میں لٹا دے اِسے
لٹا دے ٹھکانے لگا دے اِسے

www.abulhasanalinadwi.org

# فہرست


| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱ | مقدمہ | حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی صاحب | ۱۷ |
| ۲ | پیش لفظ | حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی صاحب | ۲۳ |
| ۳ | | حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی دو نادر تحریریں | ۲۷ |
| ۴ | | قاضی محمد عدیل عباسی صاحبؒ کی یادگار تحریریں | ۴۳ |
| ۵ | | اکابرین ملت کے تاثرات | ۵۵ |
| ۶ | | پیغام مفکر اسلامؒ | ۸۷ |
| ۷ | | کاروانِ زندگی کے اہم اقتباسات | ۹۳ |


## خطبات حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ


| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۸ | خطبۂ صدارت | بستی | ۱۹۵۹ء | ۱۳۳ |
| ۹ | خطبۂ صدارت | بنارس | ۱۹۶۰ء | ۱۵۷ |
| ۱۰ | خطبۂ افتتاحیہ | لکھنؤ | ۱۹۶۱ء | ۱۷۵ |
| ۱۱ | خطبۂ صدارت | لکھنؤ | ۱۹۶۱ء | ۱۸۳ |
| ۱۲ | خطبۂ اختتامیہ | لکھنؤ | ۱۹۶۱ء | ۲۰۵ |


www.abulhasanalinadwi.org

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۳ | خطبۂ صدارت | ٹونک | ۱۹۶۱ء | ۲۱۵ |
| ۱۴ | ایک اہم مضمون | لکھنؤ | ۱۹۶۲ء | ۲۳۳ |
| ۱۵ | خطبۂ صدارت | جونپور | ۱۹۶۴ء | ۲۴۹ |
| ۱۶ | خطبۂ صدارت | الہ آباد | ۱۹۶۴ء | ۲۵۴ |
| ۱۷ | خطبۂ صدارت | پرتاپ گڑھ | ۱۹۶۵ء | ۲۷۱ |
| ۱۸ | خطبۂ افتتاحیہ | شاہجہانپور | ۱۹۶۵ء | ۲۹۵ |
| ۱۹ | خطبۂ صدارت | لکھنؤ | ۱۹۶۸ء | ۳۰۵ |
| ۲۰ | ایک اہم تقریر | لکھنؤ | ۱۹۶۸ء | ۳۱۷ |
| ۲۱ | خطبۂ صدارت | شاہ جہانپور | ۱۹۶۸ء | ۳۲۹ |
| ۲۲ | ایک اہم تقریر | کاسگنج | ۱۹۶۸ء | ۳۳۵ |
| ۲۳ | خطبۂ صدارت | مظفر نگر | ۱۹۶۹ء | ۳۴۱ |
| ۲۴ | خطاب عام | لکھنؤ | ۱۹۶۹ء | ۳۴۹ |
| ۲۵ | خطبۂ صدارت | مرادآباد | ۱۹۶۹ء | ۳۵۷ |
| ۲۶ | خصوصی خطاب | لکھنؤ | ۱۹۷۱ء | ۳۷۷ |
| ۲۷ | خطبۂ صدارت | لکھنؤ | ۱۹۷۲ء | ۳۸۵ |
| ۲۸ | خطبۂ صدارت | لکھنؤ | ۱۹۷۵ء | ۴۰۱ |
| ۲۹ | خطبۂ صدارت | بہرائچ | ۱۹۸۲ء | ۴۲۱ |
| ۳۰ | خطبۂ صدارت | بستی | ۱۹۸۳ء | ۴۳۵ |
| ۳۱ | خطبۂ صدارت | گورکھپور | ۱۹۸۳ء | ۴۴۹ |
| ۳۲ | خطبۂ صدارت | الہ آباد | ۱۹۸۵ء | ۴۶۳ |


www.abulhasanalinadwi.org

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۳۳ خطبۂ صدارت | بنارس | ۱۹۸۶ء | ۴۷۹ |
| ۳۴ خطبۂ استقبالیہ | لکھنؤ | ۱۹۸۹ء | ۴۹۹ |
| ۳۵ خطبۂ صدارت | مرادآباد | ۱۹۹۲ء | ۵۱۷ |
| ۳۶ خطبۂ صدارت | لکھنؤ | ۱۹۹۳ء | ۵۳۵ |
| ۳۷ خطبۂ صدارت | لکھنؤ | ۱۹۹۳ء | ۵۵۵ |
| ۳۸ خطبۂ صدارت | بستی | ۱۹۹۳ء | ۵۶۷ |
| ۳۹ خطبۂ صدارت | گورکھپور | ۱۹۹۶ء | ۵۷۷ |
| ۴۰ خطبۂ صدارت | لکھنؤ | ۱۹۹۸ء | ۵۸۱ |
| ۴۱ خطبۂ صدارت | علی گڑھ | ۱۹۹۸ء | ۵۸۹ |
| ۴۲ پیغام | سہارنپور | ۱۹۹۸ء | ۶۰۳ |
| ۴۳ دینی تعلیمی کونسل لکھنؤ میں چند مختصر تقریریں | | | ۶۰۹ |
| ۴۴ آخری صدارتی تقریر | لکھنؤ | ۱۹۹۹ء | ۶۲۵ |


"پھر اُس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی"

"آفتابِ تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہوا"


| | | | |
|---|---|---|---|
| ۴۵ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر منتخب | | ۲۰۰۰ء | ۶۲۹ |
| ۴۶ عرضِ مرتب | ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی | | ۶۳۹ |


www.abulhasanalinadwi.org

# مسرت وبشارت

"ہماری پہلی دینی تعلیمی کانفرنس بستی میں ۳۰/۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء کو ہوئی اس موقع پر نہ صرف یہ کہ عصر حاضر کے تقویم کے دو سال گلے مل رہے تھے اور سالِ کہن سالِ نو کو اپنی ذمہ داریوں اور غیر مختتم کاموں کی امانت سپرد کر رہا تھا بلکہ ہندوستان کی ملّتِ اسلامیہ کے اکثر و بیشتر اہلِ درد و اصحابِ فکر ملّت کے درد اور تلخ کامی کے احساس کے ساتھ مشورہ اور تبادلۂ خیال میں مصروف اور ملت کی حفاظت وخدمت کے لئے شیر و شکر اور ایک جان دو قالب ہو رہے تھے، اسی مبارک اجتماع سے دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کا وجود عمل میں آیا اور ایک منزل کے مختلف اور متفرق مسافر نیا قافلہ بنا کر نئے عزم و حوصلہ، نئی صدائے جرس اور نئے بانگِ درا کے ساتھ منزل کی طرف رواں ہوئے۔"

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

## آنسو اور غم

"بیسویں صدی کی آخری ساعتیں عالمِ اسلام، ملت اسلامیۂ ہند اور ملک وقوم کے تعلق سے جیسی المناکی پر ختم ہوئیں اس کی کیفیت اور رنج وغم کی وہ شدت تاریخ میں کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی۔

"مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ نے اللہ کے حکم سے ۳۱/دسمبر ۱۹۹۹ء کو سفر آخرت اختیار کیا تو موجودہ حالات کی نزاکت اور مستقبل کی تشویشناک صورتِ حال میں حساس قلب ونظر نے یہ محسوس کیا کہ دردمندی دل سوزی اور غیرت وحمیت جرأتِ ایمانی اور شانِ امتیازی کے ساتھ ملّت کی چارہ گری اور مسیحائی کی روشن شمع بھی گل ہوگئی"

(غمزدہ مرتب)

www.abulhasanalinadwi.org

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

# مقدمہ

## (مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر دینی تعلیمی کونسل)

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والے اور مختلف رنگ ونسل کے لوگ بستے ہیں۔ ان میں وہ طبقات بھی ہیں جو اپنے کو آرین نسل کے اور اپنی نسل کو دوسری نسلوں سے افضل سمجھنے والے ہیں۔ اور وہ طبقات بھی ہیں جن کو حقیر اور پست نیز معزز نسل کے خدمت گار کی حیثیت دی جاتی ہے اور اس فرق کو افضل نسل کی طرف سے خلقی اور فطری قرار دیتے ہوئے یہ مذہبی رنگ دیا جاتا ہے کہ خدا ہی نے ان دونوں کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں بلند اور پست بنایا ہے لہٰذا دونوں کی حیثیتیں اور حقوق علیحدہ علیحدہ ہیں۔ پھر اس ملک میں مشرکانہ مذہب کے دائرے میں خود شرک کے عقائد رکھنے والے اپنے علیحدہ علیحدہ معبودوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ مذہبی عقائد اور اطوار رکھتے ہیں، ان کے معبودوں کے اقسام میں پتھر، دریا، درخت اور جانور سب ہی شامل ہیں۔ پھر اسی ملک میں توحید

www.abulhasanalinadwi.org

کے پابند لوگوں کی بڑی تعداد ہے یہ خدائے واحد پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے آخری نبی کی ہدایت و رہنمائی کا اپنے کو پابند سمجھتے ہیں۔ یہ ملک کی غیر مسلم اکثریت میں، ملک کی عظیم ترین اقلیت ہیں اور ان کا جداگانہ مذہبی اور ثقافتی تشخص ہے جس کی وہ حفاظت ضروری سمجھتے ہیں اس ملک میں ان کے علاوہ کئی اور مذاہب بھی ہیں ان سب مذاہب اور ان سب نسلوں اور قوموں کے لوگ اس ملک کے اصلی باشندے ہیں لہٰذا ان میں سے ہر ایک کو اس ملک میں پورے وطنی شہری حقوق کا استحقاق حاصل ہے۔ چنانچہ ملک جب آزاد ہوا تو اس کی آزادی سے فائدہ اٹھانے کا حق اس کے سب باشندوں کو یکساں حاصل ہوا اور ہندوستان کے دستور سازوں نے اس کو تسلیم کیا اور دستور میں اس کو واضح بھی کیا کہ اس ملک کے تمام باشندوں کو اپنے اپنے مذہب، اپنے اپنے عقیدہ اور اپنی اپنی پسند کے مطابق زندگی گذارنے کا حق حاصل ہے۔ کسی ایک کی قدروں اور عقیدوں کو کسی دوسرے کی قدروں اور عقیدوں پر غالب نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ حکومت کسی بھی پارٹی کی ہو، حکومت کے ذمہ داروں کا جو بھی عقیدہ ہو، وہ جس طبقہ سے بھی تعلق رکھتے ہوں، ان کی ذمہ داری ملک کا صحیح انتظام کرنا، امن وامان کو برقرار رکھنا اور مذہب ونسل کے فرق سے بلند ہو کر سب کے شہری حقوق کی حفاظت کرنا ہے اور ان کو آزادی اور جمہوریت کا جو استحقاق ہے اس کو ان کے لئے مہیا کرنا ہے۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ حکومت کے لئے جو پارٹی اور جس مذہب کے ماننے والے منتخب ہوتے رہے ہیں وہ اپنے عمل سے اور اپنی کارکردگی سے اس توازن کو برقرار رکھنے میں کچھ نہ کچھ کوتاہی کرتے رہے

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں اور یہ کوتاہی مذہبی فرق کی بنیاد پر زیادہ تر مسلمانوں کے ساتھ کی گئی ہے ۔اس کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے اپنی نئی نسل کے اسلامی تشخص کے بقاء کی حفاظت کا انتظام دشوار ہوتا ہے۔اس دشواری کو مسلمانوں کے دانشور طبقہ نے محسوس کیا اور اس کا انتظام اپنے عوامی اور شخصی ذرائع سے کرنے کی کوشش کی، اس میں سرفہرست یوپی کے کئی اصحاب احساس اشخاص کا نام نمایاں رہا۔ ان میں ضلع ''بستی'' کے ایک مجاہد آزادی اور غیرت مند مسلمان قاضی محمد عدیل عباسی نے ایک بہت کارآمد تدبیر اختیار کی وہ یہ کہ مسلمان بچوں کو حکومتی نظام تعلیم سے روکے بغیر ان کے لئے پرائمری سطح پر ایک متوازن اسلامی تعلیم کا نظم کریں جو اسکول کے اوقات کے علاوہ اوقات میں دی جائے۔اس کے علاوہ کل وقتی' آزاد' خود کفیل مکاتب کے قیام کی کامیاب تحریک کا آغاز بھی کیا اور مسلمانوں کے سامنے تجویز رکھی کہ یہ پورا نظام تعلیم خود مسلم عوام کے ایسے معمولی تعاون سے چلایا جائے جو ان کے لئے قابل برداشت ہے۔ قاضی صاحب نے اس تدبیر کو قوم کے سامنے رکھا اور اس میں ان کو مدد و رفاقت پر آمادہ کیا اس سلسلہ میں جو حضرات ان کے اولین رفیق بنے ان میں نمایاں مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تھے جن کو اس ادارہ کی صدارت تفویض کی گئی جو دینی تعلیمی کونسل کے نام سے تشکیل پایا' قاضی صاحب کی اس تحریک میں مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ ابتدا سے شریک تھے' ان کے قیمتی مشوروں سے ہر مرحلہ میں استفادہ کیا جاتا رہا' قاضی صاحب اس کے جنرل سکریٹری اور اولین عملی ذمہ دار بنے۔ان کو معاونت کے لئے وکیل ظفر احمد صدیقی صاحب' پرنسپل ریاض الدین احمد صاحب اور مولانا محمود الحسن صاحب جیسے جذبہ کار کے

www.abulhasanalinadwi.org

حامل اور ملت اسلامیہ کے متعدد اصحاب شعور وعمل حضرات حاصل ہوئے اور اس جماعت نے اس ادارہ کے پلیٹ فارم سے متعدد کام انجام دیا۔ ان کی کوشش سے صوبہ یوپی میں قریہ قریہ گاؤں گاؤں یہ مکاتب قائم ہوئے اور لاکھوں بچوں کو ان کی بنیادی مذہبی تعلیم سے روشناس کیا گیا۔ اور یہ کام نہایت منظم طریقہ سے انجام پایا۔ اس کی اہمیت اور ضرورت کو کونسل کی مختلف کانفرنسوں میں واضح کیا گیا اور پڑھے لکھے اور مسلمانوں کے باشعور طبقہ کو روشنا کرایا گیا۔ یہ ملت کے مذہبی وثقافتی بقاء کے لئے نہایت ضروری کام تھا۔ اس کی اہمیت ان خطبات سے معلوم کی جاسکتی ہے جو صدر اور سکریٹری حضرات کے خطبات میں واضح کی گئی ہے۔

دینی تعلیمی کونسل کے اس دینی و تعلیمی قافلہ میں دیگر ذمہ داروں کا اضافہ ہوتا گیا اور بعض حضرات اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری کر کے اس دنیا سے رخصت ہوتے گئے اب اس وقت اس کے اہم اور بنیادی کارگذاروں میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی جنرل سکریٹری اور ان کے معاونین میں ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی اور پروفیسر نفیس احمد صدیقی نمایاں حضرات ہیں۔

قاضی محمد عدیل عباسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یوں تو ہندوستان کی تحریک آزادی کے ایک کارگذار فرد تھے اور سیکولر سیاست کے حامی تھے لیکن بحیثیت ایک باشعور مسلمان کے ان کو اس ملک میں مسلمانوں کے ملی تشخص اور مذہبی عقیدہ کی حفاظت کی بڑی فکر تھی اور ملک کے ذمہ داروں کا اس سلسلہ میں جو غیر عادلانہ رویہ تھا وہ ان کو بہت محسوس ہوتا تھا لہٰذا انہوں نے اس کے تدارک کے لئے اپنی مصروفیات اس کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

وقف کردیں اور دل سوزی کے ساتھ یہ کام انجام دیتے رہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو ہندوستان کی آزادی کے وقت ہی سے خاص طور پر اس مسئلہ کی بڑی فکر ہوگئی تھی چنانچہ انہوں نے اس کے لئے جگہ جگہ تقریریں، کیں اور ذمہ داران حکومت کو خطوط کے ذریعہ متوجہ کرنے کی کوشش کی اور دینی تعلیمی کونسل کی تشکیل کے وقت ہی سے اس کو اپنی توجہات سے تقویت پہونچائی' اس سلسلہ میں ان کی صدارتی تقریریں مختلف موقعوں پر ان کے خطابات' ان کی اسی توجہ و فکر مندی کے آئینہ دار ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر ملک کے حالات کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کے موقع پر اپنی اولاد کے سامنے نہایت دردمندی کے ساتھ ان کا جو جملہ قرآن مجید میں نقل کیا گیا ہے کہ "مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ" (کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟) مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس کو دردمندی کے ساتھ پڑھتے اور توجہ دلاتے کہ اے مسلمانو! اپنی نئی نسل کے ایمان و توحید کی حفاظت کرو۔ دیکھو! حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد سے جو کہ سب ایمان و توحید والے ہی تھے لیکن ایسے ملک میں تھے یعنی فرعون کے زمانہ کا مصر جہاں پر مسلمان اقلیت میں تھے' کس طرح اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کی جو ان کی زندگی کے اختتام پر ان کی بے چینی اور فکرمندی ظاہر کرتی ہے کہ ان کی اولاد ایمان و توحید پر قائم رہے۔ تو اے مسلمانو! تمہارے لئے بھی اس مسئلہ کی فکر تم میں سے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ مرنے سے قبل اس کا انتظام کر جائے کہ اس کی اولاد ایمان و توحید پر قائم رہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی صاحب قابل مبارک باد ہیں کہ انہوں نے مولانا کے وہ سب خطبات جو انہوں نے دینی تعلیمی کونسل کے پلیٹ فارم سے دیئے بڑی عرق ریزی کے ساتھ جگہ جگہ سے جمع کرکے اکٹھا کردیا ہے۔ وہ دینی تعلیمی کونسل کے سکریٹری بھی ہیں اسکی ضرورت اور مزاج کو بھی سمجھتے ہیں اس کام کو انجام دینا انہی کے لئے سب سے زیادہ موزوں تھا' وہ علم وذوق کے حامل اور اس میدان کے بھی سپاہی ہیں اور ملی درد رکھتے ہیں' انہوں نے جس سلیقہ سے یہ کام انجام دیا وہ ملت کی ایک قیمتی' اچھی علمی خدمت کی حیثیت رکھتا ہے' اس سے دینی تعلیمی کونسل کی کوششوں کی وسعت وافادیت کا بھی اظہار ہوتا ہے اور ملت کی اسلامیت کے لئے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دردِ دل کا بھی پتہ چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ان تقریروں اور خطابوں کے ذریعہ اسلامی دین وعقیدہ اور ملت اسلامیہ کی اسلامیت کی بقاء کے لئے جو دردِ دل ظاہر ہوا اس کی ان کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی کی اس کوشش کو بھی مقبول فرمائے اور جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# پیش لفظ

(مولانا عبداللہ عباس ندوی صاحب)

پیش نظر کتاب دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کی مکمل تاریخ ہے، جسے ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی نے کونسل کی رودادوں، اخبارات کے قدیم شماروں اور مختلف فائلوں کے الجھے اور غیر مرتب کاغذات سے جمع کر کے ترتیب دیا ہے، اس میں ان بزرگان ملت کی تقریریں اور تحریریں بھی ہیں جو اس کام کو لے کر اٹھے اور اس کو ایک کامیاب، جاندار وقت پر کام آنے والی اور مسلمانوں کی اہم ترین ضرورت کو پورا کرنے والی تحریک بنا گئے، ان حضرات کو کام کی بات وقت پر سوجھی اور اچھی سوجھی۔ اس تحریک کے بانی اور محرک اس صوبہ (یوپی) کے ایک دوراندیش صاحب علم وفہم، تجربہ کار سیاست داں اور سچے اور مخلص انسان قاضی محمد عدیل عباسی تھے، اس کے پہلے قدرداں اور ملک کے نئے حالات سے باخبر عالم دین مولانا محمد منظور نعمانی تھے اور

www.abulhasanalinadwi.org

انہی کی زبانی اس تحریک سے واقف عالم اسلامی کے معروف مفکر اور سوز دروں کی دولت سے بہرہ یاب مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ تھے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کا صلہ اپنی شان کریمی کے مطابق عطا فرمائے اور ان کی قبروں کو نور سے بھر دے ان سب حضرات نے اس کو اپنے دل کی آواز سمجھا اور دل وجان سے شریک کار ہو گئے، قاضی صاحب مرحوم نے اس کی صدارت وسرپرستی کا بار مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے کاندھوں پر ڈالا جس کو انہوں نے اپنے سر اور آنکھوں پر اٹھایا اور اس کی پہلی کانفرنس کا خطبہ صدارت بہت عجلت میں اور ٹرین پر سفر کے دوران لکھا اور بالکل سامنے نظر آنے والے خطرات سے ملت اسلامیہ ہند کو باخبر کیا۔ وہ خطبہ بھی اس کتاب کی زینت ہے۔

مولانا نعمانیؒ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ دونوں نے پوری سرگرمی نشاط اور جوش عمل کے ساتھ اس تحریک کو اپنایا اور قاضی محمد عدیل عباسی سے گذارش کی اور ایسے انتظامات سوچے کہ وہ اپنی کامیاب وکالت کو چھوڑ کر مسلمان نسل کے دینی تشخص کو باقی رکھنے میں اپنی زندگی لگادیں اس پوری روداد کو پڑھنے کے بعد جو تأثر دل ودماغ پر چھا جاتا ہے وہ یہ کہ:

اللہ تعالیٰ کسی کے اخلاص کو ضائع نہیں کرتا، اس کی ذات پاک ''شاکر علیم'' ہے، (قدرداں اور ہر ذرہ سے آگاہ) اس کی رضا جوئی اور اس کے دین کو باقی رکھنے کی ہر جد وجہد بار آور ہوتی ہے، کوئی اپنے مکان کے کسی گوشہ میں بیٹھ کر یا کسی دیہات کی مسجد میں چٹائیوں پر بیٹھ کر کوئی تجویز بنائے وہ ایسی بڑی بڑی کانفرنسوں پر بھاری ہوتی ہے جس کے اعلانات نکلتے ہیں، پوسٹر اور ہینڈ بل جا بجا لگائے جاتے ہیں، بڑے بڑے پنڈال

www.abulhasanalinadwi.org

سجائے جاتے ہیں دل موہنے والے انداز میں جوشیلی تقریریں ہوتی ہیں۔ پھر تجاویز مرتب ہوتی ہیں اوران سب کی عمر اتنی ہی دیر رہتی ہے جتنی دیر تک کہ پنڈال کے قمقمے اور شمع دانوں میں روشنی رہتی ہے۔

ایک مسلمان کی فکر کا محور خدا کی رضا جوئی اور آخرت کی سرخروئی ہے۔قوم کے لئے آئندہ نسلوں کو دین پر قائم رہنے اور ایمان کی وراثت کی حفاظت ہے، دینی تعلیمی کونسل کے بانی کو اللہ نے وقت پر اس فرض سے آگاہ کیا اور انہوں نے بغیر کسی کی مدد کے صرف اللہ پر بھروسہ کر کے کام شروع کیا، انہوں نے یہ سفر تنہا شروع کیا تھا پھر "لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا" ان کے اخلاص اور تحریک کی اہمیت نے عالم اسلام کی مقبول ومحبوب شخصیت (مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ) کو ان کا ہم نوا بنایا تائید الٰہی کا یہ ایک واضح اور کھلا ہوا اشارہ تھا، اس کتاب میں ان کی تقریریں اور تحریریں ہیں جو ہند میں آزادی کے بعد کی تاریخ کا جزء ہیں، اسی طرح حضرت مولانا محمد منظور نعمانی علیہ الرحمۃ کے وضاحتی بیانات ہیں، قاضی محمد عدیل عباسی علیہ الرحمۃ کے تشریحی ملاحظات ہیں، ان کے ہنر مند بھانجے (ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی) جو اس وراثت کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں ان کی جامع نگارشات ہیں، یہ سب جلسوں اور کانفرنسوں کی رودادیں نہیں ہیں بلکہ اس عصر حاضر میں دین اسلام کی بقاء کے لئے جو خدمت ہوئی ہے اس کی تاریخ ہے جس سے مستقبل کا مؤرخ بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

اس کتاب کا ایک ضمنی فائدہ یہ بھی ہے کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ پر جو تحقیقی کتابیں لکھنے کا سلسلہ عربی اور اردو میں چل رہا ہے اور جو ان کی وفات پر ۱۸ ماہ گذرنے کے بعد بھی ختم نہیں ہوا ہے اور

www.abulhasanalinadwi.org

ان کے مختصر و طویل مقالات کی لوگوں کو تلاش ہے ان کے لئے یہ کتاب ایک علمی مواد کا کام دے گی' ان تقریروں میں جو دینی تعلیمی کونسل کے پلیٹ فارم سے انہوں نے کی ہیں ان کے مزاج کا عکس نمایاں ہے' عالم اسلام اور خصوصاً اس ملک کی دینی تاریخ کا نچوڑ آگیا ہے' جس سے ان پر ریسرچ کرنے والے مستغنی نہیں ہوں گے۔

قاضی محمد عدیل عباسی رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں بہت سے کام کئے' ایک دانا و بینا' دل دردمند اور زبان ہوشمند کے مالک تھے' مگر ان کی عمر کا آخری کام ان کے سفر آخرت کے لئے زاد سفر بن گیا اور ایک مقبول عند اللہ کام کے بانی ہوئے جس کی مقبول عند اللہ شخصیتوں نے دل کھول کر پذیرائی کی یہ عمل میزان عدل الٰہی میں انشاء اللہ ان کے خیر کے پلّے کو وزنی بنائے گا۔

یہ کتاب بانیٔ تحریک کے نور نظر بھانجے اور اس وقت دینی تعلیمی کونسل کے سکریٹری ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی نے مرتب کی ہے موصوف پر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہما کی خاص نظر شفقت تھی' ان بزرگوں کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ کام لیا جس کے لئے ہم جیسے ناچیزوں کی تحسین اور اہل دل بزرگوں کی دعاؤں کے مستحق قرار پائے۔ بارک اللہ فیہ۔"

☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# دینی تعلیمی تحریک کا پس منظر

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

بنیادی رکن دینی تعلیمی کونسل

کی

دو نادر اور تاریخی تحریریں

دسمبر ۱۹۶۰ء - ستمبر ۱۹۸۰ء

www.abulhasanalinadwi.org

# ایک بڑی نعمت

"مسلمان بچوں کی دینی تعلیم اور اُن کے ایمان و عقائد کے تحفظ کی اس تحریک میں اپنے حصے کو میں اللہ کی ایک بڑی نعمت ہی سمجھتا ہوں اور اس کے لئے شکر گذار ہوں۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے موجودہ ذمہ داروں اور کارکنوں کی ہر طرح مدد فرمائے اور یہ نہایت ضروری کام اطمینان بخش پیمانے پر جاری رہے۔"

(حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ مسنونہ کے بعد۔

حضرات! میں اس وقت آپ حضرات کے سامنے ذرا عام فہم انداز میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ دینی تعلیمی تحریک کیا ہے' یہ کیوں اٹھی ہے اس کا کیا مقصد اور کیا پروگرام ہے اور ہم نے آپ سے اس کا مطالبہ کیا ہے؟

ہمارے اس زمانہ میں ہر حکومت کی یہ ذمہ داری سمجھی جاتی ہے کہ وہ ملک میں تعلیم کو عام کرے یعنی ملک کا ہر باشندہ پڑھا لکھا ہو' ہماری حکومت نے بھی اپنی یہ ذمہ داری سمجھی ہے اور تعلیم کو عام اور لازمی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جہاں تک اس اصولی فیصلہ کا تعلق ہے ہم نہ صرف اس سے متفق ہیں بلکہ دل سے خوش ہیں۔ اگر ہماری حکومت اپنی یہ ذمہ داری محسوس نہ کرتی تو قصوروار ہوتی' بہرحال تعلیم کو عام اور لازم کرنے کا یہ فیصلہ بالکل صحیح بلکہ قابل مبارکباد ہے۔

اسی طرح کا ایک فیصلہ ہماری حکومت نے یہ بھی کیا ہے کہ وہ سیکولر

www.abulhasanalinadwi.org

اور نا مذہبی ہو کر کام کرے گی یعنی اپنے حکومتی کاروبار میں وہ کسی مذہب کی پابند یا طرف دار نہ ہوگی اور اس کا اپنا کوئی مذہب نہ ہوگا اور اس لئے اس کا تعلیمی نظام بھی نا مذہبی رہے گا' ہمیں اس کے اس فیصلہ سے بھی اتفاق ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ملک کے خاص حالات میں اس کے لئے یہ فیصلہ ضروری تھا۔

لیکن اب ہمیں شکایت ہے اور سخت ترین شکایت ہے کہ حکومت کا عمل اس اصولی فیصلہ کے خلاف جارہا ہے' خاص کر تعلیم کے بارے میں تو اکثر ریاستوں اور بالخصوص ہماری اس ریاست اتر پردیش میں ایسا رویہ اختیار کیا گیا ہے کہ ہم اس کو کم از کم اپنے بچوں کے مذہب اور تہذیب کی تبدیلی کی ایک جارحانہ کوشش سمجھنے پر مجبور ہیں۔ نصاب تعلیم کی کتابوں میں ہندوانہ عقائد و خیالات اور ہندو تہذیب و روایات کو اس بری طرح ٹھونسا گیا ہے کہ اس کو ہم ہندو مذہب و تہذیب کی تبلیغ و ترویج کی کوشش کے سوا کچھ نہیں سمجھ سکتے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ایک طرف ہم نے اور آپ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم ہندوستان میں رہیں گے' یہیں جئیں گے اور یہیں مریں گے اور مسلمان رہ کر جئیں گے اور مریں گے اور ہماری نسلیں بھی اسلام اور ایمان کے ساتھ اسی سرزمین میں رہیں گی اور دوسری طرف ہمارے بچوں کے لئے تعلیم حاصل کرنا قانوناً ضروری ہے اور تعلیم حاصل کرنے کا عام ذریعہ یہی ہے کہ بچے سرکاری اسکولوں میں جائیں اور وہاں ان کو وہ کتابیں پڑھائی جارہی ہیں جن میں صریح مشرکانہ اور ہندوانہ عقائد اور ہندو تہذیب کو پوری دیدہ دلیری سے ٹھونسا گیا ہے۔

اس صورت حال نے ہمارے آپ کے سامنے یہ سوال کھڑا کر دیا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے کہ شرک وکفر کے اس زہر سے ہم اپنے بچوں کو کیسے بچائیں؟۔ بس اسی سوال نے اس وقت یہ ''دینی تعلیمی تحریک'' پیدا کی ہے یا یوں کہئے کہ صدیوں سے ہم جو مجرمانہ غفلت دینی تعلیم کے بارے میں برت رہے تھے ہماری حکومت کی پیدا کی ہوئی اس صورت حال نے ہمیں جھنجوڑ کے کھڑا کر دیا ہے کہ دو باتوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کریں۔ یا خدانخواستہ اپنی نسلوں کے دینی اور تہذیبی ارتداد پر راضی ہو جائیں یا پھر اس فیصلہ کے ساتھ کھڑے ہو جائیں کہ ہمیں اللہ کی مدد سے ایک ایک مسلمان بچہ کو ارتداد کے اس طوفان سے بچانا ہے اور اس راستہ میں ہمیں جو محنت کرنی پڑے اور جو قربانی دینی پڑے اس سے دریغ نہیں کرنا ہے۔ یہ فکر اور بے چینی تو ہم سب کو بہت عرصہ سے تھی اور مختلف مقامات پر اللہ کے بندوں نے اپنی اپنی سمجھ بوجھ اور ہمت کے مطابق اس سلسلہ میں کچھ کوششیں بھی کیں لیکن مجھے سچے دل سے اعتراف ہے کہ ضلع بستی کے ہمارے چند بھائیوں اور دوستوں نے ایک منصوبہ بنا کر اس سلسلہ میں خاموشی کے ساتھ اپنے ضلع میں جو ٹھوس عملی کام کیا اس نے ہماری رہنمائی بھی کی اور ہم میں یہ بھروسہ اور یقین بھی پیدا کیا کہ اس طریقہ پر محنت کر کے دینی تعلیم کو مسلمانوں میں صد فیصد تک عام کیا جا سکتا ہے اور اس راستہ پر چل کر اپنی نسلوں کو ارتداد کے اس طوفان سے بچایا جا سکتا ہے اور اس کے ضمن میں مسلمانوں میں ایک نئی زندگی بھی پیدا کی جا سکتی ہے۔

پھر ضلع بستی کے اس تجربہ کی روشنی میں اس مسئلہ کو صوبائی پیمانہ پر سوچنے کے لئے (۳۰/۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء) میں ایک صوبائی کانفرنس خاص بستی میں ہوئی، اس میں ہمارے صوبہ کے مختلف مکاتب خیال سے تعلق

www.abulhasanalinadwi.org

رکھنے والے وہ سب عناصر جمع ہوئے جن کو اس بارے میں کچھ فکر اور بے چینی تھی، وہاں ہم سب نے مل کر اس مسئلہ پر غور کیا اور اس سلسلہ میں خصوصیت سے دو کام کرنے طے کئے۔ایک یہ کہ سرکاری نصاب کی اصلاح کے لئے اور حکومت کے اصولی فیصلہ کے مطابق اس کو سیکولر بنانے کے لئے جدوجہد کی جائے۔اس سلسلہ میں پہلا قدم توجہ دلانا' کہنا سننا اور احتجاج ہو سکتا ہے اور آگے حسب ضرورت اور حسب موقع وہ سب قدم اٹھائے جاسکتے ہیں جن کا حق ملک کے جمہوری دستور نے ہم کو دیا ہے۔یہ کام وہ ہے جس کا تعلق ہم آپ میں سے ہر ایک کے ساتھ براہ راست نہیں ہے، بستی کانفرنس نے اس مہم کو سر کرنے کے لئے جو "دینی تعلیمی کونسل" بنائی ہے وہ یہ لڑائی آپ سب کی طرف سے لڑے گی اور جس منزل پر آپ کے جس تعاون کی ضرورت ہوگی اس کے لئے آپ کو پکارے گی، اب تک ہم نے اس سلسلہ میں احتجاج اور کہنے سننے سے آگے کوئی قدم نہیں اٹھایا ہے، اور اس کا اتنا اثر بھی ہوا ہے کہ ہمارے صوبہ کی حکومت نے نصاب کو اس نقطۂ نظر سے دیکھنے اور اس کی اصلاح کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنادی ہے جس کے صدر ہمارے صوبہ کی مشہور شخصیت پالیوال جی ہیں، ہماری کونسل نے لکھنؤ کے اپنے اجلاس میں طے کیا تھا کہ ہمارا ایک وفد اس سلسلہ میں پالیوال جی سے ملے اور اس مسئلہ کے بارے میں ایک مکمل یادداشت (میمورنڈم) کی شکل میں پیش کرے چند ہی دن ہوئے ہمارا وفد پالیوال جی سے مل چکا ہے اور ایک مکمل یادداشت ان کو پیش کر چکا ہے۔میں نے یہ بات اس لئے آپ کے سامنے ذکر کردی کہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ اس سلسلہ میں اب تک کیا ہوا اور کیا ہو رہا ہے۔پہلے ہی میں عرض کر چکا ہوں کہ اس کام کا تعلق ہم میں

www.abulhasanalinadwi.org

سے ہر ایک سے براہ راست نہیں ہے اس سلسلہ میں آپ کی طرف سے جو کچھ کرنا ہے آپ کی "دینی تعلیمی کونسل" کو کرنا ہے' آپ کو ہر منزل بلکہ ہر قدم پر صرف اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار رہنا ہے۔

دوسرا خاص مثبت اور تعمیری کام جس کا بستی کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا تھا یہ ہے کہ دینی تعلیم کا ایک ایسا وسیع اور ہمہ گیر نظام صوبہ بھر میں بچھا دیا جائے کہ کوئی شہر یا قصبہ اور کوئی محلّہ اور گاؤں جس میں مسلمانوں کی آبادی ہو' ایسا نہ رہے جس میں مسلمانوں کے بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے خود اپنے مکاتب یا کم از کم دینی تعلیم کے حلقے نہ ہوں۔

یہ کام در حقیقت اتنا بڑا ہے کہ ہم مسلمانوں کی موجودہ بے حسی اور کمزوری کی حالت میں اس کا تصور بھی مشکل ہے اور سچی بات یہ ہے کہ اگر ضلع بستی کے تجربہ نے ہماری رہنمائی نہ کی ہوتی اور ہماری ہمتوں کو سہارا نہ دیا ہوتا تو شاید ہم اس کو سوچنے کے لئے بھی آمادہ نہ ہو سکتے تھے' بستی کے تجربہ نے اور اسی کے ساتھ سیتا پور شہر کے ہمارے کچھ دوستوں کی کوششوں کے نتائج نے ہمیں بتایا کہ اگر ہم اللہ کے لئے اس کے بھروسہ پر اس راہ میں محنت کرنے کے لئے کمر کس کے کھڑے ہو جائیں تو اللہ کی مدد سے یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔

اب اس مہم کا جو نقشہ ہمارے سامنے ہے اور بستی کانفرنس میں جس کے مطابق کام کرنے کا ہم نے فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ پوری تیز رفتاری اور محنت کے ساتھ ہم یہ چار کام کر ڈالیں۔

ایک یہ کہ ہمارے ہر دینی مدرسہ کے ساتھ پرائمری درجہ کا ایک باقاعدہ مکتب ہو جس میں بنیادی دینی تعلیم کے ساتھ سرکاری معیار کے

www.abulhasanalinadwi.org

مطابق ان تمام مضامین کی تعلیم کا بھی اچھا انتظام ہو جو لازمی ہیں مثلاً ہندی، حساب، تاریخ، جغرافیہ وغیرہ۔

دوسرے یہ کہ جو اسلامیہ کالج یا اسکول مسلمانوں کے انتظام میں چل رہے ہیں ان کے ساتھ بھی پرائمری درجہ کا ایک اچھا اور معیاری اسکول ہو۔

تیسرے یہ کہ جس طرح اب تک مسلمان دینی مدارس یا اسلامیہ اسکولوں کو اپنی ایک قومی اور ملی ضرورت سمجھ کر ان کو قائم کرتے اور چلاتے رہے ہیں اسی طرح پرائمری درجہ کے اسلامی مکتب بھی اب حسب ضرورت محلہ اور گاؤں گاؤں قائم کئے جائیں جن میں دینیات اور قرآن مجید کی بنیادی تعلیم کے ساتھ ساتھ پرائمری درجات کی تعلیم کا معقول انتظام ہو، ہم نے سوچ سمجھ کر یہ بھی طے کیا ہے کہ ان مکاتب کو ہمیں سرکاری مداخلت سے بالکل آزاد رکھنا چاہئے اور ان کا بوجھ ہمیں خود اٹھانا چاہئے، یہ بوجھ بلاشبہ بہت بڑا بوجھ ہوگا، لیکن اگر ہم ہندوستان کے موجودہ حالات میں ایسے بوجھ اٹھانے کے عادی نہیں بنیں گے اور انفرادیت اور آرام طلبی اور خوش عیشی و بے فکری کی وہ زندگی جس کے ہم صدیوں سے عادی بن گئے ہیں اس کو نہ چھوڑیں گے تو اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہم اس ملک کے اس نئے دور میں عزت کے ساتھ اور مسلمان رہ کر ہرگز زندہ نہ رہ سکیں گے، ہمیں محنتیں کرکے اور پیٹ کاٹ کر کے یہ مکاتب قائم کرنے ہوں گے اور ان کا بوجھ اٹھانا ہوگا، اللہ تعالیٰ کی مدد بھی ان ہی کو حاصل ہوتی ہے جو خود بھی اس کی راہ میں قربانی دیں اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔ اپنے یہ مکاتب قائم کرنے کے ساتھ ہمیں ایک مہم بنا کر اس کے لئے بھی بہت بڑی جدوجہد کرنی ہوگی کہ مسلمان بچے ہمارے ان مکاتب ہی میں تعلیم حاصل کریں

www.abulhasanalinadwi.org

تا کہ ابتدائی پرائمری تعلیم کے ساتھ وہ بنیادی دینی تعلیم بھی حاصل کرسکیں اور سرکاری نصاب کے زہر اور سرکاری اسکولوں کے غیر اسلامی ماحول کے اثرات سے بھی ان کے معصوم دل و دماغ محفوظ رہیں۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اس دینی تعلیمی مُہم کے سلسلہ میں ہم کو چار کام کرنے ہیں۔ تین کام میں بتا چکا اور چوتھا کام یہ ہے کہ ہماری ان کوششوں کے بعد بھی جو مسلمان بچے سرکاری اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے رہ جائیں ان کے لئے ہم محلّہ کی مسجد میں یا کسی اور جگہ ایسے دینی تعلیمی حلقے قائم کریں جن میں صبح یا شام کو صرف گھنٹہ آدھا گھنٹہ روزانہ اِن بچوں کو قرآن مجید اور بنیادی دینیات کی تعلیم دی جاسکے۔

اگر ہم نے اللہ کی مدد سے یہ چار کام کر لئے تو سمجھئے کہ اس عظیم الشان مہم کو ہم نے سر کرلیا اور ہندوستان میں اسلام کے زندہ و تابندہ رہنے اور ہماری آئندہ نسلوں کے مسلمان رہنے کا فیصلہ ہوگیا۔ میں آخر میں صفائی سے یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر حکومت نصاب کی اصلاح کرنے اور اس کو حقیقی معنٰی میں سیکولر بنانے پر نیک نیّتی سے راضی بھی ہوجائے تب بھی آئندہ نسلوں کو اسلام سے وابستہ رکھنے کے لئے ہمیں اپنا یہ تعلیمی نظام قائم کرنا پڑے گا" ہندوستان کے مستقبل میں ہماری نسلوں کے مسلمان رہنے کا انحصار بظاہر اسباب اب اسی جد و جہد پر ہے۔

حضرات! دینی تعلیمی کونسل کا بس یہی کام اور پروگرام ہے" صوبہ کے ہر ضلع کے مسلمانوں کو دینی تعلیمی کونسل بس یہی دعوت دیتی ہے کہ اپنے اپنے ضلع میں اس کام کو چلانے اور پھیلانے کی وہ ذمہ داری لیں اور ایمانی عزم اور حوصلہ کے ساتھ اس تعلیمی جد و جہد کے میدان میں اتریں اور اس کو

www.abulhasanalinadwi.org

ایمانی جدوجہد سمجھیں اور اللہ تعالیٰ سے اس مدد کی اور اس صلہ کی امید رکھیں جس کا وعدہ اس نے اپنے ایمانی جدوجہد کرنے والے بندوں سے کیا ہے اور اس سب کی پہلی شرط یہ ہے کہ خود بھی سچے مسلمان ہو کر جینے اور مرنے کا اللہ تعالیٰ سے عہد کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے اور قبول فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وسلام على المرسلين۔

(۱۹۶۰ء)

## (۲)

۴۷ء میں ملک کی تقسیم کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے جو مسائل پیدا ہوئے ان میں دینی لحاظ سے سب سے زیادہ سنگین اور خطرناک مسئلہ یہ تھا کہ تعلیم لازمی کی جارہی تھی جس کی وجہ سے ہر بچے کا سرکاری یا منظور شدہ اسکول میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کرنا ضروری بتلایا جاتا تھا اور وہاں اردو ختم کردی گئی تھی، مزید برآں بچوں کو ہندو دیومالا پڑھائی جاتی تھی جس کی بنیاد سراسر شرک اور توہم پرستی پر ہے، اس سے معصوم بچوں کے خام ذہن کا متاثر ہونا لازمی تھا۔ اس صورت حال نے ان تمام باشعور مسلمانوں کو بے چین کردیا تھا جو اس کے نتائج کو محسوس کرتے تھے لیکن اس کے انسداد اور علاج کے لئے ایک عملی اسکیم جہاں تک معلوم ہے سب سے

پہلے قاضی صاحب (قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم) ہی کے ذہن نے تیار کی اور ساتھ ہی "بسم اللہ مجریها و مرسٰها" کہہ کے خاموشی کے ساتھ عملی اقدام بھی شروع کر دیا۔ اسکیم یہ تھی کہ ہر بستی میں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہو۔ ابتدائی تعلیم کے اپنے مکاتب قائم کئے جائیں جن میں خصوصیت سے قرآن مجید ناظرہ اور اردو کے ذریعہ دینیات کی تعلیم ہو' امکانی حد تک پرائمری درجات کے دیگر ضروری مضامین حساب وغیرہ کی تعلیم کا بھی بندوبست کیا جائے اور مدرس کی تنخواہ وغیرہ مکتب کے مصارف کی ذمہ داری اسی بستی کے مسلمان قبول کریں اور اپنے بچوں کے کھانے کپڑے اور شادی بیاہ کی طرح اس کو بھی اپنی زندگی کی ضروریات کی فہرست میں شامل کر لیں۔ اس سلسلہ میں خاص کر دیہات کی غریب بستیوں کے لئے چٹکی اور کھلیانی کی اسکیم تجویز کی اور سب سے پہلے اپنے ضلع بستی میں ایک تحریک کے انداز میں یہ جد وجہد شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور دیہات دیہات مکاتب قائم ہو گئے۔ ان میں ایسے مکاتب بھی تھے جن میں تمام ضروری مضامین کے ساتھ درجہ ۵ تک کی تعلیم کا بندوبست تھا' قاضی صاحب اور ان کے رُفقاء نے دوروں کے ذریعہ مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ تمہارے بچوں کے دین و ایمان کی حفاظت اسی طرح ہو سکتی ہے کہ وہ ابتدائی تعلیم تمہارے قائم کئے ہوئے ان مکتبوں میں حاصل کریں۔ آگے کی تعلیم کے لئے چاہیں تو سرکاری اسکولوں میں داخلہ لیں۔ مسلمانوں نے عام طور سے ان کی اس دعوت کو قبول کیا۔

بعض مقامات پر لازمی تعلیم کے قانون کے تحت ان مکتبوں میں تعلیم پانے والے بچوں کے سرپرستوں پر گورنمنٹ کے محکمہ تعلیم کی طرف

www.abulhasanalinadwi.org

سے مقدمات چلائے گئے کہ یہ اپنے بچہ کو تعلیم کے لئے اسکول نہیں بھیج رہے ہیں، قاضی صاحب ایک اچھے ماہر قانون وکیل بھی تھے انہوں نے ڈٹ کر قانونی لڑائی لڑی اور عدالتوں کو بتلایا کہ از روئے قانون بچہ کے لئے تعلیم حاصل کرنا لازمی ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سرکاری اسکول ہی میں تعلیم حاصل کرے عدالتوں نے یہی فیصلہ دیا، اس طرح کے چند مقدمات کے بعد یہ مسئلہ ختم ہوگیا جو بے چارے عوام کے لئے خوف زدگی اور پریشانی کا باعث ہوسکتا تھا۔

جہاں تک معلوم ہے قاضی صاحب نے یہ کام ۱۹۵۱ء میں شروع کردیا تھا، ۵۳ یا ۵۴ء میں اسی سلسلہ میں اپنے شہر بستی میں انہوں نے ایک جلسہ کیا اس میں شرکت کے لئے مجھے بھی مدعو کیا، میں بستی پہنچ کر شریک ہوا۔ مکاتب کی ان کی اس تحریک کے بارے میں کچھ سن چکا تھا لیکن پوری بات سامنے نہیں آئی تھی، اس جلسہ میں قاضی صاحب نے اس کام کی ضرورت و اہمیت اور اس کے طریق کار پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور جو مکاتب قائم ہو چکے تھے ان کا کچھ حال بیان کیا، میں بے حد متاثر ہوا اور مجھے محسوس ہوا کہ موجودہ حالات میں یہ نئی نسل کے دین کی حفاظت کا انتظام ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قاضی صاحب کو اس کی توفیق ملی ہے واللہ یختص برحمتہ من یشاء۔

جلسہ کے بعد اگلے دن جب اطمینان سے گفتگو کا موقع ملا تو میں نے قاضی صاحب سے کہا کہ آپ اس کام کے دائرہ کو وسیع کریں اور اگر فی الحال پورے ملک کو نہیں تو کم از کم اپنی ریاست اترپردیش کو اپنا میدان کار بنالیں قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں بس اپنے ضلع ہی میں کرسکتا ہوں اور

www.abulhasanalinadwi.org

اسی کو سنبھال سکتا ہوں۔ راستہ معلوم ہو گیا اور تجربہ بھی ہو گیا ہے' دوسرے اضلاع کے لوگ اسی طریقہ پر کام کریں۔ اس کے بعد بھی میں نے اپنی بات پر اصرار کیا لیکن اس وقت میں قاضی صاحب کو آمادہ نہ کر سکا۔

لکھنؤ واپس آکر میں نے رفیق محترم مولانا علی میاں سے یہ سب بیان کیا۔ ہم دونوں کی رائے ہوئی کہ کوئی انتظام سوچا جائے کہ قاضی صاحب اپنے کو کلی طور پر اس کام کے لیے وقف کر سکیں۔ کچھ دنوں کے بعد ہم دونوں کا بمبئی جانا ہوا' وہاں ایک باتوفیق دوست کے سامنے اس مسئلہ کا ذکر آیا' انہوں نے پوچھا کہ اگر قاضی صاحب کو مجبور کیا جائے کہ وہ وکالت چھوڑ دیں تو ان کی ضروریات کے لیے کتنا کافی ہوگا؟ ہم دونوں نے کچھ سوچ سمجھ کے بتلایا کہ کم از کم چھ سو روپیے اور زیادہ سے زیادہ ایک ہزار ماہوار۔ انہوں نے کہا کہ آپ حضرات قاضی صاحب کو اس کے لیے مجبور کریں' آپ کی خدمت میں یہ رقم میں ہی پیش کر دیا کروں گا اور یہ بات صرف آپ کے اور میرے درمیان رہے گی۔

میں نے لکھنؤ واپس آکر قاضی صاحب کو خط لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی صورت پیدا فرما دی ہے کہ ہم آپ سے اصرار کر سکیں کہ آپ اپنے کو صرف اسی دینی تعلیمی تحریک کے لیے وقف کر دیں' آپ کی ضروریات انشاء اللہ پوری ہوتی رہیں گی اور کسی کا آپ پر ذرہ برابر احسان نہ ہوگا بلکہ آپ کا ہم پر اور پوری ملت پر احسان ہوگا اور یہ آپ کی بہت بڑی قربانی ہوگی۔

قاضی صاحب نے کئی دن کے غور و فکر کے بعد مجھے اس کا جواب لکھا۔ ان کا یہ گرامی نامہ ۸۔۱۰ صفحات پر مشتمل تھا' افسوس ہے کہ اپنی عام

www.abulhasanalinadwi.org

عادت کے مطابق میں نے اس کو بھی محفوظ نہیں رکھا' اس میں انہوں نے اختصار کے ساتھ اپنی سوانح حیات لکھ دی تھی (کاش وہ محفوظ ہوتا تو شائع کیا جاتا)

میری اصل گذارش کے جواب میں جو کچھ انہوں نے لکھا تھا اس کا حاصل یہ تھا کہ خود میرا ارادہ عمر بھر وکالت کرنے کا نہیں تھا' وکالت کو میں نے ایک آزاد پیشہ سمجھ کر اس لیے اختیار کیا تھا کہ اس کے ساتھ قوم وملت کی خدمت کی بھی گنجائش رہتی ہے۔ شروع میں میرا منصوبہ تھا کہ کچھ مدت تک وکالت کر کے کچھ پس انداز کروں گا اور وہ رقم کسی دیانت دار بھائی کے کاروبار میں لگادوں گا' اس سے مجھے کچھ مل جایا کرے گا بس اسی سے گذارہ کروں گا اور اگر اللہ توفیق دے گا تو اپنا وقت ملت کی خدمت ہی میں لگاؤں گا لیکن افسوس کہ یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا اور اب میں اس عمر میں اپنے ضمیر کو اس پر آمادہ کرنے سے عاجز وقاصر ہوں کہ کسی کے عطیہ سے گذارہ کروں۔ اب یہی ممکن ہے کہ وکالت کا کام صرف بقدر ضرورت کروں اور جو وقت بچا سکوں وہ دینی تعلیمی مکاتب کی تحریک میں لگاتا رہوں۔

پھر ایک وقت آیا کہ قاضی صاحب اس تحریک کو صوبائی حد تک وسیع کرنے پر آمادہ ہو گئے' خود انہوں نے ۵۹ء میں اپنے وطن شہر بستی میں دینی تعلیمی کانفرنس بلائی جس کی صدارت رفیق محترم مولانا سید ابوالحسن علی میاں نے کی تھی' اسی کانفرنس میں ''دینی تعلیمی کونسل اترپردیش'' قائم ہوئی' مولانا اس کے صدر منتخب کیے گئے اور قاضی صاحب جنرل سکریٹری۔ اس کونسل کی جدوجہد کے نتیجہ میں ریاست کے مختلف اضلاع میں کئی ہزار مکتب قائم ہیں جن میں کئی لاکھ بچے قرآن مجید ناظرہ اور اردو کے ذریعہ دینیات کی

www.abulhasanalinadwi.org

بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ بہرحال اس عظیم دینی تعلیمی تحریک کے اصل داعی اور بانی مرحوم قاضی صاحب ہی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل کو قبول فرمائے اور ان کے ساتھ مغفرت و رحمت کا خاص معاملہ فرمائے۔

(۱۹۸۰ء)

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# دینی تعلیمی کونسل کی تاریخ ساز خدمات

''جب کبھی ہندوستانی مسلمانوں کی ذہنی وفکری و تعلیمی تاریخ بلکہ ان کی ملی تاریخ دیانت داری سے لکھی جائے گی تو اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکے گا کہ اس مدت میں دینی تعلیمی کونسل نے کیا فکر دی، کیا لٹریچر تیار کیا، کس طرح ہندوستانی مسلمانوں کے دینی تعلیمی مقدمہ کو مضبوط دلائل سے ثابت کیا۔ آپ صرف اس کی سالانہ کانفرنسوں کے خطبات صدارت کی ورق گردانی کرلیجیے وہی مسلمانوں کے تعلیمی مسئلہ کو سمجھنے اور اس کی سنگینی اور نزاکت کا احساس کرنے کے لئے کافی ہیں لیکن اس مقدمہ کے اندر بھی جان آپ کے فیصلہ سے آئے گی، انسان کی ساری کمزوریوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر عزم و فیصلے کی وہ طاقت رکھی ہے کہ پہاڑ اور دریا اس کا راستہ نہیں روک سکتے''۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا علی میاں کے خطباتِ صدارت اور
دینی تعلیمی کونسل کی تحریک و تنظیم کے متعلق بانی تحریک

# قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم
# کی
# یادگار تحریریں

www.abulhasanalinadwi.org

# اعتراف

"مولانا محمد منظور نعمانی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
کے ہم انتہائی شکر گذار ہیں۔ ان دو بزرگ ہستیوں نے کارکنانِ انجمن
کے دلوں میں کام کی لگن پیدا کی اور ہمیشہ ہماری ہمت افزائی اور رہنمائی
کرتے رہے۔"

قاضی محمد عدیل عباسی (مرحوم)

www.abulhasanalinadwi.org

"۳۰ر دسمبر ۱۹۵۹ء کو ساڑھے آٹھ بجے شب میں کانفرنس کا پہلا عام اجلاس تقریباً پندرہ ہزار کے مجمع میں تلاوتِ کلام پاک سے شروع ہوا، تحریک وتائید کے بعد دنیائے اسلام کے نامور خطیب و مفکر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب مسندِ صدارت پر متمکن ہوئے۔

کانفرنس کا افتتاح حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند کرنے والے تھے، مولانا ممدوح نے نہ صرف اپنی رضامندی دے دی تھی بلکہ سیٹ بھی ریزرو ہوگئی تھی مگر عین وقت پر تمام مسلمانانِ صوبہ کی بدقسمتی سے آپ اچانک اس طرح علیل ہوگئے کہ سفر کا ملتوی کرنا ناگزیر ہوگیا۔ چنانچہ مولانا ممدوح کی عدم موجودگی میں جنابِ صدر نے مولانا سعید احمد اکبرآبادی صاحب صدر شعبہ سنّی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سے افتتاح کانفرنس کی درخواست کی۔

جنابِ صدر (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) نے اپنا عظیم الشان خطبۂ صدارت پڑھا جس کا ایک ایک لفظ تیر ونشتر کا کام کرتا تھا اور جس نے عوام اور خواص پر موجودہ حالات کی نزاکت اور مسلمان بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیم کی ضرورت کو نقش کردیا۔ خطبۂ صدارت کے ختم ہونے پر ایک جوش

www.abulhasanalinadwi.org

سے بھرا سناٹا چھایا ہوا تھا اور ہر شخص سوچ رہا تھا کہ کتنا قیمتی وقت ضائع ہوگیا۔ اور کس طرح اس کو جلد از جلد پورا کیا جائے"۔

اعلان و اشتہار کے مطابق نمائندگان کانفرنس کا پہلا جلسہ شری کشن پانڈے ہائر سکنڈری اسکول کے ہال میں ۳۰ر دسمبر ۱۹۵۹ء کو تین بجے دن کے وقت شروع ہوا' قاضی محمد عدیل عباسی نے اغراض کانفرنس کی وضاحت کے بعد تجویز نمبر ا کا خاکہ پیش کیا' طے ہوا کہ تجاویز پر غور کرنے کے لئے ایک "مجلس انتخاب مضامین" منتخب کی جائے چنانچہ اتفاق رائے سے حسب ذیل حضرات کا انتخاب عمل میں آیا:

۱۔ جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

۲۔ مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علمائے ہند

۳۔ مولانا محمد اسعد مدنی صاحب دارالعلوم دیوبند

۴۔ مولانا نذیر احمد رحمانی بنارس

۵۔ سید محمود حسن صاحب وکیل بہرائچ

۶۔ حیات اللہ انصاری صاحب ایڈیٹر قومی آواز لکھنؤ

۷۔ ریاض الدین احمد صاحب پرنسپل مجیدیہ اسلامیہ کالج الہ آباد

۸۔ مولانا شاہ سلیم اللہ صاحب بنارسی

۹۔ مولانا ابواللیث اصلاحی صاحب ندوی امیر جماعت اسلامی ہند

۱۰۔ مولانا سید ابوالبیان صاحب فرخ آبادی

۱۱۔ قاضی محمد عدیل عباسی وکیل بستی (کنوینر)

"فوراً سب لوگ صدر کانفرنس (مولانا علی میاں) کے کمرے میں

www.abulhasanalinadwi.org

یکجا ہوئے اور نماز کے اوقات پر جلسہ ملتوی کرتے ہوئے برابر ۸ بجے شب تک کارروائی جاری رہی اور تجویز نمبر (۱) اتفاق رائے سے پاس ہوئی''۔

''مجلس انتخاب مضامین کا دوسرا جلسہ ۳۱ ردسمبر ۱۹۵۹ء کو ۸ بجے صبح سے شروع ہوا اس جلسے میں صدر نے اپنے اختیارات کو کام میں لاکر حسب ذیل حضرات کو بھی مدعو کیا اور وہ بھی جلسہ میں شریک ہوئے:

۱۔ مولانا ابوالوفا صاحب شاہ جہاں پوری

۲۔ حکیم ابوالکلام صدیقی صاحب گورکھپور

۳۔ محمد مرتضیٰ صدیقی صاحب وکیل دیوریا

یہ اجلاس مسلسل جاری رہا۔ صرف کھانے اور نماز کے لئے ملتوی ہوا اور آخر کار قریب ۳ بجے دن کو بقیہ تجاویز اتفاق رائے سے منظور ہوئیں''۔

''تجاویز کے بارے میں صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ ان کے ایک ایک لفظ پر غور ہوا اور باہمی اتفاق واتحاد کی اس فضا میں غور ہوا کہ قوم کے سامنے ایک اہم مسئلہ ہے جسے قوم کو خود حل کرنا ہے۔ سنجیدگی' کام کی نزاکت کا احساس' دینی تعلیم کی ضرورت اور تلافیٔ مافات غور وفکر کے بنیادی اصول تھے''۔

## تجویز نمبر (۱)

''دینی تعلیم ایک اسلامی فریضہ ہے اور دین کی بقاء وحفاظت اور مسلمانوں کے ملی وجود کے لئے ضروری ہے۔ سیکولر تعلیم کے زمانہ میں اگر دینی تعلیم کی اشاعت کی عوامی اور ہمہ گیر جدوجہد نہ کی گئی تو مسلمانوں کی آئندہ نسلیں اسلامی روایات عقائد اور اخلاق سے بیگانہ رہیں گی اور آخر

www.abulhasanalinadwi.org

کاران کا ملی وجود ختم ہو جائے گا۔

دینی تعلیم وتربیت کی ضرورت اس وجہ سے اور بھی بڑھ گئی ہے کہ موجودہ تعلیم کے مضر اثرات مسلمان بچوں میں پھیلتے جارہے ہیں ان امور کی بناء پر یہ ضروری ہے کہ مسلمان اپنے اس فرض کا احساس کریں اور دینی تعلیم وتربیت کا وسیع پیمانے پر بندوبست کریں۔

صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس کا یہ اجلاس اس مقصد کے لئے حسب ذیل لائحہ عمل طے کرتا ہے:

۱۔ تمام عربی مدارس اپنے یہاں ایسے ابتدائی درجات قائم کریں جن کا معیار سرکاری اسکولوں کے درجہ ۵ تک ہو اور جن میں دینی تعلیم بہ زبان اردو دی جائے۔

۲۔ وہ تمام ہائی اسکول اور انٹر کالج جو مسلمانوں کے زیر اہتمام ہیں وہ بھی اپنے یہاں اسی قسم کے ابتدائی درجات کھولیں۔

۳۔ جن جن مقامات پر عام یا جبریہ اسکول قائم ہیں وہاں خود کفیل صباحی اور شبینہ مکاتب کھولے جائیں جن میں ان اسکولوں میں تعلیم پانے والے بچوں کو دینی تعلیم دی جائے۔

۴۔ مسلمان ایسے اسکول قائم کریں جن میں سرکاری اسکولوں کے مضامین کے ساتھ دینیات کی تعلیم بھی دی جائے۔

یہ تجویز (نمبرا) جناب مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے پیش کی اور تائید حسب ذیل حضرات نے کی:

۱۔ مولانا محمد میاں صاحب دہلی

۲۔ مولانا سید محمد اسعد مدنی صاحب دیوبند

www.abulhasanalinadwi.org

۳۔ مولانا صوفی شاہ سلیم اللہ صاحب بنارس

۴۔ مولانا عبدالسلام فاروقی صاحب لکھنؤ

۵۔ ارادت حسین صاحب پرنسپل بارہ بنکی

۶۔ ریاض الدین احمد صاحب پرنسپل الٰہ آباد

۷۔ مولانا ابوالوفا صاحب شاہ جہاں پور

۸۔ مولانا عبدالقیوم صاحب علی گڈھ

۹۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی صاحب علی گڈھ

۱۰۔ مولانا عبدالوحید صاحب فتح پور

۱۱۔ مولانا ابوالبیان صاحب فرخ آباد

۱۲۔ ظفر احمد صدیقی صاحب وکیل سیتاپور

۱۳۔ حکیم ابوالکلام صاحب گورکھپور

۱۴۔ محمد مرتضیٰ صدیقی صاحب وکیل دیوریا

۱۵۔ قاضی محمد عدیل عباسی بستی

۱۶۔ مولانا ابواللیث اصلاحی صاحب ندوی رامپور

۱۷۔ مولانا نذیر احمد رحمانی صاحب بنارس

”حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صدر کانفرنس نے اپنی اختتامی تقریر میں کانفرنس کی کامیابی اور اتفاق رائے سے ایک لائحہ عمل مرتب کرکے اس پر گامزن ہونے کے اس تاریخی فیصلے پر ہر مکتبۂ خیال کے رہنماؤں اور نمائندوں اور معاونین و منتظمین کانفرنس کو مبارک باد دی اور اجلاس کی اہمیت و ضرورت بتاتے ہوئے اور تجاویز کی مفصل تشریح کرتے

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئے آپ نے ہر خاص و عام سے اپیل کی کہ وہ اس کام میں اس طرح لگ جائیں کہ تمام محلّہ کے اندر ایک بچہ یا ایک بچی ایسی نہ رہ جائے جو دین کی تعلیم ذریعۂ زبانِ اُردو سے نابلد ہو"۔

---

"جب ہم نے کانفرنس کا ارادہ کیا تو ہمارے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ایسے مقتدر اور مختلف مکتبۂ خیال سے تعلق رکھنے والے حضرات اتنی بڑی تعداد میں صوبہ اور ملک کے دور دراز گوشوں سے اس چھوٹے سے مقام (بستی) پر جمع ہو جائیں گے"۔

"بستی کانفرنس میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب نے جو خطبۂ صدارت پڑھا تھا اس کا انگریزی ترجمہ دیکھ کر جناب شیو پرشاد صاحب سنہا ایڈوکیٹ سپریم کورٹ نے لکھا کہ مولانا کا خطبہ ایک شاہکار ہے اور مجھ کو ان سے حرف بہ حرف اتفاق ہے"۔

"جناب ایم.ایم. ورما چیئرمین بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن راجستھان نے اس ترجمہ کو طلب کیا جو روانہ کر دیا گیا"۔

"خطبۂ صدارت صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس بستی از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی پبلک کے عظیم مطالبہ پر دوبارہ شائع کیا گیا"۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# تاریخی پس منظر

''اس خطبہ (خطبہ صدارت دینی تعلیمی کانفرنس بستی ۱۹۵۹ء) کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ ملک کے آزاد ہونے کے بعد تمام درسی کتابوں میں ہندو دیومالا کی کہانیاں، ہندو دھرم کے عقائد اور صرف ہندو مذہب کے بڑے آدمیوں کی زندگیوں کے حالات بھر دیئے گئے۔ مولانا نے مسلمانوں کے ایک دینی اجتماع میں ایک بے باک حق گو لیکن حق پسند اور غیر جانب دار شخص کی طرح ان مسلمانوں کے کردار کو بتلایا جن سے کورس کی کتابیں مزین کی جاسکتی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کون سا نیشنلزم ہے جو مولانا ممدوح کے اس نظریہ کی مخالفت کرے گا۔''

''میں جملہ اصحاب نظر کو کھلا چیلنج دیتا ہوں کہ وہ دینی تعلیمی کونسل کے خطبات یا تقریروں میں خواہ وہ کسی کی ہوں اور خصوصیت سے مولانا علی میاں کی تقریروں اور ان کے خطبات میں کوئی ایک جملہ ایسا دکھلا دیں جو سچے نیشنلزم کے خلاف ہو۔''

''بستی صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس منعقدہ ۳۰/۳۱/دسمبر ۱۹۵۹ء کے بعد جس میں دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کا قیام عمل میں آیا۔ بنیادی دینی تعلیم کے سلسلے میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے۔''

دنیائے اسلام کے مشہور خطیب و مفکر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے شاہکار خطبۂ صدارت کے بعد اب کیا باقی ہے جو مجھ جیسا ہیچ مداں بیان

www.abulhasanalinadwi.org

کرے۔ میں تو اس مزدور کی طرح ہوں جو گوڑنا جوتنا اور محنت کرنا جانتا ہے مگر فلسفۂ فنِ کاشت کاری سے نابلد ہے۔''

''ظاہر ہے کہ ہم طالب علموں پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتے جب تک ہم خود دین کا ماحول تیار نہ کریں۔ چنانچہ طلباء کے اجتماع کی طرح ایک دارالمطالعہ کے بنیادی خیال پر بھی ہندوستان کے مایہ ناز عالم مولانا محمد منظور نعمانی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی تائید کی مہر ثبت کی اور جس طرح طلباء کی تحریک کو چلانے کے لئے اپنا قیمی وقت دیا تھا اس کام کے لئے بھی آمادگی ظاہر کی چنانچہ ۱۰/دسمبر ۱۹۵۳ء کو جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی ایک نہایت دردانگیز تقریر کے ساتھ اس دارالمطالعہ کی بنیاد رکھی۔''

(دینی تعلیمی کونسل کی تشکیل سے قبل بستی میں)

''صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس جو ۳۰/۳۱/دسمبر ۱۹۵۹ء کو زیر صدارت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بستی میں منعقد ہوئی اس نے ایک نیا خیال، ایک نیا جذبہ اور ایک نیا حوصلہ ملتِ اسلامیہ ہند کو دیا۔''

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ نے مجھے لکھا کہ کانفرنس کے اعلان نے ہندوستان کے مسلمانوں کے ضمیر کو بیدار کر دیا ہے۔

دیوبند، ندوہ، سہارنپور، بریلی، علی گڑھ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، جمعیۃ العلماء ہند، جماعت اسلامی، ریاست کے تمام مسلم اسکول اور کالج سب نے شرکت کی۔ الغرض کانفرنس ایک نمائندہ کانفرنس تھی اور اسی نے آزاد خود کفیل معیاری پرائمری مکاتب کا تخیل دیا اور دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کی تشکیل ہوئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بہت سے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تھک ہار کے بیٹھ گئے تھے کہ کچھ نہیں ہوسکتا' اب کام ملا اس میں گرم جوشی سے لگ جائیں گے۔

کسی نے کہا کہ عوام کے دماغوں پر ایسا اثر ہوا ہے جیسے پیاسے کو پانی مل جائے۔

کچھ علماء نے کہا کہ اس تحریک میں حصہ لینا نفلی عبادتوں سے زیادہ باعثِ ثواب ہے۔

خطیب الہند مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری نے اپنے ایک خطبۂ استقبالیہ میں اس تحریک کا پُر جوش خیر مقدم کرتے ہوئے اس عاجز کا نام لیا اور اقبال کا یہ شعر پڑھا

راہِ خدا کہ عارف و زاہد کسے نہ گفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی نے کانفرنس (دینی تعلیمی کانفرنس ۱۹۵۹ء) میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "اس کام کے لئے جماعتوں کو اپنے اصولوں میں لچک پیدا کرنی چاہیئے۔"

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے بعد کانفرنس (دینی تعلیمی کانفرنس ۵۹ء) فرمایا کہ "انگریز راج کے آغاز سے ایسی کانفرنس نہیں ہوئی" تو حضرت مولانا علی میاں ندوی نے جواب دیا کہ "انگریز راج سے قبل ہی اس طرح کا اجتماع کب ہوا تھا۔"

"بیاباں کی شب تاریک میں دینی تعلیمی تحریک قندیلِ رہبانی بن کر نمودار ہوئی۔ دینی تعلیمی کونسل کا وجود ہوا۔ مایوسیوں میں امید کے چراغ جلے۔ اب ٹھوس کام سامنے ہے۔ جماعتی عصبیت سے گریز اور نظم و اتحاد

www.abulhasanalinadwi.org

سے محاذ بنائے رکھنا ہے تاکہ بادِ حوادث کے ہر جھونکے کا مردانہ وار مقابلہ کیا جاسکے۔ اگر نادانی اور ناعاقبت اندیشی کو راہ دے کر ہم نے آپس میں انتشار نہ پیدا کیا اور جماعتی عصبیت میں مبتلا نہ ہوئے اور منزل پر نگاہ رکھ کر عقل و دانائی، خلوص اور ہمت سے آگے بڑھتے رہے تو منزل سامنے ہے۔"

"وقت کی پکار اور ضرورت نے ہمارے بزرگوں کو مسجدوں خانقاہوں اور تصنیفی گوشوں سے باہر نکال دیا جو لوگ جلسوں اور کانفرنسوں میں شرکت تضییع اوقات سمجھتے تھے وہ ان کے محرک اور بانی بن گئے کیوں؟ اس لئے کہ مستقبل میں ہماری آئندہ نسلوں کو جو خطرہ پیدا ہوگیا ہے وہ اپنے اندر اتنی ہولناکیاں رکھتا ہے کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ بڑے افسوس کا مقام ہوگا اگر عوام و خواص اب بھی غافل رہیں۔ یاد رکھئے اگر ہم نے عزم کرلیا تو ہمارے راستے میں کسی قسم کی مشکلات حائل نہ ہوں گی۔"

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

# اور

# دینی تعلیمی کونسل کی خدمات کے متعلق

# اکابرین ملّت کے تاثرات

www.abulhasanalinadwi.org

# اسمائے گرامی

۱۔ حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ

۲۔ حضرت مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ

۳۔ حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

۴۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں مرحوم

۵۔ حضرت مولانا سید محمد شاہد فاخریؒ

۶۔ جناب ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی مرحوم

۷۔ مولانا سید محمد الحسنی ندوی (محمد میاں مرحوم)

۸۔ حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ

۹۔ مولانا محمد سالم قاسمی صاحب

۱۰۔ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی مرحوم

۱۱۔ جناب ظفر احمد صدیقی مرحوم

۱۲۔ حضرت مولانا محمد ہاشم میاں فرنگی محلیؒ

۱۳۔ جناب ریاض الدین احمد مرحوم

۱۴۔ جناب سید حامد صاحب

۱۵۔ حضرت مولانا محمود الحسنؒ

۱۶۔ جناب ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

# مسلمان ساری دنیا کے لئے رحمت

(حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی مرحوم)

"نئی نسل کی دینی تعلیم سے محرومی ایک بہت بڑا حادثہ ہے جس کا اثر نہ صرف مسلمانوں پر پڑے گا بلکہ ملک وقوم اور ساری دنیا پر پڑے گا کیونکہ ایک سچا مسلمان ساری دنیا کے لئے رحمت ہوتا ہے۔ اگر دینی تعلیم کے فقدان کی وجہ سے ہمارے بچے مسلمان بن کر نہیں اٹھے تو دنیا ایک بڑی رحمت سے محروم رہ جائے گی؛ اگر مسلمان دینی تعلیم سے محروم رہے تو اس سے ان کو بھی نقصان پہونچے گا اور ملک کو بھی کیونکہ مسلمان اگر سچے مسلمان بنیں گے تو کردار کے لحاظ سے بلند ہوں گے اور دیانت دار اور متقی ہوں گے ایسی صورت میں وہ ملک کی زیادہ خدمت کرسکیں گے۔ مسلمان کی زندگی میں کبھی نفاق اور دورنگی پیدا نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف ظاہری اعمال وافعال بلکہ ارادہ ونیت اور جذبات واحساسات تک سے بھی باخبر ہوتا ہے اس لئے مسلمان کی ذات سے ایسے عمل کا صدور ہی نہیں ہوسکتا جو فساد کا موجب ہو۔ ہمارا موجودہ نظامِ تعلیم سیکولر ہے اور ایسا نظام انسان کو

www.abulhasanalinadwi.org

مکمل انسان نہیں بنا سکتا۔ مکمل انسان وہی تعلیم بنا سکتی ہے جس میں مذہب کا بھی جزو شامل ہو موجودہ نظام کی اس کمزوری کو صرف مسلمان ہی محسوس نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہندو اور سکھ اور دوسرے فرقہ کے لوگ بھی محسوس کر رہے ہیں اور وہ بھی اس بات کی فکر میں ہیں کہ اس تعلیم میں اپنی طرف سے دینی تعلیمات کا سلسلہ جوڑ دیں۔ آج طالب علموں میں جو انتشار ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے احساس و فکر میں اخلاق اور خدا پرستی نہیں ہے جب تک ان دونوں عناصر کو کسی نہ کسی طرح تعلیم میں شامل نہ کر دیں گے طالب علموں کی ذہنیت کے انتشار کی گتھی نہ سلجھ سکے گی۔"

(اقتباس خطبہ افتتاحیہ صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس بستی ۱۹۵۹ء)

---

## مسلمانوں کا باہمی اتحاد و اتفاق

"خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نازک موقع اور سنگین خلاء کا احساس مسلمانوں میں بروقت پیدا ہوگیا اور وہ اپنی اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے جو ان پر اللہ کی امانت کے محافظ ہونے کے رشتے سے عائد ہوتی ہے میدان میں آگئے۔ خطرے کا یہی احساس اور ذمہ داری کی ادائیگی کا یہی جذبہ تھا جس نے مسلمانوں کو باوجود اختلاف مشرب و مسلک ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا اور دینی تعلیمی کونسل کا قیام عمل میں آیا۔ جو کچھ کامیابی دینی تعلیمی کونسل کو ہوئی ہے اس کی بنیادی وجہ مسلمانوں کا باہمی اتحاد و اتفاق ہے"۔

(خطبہ صدارت ضلع دینی تعلیمی کانفرنس بستی ۱۹۶۳ء)

www.abulhasanalinadwi.org

# شذرات

## (حضرت مولانا شاہ معین الدین ندوی مرحوم)

"ہندوستان کی آزادی کے بعد مسلمان بچوں کی مذہبی تعلیم کا مسئلہ بہت اہم ہوگیا ہے' انگریزوں کے زمانہ میں نظام تعلیم بڑی حد تک سیکولر تھا' انہوں نے تعلیم کے ذریعہ کسی فرقہ کی تہذیبی خصوصیات کو مٹانے کی کوشش نہیں کی تھی' ان کے زمانہ میں نیم سرکاری اسلامی مکاتب کا سلسلہ بھی تھا جواب قریب قریب ختم ہورہا ہے' ابتدائی تعلیم جبری نہ تھی' اردو اور ہندی کا درجہ برابر تھا' اب تعلیم جبری ہورہی ہے' اردو عملاً تعلیم سے خارج کردی گئی ہے اور ہندی کی تعلیم اس کی تمام کلچری خصوصیات کے ساتھ لازمی ہوگئی ہے' ابتدائی تعلیم کی کتابیں تمام تر ہندو مذہب اور ہندو کلچر کی ترجمان ہیں اسی لئے جو بچے ان اسکولوں میں پڑھتے ہیں وہ اپنی تہذیب وزوایات سے بے گانہ ہوجاتے ہیں۔

پہلے اگر مذہب کی باقاعدہ تعلیم نہیں بھی ہوتی تھی تو ہر مسلمان کے گھر کا ماحول ایسا ہوتا تھا کہ بچے اپنے مذہب اور اپنی روایات سے بے گانہ نہیں ہونے پاتے تھے' اب ہماری لڑکیاں بھی یہی تعلیم حاصل کریں گی اس لئے خود ان کا کلچر بدل جائے گا اور ان کی گود میں جو بچے پلیں گے' نہ صرف ان کی مادری زبان ہندی ہوجائے گی بلکہ وہ تمام تر ہندو کلچر کے رنگ میں رنگ جائیں گے اور ان کی ملی خصوصیات ختم ہوجائیں گی' اگر مسلمان اپنی مذہبی تعلیم کا کوئی دوسرا نظام قائم کرتے ہیں تو اس میں بھی طرح طرح کی دشواریاں اور پیچیدگیاں ہیں' اس لئے یہ مسئلہ عرصہ سے مسلمان اصحاب فکر

www.abulhasanalinadwi.org

کے سامنے ہے اور اس کے حل کی بعض ابتدائی اور انفرادی کوششیں بھی کی گئیں مگر ایسے مسائل اس قسم کی کوششوں سے حل نہیں ہوتے' اسی لئے قاضی محمد عدیل عباسی وکیل بستی نے جو ایک دردمند اور عملی مسلمان ہیں' اس کی جانب اجتماعی قدم اٹھایا ہے اور ان مسائل پر غور اور اس کی مشکلات کو حل کرنے کے لئے ۳۰/۳۱/دسمبر ۱۹۵۹ء کو مولانا سید ابوالحسن علی کی صدارت میں بستی میں ایک دینی تعلیمی کانفرنس کر رہے ہیں' ہم کو توقع ہے کہ اس مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والے مسلمان عموماً اور تعلیمی تجربہ اور تعلیمی اداروں سے تعلق رکھنے والے خصوصاً اس کنونشن میں ضرور شریک ہوں گے"۔

(معارف ج ۸۳)

---

## شذرات

اس سے پہلے بھی ان صفحات میں مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کے مسئلہ پر لکھا جا چکا ہے' اس کی اہمیت کا تقاضا یہ ہے کہ بار بار اس کی جانب توجہ دلائی جائے' نیا نظام تعلیم مسلمانوں کے مذہب اور ان کی تہذیب و روایات کے جس قدر خلاف ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ گو اس کا احساس مسلمانوں کو اس کے اجراء کے بعد ہی ہو گیا تھا مگر دس بارہ سال تک وہ دینی تعلیم کے لئے کوئی اجتماعی کوشش نہ کر سکے اور ان کی آنکھیں اس وقت کھلیں جب اس کے نتائج نگاہوں کے سامنے آنے لگے' اب دینی تعلیمی کونسل نے اس کی جانب عملی قدم اٹھایا ہے اب بھی وقت نہیں گیا ہے اگر پوری کوشش سے کام لیا جائے تو اس تاخیر کی تلافی ہو سکتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ قاضی عدیل عباسی جیسے عملی اور تجربہ کار آدمی نے دینی تعلیم کی اشاعت و تنظیم کا کام اپنے ہاتھ میں لیا ہے اور مولانا ابوالحسن علی صاحب جیسی شخصیت کی رہنمائی ان کو حاصل ہے اس لئے امید ہے کہ استقلال کے ساتھ ہوگا لیکن کوئی تعمیری کام باہمی امداد و اعانت کے بغیر انجام نہیں پا سکتا اور مسلمانوں کی بے عملی کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی باہمت کسی بڑے کام کے لئے کھڑا بھی ہو جاتا ہے تو اس کو پوری امداد نہیں ملتی کم سے کم مسلمانوں کا یہ تو فرض ہے کہ جو لوگ خود قومی کاموں کے لئے وقت نہیں نکال سکتے وہ اپنی امداد و اعانت سے کام کرنے والوں کی ہمت افزائی کریں، تعلیمی بورڈ کا ایک وفد عنقریب اضلاع کے دورے پر نکلنے والا ہے، ہم کو توقع ہے کہ ہر ضلع کے مسلمان اپنے ضلع کی تعلیمی تنظیم میں اس وفد کے مشوروں سے فائدہ اٹھائیں گے۔

(معارف ج ۸۵)

---

# شذرات

مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کی ضرورت و اہمیت اتنی کھلی ہوئی ہے کہ اس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں، درحقیقت یہ مسئلہ مسلمانوں کی قومی و ملی موت و حیات کا مسئلہ ہے، آزاد ہندوستان کے نئے نظام تعلیم کے اجراء کے بعد ہی سے جو مسلمانوں کے مذہب اور ان کی روایات کے سراسر خلاف ہے اس کا احساس ہو گیا تھا اور جبری تعلیم کے قانون کے نفاذ کے بعد اس کی ضرورت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ چنانچہ جمعیۃ العلماء نے اس مسئلہ پر غور

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے کے لئے ۱۹۵۶ء میں بمبئی میں ایک آل انڈیا دینی تعلیمی کنونشن کیا تھا اوراس کا نظام قائم کرنے کے لئے جمیعۃ کی ماتحتی میں ایک تعلیمی بورڈ بھی بن گیا تھا مگر اس نے چھ سال کی مدت میں کوئی کام نہیں کیا، اس لئے انجمن تعلیمات دین بستی نے اس کام کو شروع کیا اور قاضی عدیل عباسی صاحب کی کوشش سے چند دنوں میں پورے ضلع بستی میں ابتدائی دینی تعلیم کا مکمل نظام قائم ہو گیا پھر اس کو پورے صوبے میں پھیلانے کے لئے انہوں نے گزشتہ دسمبر میں بستی میں صوبے کی ایک دینی تعلیمی کانفرنس کیا جس میں ہر عقیدہ اور ہر خیال کے علماء و مشاہیر نے شرکت کی اور ان کے مشورے سے پورے صوبے کی ایک دینی تعلیمی کونسل بن گئی جس کے ارکان میں ہر مکتبِ خیال کے مسلمانوں کی نمائندگی تھی اس کونسل نے مختلف اضلاع میں پوری سرگرمی سے تعلیمی مہم شروع کر دی۔

اب جمیعۃ العلماء کے تعلیمی بورڈ نے بھی عملی قدم اٹھایا ہے اور اس نے اپنا کام الگ شروع کیا ہے، ضرورت تو اس کی تھی کہ یہ کام متفقہ اور ایک ایسے نظام کے ماتحت ہوتا جس سے کسی عقیدہ و خیال کے مسلمانوں کو اختلاف نہ ہوتا مگر ایسا نہ ہو سکا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جمیعۃ العلماء مسلمانوں کے بہت سے مفید کام انجام دیتی رہتی ہے اور اس کو چونکہ حکومت کا اعتماد حاصل ہے اس لئے مسلمانوں کی بعض ایسی مشکلات میں کام آتی ہے جس میں دوسری جماعتیں بہت کم مدد دے سکتی ہیں لیکن جہاں تک دینی تعلیم کے کام کا تعلق ہے، اس صوبہ میں دینی تعلیمی کونسل زیادہ قوت اور وسعت کے ساتھ انجام دے سکتی ہے، اس لئے کہ اس کے سامنے اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہے، اس کا قیام ہی اسی مقصد کے لئے عمل میں آیا ہے اور

www.abulhasanalinadwi.org

جمیۃ العلماء کے سامنے بہت سے کام ہیں دوسرے جمیۃ العلماء کو مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کا تعاون حاصل نہیں ہے' اس کے مقابلہ میں دینی تعلیمی کونسل میں ہر عقیدہ وخیال کے مسلمان شریک ہیں' اس لئے وہ زیادہ وسعت کے ساتھ یہ کام انجام دے سکتی ہے لیکن جمیۃ کا بھی ایک حلقہ ہے اور دونوں جماعتیں مخلص ہیں اور یہ کام اتنا وسیع ہے کہ دونوں کے لئے پوری گنجائش ہے اور وہ بغیر کسی مزاحمت کے اپنے اپنے حلقہ میں آسانی کے ساتھ اس کام کو انجام دے سکتی ہیں ممکن ہے دونوں کی کوشش سے زیادہ فائدہ حاصل ہو جائے۔ اخلاص کے ساتھ کار خیر میں مسابقت مضر نہیں بلکہ مفید ہی ہوتی ہے۔

دینی تعلیمی کونسل کی خوش قسمتی سے اس کو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جیسی شخصیت کی رہنمائی حاصل ہو گئی ہے ان کا اخلاص وللّٰہیت اس کی کامیابی کے لئے فال نیک ہے مگر کوئی بڑا کام سرمایہ کے بغیر انجام نہیں پا سکتا' اس لئے مولانا موصوف نے اس کے لئے پچاس ہزار روپے کی اپیل کی ہے' یہ کوئی بڑی رقم نہیں ہے کہ مسلمان قوم اس کو فراہم نہ کر سکے اتنی رقم تو چند صاحب ثروت اہل ہمت دے سکتے ہیں' ہم کو پوری توقع ہے کہ اصحاب خیر اس سعادت کے حصول میں پورا حصہ لیں گے۔

(معارف جلد ۸۶)

☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# "وقت کی ایک اہم تحریک"

## (حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)

"دینی تعلیمی کونسل نے ایک سال کے اندر ۲۰ ضلعوں میں کام کر ڈالنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ بحمد اللہ اس مدت کے اندر کام ۲۴ ضلعوں میں ہونے لگا ایسے مخلص، فعال و صاحب فہم کارکن کسی ادارہ کو شاذ و نادر ہی میسر آتے ہیں۔ مسلمانوں نے اگر تہ دل سے اس ادارہ کا ہاتھ نہ بٹایا تو خود ہی شدید ترین اور ناقابل تلافی نقصان اٹھا کر رہیں گے۔"

(صدق جدید ۲۶ رمئی ۱۹۶۱ء)

# "ایک ٹھوس کام"

"بحمد اللہ کہ مسلمانوں کی عام عادت کے خلاف یوپی کے مسلمانوں نے محض زبانی وعدوں اور نعروں پر قناعت نہ کی بلکہ اب کی کچھ نہ کچھ کر کے بھی دکھا دیا لیکن یہ کام ابھی صرف ۲۴ ضلعوں تک پھیل سکا ہے۔ بہت سے ضلع ابھی تک باقی رہ گئے ہیں۔ اور منزل ۲۰ لاکھ بچوں بچیوں کی ہے جنہیں اُردو میں دینی تعلیم دینا ہے۔ کامیابی ابھی تک جتنی بھی ہوئی ہے کارکنوں کے اخلاص کا ثمرہ ہے اور اس پر ادارہ کے روح رواں مولانا ابوالحسن علی ندوی اور جنرل سکریٹری قاضی محمد عدیل عباسی (بستی والے) اور ان کے سارے رفیق دلی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ضرورت ایسے ہی ٹھوس اور تعمیری کاموں کی ہے اور یہ ضرورت اب پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ نعروں اور پُر جوش تقریروں کا بھی ایک درجہ ہوتا ہے لیکن بس انہیں کو اوڑھنا

www.abulhasanalinadwi.org

بچھونا بنالینا اور ان کو قومی مزاج میں تبدیل کر لینا خودکشی کے مرادف ہے۔
مدت کے بعد ملت ایک تعمیری پروگرام کی طرف متوجہ ہوئی ہے۔"

(صدق جدید ۲۳؍جون ۱۹۶۱ء)

## "ایک مبارک فیصلہ"

یوپی جمعیۃ العلماء کا ایک وفد وزیر تعلیمات ریاست شری جگل کشور سے ملا جن کے ساتھ ڈائریکٹر اور ڈپٹی ڈائریکٹر تعلیمات بھی موجود تھے اور بیسک اسکولوں کے اس نصاب کی طرف توجہ دلائی جس میں مورتی پوجا وغیرہ کے احکام صاف مخالف اسلام موجود تھے۔ وزیر تعلیمات اور ڈائریکٹر دونوں نے وفد کے خیالات سے اتفاق کیا اور یقین دلایا کہ نصاب سے وہ قابل اعتراض حصے سب خارج کر دیئے جائیں گے۔ دینی تعلیمی کونسل کا وفد بھی اس سے قبل وزیر صاحب اور ڈائریکٹر صاحب سے مل کر یہی باتیں پیش کر چکا تھا۔

ریاستی جمعیۃ العلماء اور دینی تعلیمی کونسل دونوں اپنی فرض شناسی پر قابل مبارک باد ہیں۔ اور دونوں سے بڑھ کر بستی کے نامور ایڈوکیٹ قاضی محمد عدیل عباسی جنہوں نے اول مرتبہ اس خطرے سے ملک وملت کو مطلع کیا اور سب سے بڑھ کر خود ریاست کی سرکار ہے۔ جس نے کمال دانائی، فراخ دلی اور مصلحت شناسی سے ایسے نامعقول احکام بے چون و چرا واپس لے لئے۔ کاش ایسی ہی مثالیں سرکار کی معقولیت اور بے تعصبی کی اور مل جایا کرتیں۔

(صدق جدید ۳؍اگست ۱۹۶۲ء)

www.abulhasanalinadwi.org

# ’’مسلمان، مسلمان رہ کر‘‘

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تقریر ۱۳؍جنوری کو الٰہ آباد میں دینی تعلیمی کونسل کے جلسے میں:

’’مسلمانوں نے دو فیصلے کیے ہیں ایک یہ کہ انہیں دنیا میں پوری تہذیبی انفرادیت اور عقائد کے تحفظ کے ساتھ رہنا ہے اور یہ انفرادیت اس حد تک ہونی چاہیے کہ ہر شخص دیکھ کر یہ فیصلہ کر سکے کہ یہ مسلمان ہیں اور دوسرا فیصلہ ہم ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ہم نے بغیر کسی معذوری کے اور پورے اختیار تمیزی سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جب تک حالات ایسے نہ ہو جائیں کہ شریعت کی رو سے یہاں رہنا ناجائز ہو جائے ہم اس ملک میں رہیں گے اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مدارس میں جو نصاب تعلیم حکومت کی طرف سے رائج کیا جارہا ہے وہ ہمارے اس فیصلہ پر بری طرح اثر انداز ہو رہا ہے اور اس سے ہمارے مذہبی انفرادیت و عقائد مجروح ہو رہے ہیں... خوب سمجھ لیجیے۔ ہم یہاں صرف اتنا نہیں چاہتے کہ ہمیں اذان اور نماز پڑھنے کی آزادی ہو بلکہ ہم یہاں اپنا یہ حق بھی چاہتے ہیں کہ اپنی پوری زندگی کو اسلامی رنگ میں ڈھال سکیں۔‘‘

بے شک یہ بات اسی جرأت سے کہنے کی تھی اور شکر ہے کہ اس کی سعادت مولانا علی ندوی کے حصہ میں آئی۔ مسلمانوں کو اپنے بزرگوں کی اس سرزمین پر رہنا ہے اور مسلمان (نیم مسلمان نہیں) بن کر رہنا ہے یہ سیدھی سی بات اگر مسلمان نامی قوم نے اگست ۴۷ء میں قوت و صراحت کے ساتھ کہہ دی ہوتی تو دین تو خیر بچ ہی جاتا۔ دنیا بھی ان کی اس درجہ ابتر و خوار ہو کر نہ

رہتی۔ جتنی اس پندرہ سال کی مدت میں ہو کر رہی ہے۔ مولانا علی اگر اسی ایک محاذ کو پوری طرح سنبھال لیں تو کچھ ایسا زیادہ اب بھی نہیں بگڑا ہے۔

(صدق جدید ۸؍فروری ۱۹۶۳ء)

## "ایک شامت زدہ قوم"

مولانا ابوالحسن علی ندوی کا خطبہ صدارت (پرتاپگڈھ ۳؍جنوری ۶۵ء) جس میں انہوں نے اپنا کلیجہ نکال کر مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا ہے اور جو اول سے آخر تک ہر مسلمان کے پڑھنے کے قابل ہے اس کے ختم کے قریب خون کے آنسو بہاتے ہوئے یہ کہنے پر اپنے کو مجبور پاتے ہیں:

"پس بھائیو آپ کو سمجھنا چاہئے کہ اب آپ کا کیا فریضہ ہے وقت آپ سے کیا مانگتا ہے وہ کس چیز کا آپ سے مطالبہ کرتا ہے انجمن کی تو کئی بار تشکیل ہوئی۔ مکاتب بھی کھولے گئے کمیٹیاں بھی بنائی گئیں لیکن حالت بگڑتی ہی گئی جب کبھی ہم نے ضلع کمیٹیوں کی حالت دریافت کیا ہمیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ فلاں جگہ مدرس صاحب نے استعفیٰ دے دیا فلاں جگہ مبلغ صاحب الگ ہو گئے فلاں کمیٹی ٹوٹ گئی فلاں مکتب بند ہو گیا فلاں جگہ پیسے نہیں تھے اور اسی طرح کی متعدد باتیں سننے میں آتی ہیں"۔

اور یہ کب؟ اس حال میں جب مسلمان بچے کلمۂ شہادت کے تلفظ سے بھی نا آشنا ہو گئے۔ بسم اللہ اور انشاء اللہ اور الحمدللہ کے الفاظ انہیں اجنبی معلوم ہونے لگے۔ قرآن مجید کے چھونے تک سے محروم رہ گئے اور ۴۷ء کے بعد سے جو بچے جوان ہو چکے وہ اُردو لکھاوٹ سے بھی جاہل مطلق ہو گئے۔ اردو خط جب ان کے گھروں میں کبھی وصول ہو جاتا ہے تو اسے

www.abulhasanalinadwi.org

پڑھوانے کے لئے محلہ بھر میں گشت لگاتے ہیں جیسے آج سے پچاس ساٹھ برس قبل کے بڑے بوڑھے تار پڑھواتے پھرتے تھے۔ ارتداد جب اس حد تک پہنچ گیا ہے اور اس پر آپ کی قوم کی بیداری اور توبہ کا یہ حال ہے! جس قوم کی بے حسی کی یہ نوبت آچکی ہے جو شادی بیاہ میں شب برات کی آتشبازی اور حلوے میں سینما بینی میں عید کے تکلفات اور دعوتوں میں سگریٹ نوشی میں اب بھی بے دریغ روپیہ اڑا رہی ہو اور صرف دینی تعلیم پر اسے پیسہ خرچ کرنا اس درجہ گراں گذر رہا ہو اور اس بُخل کے لئے وہ طرح طرح کے بہانے ہر جگہ گڑھ رہی ہو ایسی شامت زدہ قوم کے پیچھے مولانا ندوی اور عدیل عباسی کے سے چند سرپھرے کب تک اپنا سر کھپاتے اور کہاں تک اس کے پیچھے چیختے چلاتے پھریں گے' اس کے لئے درس گاہوں کا کھلوانا' مکتبوں کا انتظام کرانا دینی تعلیمی کانفرنسوں کے جلسے کرانا۔ سب بے کار ہے۔ جو قوم قہر الٰہی کی دعوت میں اس حد تک نڈر اور بے باک ہو چکی ہو اسے سنبھالنا کسی بشر کے بس کی بات نہیں۔

(صدق جدید ۱۹ ؍فروری ۱۹۶۵ء)

## "ایک قابل داد ادارہ"

مدت کے بعد مسلمانوں کا کوئی ایک ٹھوس اور تعمیری کارنامہ نظر آیا۔ ظاہر ہے کہ ان سب کاموں کے لئے کتنے بڑے سرمایہ کتنی زائد مشقت و تعب اور سب سے بڑھ کر کس ضبط و نظم کی ضرورت پڑی ہوگی۔ اور یہ بغیر کسی سے لڑے جھگڑے اور بغیر کسی پروپیگنڈے کی مدد کے۔ اخلاص میں اللہ نے بڑی برکت رکھ دی ہے خصوصاً جب ہوش و دانش بھی اس کے ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

شریک ہوں تہنیت و مبارک باد کے قابل تو کونسل کے چھوٹے بڑے سارے ہی کارکن ہیں خصوصیت کے ساتھ زبان قلم پر نام یہ تین آئے جاتے ہیں۔ قاضی محمد عدیل عباسی ایڈوکیٹ (بستی) مولوی محمود الحسن صاحب (بستی) اور ظفر احمد صدیقی ایڈوکیٹ لکھنؤ و سیتاپور جو اپنا پورا وقت اور پوری توانائی اسی کام کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں۔

وفی ذلك فالیتنافس المتنافسون۔

(صدق جدید ۱۴/۱۰/اکتوبر ۱۹۶۶ء)

## کھلا ہوا علاج

دینی تعلیمی کونسل یوپی کی عرض داشت وزیر اعظم ہند کی خدمت میں:

"ایسے ملک میں جہاں مختلف مذاہب ہوں، مختلف زبانیں اور تہذیبیں ہوں ضروری ہے کہ تعلیم کا ڈھانچہ ایسا بنایا جائے جس سے زندہ رہنے اور دوسروں کو زندہ رہنے دینے کا جذبہ اور آپس میں اتحاد پیدا ہو مگر بدقسمتی سے قومی یکجہتی کی آڑ میں اور ملک کی قدیم اور ایک خاص تہذیب و تمدن کو زندہ کرنے کے جوش میں ملک کی مختلف ریاستوں خصوصاً یوپی میں منظم کوشش کی گئی کہ ملک کی ساری تہذیبیں اور مذہبی عقائد اس ملک کی قدیم روایات اور مخصوص عقائد میں ضم ہو جائیں۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ اب مرکزی حکومت نے صورت حال کی خطرناکی کا اندازہ کرلیا ہے چنانچہ مرکزی وزارت تعلیم کی طرف سے جو نوٹ کانفرنس کے موقع پر پیش کیا گیا ہے اس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ تاریخ کی کتابیں ایسی ہونی چاہئے جو

www.abulhasanalinadwi.org

خلاف واقعہ نہ ہوں اور ان کو پڑھ کر بجائے منافرت کے یک جہتی کا جذبہ پیدا ہو اور زبان کی کتابیں اس انداز سے لکھی جائیں جن میں کسی مخصوص تہذیب کے احیاء کا جذبہ نہ ہو۔ اور یہ کتابیں ماہرین تعلیم کی مدد سے تیار کرائی جائیں۔"

اتنی موٹی سی بات، غنیمت ہے کہ اب جا کر مرکزی وزارت تعلیم کی سمجھ میں آئی۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ جس طرح پولیس میں بجائے تعصب کے سیکولرزم صرف اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب محکمہ، پولیس کے افسروں اور ماتحتوں میں مسلمانوں کی ایک معقول تعداد موجود ہو۔ ٹھیک اسی طرح درسی کتابوں سے چاہے وہ تاریخ کی ہوں یا زبان و ادب کی زہر خارج کرنے کی ممکن صورت بس یہی ہے کہ درسی کتابیں تیار کرنے والی کمیٹیوں میں مسلمان ممبروں کی بھی تعداد معقول ہو اور وہ مسلمان بھی ملازم سرکار کے نہ ہوں بلکہ اپنی آزاد حیثیت رکھنے والے ہوں۔

(صدق جدید ۲؍اگست ۱۹۶۸ء)

# مسلمانوں کی ضمانت

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تقریر ۱۳؍اپریل کو دینی تعلیمی کونسل کے اجلاس لکھنؤ میں:

"مسلمان کے لئے یہ بالکل کافی نہیں کہ وہ زندہ رہ جائے اور کسی ملک میں اس کو شہری حقوق حاصل ہو جائیں..... مسلمان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی آئندہ نسل کے بچے اسی کے عقیدے، اسی کے مذہب اسی کے مسلک کے ہوں اور اس کو یہ اطمینان حاصل کرنا زندگی میں ضروری

www.abulhasanalinadwi.org

ہے اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے بھی ضروری ہے یہ ایک ضروری ضمانت ہے یہ جو والدین کو اپنی اولاد کے متعلق ہونا چاہئے"۔

بات بالکل موٹی اور سیدھی سی ہے لیکن ضرورت اب اسے بھی بتانے کی چتانے کی پڑ گئی ہے۔ یہ وصیت وہی ہے جو یعقوب پیغمبرؑ نے اپنے آخری وقت میں اپنی اولاد کو کی تھی کہ بیٹو دیکھو اپنے باپ دادا کے دین، دین توحید پر قائم رہنا اور

"فلا تموتن الا وانتم مسلمون"

"خبردار ایسا نہ ہو کہ تمہیں موت ایسے حال میں آئے کہ تم غیر مسلم ہو!"

ضرورت اس وصیت کی تو ہر دور اور ہر ملک میں تھی اور ہے لیکن آج کے ہندوستان میں جتنی اشد اور موکد ہے بالکل ظاہر ہے۔

(صدق جدید ۲ رمئی ۱۹۶۹ء)

## لفظ "مسلم" القط

قاضی محمد عدیل عباسی (علیگ) کے خطبہ صدارت دینی تعلیمی کانفرنس لکھنؤ سے:

مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کا معاملہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور نہ اس کے بیان کرنے کی ضرورت ہے اس شہر میں اولڈ بوائز کنونشن ہو چکا ہے۔ مسلم یونیورسٹی بل جو آیا ہے اس سے لفظ "مسلم" نکال دیا گیا ہے۔

خبر ایسی دھماکے کی ہے کہ یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا لیکن

www.abulhasanalinadwi.org

بہرحال راوی بھی ایسا ثقہ ہے کہ جھٹلانے کی جرأت نہیں ہوتی۔

(صدق جدید ۲ رمئی ۱۹۶۹ء)

## سچی باتیں

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی ایک تقریر دینی تعلیمی کونسل کے ایک جلسہ میں:

"مجھے اس بارے میں ذرا بھی تردد نہیں کہ آزادی کی جدوجہد کے آغاز میں مسلمانوں کو ذرا بھی شبہ ہو جاتا کہ ان کو اپنی جائز وفطری اُمنگوں کی تکمیل کا موقع نہیں ملے گا اور ان کو اپنے دینی، اعتقادی، لسانی تہذیبی اور معاشرتی تسلسل کو باقی رکھنے میں وہ سہولت بھی حاصل نہ ہوگی جو انگریزوں کے دور میں حاصل تھی تو ان کے جذبات افسردہ اور ان کے حوصلے پست اور ان کے دست و بازو شل ہو جاتے۔ اس لئے کہ جہاں تک مسلمان کا تعلق ہے اس کے نزدیک اپنی آزادی تہذیب ومعاشرت کے تحفظ اور ان سرچشموں کی بقاء کے بغیر جن سے مسلمان نسل کی اجتماعی شخصیت شادابی حاصل کرتی ہے۔ کوئی معنی نہیں رکھتی۔"

اور جو دین دار علماء سیاسی تحریکوں سے الگ بلکہ ان کے مخالف تھے۔ مثلاً حضرت تھانویؒ وغیرہ ان کا تو خیر ذکر ہی کیا جو علماء ان تحریکوں میں پوری طرح شریک بلکہ پیش پیش تھے۔ مثلاً مولانا محمد قاسم نانوتوی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، جانشین شیخ الہند مولانا حسین احمد مدنی، مولانا محمد سجاد عظیم آبادی، مفتی کفایت اللہ، مولانا ابوالکلام وغیرہم اور غیر علماء بھی جو آزادی کے لئے اپنی جان ہتھیلی پر لئے ہوئے تھے مثلاً مولوی

www.abulhasanalinadwi.org

برکت اللہ بھوپالی، حسرت موہانی ان میں سے کوئی بھی اس تحریک آزادی کے قریب بھی جاتا اگر اسے شبہ بھی ہو جاتا کہ آزادی کے بعد اس کی اپنی اعتقادی، تہذیبی، ثقافتی آزادی پر اتنی قید و بند لگ جائے گی! اور اسے اپنے ضمیر کو یوں قدم قدم پر کچل کر رکھنا ہوگا۔

یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

(صدق جدید ۱۸ ستمبر ۱۹۷۰ء)

## جو طاقِ حرم میں روشن ہے وہ شمع یہاں بھی جلتی ہے

(ڈاکٹر یوسف حسین صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ)

''آپ کا دعوت نامہ موصول ہوا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ آپ صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس بستی میں منعقد کر رہے ہیں تاکہ ایک عوامی تحریک کی شکل میں مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام کیا جا سکے۔ مجھے شرکت کی آپ نے دعوت دی ہے اس کے لئے شکر گذار ہوں لیکن افسوس کہ دسمبر کی آخری تاریخوں میں مصروفیات کے باعث شرکت نہیں کر سکوں گا۔ مجھے امید ہے کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی صدارت اور دوسرے علمائے کرام کی شرکت کی بدولت یہ ممکن ہوگا کہ اس کام کو ایک خاص نہج پر لایا جائے اور صوبے کے مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے''۔

(گرامی نامہ بنام قاضی محمد عدیل عباسی صاحب۔ ۱۹۵۹ء)

www.abulhasanalinadwi.org

# عرضِ خصوصی

(حضرت مولانا سید محمد شاہد فاخری صاحب مرحوم سجادہ نشین دائرہ شاہ محمد اجمل الٰہ آباد، سابق نائب صدر دینی تعلیمی کونسل)

''ہم نے یہ تہیہ کرلیا ہے کہ مسجد کے نمازیوں، خانقاہوں کے بوریہ نشینوں، کوٹھی کے رئیسوں، مدرسوں کے مدرسوں، کالج، اسکول کے استادوں، وکلاء اور تاجروں کے مجمع میں جاکر عاجزانہ درخواستوں کو اصول کار بنائیں گے اور سو بار ٹھکرائے جانے کے بعد اگر بار بار جانا پڑا تو جائیں گے۔ مسلمانوں سے تو عرض کریں گے ہی وطن کے غیر مسلم ارباب اقتدار کو اپنی بات سمجھانے کی انتہائی کوشش جاری رکھیں گے۔ خدا پر بھروسہ رکھتے ہوئے اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی چشم کرم کے اشارے سے اپنا کام اپنی زندگی کے آخری لحات تک جاری رکھیں گے۔

اے عاشقانِ توحید و رسالت، اے شمعِ نبوتؐ کے پروانو! اٹھو اٹھو جاگو جاگو اپنا تن من دھن سب تعلیماتِ دین پر لگادو یہ تمہارے خدام اراکینِ دینی تعلیمی کونسل اور انجمن تعلیماتِ دین حاضر ہیں ان کو مایوس نہ کرنا ایک مرتبہ پھر غیرت ایمانی کا ثبوت دو''۔

(خطبہ صدارت ضلع دینی تعلیمی کانفرنس بدایوں ۱۹۶۵ء)

www.abulhasanalinadwi.org

# مشکور ہونا چاہئے

(ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی مرحوم، سابق رکن دینی تعلیمی کونسل)

"دینی تعلیمی کونسل نے دو خاص مقاصد اپنے سامنے رکھے اول یہ جدوجہد کہ اسکولوں میں پڑھائی جانے والی کتابوں سے وہ مضامین خارج کئے جائیں جو غیر اسلامی ہیں، دوسرا یہ کہ مسلمان بچوں کو خود اپنے انتظام میں اس نہج سے تعلیم دی جائے کہ اسلامی شعار اور اسلامی طرزِ حیات کا تصور ان کے دل و دماغ میں پوری طرح رچ بس جائے۔

دینی تعلیمی کونسل نے جدید اصولوں کے مطابق اس میں تعلیم کا انتظام کیا ہے جس کو حاصل کر کے مسلمان بچے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں بھی داخل ہو سکتے ہیں۔

امید کی جاتی ہے کہ مستقبل قریب میں کونسل کی دینی تعلیمی جدوجہد پوری طرح عوامی تحریک بن جائے گی۔ اس کی تفصیلات مولانا علی میاں صاحب، قاضی محمد عدیل عباسی صاحب، ظفر احمد صدیقی صاحب اور مولانا محمود الحسن صاحب زیادہ بہتر طریقے پر بتا سکیں گے۔

اس بارے میں صرف ہندوستان کے مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو بھی دینی تعلیمی کونسل کا مشکور ہونا چاہئے"۔

(خطبۂ صدارت ضلع دینی تعلیمی کانفرنس شاہجہاںپور ۱۹۶۵ء)

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# دینی تعلیم کی تحریک!

# ہمارے تعاون کی خواستگار ہے

(حضرت مولانا سید محمد الحسنی ندوی محمد میاںؒ)

"دینی تعلیمی کونسل نے مکاتب کے قیام کی جو تحریک چلائی ہے وہ ہر لحاظ سے قابل مبارک باد اور لائق ستائش ہے، یہ اتنا اہم اور ضروری محاذ ہے کہ اگر اس کو خالی چھوڑ دیا جاتا تو اس کا پورا خطرہ تھا کہ ہماری نئی نسل دین وایمان سے بالکل بے گانہ ہو جاتی، لیکن اللہ کے ان مخلص بندوں نے جس لگن، جانفشانی اور دلسوزی کے ساتھ اس کام کو آگے بڑھایا اور استقامت کے ساتھ اس پر ثابت قدم رہے وہ اس بات کی علامت ہے کہ ابھی ملت اسلامی میں احساس وشعور اور جذبہ ایمانی کی چنگاری موجود ہے۔ مکاتب کے قیام کا جو طریقہ اس سلسلہ میں اپنایا گیا وہ بجائے خود بہت عوامی عملی، مؤثر اور نتیجہ خیز ہے، اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے وسیع پیمانہ پر عمومی چندہ کی ضرورت پیش نہیں آتی لیکن اگر وہ سب جوڑا جائے جو اس پر خرچ ہوتا رہا ہے تو شاید اس کی تعداد لاکھوں تک پہنچے۔

یہ ایک خاموش، تعمیری اور تعلیمی کام ہے جس میں نہ سیاست کا چٹخارہ ہے، نہ پروپیگنڈہ اور جلسوں وجلوسوں کی ہنگامہ آرائیاں، اس لئے اس میں قدم رکھنے والے کو سب سے پہلے صلہ وستائش کی تمنا سے اپنے کو پاک

www.abulhasanalinadwi.org

کر لینا چاہیے، کام کی اہمیت و ضرورت کو دیکھتے ہوئے اگر عام مسلمان بھی اس کی طرف خاطر خواہ توجہ کرتے، اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے اور آسانی کے ساتھ جو تعاون ممکن ہے وہ اس کے ساتھ کرتے تو شاید یہ تحریک آج منزل سے قریب یا منزل سے ہمکنار ہوتی لاکھوں بچوں کی تعلیم کا انتظام، پھر اس کو آہستہ آہستہ تعلیم کے دوسرے تمام مراحل تک پہنچانے کی کوشش اتنا بڑا کام ہے کہ اس میں سب کے تعاون کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ تمام مسلمان (خواہ وہ کسی شہر اور صوبہ کے ہوں) اس تحریک کے ساتھ تعاون کریں گے اور کسی نہ کسی ذریعہ سے اس میں شرکت کریں گے، اس کا پہلا قدم یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے رابطہ رکھیں، اس کے پروگرام اور اس کی سرگرمیوں سے باخبر رہیں اس کی ضروریات سے واقفیت رکھیں اور اگر کہیں آپ کے شہر یا قرب وجوار میں اس قسم کی کوئی انجمن یا مکتب اور مدرسہ ہو تو اس کے ساتھ عملی تعاون کرنے میں دریغ نہ کریں یاد رکھئے کہ تعاون کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی ہمت کر کے ایک دفعہ خرچ کر ڈالے اور پھر بیٹھ رہے، اصل تعاون یہ ہے کہ جو آسانی کے ساتھ ممکن ہو (خواہ ایک پیسہ یا ایک کلمۂ خیر ہو) اس سے وہ پہلوتہی نہ کرے، صرف اتنا ہی تعاون اگر مسلمان اس تحریک کے ساتھ صحیح معنی میں کرنے لگیں تو یہ تحریک آج کہیں سے کہیں پہنچ سکتی ہے اور ہمارا تعلیمی مسئلہ بڑی حد تک حل ہو سکتا ہے۔"

(تعمیر حیات ۲۵/اپریل ۱۹۶۹ء)

☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# ملّی خصوصیات کے ساتھ

(حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ سابق امیر شریعت بہار واڑیسہ
جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لاء بورڈ)

"ہمارے ملک میں جو صورتِ حال پیدا ہے اس کے پیش نظر دینی تعلیم سے متعلق ہماری ذمہ داریاں بہت بڑھی ہوئی ہیں۔ میں بہت صاف طریقے سے مسلمانوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری زندگی کا مقصد صرف اچھا کھانا اچھا پہننا اور اچھے طریقے پر رہنا نہیں ہے' اگر ہمیں زندہ رہنا ہے تو ان تمام خصوصیات کے ساتھ زندہ رہنا ہوگا جو اسلامی تعلیمات نے ہمارے لئے مقرر کی ہیں۔

دینی تعلیمی کونسل کا کام بڑا اہم' وسیع اور نازک ہے جو اخلاص سعی پیہم اور وقت پر مناسب ایثار وقربانی کے بغیر انجام نہیں پا سکتا' دینی تعلیم کے نظام کو ایک تحریک کے طور پر چلانا ہوگا۔

دینی تعلیمی کونسل اس مقصد کی خاطر امکانی سعی کر رہی ہے' ہماری دعاء ہے کہ حق تعالیٰ اسے کامیابی سے ہمکنار کرے۔ آمین"۔

(اقتباس خطبۂ افتتاحیہ ریاستی دینی تعلیمی کانفرنس لکھنؤ ۱۹۷۵ء)

www.abulhasanalinadwi.org

# مضر اثرات کی تلافی

(مولانا محمد سالم قاسمی صاحب، دارالعلوم دیوبند وقف)

''ہمارے ملی اداروں میں پڑھنے والے طلباء کی دینی تربیت تو کیا ہوتی، ان کی دینی تعلیم ہی کا مسئلہ الجھ کر رہ گیا ہے۔ رائج نصاب تعلیم پر تو ہمیں کوئی اختیار حاصل نہیں، ہم اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ اس کے مضر اثرات کی تلافی کی جو تدبیریں سوچی اور عمل میں لائی جاسکیں ان سے حتی الامکان دریغ نہ کریں جیسا کہ دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش نے کیا ہے۔

سردست اس بات کی ضرورت ہے کہ پرائمری کلاسوں تک دینی تعلیم کا ایک مربوط و مسلسل تدریجی نظم کیا جائے، یہ دینی نصاب نہ اتنا کم مایہ ہو کہ لڑکوں کے ذہن پر اس کا کوئی نقش نہ قائم ہوسکے اور نہ اتنا بھاری اور تفصیلی ہو کہ لڑکے اس کا بار برداشت نہ کرسکیں۔

ابتدائی جماعتوں کے لئے دینی تعلیمی کونسل کا نصاب کافی ہے''۔

(مسلمانوں کے تعلیمی مسائل پر سیمنار زیر اہتمام دینی تعلیمی کونسل ۱۹۷۵ء)

www.abulhasanalinadwi.org

# ایک اہم خصوصیت

(پروفیسر خواجہ احمد فاروقی مرحوم سابق صدر شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی)

"اگر ہمیں آج اُردو کو بچانا اور اس کو ترقی دینا ہے تو زبان و ادب کو دولت سے اونچا مقام دینا ہوگا اور حکومت کی زبانوں سے بے نیاز ہو کر اُردو کے لئے وہ سارے کام کرنے ہوں گے جو دینی تعلیمی کونسل نے انجام دیئے ہیں۔ ہندوستان کے تمام اردو کے اداروں کا کام ایک طرف اور دینی تعلیمی کونسل کا کام دوسری طرف، جب آپ پلہ اٹھائیں گے تو اس کونسل کا کام بھاری نظر آئے گا۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اس نے کیا کام انجام دیا ہے۔ اس نے حکومت کی بیساکھی کا سہارا نہیں ڈھونڈھا، اس نے ہمیں اپنی روحانی قوت پر اعتماد کرنا سکھایا اور اُردو کا مرکزِ ثقل شہر سے دیہات کی طرف موڑ دیا۔ اس کونسل نے مادری زبان کی اہمیت کو تسلیم کیا اور سیرت سازی میں تعلیم کو اپنی میزانِ قدر میں سب سے اونچی جگہ دی"۔

(مسلمانوں کے تعلیمی مسائل پر سیمنار زیر اہتمام دینی تعلیمی کونسل ۱۹۷۵ء)

www.abulhasanalinadwi.org

# ایک واحد ادارہ

(جناب ظفر احمد صدیقی صاحب مرحوم سابق سکریٹری دینی تعلیمی کونسل)

''دینی تعلیمی کونسل وہ واحد ادارہ ہے جس نے حکومت کی تعلیمی پالیسیوں کا جائزہ لینے اور غلط پالیسیوں کے خلاف آئینی جدوجہد کے لئے مستقل شعبہ قائم کیا' اس شعبہ نے ایسے تمام امور کو بے نقاب کیا اور ان کے مضر اثرات کے ازالہ کی فکر کی۔ اس کی مثال کوئی اور انجمن یا ادارہ پیش نہیں کر سکتا''۔

''دینی تعلیمی کونسل یو پی نے پورے تعلیمی محاذ کا جائزہ لے کر ہر چہار سمت کے حملوں سے مدافعت کا منصوبہ بنایا اور ہر محاذ پر سنجیدگی' ہوش مندی' مستعدی اور جرأت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے''۔

(مضمون دینی تعلیمی کونسل کی خدمات ۱۹۷۸ء)

www.abulhasanalinadwi.org

# دلوں پر کوئی نقش نہیں ہے

(مولانا محمد ہاشم میاں فرنگی محلیؒ سابق سکریٹری ونائب صدر دینی تعلیمی کونسل)

''جن حالات میں اور آئندہ نسلوں کے ایمان وعقیدے کے جن خطرات کے پیش نظر دینی تعلیمی کونسل بنائی گئی تھی اور دینی تعلیمی تحریک شروع کی گئی تھی وہ نہ صرف بدستور باقی ہیں بلکہ ان کی سنگینی میں کچھ اضافہ ہی ہوا ہے۔ دستور ہند نے ہم کو بہ حیثیت اقلیت کے جو حقوق زبان وعقیدے کی آزادی تعلیمی اداروں اور اپنے تہذیبی اور ثقافتی مرکزوں کے قائم کرنے ان کو اپنی ملی اور قومی خصوصیات کے ساتھ چلانے کے دیئے تھے وہ دستور میں بے شک اب بھی موجود ہیں لیکن صاحبانِ اقتدار وحکومت کے دلوں پر اس کا کوئی نقش نہیں ہے''۔

''دینی تعلیمی کونسل آئینی جدوجہد کرتی رہی ہے اور کرتی رہے گی اور کئی مشکل محاذوں پر کامیاب ہوئی ہے اس سلسلے میں آپ کو صرف یہ کرنا ہے کہ کونسل کی ہر آواز پر لبیک کہیں اور کونسل آپ کو پکارے تو آپ اس کے لئے تیار ہو کر خدمت پر آمادہ ہو جائیں''۔

(خطبۂ صدارت دینی تعلیمی کانفرنس ضلع ایٹہ ۱۹۸۰ء)

www.abulhasanalinadwi.org

# نامۂ اعمال

(جناب ریاض الدین احمد صاحب مرحوم سابق جنرل سکریٹری و
نائب صدر دینی تعلیمی کونسل)

"دینی تعلیمی کونسل کے نامۂ اعمال میں ایک بڑی خدمت لکھی جا چکی ہے۔ اس نے ملت کو عین اس وقت جگایا جب اس کے خواب گراں کی وجہ سے ایمان جیسی بڑی دولت لٹ جانے والی تھی۔ مگر دین کی تعمیر کا کام ہنگامی نہیں ہے یہ مداومت پسند کام ہے اسے صدقۂ جاریہ سمجھ کر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کام کو جاری رکھنے کے لئے ہر دردمند مسلمان کو آگے آنا پڑے گا۔ مسئلہ کسی ایک کا نہیں ہر ایک کا مسئلہ ہے ہر ایک کے بچے کا مسئلہ ہے۔

بستی کے عظیم الشان اجتماع میں خطرہ کا الارم بجایا گیا تھا۔ اس وقت بھی یہ الارم بج رہا ہے' خطرہ اسی طرح بنا ہوا ہے' بگاڑ کی شاہراہیں زیادہ لمبی اور چوڑی ہوتی جارہی ہیں۔

دینی تعلیمی کونسل ایک مزاج اور ایک تحریک بن کر اٹھی اس نے مسلمانوں کی ہر دردمند جماعت کو متاثر کیا اور ہر فعال جماعت سے تعاون کیا۔

جناب صدر محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی عظیم المرتبت پُرخلوص اور عالی شان سرکردگی کے لئے اللہ تعالیٰ کا ہزار شکر ادا کرتے ہیں"۔

(رپورٹ جنرل سکریٹری صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس بہرائچ ۱۹۸۲ء)

www.abulhasanalinadwi.org

# شیرازہ مطلوب ہے

(جناب سید حامد صاحب، سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ)

"دینی تعلیم کے وہ مدرسے جو شہروں اور دیہات میں قائم کیے گئے ہیں ان میں سے کثیر تعداد ان مدرسوں کی ہے جن کو دینی تعلیمی کونسل معرضِ وجود میں لائی ہے۔ ان مدرسوں کی تعداد میں غیر معمولی توسیع کی ضرورت ہے اور موجودہ مدرسوں کو بہتر بنانا ہے۔ دینی تعلیمی نظام کا سرچشمہ بستی کا ضلع ہے جہاں عدیل عباسی صاحب مرحوم کی سعی بلیغ کے نتیجہ میں وہ مہم شروع ہوئی جس کو چٹکی کی تحریک کا نام دیا گیا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے صدارت سے نوازا ہے۔ اب دینی تعلیمی کونسل کے مرکز کو مضبوط کرنا اور اس لائق بنا دینا ہے کہ دینی مدارس کی نگرانی امداد اور توسیع کا کام بخیر وخوبی انجام پا سکے۔

ہر ریاست میں اسی طرح کا شیرازہ مطلوب ہے جیسا کہ یوپی کی دینی تعلیمی کونسل کا ہے۔"

(خطبۂ افتتاحیہ صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس بنارس ۱۹۸۶ء)

"دینی تعلیمی کونسل حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی قیادت میں دینی تعلیم کی اشاعت کے لئے گراں قدر کام کر رہی ہے۔ ہم پر لازم ہے ہماری ملی حمیت کا تقاضہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو گمراہی اور دین فراموشی سے بچائیں۔ ان کے ذہنوں میں دین اور اخلاق کے بنیادی اصول پیوست کر دیں"۔

(خطبۂ افتتاحیہ صوبائی کانفرنس مرادآباد ۱۹۹۲ء)

www.abulhasanalinadwi.org

# امتحاں ہے ترے ایثار کا خودداری کا

(حضرت مولانا محمود الحسن صاحب مرحوم، سابق ناظم دینی تعلیمی کونسل)

"دینی تعلیمی کونسل کے صدر محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تقریروں میں کونسل کی دینی تعلیمی تحریک کے محرکات واسباب کا بیان بھی ہے اور حالات کی سنگینی کی نشاندہی بھی۔ اسلامی نظام تعلیم کو محفوظ رکھنے کا پیغام بھی ہے اور مسلمانوں کی دینی ذمہ داری اور اسلامی حمیت کے جذبے کو بیدار کرنے کے لئے آوازِ جرس بھی کہ وہ اپنی آئندہ نسلوں کے ایمان کو سرکاری نصاب ونظامِ تعلیم کے مہلک اثرات سے بچانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔

مولانا نے قرآن پاک کے حوالے سے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ ایک مسلمان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے بچے کے جسم سے زیادہ اس کے ایمان کے لئے فکر مند ہو چنانچہ مسلمانوں نے اسلام کو اپنی آئندہ نسلوں تک پہونچانے اور اس کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ بڑی سے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ مولانا موصوف کے خطبہ صدارت (بستی ۱۹۵۹ء) نے مسلمانوں سے اس انداز سے اپیل کی کہ ہر مسلمان قلب بے چین اور اس کا ایمانی جذبہ پوری قوت سے بیدار ہو گیا۔

اللہ ہم سب کو ان نازک حالات میں دین کے اس بنیادی کام کے کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے اور ہماری مدد کرے"۔

www.abulhasanalinadwi.org

# ایک اہم تاثر

(ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب، جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل)

''موجودہ نظام تعلیم جو اس وقت ہمارے ملک میں رائج ہے مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے انتہائی تشویش ناک، پیچیدہ اور خطرناک ہے۔

حضرت مولانا علی میاں صاحب نے دینی تعلیمی کونسل کے صدر کی حیثیت سے اس مسئلہ کی اہمیت اور ضرورت پر بے شمار تقریریں کی ہیں جو اس اعتبار سے بے حد اہم ہیں کہ ان میں قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں وقت کے اس اہم ترین مسئلہ کا پورا جائزہ لیا گیا ہے۔ خطرناک پہلوؤں کی وضاحت کی گئی ہے اور مسلمانوں کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے۔''

www.abulhasanalinadwi.org

"اس ضروری کام میں حصہ لیجئے جس پر ہندوستانی
مسلمانوں کا بہ حیثیت امّت مسلمہ اور صاحب ایمان
ملت کے باقی رہنا منحصر ہے"

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
صدر دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش

# پیغام

مسلمانانِ ہند بالخصوص مسلمانانِ اُتر پردیش
کے نام

www.abulhasanalinadwi.org

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"یوں تو موجودہ دور میں ہندوستان کے مسلمانوں کو بہت سے مسائل درپیش ہیں، ان میں کچھ سیاسی نوعیت کے ہیں، کچھ معاشی اور کچھ دینی واخلاقی نوعیت کے، ان مسائل کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا، ان کے لئے جد وجہد کرنا بھی ضروری ہے اور ہم لوگ بھی اپنی بساط اور ہمت کے مطابق اس جد وجہد میں شریک ہیں، لیکن ایک مسئلہ ایسا ہے، جس کو مسلمانوں کی موت وزندگی کا مسئلہ کہنا صحیح ہوگا اور جس پر اس بات کا انحصار ہے کہ کیا مسلمانوں کی آنے والی نسلیں، وہ کم سے کم شرط بھی پوری کرسکیں گی، جس کی وجہ سے وہ اس دنیا میں مسلمان کے لقب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اور اس کے نتیجہ میں اخروی نجات کی مستحق ہوسکیں گی؟ یا خدانخواستہ مسلمانوں کے نام کی ایک ایسی نسل تیار ہوجائے گی جو تہذیبی، ذہنی اور سب سے بڑھ کر اعتقادی حیثیت سے پورے طور پر یا کم سے کم درجہ میں اسلام کے بنیادی عقیدوں سے بھی ناآشنا اور ارکان وفرائض تک سے غافل ہوگی اور جو کھلے کھلے مشرکانہ عقائد اور کافرانہ تصورات رکھتی ہوگی، دل پر پتھر

www.abulhasanalinadwi.org

رکھ کر' لیکن آنکھوں کی پٹی کھول کر یہ بات عرض کرنی پڑتی ہے کہ اب اس بات کے سمجھنے میں مطلق کسی دوربینی یا فراست ایمانی کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی سوچا سمجھا منصوبہ اور سازش ہو یا نہ ہو' اس میں ذرا بھی شبہ کی گنجائش نہیں کہ نصاب ونظام کے ذریعہ اس کا تو انتظام پورا کر دیا گیا ہے کہ مسلم وغیر مسلم کی اعتقادی تفریق اور شرک وتوحید' پیغمبر واوتار' عقیدۂ آخرت وعقیدۂ تناسخ وغیرہ کا باہمی فرق دس بیس سال کے عرصہ ہی میں مسلمان بچوں کے دل ودماغ میں باقی نہ رہے اور جو کچھ آئے وہ دین حجازی اور ملت ابراہیمی کی تعلیم وتلقین نہ ہو بلکہ برہمنی تہذیب وفلسفہ کے اصول وتصورات ہوں۔

اب ان مسلمانوں کو بالخصوص جن کو اللہ نے دینی احساس اور درد اور مالی وسائل بھی عطا فرمائے ہیں' غور کرنا چاہئے کہ ان کا اس موقع پر کیا فرض ہے؟ اور ان کی اس سلسلہ میں کیا ذمہ داری ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کے ذمہ یہ فرض عائد کیا ہے' کہ وہ اپنے کو اور اپنے متعلقین کو عذاب آخرت سے بچانے کی (جو شرک کا لازمی نتیجہ ہے) پوری سعی کرے' اللہ تعالیٰ نے تمام اہل ایمان کو خطاب کر کے فرمایا ہے "يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا" (اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے متعلقین کو دوزخ کی آگ سے)۔

اس میں انفرادی اور اجتماعی سب کوششیں آگئی ہیں' جو لوگ دنیا کے حالات سے کچھ بھی واقف ہیں' وہ جانتے ہیں کہ ایک جمہوری ملک میں کسی نظام تعلیم کی مضرت سے بچنے کے لئے انفرادی کوششیں سودمند نہیں ہوا کرتیں' اس کے لئے اجتماعی پیمانہ پر جمہوری طریقہ سے جدوجہد کرنے کی

www.abulhasanalinadwi.org

ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لئے کسی فرقہ یا مذہب کے ماننے والوں کو یہ ثابت کرنا پڑتا ہے کہ یہ ان کے مذہب میں مداخلت مذہبی اور تہذیبی جارحیت کے مرادف اور دستور کی دی ہوئی عنایتوں کے منافی ہے۔

دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش نے' اسی جدوجہد کا بیڑا اٹھایا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے اپنے اس سفر کی کچھ منزلیں بھی طے کی ہیں اور اس کے کارکن اپنے کام میں اس کو وقت کی اہم ترین عبادت اور دین کا اہم ترین فریضہ سمجھتے ہوئے منہمک ہیں اور اس کے لیے ایثار و قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

ہم آپ کے دینی احساس اور اسلامی غیرت سے پوری امید رکھتے ہیں کہ آپ اس فہرست میں شامل ہوں گے اور اس ضروری کام میں حصہ لیں گے' جس پر ہندوستانی مسلمانوں کا بحیثیت امت مسلمہ اور صاحب ایمان ملت کے باقی رہنا منحصر ہے اور ہم یہ بھی امید کرتے ہیں کہ آپ وقت کی اس اہم ترین خدمت دینی تعلیمی تحریک میں وقت اور فکر سے بھی دینی تعلیمی کونسل کی پوری پوری امداد کریں گے' اپنے اپنے ضلع میں اس کام کو بڑھانے اور منظم و مستحکم کرنے میں کسی جدوجہد سے دریغ نہیں کریں گے اور ایک باحمیت مومن اور فرزند اسلام کی طرح اپنی آئندہ نسلوں کو اسلام سے محروم اور شرک و کفر کا شکار نہیں ہونے دیں گے' ہم نے اپنا قرض ادا کر دیا ہے اب آپ اپنا قرض ادا کریں۔"

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# قیامت کے دن آپ کے پاس کیا جواب ہوگا

"میں قرآن وحدیث کے ایک طالب علم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ کسی ضلع کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہاں دنیا کے سارے کام ہوتے ہوں' شادیاں دھوم دھام سے ہوتی ہوں' باراتیں نکلتی ہوں اور لاکھوں کے جہیز دیئے جاتے ہوں' رسمیں ہوتی ہوں' حکام کی خوشامدیں ہوتی ہوں اور انتخاب میں حصہ لیا جاتا ہو اور وہ ضلع تین آرگنائزر نہیں رکھ سکتا اگر آپ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ یہ سوال کرے تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا۔ آپ اسکا کوئی جواب نہیں دے سکتے کہ لاکھوں کی آمدنی والے شہروں میں مسلمان دینی تعلیم کے لئے کوئی انتظام محض پیسے کی کمی کی بناء پر نہیں کر سکے۔"

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

# دینی تعلیمی کونسل کے متعلق

# کاروانِ زندگی

## (خودنوشت سوانح حیات)

(مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

کے

## اہم اقتباسات

# ہندوستانی مسلمان

"ہندوستانی مسلمان خدا کے فضل سے اسلام میں خود کفیل ہیں انہوں نے اپنا عقیدہ اور ایمان، اپنا جان و مال اسلام کے دائمی اور غیر فانی مذہب اور تعلیمات سے وابستہ کیا ہے۔ کسی قوم و ملک حتیٰ کہ بلادِ عربیہ سے اور کسی عرب قوم سے بھی وابستہ نہیں کیا۔

انہوں نے محض اللہ کے بھروسے پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کو اسلام اور اسلامی تعلیمات کو اپنے سینے سے لگائے رکھنا ہے ہم انشاء اللہ وحدتِ اسلامی اور شریعتِ اسلامی کا دم بھرتے رہیں گے ہم اسلامی اصولوں اور اسلام کے مسلکِ زندگی کے معاملہ میں کسی قسم کا سودا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔"

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# آزاد ہندوستان میں دینی تعلیم کی عظیم مہم اور صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس، بستی

ہندوستان کے آزاد ہونے کے بعد جہاں تک ملت اسلامیہ ہندیہ کا تعلق ہے اس کے اہم ترین اور موت وحیات کا فیصلہ کرنے والے مسائل میں مسلمانوں کی نئی نسل کا اسلام کے بنیادی عقائد، ایمانیات اور اپنے ملی تشخص اور امتیاز پر برقرار رہنے کا مسئلہ تھا جو ہندوستان کے ایک سیکولر (نامذہبی) اسٹیٹ بن جانے کے بعد بڑی اہمیت اختیار کر چکا تھا، اس نامذہبی اسٹیٹ میں مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام حکومت کے فرائض میں نہیں تھا، دستوری اور قانونی حیثیت سے یہ معاملہ سارے فرقوں کے ساتھ مساوی ہونا چاہیے تھا، لیکن حکومت کی مشینری کی اکثریت کے طبقہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے فطرتاً اس میں سارے فرقوں کے ساتھ یکساں اور مساویانہ طرز عمل کا باقی رہنا نہایت دشوار تھا، اسی کے ساتھ مسلمانوں کے بارے میں ماضی کی تلخیاں، پاکستان کا وجود اور ہندو احیائیت (Revivalism) کی موجودگی، غیر مذہبی نصاب کے واضعین کی بھی

www.abulhasanalinadwi.org

ہندو ذہنیت' ان سب نے مل کر مسئلہ کو نہایت پیچیدہ بنا دیا تھا' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقسیم کے فوراً بعد ہی بیسک ریڈروں میں ہندو دیو مالا (Mythology) کی باتیں اور مشرکانہ کہانیاں اور اسباق صاف صاف آنے لگے اور یہ نظر آنے لگا کہ اگر یہ سلسلہ چند سال اور جاری رہا تو ملت ابراہیمیؑ اور امت محمدیﷺ کی نئی نسل اسلام کے عقیدۂ توحیدِ خالص سے ناآشنا یا منحرف اور شرک جلی اور کفریہ عقائد کی معتقد یا ان سے متاثر ہو جائے گی۔

اس سلسلہ میں کرنے کے دو کام تھے' ایک سلبی (Negative) اور ایک ایجابی (Positive) ایک تو یہ کہ حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنی تعلیمی پالیسی میں دیانت داری کے ساتھ نامذہبی اور غیر جانب دار ہو اور سب فرقوں کے ساتھ یکساں معاملہ کیا جائے' نیز یہ کہ نصاب کو بھی انگریزی دور کی طرح سیکولر بنایا جائے جس کی نصابی کتابوں میں عام معلومات کی چیزیں یا کتے' بلی کی بے ضرر کہانیاں ہوتی تھیں لیکن کسی مذہب کی تلقین نہیں کی جاتی تھی' مثبت یہ کہ بیسک اور بنیادی تعلیم کا انتظام مسلمان اپنے بچوں کے لئے خود کریں' اس کے لئے مکاتب و مدارس قائم کریں' جن میں اردو اور عقائد و دینیات کی ابتدائی تعلیم ہو اور مسلمان بچوں کے ذہن میں اسلامی نقوش ثبت ہو جائیں۔

## قاضی محمد عدیل عباسی

اس خطرہ کا واضح طور پر احساس سب سے پہلے قاضی محمد عدیل عباسی صاحب کو ہوا جو ایک ممتاز نیشنلسٹ اور کانگریسی مسلمان تھے' یو پی اسمبلی کے ممبر بھی رہے اور ڈسٹرکٹ بورڈ بستی کے اہم رکن اور عہدے دار بھی'

www.abulhasanalinadwi.org

ڈسٹرکٹ بورڈ کے اندر رہتے ہوئے اور خاص طور پر ایجوکیشن کمیٹی کے عرصہ تک چیئرمین رہنے کی وجہ سے اور پھر اپنی وسیع واقفیت، حقیقت پسندانہ ذہن اور اسلامی ضمیر واحساس کی وجہ سے انہوں نے اس خطرہ کو نہ صرف یہ کہ جلد ہی بھانپ لیا بلکہ یہ ان کے ذہن واعصاب پر ایسا مستولی ہوگیا کہ انہوں نے اپنی پوری توانائی اور اپنی تمام ذہنی صلاحیتیں اس پر مرکوز کردیں، وہ عرصہ تک اپنے ضلع کے حدود ہی میں اس خطرہ کا مقابلہ اور مکاتب ومدارس قائم کرنے کا کام خاموشی سے کرتے رہے، ان کو ایک ایسا چٹکلہ ہاتھ آگیا جس سے وہ عام چندہ سے بڑی حد تک مستغنی ہوگئے۔ یہ چٹکلہ چٹکی فنڈ تھا، انہوں نے یہ تحریک چلائی کہ ہر گھر میں کھانا پکاتے وقت ایک مٹھی آٹا ایک ہانڈی میں جو اس کے لئے مخصوص کردی جائے، ڈال دیا جایا کرے اسی کو فروخت کرکے مقامی مکتب کا خرچ چلایا جائے، وہ اسی دائرہ کے اندر عرصہ تک محدود ہوکر کام کرنا چاہتے تھے لیکن جب مولانا محمد منظور نعمانی صاحب، راقم سطور اور بعض دوسرے دوستوں کے سامنے وضاحت کے ساتھ یہ مسئلہ آیا تو ہم نے ان سے اصرار کیا کہ وہ اپنے اس دائرہ سے باہر قدم نکالیں اور اس کو کم سے کم صوبائی پیمانہ پر انجام دینے کی کوشش کریں۔

ہماری گفتگوؤں کے بعد وہ اس پر آمادہ ہوگئے اور انہوں نے ۳۰،۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء یکم جنوری ۱۹۶۰ء کی تاریخوں میں بستی میں ایک صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس بلائی جس میں انہوں نے صرف صوبہ ہی نہیں بلکہ صوبہ کے باہر سے بھی ممتاز مسلمان، دانشوروں، تعلیمی مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والوں، قومی، ملی کارکنوں اور تنظیموں کے سربراہوں کو بلایا، اس پہلی کانفرنس کی صدارت کے لئے قرعہ فال میرے نام نکلا، کونسل کی صدارت کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

بھی میرا ہی انتخاب ہوا' میں نے عجلت میں سہارن پور اور ہردوئی کے درمیان ٹرین ہی پر خطبہ لکھا جو چھپ گیا اور اس کا انگریزی ترجمہ بڑی اچھی زبان میں مولوی عبید الرحمٰن صاحب ایڈوکیٹ بستی نے کیا جو انگریزی کے ایک بڑے اچھے ادیب اور انشاء پرداز ہیں' یہ کانفرنس اور خطبہ ایک طرح سے اس سفر اور سمت میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور ہندوستانی مسلمانوں کے ملی تشخص اور ان کے بنیادی مسائل کی تاریخ لکھنے والا اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ تقسیم ہند کے بعد (قاضی صاحب نے ۲۲/مارچ ۱۹۸۰ء کو انتقال کیا) مشکل سے دو ایک تحریکیں ہوں گی جو دینی تعلیمی کونسل کی تحریک کی طرح ٹھوس بنیادی اور وقت کے اہم ترین مسئلہ پر شروع کی گئی ہوں گی۔

## ظفر احمد صدیقی صاحب

دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کو ایک لائق و مخلص رہنما اور کارپرداز اور اس کے بانی اور جنرل سکریٹری قاضی محمد عدیل عباسی صاحب کو ایک سرگرم رفیق و معاون ظفر احمد صدیقی صاحب (علیگ) ایڈوکیٹ سیتاپور کی شکل میں مل گیا' جنہوں نے اگست ۱۹۶۴ء میں بحیثیت سکریٹری دینی تعلیمی کونسل' اپنا کامیاب پیشۂ وکالت ترک کر کے اور سیتاپور سے لکھنؤ منتقل ہو کر اپنی پوری زندگی اور توانائیاں مسلمانوں کی دینی تعلیم کے مسئلہ اور دینی تعلیمی کونسل کے لئے وقف کر دیں' مسلمانوں کے تعلیمی مسئلہ اور اس سلسلہ میں گورنمنٹ کی تعلیمی پالیسی مختلف اوقات میں اس کے اعلانات اور محکمہ تعلیم کے افسروں کے طرزِ عمل سے دور دور ان سے زیادہ واقف آدمی کا ملنا مشکل

www.abulhasanalinadwi.org

تھا، انہوں نے ایک سپاہی اور رضا کار کے انداز میں پوری سادگی بلکہ جفاکشی کے ساتھ دینی تعلیمی کونسل کے غریبانہ دفتر ۹۹۔ گوئن روڈ، لکھنؤ میں قیام اختیار کرلیا اور سب کشتیاں جلا کر، ایک ایسے مسئلہ کے آستانہ پر آکر پڑ گئے جو ان کے نزدیک مسلمانوں کی موت وحیات کا مسئلہ تھا۔

اس دینی تعلیم کے مسئلہ کے علاوہ، وہ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کے غالباً سب سے بڑے وکیل وترجمان اور اس کے لئے سینہ سپر تھے، اسی مسلسل جدوجہد اور مشغولیت کے دوران ان پر فالج کا حملہ ہوا اور تقریباً دو سال اس میں مبتلا رہ کر ۴؍اکتوبر ۱۹۸۰ء کو جان جاں آفریں کے سپرد کی اور اپنے وطن موضع راما بھاری ضلع سیتاپور میں سپردِ خاک کئے گئے۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

۴؍۵؍جون ۱۹۶۱ء کو یہ صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس لکھنؤ میں اور اسی سال ۱۱؍۱۲؍نومبر کو ٹونک راجستھان میں، ۲۰؍۲۱؍جون ۱۹۶۴ء کو الہ آباد میں ہوئی اور ہر مرتبہ میں نے بحیثیت صدر کے خطبہ دیا جو پہلے سے چھپا ہوا تھا، یہ خطبات صورت حال کی صحیح عکاسی، مسلمانوں کے جذبات اور نقطۂ نظر کی صحیح ترجمانی ہی کی حیثیت سے نہیں، خود حکومت ہند، وزارتِ تعلیم اور اکثریت کی خیر خواہی اور رہنمائی اور وطن دوستی کے لحاظ سے بھی تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ (کاروانِ زندگی حصہ اول ص ۶۲۳۔۴۵۹)

## ایک مخلص ملّی کارکن اور رفیقِ کار کی وفات

۵؍نومبر ۱۹۸۵ء کو مولانا محمود الحسن صاحب ناظم دینی تعلیمی کونسل اُتر پردیش کی وفات کا واقعہ پیش آیا اور یہ تحریک ایک سرگرم کارکن ونگراں

www.abulhasanalinadwi.org

اور ایک مخلص خادمِ ملّت سے محروم ہوگئی، تحریک کی ضرورت اور افادیت پر یقین کرنے، اس خطرہ کو محسوس کرنے میں جو نئی نسل کے دینی تعلیم سے محروم ہونے سے ملّت کو درپیش ہے، قاضی عدیل عباسی صاحب کے بعد انہیں کا نمبر تھا، انہوں نے کونسل کے کام کو اپنا مقصدِ زندگی اور اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا، ظفر احمد صدیقی صاحب مرحوم کے بعد یہ دوسرا حادثہ اور خلا تھا، جس کا پُر ہونا آسان نہیں تھا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (کاروانِ زندگی حصہ سوم ص ۱۱۰)

## کُل ہند دینی تعلیمی کنونشن

ایک ایسے جمہوری ملک میں جہاں کی اکثریت ملک کی سب سے بڑی اقلیت (مسلمانوں) کے خمیر و مزاج، ان کی بنیادی ضرورتوں، ملی تشخص اور اس کے شرائط سے نہ صرف (عام طور پر) ناواقف بلکہ اس سلسلہ میں غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کی شکار ہو (جس میں خود مسلمانوں کے اپنے اور اپنے دین کے تعارف میں کوتاہی بلکہ مجرمانہ غفلت کو بھی بہت بڑا دخل ہے) اس بات کا ہر وقت اندیشہ پایا جاتا ہے کہ اس ملک کا انتظامیہ یا مجلس قانون ساز اور تعلیمی و تربیتی سیاست پر جو عنصر حاوی اور اس کا ذمہ دار ہے، وہ بالارادہ یا بلاارادہ (اور غالباً بلاارادہ زیادہ) ایسے قوانین وضع کرے، یا ایسی شرائط یا پابندیاں عائد کرے جس سے خاص عقیدہ و کردار اور ملی تشخص رکھنے والی یہ ملّت نئی مشکلات اور خطرات سے دوچار ہوتی رہے اور کم سے کم اس کی آئندہ نسل نہ صرف ذہنی اور تہذیبی ارتداد بلکہ دینی و اعتقادی ارتداد کے خطرہ سے بھی محفوظ نہ رہے، خاص طور پر جب کہ پرائمری سے لے کر اسکول اور کالج تک کا سرکاری نصاب، دیومالائی قصوں اور عقیدۂ توحید اور

www.abulhasanalinadwi.org

رسالت سے متضاد مواد پر مشتمل ہو اور یہ بات صرف ''اندیشہائے دور دراز'' اور زود حسی (Sensitiveness) پر مبنی نہ ہو بلکہ وہ واقعات کا منطقی نتیجہ اور ایک بدیہی حقیقت بن جائے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت اور طویل المیعاد مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ ملت اسلامیہ کی صدیوں کی طویل تاریخ، حکومتوں اور معاشروں کی تبدیلی اور انقلابات زمانہ کے باوجود ملت کی اپنے دین سے وابستگی اور اس کا اعتقادی، علمی نیز فکری اور ثقافتی تسلسل، بے لوث اور صاحب عزم داعیوں اور مبلغوں کی جدوجہد، دینی تعلیم کے امکانات و مواقع اور ان کے آزاد مراکز (دینی مدارس) کی موجودگی کا نتیجہ ہے، جس نے اس اعتقادی تسلسل اور ملی تشخص کو ٹوٹنے نہیں دیا اور ملتِ اسلامیہ کسی ایسے عمومی اور واضح انحراف اور ان کا دین کسی ایسی بنیادی و ہمہ گیر تحریف کا شکار نہیں ہونے پایا، جس کی مثالیں ایک نہیں متعدد مذاہب اور ان کے پیروؤں اور منتسبین میں تاریخ کے صفحات پر بھی نظر آتی ہیں اور ان کے حلقہ ہائے اثر اور مرکزوں میں بھی دیکھنے میں آتی ہیں، اس لئے ہندوستان جیسے ملک میں یہ ملت اسلامیہ کی ایسی بنیادی ضرورت اور شرط حیات ہے، جو اس کے زندہ رہنے کے لئے ہوا، پانی اور غذائی اور طبعی ضرورتوں سے کم اہم نہیں، اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کو اپنی آئندہ نسل کو اپنے بنیادی عقائد اور اپنے ملی تشخص کے مطابق تعلیم دینے کی آزادی حاصل ہو اور وہ دینی تعلیم کے آزاد مکاتب و مدارس قائم کر سکے اور قائم رکھ سکے۔

سب جانتے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنے دین سے جو ربط و تعلق ہے اور اسلام کے مبادی و ضروریات سے ان کو جو کچھ آگاہی و

واقفیت حاصل ہے' ان کو وقتاً فوقتاً جو دینی رہنمائی ملتی رہتی ہے' نئے پیش آنے والے مسائل کا جو دینی حل اور صحیح طریق کار ان کے سامنے آتا ہے' نیز دین سے ناواقفیت' ہوائے نفس یا ہمسایہ قوموں کے اثر سے ان میں جو دینی انحراف پیدا ہو جاتا ہے اور وہ غیر اسلامی طریق زندگی اختیار کر لیتے ہیں' اس کے خلاف انہیں مرکزوں اور اس کے نمائندوں کی طرف سے آواز اٹھتی ہے اور ان کو شریعت اسلامی پر عمل کرنے اور ان بیماریوں اور خارجی حملوں سے بچنے کا سامان فراہم کیا جاتا ہے' اس لئے یہ مسلمانوں کی ایک بنیادی ضرورت اور شرط حیات ہے کہ ان کی دینی تعلیم کے مرکز (مکاتب اسلامیہ اور مدارس عربیہ) باقی رہیں اور آزادی سے اپنا کام کرتے رہیں اور وہ خلوص اور ایثار باقی رہے جو ملت اسلامیہ کی دینی تعلیم اور دعوت کا کام کرنے والوں اور علوم اسلامیہ کے تسلسل کو باقی رکھنے والے مدارس کا شروع سے شعار رہا ہے' اسی کی بدولت حکومتوں کے انقلابات' حالات کے تغیر اور سیاسی اور اقتصادی تبدیلیوں اور مشکلات کے باوجود ہندوستان میں داخلہ اسلام سے لے کر اس وقت تک تعلیم و تبلیغ کا کام بلا انقطاع اور تعطل ہوتا رہا ہے۔

اس حقیقت کے پیش نظر ایسے قوانین کا وقت پر نوٹس لینا ضروری اور ان کو ختم کرانے یا ان سے مستثنیٰ ہونے کی جدوجہد ایک اہم ملی ضرورت اور وقت کا تقاضہ ہے' جو ان مکاتب و مدارس کے یا تو تعطل کا ذریعہ بن جائیں یا وہاں یہ خدمت انجام دینے والے نہ ملیں' ۱۹۸۹ء کے وسط میں ریاست اُتر پردیش میں دو قانون ایسے سامنے آئے جن سے یہ خطرہ واضح طریقہ پر سامنے آگیا جن میں سے ایک مکاتب و مدارس کے لئے (Minimum Wages) کم سے کم اُجرت کا قانون اور رجسٹریشن کا مسئلہ

www.abulhasanalinadwi.org

جس سے ان اداروں کا وجود خطرہ میں پڑ گیا، جونیر ہائی اسکول کو اقلیتی حیثیت نہ دینے کا فیصلہ کیا گیا، بڑے عصری تعلیمی اداروں کو بھی اس سے محروم رکھا گیا، دوسرا اہم مسئلہ یہ تھا کہ عربی مدارس کی اقامت گاہوں کو یتیم خانوں کے زمرہ میں شامل کر کے انہیں رجسٹریشن کا پابند کرنے کی کوشش کی گئی جس کا تعلق وزیر ہریجن سماج سے تھا۔

اس خطرناک اقدام اور نازک صورت حال کے خلاف مسلم مجلس اور اہل الرائے نے آواز بلند کی، مئی کی آخری تاریخوں میں جمعیۃ العلماء ہند نے لکھنؤ میں ایک جلسہ کیا جس میں اس وقت کے چیف منسٹر نرائن دت تیواری صاحب نے حاضرین کو اطمینان دلایا کہ کم اُجرت کے قانون کا مکاتب اور مدارس پر اطلاق نہ ہوگا اور وہ مستثنیٰ قرار دیئے جائیں گے لیکن زیادہ سنجیدگی سے غور کرنے والوں اور پچھلے تجربات سے فائدہ اٹھانے والے اشخاص نے اس زبانی اعلان کو کافی نہیں سمجھا اور اس کی منسوخی کے لئے زیادہ اطمینان بخش قانونی اور دستوری اقدام کو ضروری سمجھا، اس کے لئے دینی تعلیمی کونسل اُتر پردیش نے لکھنؤ میں یکم اور ۲ر جون ۱۹۸۹ء کو کل ہند پیمانہ پر ایک دینی تعلیمی کنونشن کے انعقاد کا فیصلہ کیا جس میں پورے ملک کے منتخب علماء کرام کے علاوہ تعلیمی اداروں کے ذمہ داروں کو بھی شرکت کی دعوت دی، اس کنونشن کے انعقاد کے لئے (شہر میں وقت پر کوئی مناسب جگہ نہ ملنے کی وجہ سے) دارالعلوم ندوۃ العلماء کا انتخاب کیا گیا، اس تحریک اور اس کے نظم و انتظام میں راقم کے رفیق کار اور دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کے سکریٹری ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب کی سرگرمی اور محنت کا بڑا حصہ تھا، جنہوں نے اپنے رُفقائے کار اور لکھنؤ کے احباب کے ذریعہ دور دور اس

www.abulhasanalinadwi.org

کی دعوت پہنچائی اور اس کا وسیع انتظام کیا' اس کنونشن میں جو ۱/۲/ جون ۱۹۸۹ء کو کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی دار العلوم ندوۃ العلماء کے زیریں ہال میں منعقد ہوا' ملک کے مختلف دینی حلقوں اور ملی تنظیموں کے موقر نمائندے شریک ہوئے جن میں جماعتِ اسلامی ہند کے ذمہ دار اور نمائندوں میں مولانا افضل حسین صاحب' مولانا محمد سراج الحسن صاحب اور مولانا عبد الغفار ندوی صاحب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں' مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب ناظم مدرسہ عربیہ ہتھورا ضلع باندہ باوجود ضعف و علالت کے تھوڑی دیر کے لئے تشریف لائے' شہر اور بیرون شہر کے ملی مسائل سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب بڑی تعداد میں شریک تھے۔

اس کنونشن کی صدارت مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحب امیر شریعت بہار و اڑیسہ و سکریٹری جنرل آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے فرمائی۔ راقم سطور نے مجلس استقبالیہ کے صدر کے فرائض انجام دیئے اور مطبوعہ خطبہ استقبالیہ پڑھا' اس میں علم و تعلیم کی اشاعت و عمومیت کی تحریک اور سعی و جہد کا خلوص و ایثار' سادگی و جفاکشی اور علمی نمونہ و کردار کے ساتھ جو دائمی ربط و تعلق رہا ہے اور اس کے ملت و معاشرہ میں جو عمیق' نفسیاتی و اخلاقی اثرات مرتب ہوتے ہیں' ان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید اور تاریخ اسلام اور علم و تجربہ سے اس کے شواہد اور دلائل کا ذکر کیا اور اس حقیقت کا بھی اظہار کیا کہ اس آزاد دینی تعلیم کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ سلاطین وقت کے غلط اور بعض اوقات مخالفِ اسلام اور ماحیِ دین رُجحانات' بلکہ اس سے آگے بڑھ کر کبھی کبھی دین کی بیخ کنی اور استیصال کی منظم کوششوں کا اثر بھی مسلم معاشرہ پر نہیں پڑ سکا اور دربایوں اور خوشامدیوں کے ایک مختصر حلقہ میں محدود ہو کر رہ

www.abulhasanalinadwi.org

گیا' انگریزی حکومت نے اپنے اقتدار اور تسلط اور تعلیمی نظام اور سوچے سمجھے منصوبہ کے ذریعہ مسلمانوں کے تعلیمی مراکز کی بقاء و حیات کے سرچشموں کو خشک کرنے کی ایسی منظم کوشش کی جس کے بعد ان مدارس اور اس دینی تعلیم کے نظام کا باقی رہ جانا ایک معجزہ سے کم نہیں اور وہ (تاریخی تجزیہ اور فلسفۂ حیات کی رو سے) محض مسلمانوں کے عزم اور قوت ایمانی اور شروع سے دینی تعلیم کے آزاد رہنے کا نتیجہ تھا' اس سلسلہ میں ذمہ دار انگریزوں اور مصنفین و مؤرخین کے اقتباسات بھی پیش کئے گئے۔

اس اجلاس میں محترم سید الحسن صاحب وزیر محنت و اوقاف نے چیف منسٹر صاحب کا پیغام پڑھ کر سنایا جس میں اعلان تھا کہ دینی مکاتب و مدارس Minimum Wage Act سے مستثنیٰ کر دیئے گئے ہیں' حاضرین کے ایک حصہ میں پچھلے تجربوں کی روشنی میں اس کا کچھ اچھا استقبال اور ردّعمل نہیں ہوا' جس کو منتظمین نے پسند نہیں کیا' ذمہ دار مطمئن تھے کہ اس کے لئے بڑی طویل اور مسلسل کوشش کی ضرورت ہوگی اور اس کو ایک مستقل دفعہ اور قانون کی شکل میں لانے کے لئے جدوجہد کرنی پڑے گی۔

ضابطہ کے اس اجلاس کے علاوہ جو مدعوئین اور مندوبین پر مشتمل تھا' دارالعلوم ندوۃ العلماء کے وسیع میدان میں رات کو ایک اجلاس عام ہوا' جس میں مختلف اضلاع اور ان کے قصبات اور دیہاتوں کے آئے ہوئے صدہا مسلمان شریک تھے' اس اجلاس میں ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی اور سید حامد صاحب نے تجاویز وغیرہ پڑھ کر سنائیں اور عزیزی مولوی سید سلمان حسینی ندوی استاذ دارالعلوم نے مفصل و مؤثر تقریر کی۔

www.abulhasanalinadwi.org

راقم سطور نے پارۂ اول کی آخری آیتوں میں سے آیت:۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (سورۃ البقرۃ۔۱۳۳)

"بھلا جس وقت یعقوبؑ وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم و اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔" (ترجمہ)

تلاوت کر کے اس کا ترجمہ کیا اور سامعین کو توجہ دلائی کہ باوجود اس کے کہ یہ پیغمبر اور پیغمبر زادوں کا گھرانہ تھا' جس میں توحید اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کے سوا نہ کوئی اور تعلیم تھی نہ عمل' نہ ماحول اور فضا' پھر بھی عقیدہ وعمل اور توحیدِ خالص کی اہمیت اور فکر اور اپنی نسل کے اس عقیدہ وعمل سے دائمی وابستگی کے خیال سے کہ ؎

عشق است و ہزار بدگمانی

حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں' پوتوں اور نواسوں کو جمع کر کے دریافت کیا کہ عزیزو! میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ ان فرزندوں اور نبی زادوں نے اس کے جواب میں یقیناً یہ کہا ہوگا کہ ابا جان' دادا جان' نانا جان آپ نے ابھی تک ہم کو تعلیم ہی کیا دی؟ اور کس چیز کا پابند بنایا؟ یہی توحید خالص اور عبادت الٰہ واحد' پھر آپ کو ہمارے مستقبل کے بارے میں

www.abulhasanalinadwi.org

کیوں شک ہے؟ کہ ہم آپ کی آنکھ بند ہوتے ہی دوسرے راستہ پر پڑ جائیں گے؟ حضرت یعقوبؑ نے (زبان حال سے) یہی کہا ہوگا کہ فرزندو میری پیٹھ قبر سے نہیں لگے گی جب تک دنیا سے یہ اطمینان لے کر نہ جاؤں کہ میرے بعد بھی تم سب خدائے واحد کے پرستار اور دینِ ابراہیمی کے علمبردار رہو گے۔

پھر میں نے سامعین کو مخاطب کر کے پوچھا کہ یہ اطمینان وضمانت نہ ہونے کے باوجود جو حضرت یعقوبؑ کے گھرانہ کو حاصل تھی اور ناسازگار بلکہ مخالف اثرات وخطرات کی موجودگی میں ہم میں آپ سے کتنوں کو اس کی فکر واہتمام ہے کہ ہماری آئندہ نسل اسلام اور دین محمدی پر قائم اور عقیدۂ توحید پر اور عبادت الٰہی پر ثابت قدم اور استوار رہے گی؟ اور کتنے ہیں جو اس کے قائم رہنے کے لئے ضروری تعلیم وتربیت، دعوت ونصیحت کا اہتمام اور مکاتب ومدارس کے قیام کی فکر اور انتظام میں مصروف ہیں؟ پھر ان خطرات کی نشاندہی کی گئی جو اس وقت درپیش ہیں اور اجلاس کے انعقاد کی ضرورت اور غایت اور اس کی مختصر تجاویز پڑھ کر سنائی گئیں، امید ہے کہ یہ کوشش رائگاں نہ گئی ہوگی اور ریاست کے دور وقریب سے سیکڑوں کی تعداد میں آنے والے مسلمانوں نے دینی تعلیم کی اہمیت اور مکاتب ومدارس کے قیام کی ضرورت محسوس کی ہوگی۔" وما علینا الا البلاغ"۔ (کاروانِ زندگی حصہ چہارم ص ۹۰۔۷۸)

## مرادآباد کی دینی تعلیمی کانفرنس

۱۲ر جنوری ۱۹۹۲ء کو انجمن تعلیمات دین مرادآباد کے زیر اہتمام

www.abulhasanalinadwi.org

دینی تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں راقم کے علاوہ جو دینی تعلیمی کونسل کا صدر بھی ہے محترمی سید حامد سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی شریک ہوئے، راقم نے مفصل مطبوعہ خطبۂ صدارت پڑھا اہلِ مراد آباد میں جن میں مولانا معاذ الاسلام صاحب سنبھلی صدر مدرس مدرسہ عربیہ مراد آباد اور الحاج اکرام باری صاحب تاجر ظروف مراد آباد پیش پیش تھے، دینی تعلیمی کونسل کے سکریٹری اور روح رواں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب سعودی عرب گئے ہوئے تھے اس لئے وہ شریک نہیں ہو سکے۔

(کاروانِ زندگی حصہ پنجم ص ۵۹)

## کُل ہند دینی تعلیمی کنونشن منعقدہ لکھنؤ

دینی تعلیمی کونسل (جس کی صدارت کونسل کے ابتدائی قیام ۱۹۵۹ء سے اس راقم کے ذمہ چلی آرہی ہے) کا کُل ہند دینی تعلیمی کنونشن لکھنؤ میں ۲/۳/دسمبر ۱۹۹۲ء کو ہونا طے پایا تھا لیکن ملک کے تشویش ناک حالات نے (جن کا نقطۂ ارتقاء ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کے انہدام کا حادثہ تھا) اس کو عارضی طور پر ملتوی اور مؤخر کرنے پر مجبور کیا، حالات میں سدھار پیدا ہونے کے بجائے بگاڑ ہی پیدا ہوتا رہا، کونسل کے ذمہ داروں کی مصروفیتیں، بعض کے سفر اور بعض اہم ذمہ داروں کی علالت نے اس کو اتنا مؤخر کردیا کہ وہ ۲/۳/دسمبر ۱۹۹۲ء کے بجائے ۲/نومبر ۱۹۹۳ء کو منعقد کیا جاسکا، شہر میں اس کے انعقاد کے لئے ایک بڑے جلسہ گاہ ''رویندر رالیہ'' کا انتخاب کیا گیا تھا لیکن قریبی وقت میں شہر کی انتظامیہ نے اس کی اجازت نہیں دی اور مجبوراً اس کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں کرنے کا فیصلہ کیا گیا، جس کے لئے ندوۃ

www.abulhasanalinadwi.org

العلماء کے کتب خانہ (مکتبہ علامہ شبلی نعمانیؒ) کی وسیع و شاندار بلڈنگ کے نیچے کی منزل کا (جو ایک وسیع ہال کی حیثیت رکھتی ہے) انتخاب کیا گیا' یہ جلسہ صبح دس بجے سے اس ہال میں منعقد ہوا' وقت کی تنگی اور دعوت واطلاع کے لئے ناکافی مدت و وسائل کے باوجود مندوبین اور حاضرین کی ایک بڑی تعداد مجتمع ہو گئی' جس میں نہ صرف اتر پردیش بلکہ دوسرے اور بعض دور دراز کے صوبوں اور اہم مقامات کے ممتاز اصحاب اور ملت کے مسائل اور اس کے مستقبل اور مسلمانوں کی نئی نسل کے اسلامی نشو ونما بلکہ بقائے ایمان اور اسلام سے وابستگی کے مسئلہ کی فکر رکھنے والے اصحاب بڑی تعداد میں جمع ہو گئے اور ہال کھچا کھچ بھر گیا۔

تلاوت قرآن مجید کے بعد نامور ماہر تعلیم اور ملت کے دردمند مفکر جناب سید حامد صاحب (سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے اپنا افتتاحی مقالہ پڑھا جو غور وتوجہ سے سنا گیا اور جس میں موصوف نے دینی مدارس میں بھی عصری مضامین کے (جو زمانہ حال کی ضرورتوں کو پورا کرنے اور کسب معاش کے مسئلہ میں معاون ہو سکیں) اضافہ کا مشورہ دیا جس پر بعد میں کچھ ناقدانہ ومخلصانہ تبصرہ بھی کیا گیا' اس کے بعد وہ موضوع سامنے لایا گیا جس کا عنوان تھا ''ریاستی حکومت (یوپی) کی سرکاری نصابی کتابوں کا قومی یکجہتی کے نقطہ نظر سے جائزہ'' اور جس پر ایک مکمل طبع شدہ کتاب کونسل کے ایک ذمہ دار اور ممتاز کارکن حبیب اللہ اعظمی صاحب' ایم۔اے' بی۔ٹی علیگ سابق پرنسپل کی مطبوعہ کتاب' ہال سے باہر اسٹال پر موجود تھی' جس کا خلاصہ اور اس کے اہم مواد کی نشاندہی نوجوان فاضل ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی (فرزند مولانا محمود الحسن عثمانی مرحوم سابق ناظم دینی تعلیمی کونسل) صدر شعبۂ

www.abulhasanalinadwi.org

اردو ممتاز ڈگری کالج لکھنؤ نے کی' اس کتاب میں جدید مروجہ نصاب کے وہ نمونے اور اقتباسات پیش کئے گئے تھے جن کو پڑھ کر ایک مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور صاف طریقہ پر محسوس ہو کہ اس نصاب کی موجودگی میں مسلمانوں کی آئندہ نسل کا مسلمان رہنا ہر طرح سے خلاف قیاس اور نفسیاتِ انسانی اور بدیہات کے مخالف ہے' کتاب میں نصابی کتابوں کے طویل ہندی اقتباسات اور ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد حکومت کے وہ قابلِ نفرت بلکہ اشتعال انگیز نمونے اور واقعات پیش کئے گئے ہیں جن کے نتیجہ میں اس دور اور اس کے ذمہ داروں کی نہ صرف حقارت اور شکایت بلکہ ان سے نفرت و بیزاری پیدا ہونا بالکل قدرتی اور طبعی ہے' کتاب پر راقم کے قلم سے ایک مختصر لیکن واضح اور طاقت ور مقدمہ بھی ہے۔

اس کتاب کے تعارف و تبصرہ اور اس کے کچھ نمونے پیش کرنے کے بعد راقم نے اپنا خطبہ صدارت پیش کیا اس کے آخری چند صفحات یہاں پیش کئے جاتے ہیں تا کہ ان معاصرین کو بھی جن کو اس صورت حال کی سنگینی کا اندازہ نہیں اور آئندہ کے مؤرخین کو بھی اس غیر فطری' نامنصفانہ غیر عاقلانہ اور غیر جمہوری آزمائش اور استبدادی طرزِ عمل کا اندازہ ہو سکے۔

دوسرے دن ۳/ نومبر کو بھی جلسہ جاری رہا اور حاضرین کی تعداد اور دلچسپی و سنجیدگی اسی طرح قائم رہی اور اجلاس بخیر و خوبی اختتام کو پہونچا۔

(کاروانِ زندگی حصہ پنجم ص ۳۰۵-۲۹۹)

## ملی عزیمت اور اجتماعی فیصلہ

صوبائی دینی تعلیمی کونسل (جس کی صدارت کا شرف ۱۹۵۹ء سے

www.abulhasanalinadwi.org

خاکسار راقم کو حاصل ہے) کے سالانہ جلسے صوبہ کے مختلف مقامات پر سال بہ سال ہوتے رہے اور ان کا ذکر ''کاروانِ زندگی'' کے مختلف حصوں میں آتا رہا ہے، اس مرتبہ ۲۸ر اپریل ۱۹۹۴ء کو اس کا سالانہ اجلاس نجیب آباد میں ہوا جو اتر پردیش کا ایک بعید مغربی شہر ہے جہاں اس سے پہلے شاید جانا بھی نہیں ہوا، راقم نے اپنا مطبوعہ خطبہ صدارت ''ملی عزیمت اور اجتماعی فیصلہ'' کے عنوان سے پڑھا، اس خطبہ کا صرف ایک پیراگراف یہاں نقل کیا جاتا ہے جو اپنے اندر ایک پیغام اور دعوتِ عمل رکھتا ہے:

''اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طاقت کے بعد (جو اصل طاقت ہے) دنیاوی لحاظ سے سب سے بڑی طاقت جو زندگی کے پہیے کو رواں دواں رکھے ہوئے ہے، جو مختلف وقتوں میں دنیا میں تبدیلیاں لاتی رہتی ہے، پہاڑوں کو اپنی جگہ سے کھسکا دیتی ہے، دریاؤں کے رُخ کو موڑ دیتی ہے، سلطنتوں کے چراغ گُل کر دیتی ہے ایسے واقعات جن کا تصور بھی مشکل ہوتا ہے وجود میں لے آتی ہے، وہ انسانی فیصلہ ہے، اس فیصلہ نے بارہا افراد اور خاندانوں کی نہیں، قوموں اور انسانیت کی تقدیر بدل دی ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کا موقع دیا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کا اظہار اور زندگی کا استحقاق ثابت کر دے، باآبرو زندگی گذارنے کی مہلت لے لے، اور اس کے برعکس اپنی نااہلی، کفرانِ نعمت اور ظلم و فساد کا مظاہرہ کر کے زندگی کے حق اور اللہ کی نعمتوں سے محرومی کا فیصلہ کرالے اسی کا نام ہے تقدیر کا بدل جانا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔

(سورۃ الرعد۔ ۱۱)

www.abulhasanalinadwi.org

''اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا' جب تک وہ لوگ خو
دا پنی حالت کو نہیں بدل دیتے''۔

اس کے بعد ہندوستان کی ملتِ اسلامی کو اپنے ملی تشخص کو برقرار رکھنے اور اعتقادی' عملی و تعلیمی تسلسل کو ہر جگہ اور ہر زمانہ میں ممکن اور قابل عمل بنانے کی دعوت دی گئی اور اس کے لئے ملی عزیمت اور اجتماعی فیصلہ کی ضرورت ثابت کرتے ہوئے اقبالؔ کے حسب ذیل اشعار پر خطبہ کو ختم کیا گیا۔

خودی سے مردِ خود آگاہ کا جمال و جلال
کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں
حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
ورائے عقل ہیں اہل جنوں کی تدبیریں

(کاروانِ زندگی حصہ ششم ص ۱۹)

# دینی تعلیمی کونسل کا ایک اہم اجلاس

## منعقدہ دار العلوم ندوۃ العلماء

کچھ عرصہ سے حکومت اتر پردیش کی طرف سے صوبہ کو ہندو دیو مالا اور تعلیمی وثقافتی حیثیت سے ایک برہمن ہندو تہذیب کا تابع بنا دینے کی تعلیمی وثقافتی سطح پر اقدامات و انتظامات کھل کر سامنے آگئے' اس کی علامتوں میں سے ایک ''وندے ماترم'' کا اسکولوں میں واجبی طور پر پڑھا جانا' دوسرے ہندوستان کی تصویر پر پھول چڑھانا اور ادب سے سر جھکانا

www.abulhasanalinadwi.org

داخل ہے "وندے ماترم" دین توحید خالص' اسلام کے پیمانہ اور نقطہ نظر سے ایک مشرکانہ گیت اور صنمی ترانہ ہے اس کے ثبوت وشہادت کے لئے اس کو اُردو میں پیش کیا جاتا ہے:

"تو ہی میرا علم ہے' تو ہی میرا دھرم ہے' تو ہی میرا باطن ہے' تو ہی میرا مقصد' تو ہی جسم کے اندر کی جان ہے' تو بازوؤں کی قوت۔"

"دلوں کے اندر تیری حقیقت ہے تیری ہی محبوب مورتی ہے' ایک ایک مندر میں تو دُرگا' دس مسلح ہاتھوں والی' تو ہی کملا ہے کمل کے پھولوں کی بہار' تو ہی پانی ہے' علم سے بہرہ ور کرنے والی' میں تیرا غلام ہوں' اچھے پانی غلام ہوں' غلام کے غلام کا غلام ہوں' اچھے پانی' اچھے پھلوں والی میری ماں میں تیرا بندہ ہوں' میں بھارت ماتا کی وندنا کرتا ہوں"۔

اس صورت حال کے خلاف احتجاج اور آگاہی دینے کے لئے ۸ر فروری ۱۹۹۸ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سلیمانیہ ہال میں ایک نمائندہ اجلاس ہوا' ۹ر فروری کے روزنامہ "قومی آواز" میں شائع شدہ حسین امین کی رپورٹ یہاں درج کی جاتی ہے:

"لکھنؤ' ۸ر فروری' آل انڈیا دینی تعلیمی کونسل نے حکومت یو۔ پی کی نئی تعلیمی پالیسی پر سخت احتجاج کیا ہے' جس میں دستور ہند کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک خاص تہذیب اور مذہب کی بالادستی قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جس کے لئے چور دروازے تک کھولے جارہے ہیں یہ مطالبہ کیا ہے کہ اس پالیسی کا نفاذ کرکے مسلمانوں کو بے چینی میں مبتلا نہ کرے اور اس کو فوراً واپس لے' ساتھ ہی یہ اعلان کرتے ہوئے کہ مسلمان

www.abulhasanalinadwi.org

کسی قیمت پر ایسی کسی تعلیمی اسکیم کو برداشت نہیں کریں گے جو ان کے دین اور ایمان کے خلاف ہو' مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ ۱۳ر فروری سے ۶ر مارچ تک ہر جمعہ کو تمام مساجد میں یوم دعاء منائیں اور مسلسل عوامی بیداری کے عمل کو' شہر' قصبہ' دیہات میں عقیدہ توحید کی اہمیت بتائی جائے اور ایسے اسکولوں میں جہاں نئی تعلیمی پالیسی کے تحت وندے ماترم کہنے یا بھارت ماتا کی تصویر پر پھول چڑھانے اور پوجا ارچنا کا عمل کرایا جاتا ہے مسلمان طلباء اس میں حصہ نہ لیں اور بچوں کو ترغیب دی جائے کہ وہ انجمن کے مکاتب میں یا ایسے اداروں میں داخلہ لیں جہاں ان کا عقیدۂ توحید محفوظ اور تعلیمی معیار بہتر ہے۔

صدر کونسل مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے دینی تعلیمی تحریک کی اہمیت اور افادیت بیان کرتے ہوئے ملک کی عنان حکومت سنبھالنے والوں اور بلا تفریق مذہب وملت ملک کے عوام سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ اس ملک کی بقاء اسی میں ہے کہ اس کی جمہوری سیکولر اور عدم تشدد کی بنیادوں کو کمزور نہ ہونے دیا جائے' ملک کے عظیم رہنماؤں' دانشوروں اور خیر خواہوں نے ان بنیادوں کو قائم کیا تھا اور یہ فیصلہ اللہ کا ہے کہ یہ ملک جمہوری' لامذہبی اور غیر تشدد ہوگا اور جب اس کی مخالفت کی جائے گی تو ملک تباہ ہو جائے گا' انہوں نے ملت اسلامیہ کو متاثر کرنے والے احکامات کے حوالہ سے کہا کہ ایسی باتیں ملک کے لئے نقصان دہ ہیں' مولانا نے تاریخ کے حوالوں سے مسلمانوں سے کہا کہ پوری اسلامی تاریخ آزمائشوں کی تاریخ ہے' انہوں نے اس ضمن میں تاتاریوں کے مظالم اور صلیبی جنگوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ پھر وہی تاتاری سو فیصد مسلمان ہو گئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا علی میاں نے کہا کہ آج بھی مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے عزم کی ضرورت ہے، دنیا ایک طرف ہو جائے لیکن ہم اپنے عقائد اور اپنی خصوصیات کے ساتھ رہیں گے، انہوں نے یاد دلایا کہ ملک کی آزادی کی جدوجہد میں مسلمانوں نے صرف حصہ ہی نہیں لیا بلکہ اس کی ابتداء کی، انہوں نے ٹیپو سلطان اور رائے بریلی کے سید احمد شہیدؒ کا حوالہ دیا۔

مولانا علی میاں نے کونسل کے ارکان سے کہا کہ وہ ملک میں طوفانی دورہ کریں، ایک زلزلہ پیدا کر دیں اور بیداری پیدا کریں بے شک اپنا کام عزم کے ساتھ اور مثبت انداز میں کریں، منفی انداز میں نہیں، نہ مخالفت کے جذبہ کو پیدا کرنے والے انداز میں۔

کونسل کے اجلاس میں جس میں ریاست بھر کے اضلاع سے بڑی تعداد میں اراکین کونسل، خصوصی مدعوئین اور ممتاز شخصیات نے شرکت کی، کونسل کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی نے کونسل کی سرگرمیوں پر ایک رپورٹ پیش کی اور بتایا کہ کس طرح سے ریاست کے ایک لاکھ سے زیادہ پرائمری اسکولوں میں چور دروازہ سے ہمارے عقیدہ کے خلاف باتیں مسلط کی جارہی ہیں، سنسکرت لازمی کی جارہی ہے جو سوائے یوپی کے اور ملک کے کسی صوبہ میں لازمی نہیں ہوئی، جو کام سرکاری طور پر نہیں ہوسکتا اس کے لئے نجی ایجنسیوں کی مدد لی جارہی ہے اور کہا کہ سرکاری اداروں کو نجی تنظیموں کے ذریعہ کچھ کرنے کا حق نہیں ہے اور اگر ہے تو دوسری نجی تنظیموں کو بھی ملنا چاہئے۔

انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ایسے عدالتی حکم موجود ہیں جن میں ایسی کوئی بات کرنے سے روکا گیا ہے جو کسی عقیدہ کو ٹھیس پہنچائے انہوں نے

www.abulhasanalinadwi.org

بتایا کہ مہاراشٹر میں اُردو اور دیگر میڈیم کے اسکولوں کے اخراجات سرکار پوری کرتی ہے، کسی دوسری ریاست میں اقلیتی اداروں کو تسلیم کرنے میں دشواری نہیں ہے اور نہ کسی ریاست میں سنسکرت ضروری ہے۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی درخواست پر کونسل کے سکریٹری ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی نے جو کارروائی چلا رہے تھے وندے ماترم کے پس منظر کو تفصیل سے پیش کیا۔

ڈاکٹر قریشی نے اس موقع پر کہا کہ دینی تعلیمی کونسل ہی صرف اس کی ذمہ دار نہیں ہے کہ عقیدہ کی حفاظت کرے اور یہ کہہ دینے سے کام نہیں چلے گا کہ ''ہمیں فرصت نہیں'' یہ طرزِ عمل غلط ہے، یہ مسئلہ سب کا ہے اس کے لئے ایک مربوط نظام کی ضرورت ہے۔

انہوں نے کہا کہ آج کی حکومت کل نہیں رہے گی، اس لئے کسی سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں، لیکن ضمیر فروشی نہیں کرنا چاہئے، ہمیں اسلامی تشخص کو ہر قیمت پر باقی رکھنا ہے۔

ڈاکٹر قریشی نے زور دے کر کہا کہ ہماری سرمایہ کاری سب سے زیادہ تعلیم پر ہونا چاہئے۔ لڑکیوں کی تعلیم پر، تکنیکی تعلیم پر، دینی تعلیم پر اور بالغوں کی تعلیم پر۔

اجلاس میں کونسل کے بانی قاضی محمد عدیل عباسیؒ کے اس قول کو جو ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی نے اپنی ابتدائی تقریر میں یاد دلایا تھا بار بار دہرایا گیا کہ ''زندہ قومیں دو محاذ پر لڑتی ہیں، ایک حکومت سے مطالبہ کا محاذ اور دوسرا خود کرنے کا محاذ'' ڈاکٹر عثمانی نے جب ندوہ کے جشن تعلیمی کے موقع پر مولانا

علی میاں کی تقریر کے حوالہ سے اس حصہ کو پڑھا کہ "ہندوستانی مسلمان خدا کے فضل سے اسلام کے معاملہ میں خود کفیل ہیں' انھوں نے اپنا عقیدہ اور ایمان' اپنا جان و مال اسلام کے دائمی اور غیر فانی مذہب اور تعلیمات سے وابستہ کیا ہے۔ کسی قوم و ملک حتیٰ کہ بلاد عربیہ سے اور کسی عرب قوم سے بھی وابستہ نہیں کیا۔

انہوں نے محض اللہ کے بھروسے پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کو اسلام اور اسلامی تعلیمات کو اپنے سینے سے لگائے رکھنا ہے' ہم انشاء اللہ وحدت اسلامی اور شریعت اسلامی کا دم بھرتے رہیں گے' ہم اسلامی اصولوں اور اسلام کے مسلک زندگی کے معاملہ میں کسی قسم کا سودا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔"

اجلاس کا اختتام مولانا علی میاں کی دعاء پر ہوا جس میں انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اس سرزمین پر جس پر مجاہدین آزادی کو پیدا کیا اسلام کی حفاظت کر' زبان کا تحفظ کر' اس سرزمین پر ایسے افراد پیدا کر جو ہر قیمت پر دین پر قائم رہیں اور اپنے دین کے ساتھ دنیا سے رُخصت ہوں' دینی تعلیمی کونسل کی مدد فرما اور اسے کام کرنے کی توفیق عطا کر۔

(کاروانِ زندگی حصہ ہفتم ص ۷۹۔۷۴)

## علی گڑھ کا سفر اور دینی تعلیمی کونسل کا جلسہ

۲۶ را پریل ۱۹۹۸ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں دینی تعلیمی کونسل کا جلسہ تھا' جس کے خاص داعی اور منتظم پروفیسر نفیس احمد صاحب استاد مسلم

www.abulhasanalinadwi.org

یونیورسٹی تھے، صوبہ کے مختلف مقامات سے اجلاس میں شرکت کے لئے دینی تعلیمی کونسل کی ضلعی شاخوں کے ذمہ دار نمائندے اور مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والے وفود آنے والے تھے، راقم کو (جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے) دہلی علی گڑھ کے اس سفر کے بارے میں بڑا اشکال تھا، اور وہ التواء کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن دہلی کے سفر کا فیصلہ مولانا سید نظام الدین صاحب کے پُر اصرار تقاضے اور ٹیلی فون کی بناء پر کیا گیا اور علی گڑھ کا سفر دو وجوہ سے ضروری معلوم ہوا، ایک تو یہ کہ راقم اس تنظیم کا صدر ہے اور مختلف جہات واطراف سے جو خطوط آئے تھے ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ آنے والوں کو اس بات کا یقین ہے کہ راقم شرکت اور جلسہ کی صدارت کرے گا۔ دوسرا ایک بڑا محرّک اور سفر پر آمادہ کرنے والا یہ علم تھا (جیسا اوپر لکھا گیا ہے) کہ ہمارے قدیم اور مسلسل میزبان ڈاکٹر ابرار مصطفٰے صاحب دبئی سے خاص طور پر اسی لئے آرہے ہیں کہ راقم علی گڑھ آرہا ہے اور وہ سالہا سال سے انہیں کے گھر پر ٹھہرتا ہے اور انہیں کا مہمان رہتا ہے۔

بہرحال سفر کا فیصلہ کیا گیا، عزیزی زبیر فریدی علی گڑھ سے کار لے کر دہلی آگئے تاکہ وہ ہمیں علی گڑھ لے جائیں۔ ۸ بجے صبح کے قریب راقم اور اس کے دونوں رفیق عزیز القدر مولوی محمد رابع ندوی اور رفیق سفر و حضر حاجی عبدالرزاق صاحب رائے بریلوی، نیز ڈاکٹر اجتباء ندوی علی گڑھ کے لئے روانہ ہوئے، گرمی کا موسم شروع ہو چکا تھا، راستہ میں کافی تپش تھی، گاڑی ایر کنڈیشن بھی نہیں تھی اور سڑک بھی جا بجا خراب تھی، ۱۲ بجے کے بعد علی گڑھ پہنچے اور یونیورسٹی کے علاقہ میں داخل ہوئے، وہاں ایک وسیع مسجد کا سنگ بنیاد بھی رکھنا تھا لیکن میرے ضعف و تکان کا یہ عالم تھا کہ ڈر معلوم ہوتا

www.abulhasanalinadwi.org

تھا کہ گر جائیں گے عزیزی مولوی محمد رابع ندوی نے نیچے اتر کر پتھر رکھا اور اس ناچیز نے دعاء کی معلوم ہوا کہ یونیورسٹی کے گیسٹ ہاؤس میں مہمانوں اور باہر سے آنے والوں کے قیام کا انتظام تھا لیکن اکثر منتظمین کو معلوم تھا کہ ہم علی گڑھ میں ڈاکٹر ابرار مصطفےٰ صاحب کے یہاں ٹھہرا کرتے ہیں وہ سیٹ نہ ملنے کی وجہ سے دبئ سے نہیں آسکے تھے لیکن ان کے صاحب زادگان اور گھر کے لوگ ہماری آمد کے منتظر تھے اور انہوں نے ہمارے قیام کا انتظام کر رکھا تھا' ہم ان کے مکان واقع ذکاء اللہ روڈ پر گئے اور وہاں ٹھہر گئے۔

خیال تھا اور بات کان میں پڑی تھی کہ اصل اجلاس بعد مغرب کنیڈی ہال میں ہوگا اور ہمیں اسی وقت اپنا خطبہ صدارت پڑھنا ہوگا لیکن اچانک محبی ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب کا پیغام پہنچا کہ کینڈی ہال میں اجلاس ہو رہا ہے آپ اس میں شرکت کریں' ہم سخت جسمانی تکان کے باوجود وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وسیع ہال کھچا کھچ بھر چکا ہے' وائس چانسلر جناب محمود الرحمٰن صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں' یونیورسٹی کے اسٹاف کا بھی بڑا حصہ ڈیلی گیٹ اور طلبہ بھی موجود ہیں' ڈاکٹر صاحب کی تحریک پر ہم نے خطبہ پڑھا بیچ میں کچھ تشریح اور اضافہ بھی کیا' تکان اور ضعف کا یہ حال تھا کہ اگر مائک نہ ہوتا تو آواز بھی پہنچانا مشکل تھی۔

خطبہ سنانے کے بعد وائس چانسلر صاحب یا یونیورسٹی کے کسی ذمہ دار نے کہا کہ عرب طلبہ بھی ایک اچھی تعداد میں موجود ہیں' آپ کچھ عربی میں بھی خطاب کیجئے' اضطراراً فرمائش کی تکمیل کی گئی اور موقع ومحل کے مطابق عربی میں خطاب ہوا۔

جلسہ کے اختتام پر راقم اپنی جائے قیام پر آگیا' وائس چانسلر

صاحب ایک سے زائد بار قیام گاہ پر تشریف لائے، بعد مغرب انہوں نے اپنی جائے قیام پر یا اس کے قریب یونیورسٹی کے اسٹاف اور اونچے درجہ کے طلبہ سے جو تحقیقی و علمی کام میں مشغول ہیں خطاب کا انتظام کیا، راقم نے اپنی تقریر میں خاص طور پر اس پہلو پر زور دیا کہ حضرات اساتذہ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جتنا قیمتی انسانی سرمایہ ان کے سپرد کیا گیا ہے اور ان کو اس سے فائدہ اٹھانے اور اس کو فائدہ پہنچانے کا موقع دیا گیا ہے وہ کسی بڑے سے بڑے سرمایہ دار یا حاکم کو بھی حاصل نہیں، ان کا فرض ہے کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور ملت و وطن کو ایسے کارگذار خادم اور قائد مہیا کریں جو اس کی اور وقت کی ضرورت کے مطابق ملت کی رہنمائی اور ملک کی قیادت کا فرض انجام دے سکیں، راقم نے اس موقع پر قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی اور اس کی تشریح و تطبیق کی:

"اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوْا الْاَمٰنٰتِ اِلٰىٓ اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ" (سورۂ نساء: ۵۸)

(اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ذمہ داریاں ان کے اہل کو سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بے شک اللہ تم کو بہت ہی اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے)

یہ خطاب پسند کیا گیا اور مطابق وقت و حال سمجھا گیا، رات کو بعد نماز عشاء شہر کی جامع مسجد میں خطاب عام تھا، راقم نے شدید جسمانی تکان اور ضعف کے باوجود شروع ہی میں مختصر خطاب کیا اور اپنی قیام گاہ پر آ گیا۔

(کاروان زندگی حصہ ہفتم ص ۲۲-۱۱۹)

www.abulhasanalinadwi.org

# زندگی کا ایک پُرشور اور ہنگامہ خیز مرحلہ

ناظرین کو معلوم ہے کہ راقم نے کئی مہینے پہلے سرکاری اسکولوں میں لازمی طور پر "وندے ماترم" کا گیت پڑھنے کے حکم و قانون کے خلاف اسلام کے بنیادی عقیدۂ توحید کے منافی ہونے کی بناء پر اظہار رائے اور تبصرہ کیا تھا اور یہ کہ وہ اسلامی نقطۂ نظر بلکہ عقائد کے لحاظ سے واضح اور طاقت ور مشرکانہ گیت ہے، اس میں صاف صاف کہا گیا ہے:

"دلوں کے اندر تیری ہی حقیقت ہے، تیری ہی محبوب مورتی ہے، ایک ایک مندر میں تو ہی درگا، دس مسلح ہاتھوں والی، تو ہی کملا ہے، کمل کے پھول کی بہار، تو ہی پانی ہے، علم سے بہرور کرنے والی ہے، میں تیرا غلام ہوں، غلام کا غلام ہوں، غلام کے غلام کا غلام ہوں، تیرا بندہ ہوں، میں بھارت ماتا کی وندنا کرتا ہوں"۔

مسئلہ محض وندے ماترم تک نہیں ہے، بلکہ ہر اسکول کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ ہندوستان کا نقشہ اور "سرسوتی ماں" کی تصویر "۱۸×۳۰" سائز کی آویزاں کرے۔

طلبہ جب اسکول آئیں اور تعلیم کے لئے جمع ہوں اور جب اسکول سے رُخصت ہونے لگیں تو یہ دونوں تصویریں ان کے سامنے رکھی جائیں۔

سرسوتی وندنا کے بعد وہ قومی گیت گائیں۔

طلبہ اسکول چھوڑنے سے پہلے بھارت ماتا کی جے پکاریں، فزکس میں ہومی بھابھا، جگدیش چندر بوس کے حالات اور ان کے بارے میں اسباق شامل ہوں اور میتھ میٹکس میں تاریکار کے حالات اور معلومات۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس سلسلہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں دینی تعلیمی کونسل کے ایک اجلاس میں جو ۸؍فروری ۱۹۹۸ء کو منعقد ہوا تھا اس پر پورا تبصرہ ہوا اور اس کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا گیا اور اس کے بارے میں مسلمانوں کے تاثر اور اضطراب کا اظہار کیا گیا' پھر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں منعقد ہونے والے دینی تعلیمی کونسل کے اجلاس (منعقدہ ۲۶،۲۷؍اپریل ۱۹۹۸ء) کے خطبۂ صدارت میں اس پر اور وضاحت و تفصیل کے ساتھ تبصرہ کیا گیا اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کے موقف اور ان کے تاثر اور نقطۂ نظر کا اظہار کیا گیا' دینی تعلیمی کونسل کے دفتر اور اس کے ذمہ دار خاص طور پر اس کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب اس کا اظہار و اعلان کرتے رہے' اس پر تقریباً ۶ مہینے گذر گئے اور ہندو تنظیموں اور غیر مسلم صحافت (انگریزی و ہندی اخباروں و رسالوں) کا کوئی نمایاں اور احتجاجی ردِّ عمل ظاہر نہیں ہوا' ۱۲؍نومبر ۱۹۹۸ء کو دارالعلوم دیوبند کے اجلاس میں بھی جو مدارس عربیہ کے مسائل کے سلسلہ میں منعقد کیا گیا تھا ''وندے ماترم'' کے خلاف دارالافتاء (دارالعلوم دیوبند) کا فتویٰ سنایا گیا۔

لیکن ۱۹؍نومبر ۱۹۹۸ء کو اچانک معلوم ہوا کہ ہندی و انگریزی اخبارات کے نمائندے ریڈیو اور ٹیلی ویژن یہاں تک کہ بی بی سی (B.B.C.) کے نامہ نگار اور ترجمان' اسٹار ٹی وی (Star T.V.) اور زی ٹی وی (Zee T.V.) کے نمائندے راقم سے انٹرویو لینا چاہتے ہیں' ان کے نمائندے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ۱۹؍نومبر کو تین مرتبہ گروہ در گروہ آئے اور انہوں نے راقم سے سوالات کئے اور اس کے جوابات کو ریکارڈ کیا' راقم کے جوابات کو ایک مقامی اُردو پرچہ سے جس نے اس کو اپنے پہلے صفحہ پر

www.abulhasanalinadwi.org

شائع کیا ہے نقل کیا جاتا ہے: (روزنامہ اِن دِنوں' لکھنؤ ۲۰/نومبر ۱۹۹۸ء)

''لکھنؤ' ۱۹/نومبر ندوۃ العلماء کے ناظم' مسلم پرسنل لاء بورڈ اور دینی تعلیمی کونسل کے صدر مولانا علی میاں ندوی نے کہا کہ حکومت کی تعلیمی پالیسی ملک کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے اور اس پوری جدو جہد سے کوئی ادنیٰ فائدہ ہونے والا نہیں۔

مولانا نے کہا کہ گاندھی جی' جواہر لال نہرو' مولانا آزاد اور دوسرے رہنماؤں نے جو ملک کی آزادی میں پیش پیش تھے اور جنہیں ملک کا وقار اور مفاد عزیز تھا' بہت سوچ سمجھ کر یہ طے کیا تھا کہ اس ملک کی سلامتی اور بقاء کا انحصار ہمیشہ جمہوریت' سیکولرزم اور عدم تشدد پر ہوگا اور جب یہ اقدار کمزور رہوں گی تو پورا ملک کمزور ہوگا' اس وقت حکومت تعلیم کی راہ سے جو کچھ کرنا چاہتی ہے اور جس طرح کا نصاب و نظام مرتب کیا گیا ہے وہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پورے ملک کے لئے سنگین اور خطرناک ہے''۔

مولانا علی میاں آج دن میں ندوہ کے مہمان خانہ میں مختلف اخبارات اور ٹیلی ویژن کے نمائندوں سے گفتگو کررہے تھے۔

سوالات کے جواب میں مولانا نے بڑی وضاحت اور وقار و اعتماد سے بھرپور لہجہ میں کہا کہ ''مسلمان'' کے لئے سب سے زیادہ اہمیت ان کے عقیدۂ توحید کی ہے اور وہ اس کی حفاظت ایمان کی شرط سمجھتے ہیں' اخبار نویسوں نے مختلف طرح کے سوالات کئے' وہ وندے ماترم اور سرسوتی وندنا کے مسئلہ پر مولانا کی رائے جاننا چاہتے تھے' اس کے جواب میں مولانا نے کہا کہ ہماری مخالفت صرف عقیدہ کی بنیاد پر ہے یہ خالص دینی اور شرعی

مسئلہ ہے اور حکومت جس طرح اسکولوں میں اسے نافذ کرنا چاہتی ہے وہ میرے نزدیک مداخلت فی الدین ہے"۔

نشر و اطلاعات اور صحافت کے نمائندوں اور نامہ نگاروں کے بیانات اور تأثرات جب اخبارات میں شائع ہوئے تو اخباری نمائندوں اور صحافیوں اور مختلف صحافتی و سیاسی حلقوں کے ترجمانوں نے دارالعلوم میں ایک ہجوم کیا، کبھی دارالعلوم کا مہمان خانہ (جو راقم کی قیام گاہ ہے) بھر جاتا اور کبھی مہمان خانہ کے سامنے میدان میں جو مسجد کے بازو میں ہے اور وہ عصر کے بعد کی نشست گاہ رہتی ہے، دور تک ان کی دورویہ نشست رہتی تھی اور وہ مختلف سوالات کرتے اور ان کے جواب ریکارڈ کرتے تھے۔

راقم جو کسی سیاسی تحریک کا علمبردار تو الگ بات ہے اس کا کوئی کارکن یا رضا کار بھی کبھی نہیں رہا، اس کا سارا مشغلہ اور ذوق و مزاج، مطالعہ اور تصنیف یا خالص دینی دعوت اور تفہیم کا ہے یا حسب توفیق الٰہی ذکر و دعاء کا، وہ اس ہنگامہ خیز فضا اور ماحول سے پریشان خاطر اور مضطرب ہوا، البتہ اس کو اس سے تسکین و مسرت ہوتی تھی کہ شاید عرصہ کے بعد پہلی مرتبہ ہندوستان کی غیر مسلم اکثریت کے سامنے مسلمانوں کا عقیدۂ توحید اور اس کے بارے میں ان کی حساسیت (Sensitiveness) اور غیرت سامنے آئی اور ان کو معلوم ہوا کہ مسلمان خدا کے سوا (چاہے کوئی کتنا ہی بڑا دینی پیشوا ہو) نہ اس کے سامنے سر جھکا سکتا ہے نہ کسی طرح کی بندگی کا اظہار کر سکتا ہے، یہ حقیقت میں ایک بہت بڑا اظہار حقیقت اور اسلام کا صحیح اور صریح تعارف تھا، جس کی سخت ضرورت تھی اور عرصہ سے یہ حقیقت یہاں کے غیر مسلم باشندوں بلکہ تعلیم یافتہ طبقہ کے سامنے بھی نہیں آئی تھی اور کسی راہ

www.abulhasanalinadwi.org

سے یہ حقیقت یہاں کے باشندوں کے سامنے اتنی وضاحت اور جاذب نظر و توجہ طریقہ پر پیش کرنی بھی مشکل تھی، لکھنؤ کے مشہور و مستند شیعہ مجتہد اور فاضل و قائد مولانا کلب صادق صاحب نے جنہوں نے اس قضیہ میں راقم کی کھل کر تائید کی اپنے بیان میں کہا کہ اثنا عشری طبقہ (شیعہ) اپنے محترم و محبوب ترین امام نواسہ رسولؐ حضرت حسینؓ کے سامنے بھی سر جھکانے اور ان کو سجدہ کرنے کا قائل اور روادار نہیں۔

ابھی ذہنی انتشار کی یہ غیر جارحانہ فضاء قائم تھی کہ اچانک ایک آسمانی بجلی کے گرنے کی طرح راقم کے وطن رائے بریلی کے بیرونی محلہ دائرہ حضرت شاہ علم اللہؒ میں جو شہر میں بڑی تکیہ کے نام سے مشہور ہے (عام طور پر اس کو تکیہ کلاں کہا جاتا ہے اور تقریباً تین سو برس سے وہ دینی و روحانی پیشواؤں کا وطن اور اصلاحی تحریکات کا مرکز چلا آرہا ہے، یہیں تیرہویں صدی ہجری کے شہرۂ آفاق دینی و روحانی قائد و مصلح اور مجاہد حضرت سید احمد شہید (۱۲۰۱-۱۲۴۶ھ) پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنی ہندگیر اصلاحی و دعوتی تحریک شروع کی، ۱۲۴۶ھ میں بالاکوٹ (صوبہ سرحد) میں جام شہادت نوش کیا، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سیرت سید احمد شہیدؒ از مصنف و سید احمد شہید از چودھری غلام رسول مہر۔ "مدیر انقلاب" لاہور۔) راقم کے لکھنے پڑھنے کی جگہ اور مہمان خانہ میں جو بنگلہ کے نام سے مشہور ہے ۲۲/۲۳/ نومبر کی درمیانی شب میں ۲ بجے رات کو اچانک چھاپہ پڑا۔

---

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اسی ۲۲/۲۳/ نومبر ۱۹۹۴ء کی درمیانی شب میں چھاپہ پڑا تھا پولیس کا ایک دستہ کسی کشمیری طالب علم کی تلاش کے لئے اندر داخل بھی ہوا اس نے گولی بھی چلائی جس سے ایک دو طالب علم زخمی بھی ہوئے، تاریخوں کا یہ توارد بھی عجیب ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اچانک ایک موٹر بنگلہ کے سامنے آکر رکی اس سے کچھ لوگ اترے اور اچانک انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، عمارت کے اندر بحیثیت ایک محافظ عبدالرحمٰن نامی ایک نوجوان سو رہے تھے، راقم لکھنؤ میں تھا اور عزیزوں اور مہمانوں میں سے کوئی بھی اس عمارت کے اندر نہیں تھا، دروازہ کھلنے پر دو تین آدمی اندر داخل ہوئے اور انہوں نے پوری عمارت کی تلاشی لی، الماریاں بھی کھلوائیں جن میں صرف کتابیں تھیں، ان کو کوئی قابلِ اعتراض یا خلاف قانون چیز نہیں ملی، وہ بالا خانہ کے اوپر بھی گئے جو بالکل خالی تھا، وہ انگریزی میں یہ کہتے ہوئے نکلے (Nothing-Nothing) کچھ نہیں، کچھ نہیں اور (Useless) بھی کہا بے فائدہ، بے فائدہ۔

راقم کو اور اہلِ تعلق کو صبح ایک عزیز کے ٹیلی فون سے اس واقعہ کی اطلاع ملی جو نہ صرف راقم اور اس کے اہلِ قرابت اور اہلِ تعلق کے دل پر بجلی کی طرح گری بلکہ جب اس واقعہ کی خبر اخبارات میں چھپی اور اس کی عام اطلاع ہوئی تو نہ صرف ہندوستان بلکہ قریب کے ممالک عربیہ اور اسلامیہ بالخصوص سعودی عرب اور خلیج کے علاقہ پر ایک ''صاعقہ'' بن کر گری، ہندوستان سے اور خصوصیت کے ساتھ سعودی عرب سے ایک سیلاب کی طرح ٹیلی فون آنے شروع ہوئے جس کی اس سے پہلے کبھی کوئی مثال نہیں دیکھی تھی، اسی کے ساتھ فیکس اور خطوط کا بھی ایک تانتا بندھ گیا اور یہ ایک ایسا سلسلہ تھا کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہمان خانہ میں جہاں راقم کا قیام رہتا ہے علمی و تحریری کاموں میں مشغول رہنا مشکل ہو گیا، ہر چند منٹ کے بعد ٹیلی فون کا رسیور ہاتھ میں لینا پڑتا تھا اور بات کرنی ہوتی تھی، ممالک عربیہ میں جہاں خاص طور سے راقم کا تعارف محض ایک مصنف، عربی کے ایک اہلِ قلم اور

www.abulhasanalinadwi.org

مفکر اور دین کے ایک داعی کی حیثیت سے ہے اس حادثہ کو بڑے تعجب کی نگاہ سے دیکھا گیا اور ہندوستان کی جمہوری اور نا مذہبی حکومت کے بارے میں بڑا استعجاب اور تحیّر پیدا ہوا وہاں کے اخبارات میں بھی یہ خبر شائع ہوئی۔

جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے یہاں بجلی کی طرح یہ خبر کانوں اور دماغوں اور دلوں پر پڑی اور ٹیلی فون اور خطوط کے علاوہ لوگ اپنے اپنے مقامات سے سفر کر کے آنے لگے خود کانگریس اور سیاسی جماعتوں کے رہنماء اور ذمہ دار لکھنؤ ملنے آئے اور انہوں نے اس حادثہ پر تعجب و تاسف کا اظہار کیا ان آنے والوں کی مکمل فہرست دینی مشکل ہے چند ممتاز لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔

راج ناتھ سنگھ ریاستی صدر بی جے پی و جنرل سکریٹری اتر پردیش بی جے پی، جعفر شریف صاحب سنٹر لیڈر کانگریس و سابق وزیر ریلوے ہندوستان، سلمان خورشید صاحب صدر کانگریس اُتر پردیش آر۔کے۔ چودھری لیڈر بہوجن سماج پارٹی، ظفر علی نقوی صاحب ممبر اقلیتی کمیشن، ایم۔اے۔ احمدی صاحب سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ رام نریش یادو، سابق وزیر اعلیٰ یوپی، کلیم الدین شمس صاحب اسپیکر بنگال رام نریش اگروال وزیر توانائی، پرمود تیواری، عمار رضوی صاحب سابق وزیر تعلیم یوپی، سید حامد صاحب (سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کانگریسی لیڈر اور متعدد وزرائے یوپی۔

ان ہمدردی کرنے والوں اور اپنے تاثر و تاسف کا اظہار کرنے والوں میں سونیا گاندھی صدر کانگریس کے تاثر اور اظہار تاسف کو خاص اہمیت حاصل ہے جنہوں نے جناب نرائن دت تیواری جی کو جو یوپی کے کئی

www.abulhasanalinadwi.org

بار وزیر اعلیٰ رہے اپنے خط کے ساتھ راقم کے پاس لکھنؤ بھیجا اور وہ بڑے احترام و تاثر کے ساتھ ملے یہاں ایک تاریخی یادگار اور شرافت نفس و خاندان کے نمونہ کے طور پر اس خط کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

اکھل بھارتیہ کانگریس کمیٹی، سونیا گاندھی صدر

۲۴۔ اکبر روڈ، نئی دہلی، ۲۷ر نومبر ۱۹۹۸ء

عزّت مآب محترم علی میاں صاحب!

مجھے یہ جان کر حیرت اور دکھ ہوا کہ آپ کی رائے بریلی کی رہائش گاہ پر کئی نا معلوم لوگوں نے بغیر اجازت زبردستی گھس کر تلاشی کی جیسی غیر قانونی حرکت کی اور اس طرح خلاف معمول کام کیا۔

مجھے تکلیف ہے کہ آپ جیسے دنیا بھر میں مانے جانے والے عالم کو بھی آج کے حالات میں اس طرح پریشان کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ خبروں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس غیر قانونی کارروائی میں کسی سرکاری عملہ کا ہاتھ ہے۔

اس ضمن میں میں اپنے سینئر معاون جناب نارائن دت تیواری کو خاص طور پر آپ کے پاس بھیج رہی ہوں کہ وہ میری طرف سے آپ سے خود مل کر حالات کا جائزہ لیں اور ہمیں مطلع کریں۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہمارا خاندان شروع سے ہی کس عزت کی نگاہ سے آپ کی شخصیت کا احترام کرتا رہا ہے اور وہ اس سلسلہ کو قائم رکھے ہوئے ہے آپ کی صحت اور سارے سماج کے لئے آپ کی طویل عمر کی دعائیں مانگتی ہوں۔

سونیا گاندھی

www.abulhasanalinadwi.org

جہاں تک عمومی ناپسندیدگی اور احتجاج کا تعلق ہے، پہلی مرتبہ رائے بریلی شہر میں ایسی مکمل ہڑتال ہوئی جس کی نظیر ماضی کی تاریخ میں دور تک نظر نہیں آتی، ہندو اور مسلمانوں کی سو فیصدی دوکانیں بند رہیں یہاں تک کہ کوئی پان کی دوکان بھی کھلی نہیں رہی، اس عمومی ہڑتال کو کامیاب بنانے میں اکھلیش سنگھ جی کا بھی بڑا حصہ ہے، جن کا شہر کے مختلف طبقوں سے تعلق ہے، ہندوؤں کی دوکانیں بند ہونے میں ان کی کوششوں کا خاص حصہ ہے، وہ لکھنؤ آکر راقم سے ملے بھی اور اس واقعہ پر بڑے افسوس اور استعجاب کا اظہار کیا۔

لکھنؤ میں محدود پیمانہ پر ہڑتال ہوئی اور شہر کے بعض علاقوں میں نمایاں طریقہ پر ہڑتال ہوئی۔

یوپی حکومت نے اس واقعہ پر جس میں بڑے پیمانے پر احتجاج و استعجاب سامنے آیا ایک کمیٹی تشکیل کرنے کا اعلان کیا جو دس دن میں اس کی تحقیق کرے گی اور حکومت کو رپورٹ پیش کرے گی، ان سطور کی تحریر کے وقت تک اس کا نتیجہ سامنے نہیں آیا اور نہ حکومت کی طرف سے تلافی کا کوئی اقدام ہوا۔

## آرڈر کی منسوخی اور وزیر تعلیم کی برطرفی

''وندے ماترم اور سرسوتی وندنا کے خلاف احتجاج کے نتیجہ میں جس میں مسلمانوں کے سارے حلقے شریک ہوئے اور مولانا مدظلہ کے بیان کی ہر حلقہ سے تائید ہوئی، وزیر اعظم اٹل بہاری واجپئی اور وزیر داخلہ لال کرشن اڈوانی نے بیان دیا کہ یہ سب کے لیے لازمی نہیں ہے، وزیر داخلہ

www.abulhasanalinadwi.org

نے یہ بھی کہا کہ وہ یوپی کی حکومت سے رابطہ قائم کررہے ہیں، بعد میں ان لیڈروں نے بیان دیا کہ ایسا کوئی آرڈر نہیں دیا گیا ہے، یوپی کے وزیراعلیٰ کلیان سنگھ بھی یہی کہتے رہے کہ ایسا آرڈر نہیں دیا گیا۔

بعد میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ وزیر برائے پرائمری تعلیم رویندر شکلا نے ایسا آرڈر بھیجا ہے، بعض ممبران پارلیمنٹ نے اس کی کاپی بھی دکھائی جس سے وزیراعظم اور وزیر داخلہ اور یوپی کے وزیراعلیٰ کلیان سنگھ پر غلط بیانی کا الزام عائد ہوتا تھا۔

آخرکار حکومت نے تسلیم کرلیا کہ ایسا آرڈر وزیر تعلیم نے بھیجا ہے جس کو کلپ یوجنا کا نام دیا گیا ہے۔

"۳ ردسمبر ۱۹۹۸ء کو حکومت یوپی نے اس آرڈر کو جس کا وہ انکار کرتی رہی ہے کینسل کرنے کے آرڈرس جاری کیے۔"

ہندوستان ٹائمس کے مطابق حکومت یوپی نے کلپ یوجنا (جس میں وندے ماترم اور سرسوتی وندنا کے احکام تھے) سے متعلق سارے احکامات منسوخ کردیے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حکومت نے اس قسم کے احکامات جاری کیے تھے، سرکاری حلقوں نے یہ وضاحت کی کہ یہ احکام صحیح سطح سے جاری نہیں کیے گئے تھے، ان حلقوں نے کہا کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت کی پالیسی کی پابندی کرے گی۔

اخبار نے مزید لکھا کہ وزیراعظم نے اس سلسلہ میں وضاحت طلب کی تھی۔ کلیان سنگھ نے وزیر تعلیم سے وضاحت طلب کی، انہوں نے جواب دیا کہ اس موضوع پر اسمبلی میں بحث ہوچکی ہے اور وہ آرڈر جو انہوں نے جاری کیا تھا دکھایا کہ وزیر توانائی رام نریش اگروال نے جولوک تانترک

www.abulhasanalinadwi.org

کانگریس کے صدر ہیں اور حضرت مولانا سے کئی بار مل کر اس پروگرام سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کر چکے ہیں، کابینہ میں سوال اُٹھایا کہ کابینہ کی منظوری کے بغیر یہ آرڈر کیسے جاری کیا گیا، کابینہ میں کافی بحث مباحثہ کے بعد یہ آرڈر منسوخ کر دینے کا فیصلہ کیا گیا۔[1]

دوسرے دن وزیر اعلیٰ نے غلط بیانی کے الزام میں وزیر برائے پرائمری تعلیم رویندر شکلا کو ان کے عہدہ سے برطرف کر دیا، اس کے ساتھ ساتھ اس وزارت کے سکریٹری آر. ایس. دویدی کا بھی ٹرانسفر کر دیا۔

وزیر موصوف پر حکومت کے ایک پریس نشریہ میں الزام لگایا گیا کہ انہوں نے کابینہ کی منظوری کے بغیر یہ احکام جاری کیے اور وزیر اعلیٰ کو اس سلسلہ میں غلط اطلاعات دیں، جس کی وجہ سے پورے ملک میں سنسنی پھیل گئی۔[2] (کاروانِ زندگی حصہ ہفتم ص ۲۱۴۔۲۰۴)

---

۱۔ ہندوستان ٹائمس ۴ر دسمبر ۱۹۹۸ء

۲۔ ٹائمس آف انڈیا ۵ر دسمبر ۱۹۹۸ء

www.abulhasanalinadwi.org

# مسلمان کی دولت کی قیمت وافادیت

''کسی ملت کی انتہائی بدقسمتی ہے اور اس کی قسمت پر مہر لگی ہوئی ہے جس کی حفاظت و بقاء کی کوئی تحریک محض اس وجہ سے ناکام رہے یا سست رفتاری کے ساتھ چلے کہ ضروری مالی وسائل اس کو فراہم نہیں یا اس کے کارکنوں میں جوشِ عمل اور ولولہ کارنہیں، وہ شخص جس کا خدا اور رسول ﷺ پر ایمان ہے وہ یقین کرتا ہے کہ مسلمان کی دولت کی قیمت وافادیت یہی ہے کہ وہ اسلام کے کام آئے نہیں تو وہ قارون کا خزانہ اور دنیا میں رسوائی اور آخرت میں مواخذہ کا سامان ہے''۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس (بستی)

منعقدہ

۳۰ / ۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء

از

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

# سنگِ میل

"پہلی کانفرنس کی صدارت کے لئے قرعہ فال میرے نام نکلا، کونسل کی صدارت کے لئے بھی میرا ہی انتخاب ہوا۔ میں نے عجلت میں سہارنپور اور ہردوئی کے درمیان ٹرین ہی پر خطبہ لکھا جو چھپ گیا۔

یہ کانفرنس اور خطبہ (۳۰/۳۱/دسمبر ۱۹۵۹ء) ایک طرح سے اس سفر اور سمت میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور ہندوستانی مسلمانوں کے ملی تشخص اور ان کے بنیادی مسائل کی تاریخ لکھنے والا اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

تقسیم ہند کے بعد مشکل سے دو ایک تحریکیں ہوں گی جو دینی تعلیمی کونسل کی تحریک کی طرح بنیادی اور وقت کے اہم ترین مسئلہ پر شروع کی گئی ہوں گی۔"

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات!

ایک سپاہی و رضا کار کے لئے اگر ایسے اعزاز و منصب کے قبول کرنے کے لئے جو آپ اپنے اس رفیق کو عطا فرمار ہے ہیں' کوئی جواز ہو سکتا ہے تو صرف یہ کہ اس کو اس کے ذریعہ اپنی آواز کے زیادہ وقیع اور اپنی دعوت کے زیادہ وسیع بننے کی توقع ہو' یہ توقع بعض اوقات بعض جسارتوں کو نہ صرف جائز بلکہ ضروری قرار دیتی ہے' اس توقع پر اسلامی معاشرہ کا ایک معمولی فرد خانہ خدا کی سب سے اونچی چوٹی پر چڑھ کر اذان دینے کی جرأت کرتا ہے۔ امید ہے کہ آپ کا حسنِ التفات اور میری مخلصانہ گذارشات اس جسارت کے لئے جو میری زندگی کا ایک اتفاقی واقعہ ہے' وجہ جواز بن جائے گی۔

امید ہست کہ بیگانگیٔ عرفیؔ را
بدوستیٔ سخنہائے آشنا بخشند

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات! آپ معاف فرمائیں، مجھے کہانی ذرا دور سے شروع کرنی ہوگی۔ ہندوستان میں انگریزی حکومت کے خلاف جدوجہد کرنے کا سب سے بڑا محرک اور سب سے طاقتور اور گہرا جذبہ یہ تھا کہ اس غیر ملکی اقتدار کی موجودگی میں وہ فضاء اور ماحول میسر نہیں، جس میں ہندوستانی اپنے اپنے عقیدہ، اپنے اپنے جذبات وروایات اور اپنی قومی خصوصیات کے ساتھ نشو ونما اور ترقی حاصل کرسکیں اور ان کی آئندہ نسلیں اپنے عقیدہ، مسلکِ زندگی اور قومی مزاج کی حامل ہوں اور ان کی نہ صرف معاشی و مادی بلکہ روحانی اخلاقی اور ذہنی امنگیں پوری ہوسکیں، جو زندگی کی حقیقی لذت اور آزادی کا صحیح انعام ہیں، انگریزی حکومت نے اگرچہ براہِ راست اس ملک کی آبادی کے عقیدہ اور تہذیب ومعاشرت میں مداخلت نہیں کی تھی، اس کا نصابِ تعلیم بھی غیر دینی اور سیکولر تھا، جس میں کسی قوم کی تہذیب، کسی دور کے فلسفے اور کسی مذہب کی الٰہیات کی تعلیم نہ تھی اور مسیحیت کی مقدس شخصیتوں کو اس میں اجاگر نہیں کیا گیا تھا، اس دورِ حکومت میں آبادی کے ہر عنصر کو مذہبی آزادی حاصل تھی اور اس کا پرسنل لا بھی محفوظ تھا، ایک بے لاگ مؤرخ کی حیثیت سے ہم کو ان حقائق کا اعتراف کرنا چاہئے، لیکن ان تمام ظاہری انتظامات وتحفظات کے باوجود غیر ملکی حکومت اس ماحول اور فضاء کے پیدا کرنے سے نہ صرف قاصر بلکہ اس میں حارج تھی جو ایک قوم یا آبادی کے مختلف عناصر کے آزادانہ نشوونما وترقی کے لئے ضروری ہے، ایک غیر ملکی حکومت میں دراصل ان اُمنگوں کی تکمیل ناممکن ہے، جن کے سہارے قومیں زندہ رہتی ہیں، جن کی خاطر وہ جدوجہد کرتی ہیں اور جن کی راہ میں ان کو ہر مشکل آسان، ہر تلخ شیریں اور ہر زیاں نفع معلوم ہوتا ہے، اس کی

www.abulhasanalinadwi.org

موجودگی میں اس مسلکِ زندگی پر قائم رہنا مشکل ہے جو ایک صاحبِ شعور و صاحبِ مقصد قوم کو زندگی سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔

یہ تھا وہ احساس جس نے انگریزی حکومت سے گلوخلاصی حاصل کرنے اور ملک کو آزاد کرنے پر اُبھارا۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کی جدوجہد کا محرک یہی جذبہ اور یہی توقع تھی اور کسی جدوجہد میں ان کے لئے جب ہی کشش اور معنویت پیدا ہو سکتی ہے جب ان کو اس کے نتیجہ میں اپنے عقیدہ اور مسلکِ زندگی کی آزادی، اپنی اخلاقی قدروں کا تحفظ اور اپنی ذہنی و روحانی امنگوں کی تکمیل کا سامان نظر آئے۔ اس کے بغیر ایک خالص اسلامی آبادی کے ملک کی آزادی اور کسی مسلمان سلطنت کا قیام بھی ایک لفظ بے معنی اور ایک سعی لاحاصل ہے۔

جنگ آزادی کے رہنماؤں نے اس حقیقت کا بار بار اعلان کیا اور اطمینان دلایا تھا اور آزادی کے حصول کے بعد ہندوستان کے آزاد دستور نے اس کا پورا تحفظ کیا، ہندوستان نے اپنے لئے "غیر دینی" طرزِ حکومت انتخاب کر کے اس فیصلہ پر مہر لگادی اور اعلان کر دیا کہ اس ملک کے نظامِ حکومت میں کسی قسم کی مذہبی جارحیت یا کسی قسم کا لسانی و ثقافتی سامراج نہیں ہوگا۔ یہاں ملک کے مختلف عناصر کو اپنے اپنے عقیدہ و مسلک کی نہ صرف آزادی حاصل ہوگی بلکہ اس کے مطابق اس کو نشو و نما حاصل کرنے اور اپنی آئندہ نسلوں کو تربیت دینے کے آزادانہ مواقع بھی حاصل ہوں گے، یہاں کوئی ایسا ماحول قائم نہیں ہونے دیا جائے گا جس میں ملک کی آزادی کا کوئی عنصر یہ محسوس کرے کہ وہ کسی دوسرے عنصر کے زیرِ اقتدار ہے اور جس سے اس کو اپنی ذلت و غلامی کا احساس ہو اور وہ یہ سمجھے کہ وہ اس ملک کے نظم و نسق

www.abulhasanalinadwi.org

میں برابر کا شریک نہیں۔ یہاں کوئی ایسا نظامِ تعلیم نافذ نہیں ہوگا جس سے کسی فرقہ یا جماعت کے عقائد و جذبات کو ٹھیس لگتی ہو' اس کی فکری اور اعتقادی بنیادیں متزلزل ہوتی ہوں اور اس کے بنیادی معتقدات و مسلمات سے تصادم ہوتا ہو' یہاں آبادی کے کسی ایک عنصر (خواہ وہ کتنا بڑا اور اہم عنصر ہو) کے مقدسات و اعتقادات اور فلسفہ کو معیار بنا کر دوسرے عناصر پر مسلط نہیں کیا جائے گا' یہاں حکومت کی سطح اور پیمانہ پر کوئی ایسا علمی کام یا ادارہ کا قیام نہیں ہوگا جس سے صرف ایک عنصر کی قومی خودداری کو غذا ملتی ہو اور دوسرے عناصر اس سے یہ محسوس کریں کہ انہوں نے اس ملک کی تعمیر و ترقی میں کوئی حصہ نہیں لیا اور ان کا اس ملک میں کوئی کارنامہ نہیں ہے اور اس سے ان کو اپنے ماضی سے نفرت اور مستقبل سے مایوسی ہو اور وہ احساسِ کمتری کا شکار ہوں' جو ملک کی متوازن ترقی کے لئے سخت مضرت رساں ہے۔ غرض یہ کہ حکومت اپنے رویہ اور مسلک اور اپنے وسائل و ذرائع' اپنی اعانت و سرپرستی' اپنے نظامِ تعلیم اور اپنے پورے اثرات سے کام لے کر ایسا ماحول قائم کرنے کی کوشش کرے گی جس میں آبادی کا ہر حصہ اور ملک کا ہر فرقہ پوری خوش دلی' گرمجوشی' اعتماد و عزتِ نفس' قلبی اطمینان' دماغی سکون اور روحانی قوت کے ساتھ اس ملک کی تعمیر و ترقی میں حصہ لے سکے اور اس کو آزادی و خود اختیاری کی ایسی فضاء حاصل ہو جس میں وہ ہر قسم کی اندرونی کشمکش سے آزاد ہو کر اس ملک کو چار چاند لگائے۔ غیر مذہبی یا سیکولر حکومت کا لفظ اگر دیانت داری و خلوص اور ارادہ و شعور کے ساتھ بولا جاتا ہے' تو وہ اپنے ساتھ یہ سارے لوازم و شرائط رکھتا ہے اور اس سے یہ خوشگوار نتائج نکلنے ضروری ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن ۱۹۴۷ء کے بعد اس ملک کے مسلمانوں کو ایک ایسی صورت حال سے سابقہ پڑا جس کی قطعاً توقع نہ تھی اور جو اس ملک کے حالات اور دستور سے ذرا بھی مطابقت نہیں رکھتی۔ یہاں بعض ریاستوں میں ایک ایسا نصابِ تعلیم جاری کیا گیا جس میں کھلے طریقے پر ایسے مذہبی تصورات و روایات کی نمائندگی ہے جس سے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی مذہبی حس مجروح ہوتی ہے بلکہ وہ ان کے بنیادی اعتقادات و مسلمات سے متصادم ہے۔ اس فلسفہ و مذہبی تصورات و روایات کو ہم ہندو علم الاصنام یا ہندو میتھالوجی کے علاوہ کسی لفظ سے صحیح طور پر تعبیر نہیں کر سکتے۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کی پوری زندگی اور ان کا پورا نظامِ فکر عقیدۂ توحید پر قائم ہے۔ خدا کی ذات و صفات کا وہ تصور جو پیغمبروں نے پیش کیا' کائنات و مخلوقات کے متعلق وہ عقیدہ جو ان کو خدا کا مخلوق و مملوک اور اس کائنات کے نظم و نسق میں بے اختیار اور غیر مؤثر بتاتا ہے' خدا کی تنزیہ و تقدیس' اس کا بے چون و بے چگوں ہونا' ہر قسم کے حلول و اتحاد سے پاک ہونا' پیغمبروں کا خاص تصور' ان کی بندگی و بشریت کا عقیدہ' مخلوق کا خالق سے جدا ہونا' غرض ساری اسلامی دینیات اور نظامِ عقائد اس سے نہ صرف مختلف' بلکہ متصادم ہے' جو ہماری ہندی اُردو نصاب کی کتابوں میں مختلف کہانیوں' مذہبی شخصیتوں کے تعارف اور اخلاقی اسباق میں پیش کیا جاتا ہے۔

حضرات!

آپ کے علم و معلومات پر کسی قسم کی بے اعتمادی کے بغیر میں ضروری سمجھتا ہوں' کہ کم سے کم اس نصاب کے کسی ایک جز اور مرحلہ کی چند جھلکیاں پیش کردوں جس سے آپ میں وہ حضرات جو محکمہ تعلیم اور اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

نصاب ونظام سے قریبی اور عملی تعلق نہیں رکھتے اندازہ کرسکیں کہ اچانک اس ملک کے مسلمان اور آبادی کے دوسرے عناصر جو اپنا خاص عقیدہ ومسلک رکھتے ہیں کیسی نازک صورت حال سے دوچار ہوگئے ہیں۔

ہم اس نمونہ کے لئے بیسک ریڈروں کو انتخاب کرتے ہیں جن میں قدرتی طور پر بنیادی باتیں عام انسانیت یا نیچرل سائنس کے متعلق ہونی چاہئیں۔ اس لئے کہ ان کے ذریعہ سے کمسن بچہ کا علمی وشعوری طور پر اپنی گردوپیش کی دنیا سے پہلا تعارف ہوتا ہے مگر کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بالکل لحاظ نہیں کیا گیا' ان کے مضامین سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مخصوص مذہب کے عقائد کی تعلیم دی جارہی ہے۔

بیسک ریڈر حصہ ۲ پہلے دُعا سے شروع ہوتی ہے' کتاب کے دوسرے سبق کا عنوان ہے "سعادت مندلڑکا گنیش" اس میں گنیش جی کی تصویر بنی ہوئی ہے، اس سبق میں گنیش جی کو ایک تاریخی انسان کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک دیوتا کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے' سبق اس طرح شروع ہوتا ہے:۔

"ہندوستان کی پرانی کہانیوں میں ایک کہانی بہت دلچسپ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پرانے زمانے میں دیوتاؤں کی ایک مجلس میں یہ سوال ہوا کہ اچھے کاموں میں کس دیوتا کی سب سے پہلے پرستش ہونی چاہئے' سب دیوتا اپنی اپنی پرستش پہلے چاہتے تھے' اس لئے آپس میں کوئی فیصلہ نہ ہوسکا' برہما سب سے بڑے دیوتا تھے' اس لئے سب دیوتا ان کی بات مانتے تھے' برہما نے سب دیوتاؤں کی بات سن کر کہا:۔ جو دیوتا زمین کا چکر سب سے پہلے لگا آئے گا

www.abulhasanalinadwi.org

اسی کی پرستش سب سے پہلے ہوا کرے گی۔ پھر کیا تھا سب دیوتا
اپنی اپنی سواریاں لے کر تیزی سے دوڑے اندر اپنے اراوت
ہاتھی پر، سورج اپنے رتھ پر اور کمار اپنے مور پر۔''

اس عبارت سے اندازہ ہو جائے گا کہ بیسک تعلیم دی جارہی ہے یا پوجا سکھائی جارہی ہے، سبق کے آخر میں بچوں کے لیے سوالات ہیں، اس میں پہلا سوال یہ ہے :۔ ''گنیش جی کی پرستش سب سے پہلے کیوں ہوتی ہے؟۔''

کتاب کا چوتھا سبق ہے:۔ ''پرمود گاؤں میں۔'' اس سبق کا آخری پیراگراف یہ ہے:۔

''پرمود کے ساتھی اسے گاؤں کے ان مقامات پر بھی لے گئے جہاں گاؤں کے رہنے والے صبح وشام پوجا کرتے، بھجن گاتے اور کیرتن کرتے تھے۔ پرمود نے دیکھا کہ گاؤں کے چاروں طرف چار مندر ہیں۔ ایک میں شیو جی کی مورت ہے اور دوسرے میں سیتا رام کی، تیسرے میں رادھا کرشن کی مورت ہے اور چوتھے میں ہنومان جی کی۔ اس گاؤں میں ایک مسجد بھی دیکھی (اس مسجد میں کیا ہوتا تھا، اس کا کوئی تذکرہ نہیں) پرمود عبادت کی ان جگہوں پر جاتا اور وہاں اچھی اچھی باتیں سن کر بہت خوش ہوتا۔ مندر کا پجاری اسے تبرک دیتا اور وہ تبرک پا کر خوش خوش گھر لوٹ آتا۔''

اس کے بعد پرہلاد، بہادر ابھیمنیو، دھرو وغیرہ کے قصے، مہابھارت اور رامائن کی کہانی ہے۔ پرہلاد اور دھرو کے تاریخی واقعات نہیں ہیں بلکہ

www.abulhasanalinadwi.org

ہندو میتھالوجی درج ہے۔

اسی طرح بیسک ریڈر حصہ ۴ کا پانچواں سبق ملاحظہ ہو۔ اس کا عنوان ہے:۔ ''بھارت کے تین سنت'' اس کے صفحہ ۱۸ اور ۱۹ پر ہے:۔

''ایسے ہی سنت مہاپربھو چتنیہ دیو بھی تھے' ان کی پیدائش بنگال میں ندیا نامی گاؤں میں ہوئی تھی' وہ سری کرشن کے بڑے بھگت تھے' ان کے کیرتن اور نصیحتوں میں بڑی دلکشی تھی' ایک دن جب چتنیہ دیو نصیحت کر رہے تھے' دو آدمیوں نے انہیں گھڑے کے ٹکڑوں سے مارا' ان کا سر پھٹ گیا اور خون کی دھار بہنے لگی' لیکن انہیں غصہ نہیں آیا' وہ پیار کے ساتھ آگے بڑھے اور ان دونوں کو گلے سے لگا کر کہا:۔ تم لوگ تو سب سے زیادہ رحم اور نصیحت کے مستحق ہو' کیونکہ دوسروں کی نسبت تم لوگوں کو اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ چتنیہ دیو کا پریم دیکھ کر یہ دونوں جو مسلمان تھے ان کے قدموں پر گر پڑے اور ان کے چیلے ہو گئے۔''

اس ''معصوم'' کہانی میں ایک مسلمان کا جو کردار دکھایا گیا ہے' ظاہر ہے کہ وہ بچوں کے ذہن میں ان کا کیا تخیل پیدا کرے گا اور باہمی اُلفت و اعتماد کا باعث ہوگا یا نفرت و خوف کا اسی کتاب میں مہارانا پرتاپ کا تذکرہ و تعارف جس انداز سے کرایا گیا ہے' اس سے نہ صرف ان کی عظمت اور حب الوطنی' بلکہ مغلوں کی حقارت' ان کی بزدلی اور ان کی ملک دشمنی ثابت ہوتی ہے۔

بیسک ریڈر حصہ ۵ کا دوسرا سبق جس کا عنوان ''گنگا'' ہے' پہلے پیراگراف میں ہے:۔

www.abulhasanalinadwi.org

''بھارت کے لوگ گنگا کو بہت مقدس مانتے ہیں' بیان کیا جاتا ہے کہ گنگا وشنو بھگوان کے پیروں سے نکل کر شیو جی کی جٹا میں اور پھر وہاں سے ہمالیہ پہاڑ پر آئی' برہما نے راجہ بھاگیرتھ کی عبادت سے خوش ہوکر ہر جاندار کی نجات کے لئے گنگا کو زمین پر بھیجا' یہ مانا جاتا ہے کہ گنگا لوگوں کے گناہوں کو دھو دیتی ہے۔''

ظاہر ہے کہ یہ خالص ہندو عقیدے کی تعلیم ہے' جس کو ایک ایسے نصابِ تعلیم میں جس کو مختلف مذاہب کے بچے پڑھنے پر مجبور ہیں' لکھنا ناروا اور نامناسب ہے۔

درجہ ۶ سے درجہ ۸ تک کتابوں کا ایک خاص سلسلہ جس کا نام ''ہمارے پورروج'' (ہمارے اسلاف) ہے پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں بھی ایک مخصوص مذہب کے نامور اشخاص کے حالات درج ہیں ان کتابوں میں کہیں بھی حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور دیگر اکابر اور مسلمان مشاہیر ہند کے قصے نہیں ہیں' جنہوں نے ہندوستان کی سرزمین میں انسانیت اور رُوحانیت کو بلند کیا' اکبر اور دارا شکوہ کو بھی اس انداز سے پیش کیا گیا ہے اور ان کے متعلق ایسی باتیں کہی گئی ہیں جن سے ایک غیر متعصب مورخ اور محقق کو اتفاق نہیں ہو سکتا۔

اس صورت حال کے دو قدرتی نتیجے ہیں' یا تو مسلمان بچہ ان سبقوں اور واقعات کو یقین کرتا ہوا پڑھے جس کی ایک کمسن بچے سے توقع ہے اور جو ایک نصابِ تعلیم کا فطری حق ہے اور استاد کی کامیابی کی شرط ہے۔ اس کا اس کے سوا کوئی نتیجہ نہیں کہ وہ اپنے معاشرہ سے منقطع اور اپنے مذہب سے منحرف ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ مسلمان اپنی آئندہ نسل کے اس ذہنی و دینی

www.abulhasanalinadwi.org

ارتداد کے لئے کسی قیمت پر تیار نہیں ہوسکتے، وہ اگر کسی معنی میں بھی مسلمان ہیں، تو جہالت و ناخواندگی کو ایسے علم پر اور فقر و افلاس کو ایسی معاشی ترقی پر ہزار بار ترجیح دیں گے، جس کے لئے یہ ارتداد ضروری ہو۔

دوسرا نتیجہ یہ ہوسکتا ہے کہ بچہ اپنے گھر کی تربیت، اپنے والدین کی تلقین، کسی خارجی تعلیم کے اثر یا اپنی فطرتِ سلیم سے ان تعلیمات و واقعات کو جو اس کو اس کے مدرسہ میں پڑھائے جاتے ہیں غلط، خلاف واقعہ اور مضحکہ انگیز سمجھے، تو یہ اگرچہ اس کے مذہب کی قوت اور اس کی فطرت کی سلامتی کی بڑی دلیل ہے۔ مگر ایک نظامِ تعلیم کی بڑی ناکامیابی ہے کہ وہ بچہ کے اندر یقین و اعتماد پیدا نہیں کرسکتا اور اس کو ذہنی کشمکش میں مبتلا کرتا ہے۔ کسی حکومت اور محکمۂ تعلیم کے لئے یہ جائز نہیں، کہ وہ مال اور وقت کو اس طرح ضائع کرے۔

ایک ایسی قوم جو کسی ملک میں کروڑوں کی تعداد میں ہے، جو مساویانہ طریقہ پر حکومت کے ٹیکس ادا کرتی ہے، جو اس ملک کی قوت و عزت کا ایک اہم عنصر ہے اور جس سے اس کے سیکولر ملک ہونے کی لاج قائم ہے، اس کا اخلاقی و فطری حق رکھتی ہے کہ اس صورت حال کے خلاف احتجاج کرے اور ملک میں رائے عامہ کو اس ناانصافی کے خلاف بیدار و منظم کرے، اس ملک کے ساتھ بہت بڑی وفاداری اور صحیح حب الوطنی یہ ہے کہ اس مصنوعی صورت حال کو جو بعض ریاستوں کی غلط اندیشی سے قائم ہوگئی ہے اور جو ملک میں ایک دماغی بے چینی اور ذہنی انتشار و کشمکش پیدا کررہی ہے، جلد تبدیل کیا جائے۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر سنجیدہ اور معقول طریقے پر یہ مطالبہ کیا جائے گا اور اس کو سیاسی اغراض کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا جائے گا تو ملک کے ہر محب وطن اور ہر معقولیت پسند انسان کو اس سے ہمدردی ہوگی اور جو مخلص و سنجیدہ جماعت اس

www.abulhasanalinadwi.org

کو لے کر کھڑی ہو گی؛ اس کو بلا تفریق مذہب و ملت پورے ملک کی اخلاقی تائید اور ہمدردی حاصل ہو گی۔

حضرات!

اس ملک کا ضمیر زندہ اور بیدار ہے؛ اس نے مختلف مواقع پر اپنی اخلاقی جرأت و معقولیت کا ثبوت دیا ہے لیکن ہمیں اس واقعہ کا اعتراف کرنا چاہیے کہ ہم ابھی تک معاملہ کی سنگینی ذہن نشیں نہیں کر سکے ہیں اور ہم نے رائے عامہ کو بیدار کرنے کے لئے (جو کسی ملک کی سب سے بڑی طاقت اور درحقیقت اقتدارِ اعلیٰ ہے) کوئی کام نہیں کیا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس ملک کے کسی حصہ میں آبادی کے کسی عنصر پر بلاوجہ دست درازی ہوتی ہو اور کوئی شریف آدمی اپنی عزت و ناموس کو وہاں محفوظ نہ پا سکے؛ تو کیا اس کا امکان ہے کہ عرصہ تک یہ صورت حال قائم رہے اور ملک کا ضمیر اس کے خلاف چیخ نہ اٹھے اور اس ملک کی رُوح اس کے خلاف صف آرا نہ ہو جائے۔ آپ کو بتانا چاہیے تھا کہ ایک مسلمان کے نقطۂ نظر سے زیر بحث مسئلہ اس سے زیادہ اہم اور معاملہ اس سے زیادہ سنگین ہے۔ مسلمان کے نزدیک اس کے عقائد اور اس کا مسلکِ زندگی؛ اس کے جسم و جان اور اس کی عزت و ناموس سے زیادہ بیش قیمت ہے۔ اگر آپ یہ ثابت اور واضح کر دیں گے کہ موجودہ نصاب تعلیم ان عقائد اور ان عزیز حقائق کی بنیادوں پر تیشہ چلاتا ہے؛ تو وہ سب آپ کی تائید کے لئے جمع ہو جائیں گے جو کسی قوم کے معابد و مقدسات اور اس کی عزت و ناموس پر حملہ برداشت نہیں کرتے اور یقین فرمائیے کہ ان شریف النفس اور نیک طینت انسانوں کی اس ملک میں بہت بڑی تعداد ہے اور وہی اس ملک کی قوت و عزت کا سرچشمہ ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اگر خدانخواستہ آپ کسی وجہ سے اس اخلاقی حس اور ضمیر کو حرکت میں نہ لا سکے تو پھر آپ کے لئے ایک راستہ یہ ہے کہ آپ اس ملک کی عدالتِ عالیہ کے انصاف کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔ ابھی تک واقعات نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس ملک کی عدالت مقامی حالات و تاثرات و قومی تعصبات سے آزاد ہے اور ایسی اخلاقی جرأت رکھتی ہے کہ ریاستوں اور با اثر جماعتوں کے خلاف بھی اس کو اپنا فیصلہ صادر کرنے میں تامل نہیں ہوتا۔ ہمیں اُمید ہے کہ اگر ہم اپنا مطالبہ قوت اور معقولیت کے ساتھ پیش کریں گے اور اس ملک کے دستور کے تحفظ کا مطالبہ کریں گے تو ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ اس کا عملی طریقہ کیا ہو؟ اس کو آپ کی مجلسِ عاملہ یا مجلسِ شوریٰ طے کر سکتی ہے۔

حضرات!

نصابِ تعلیم اور ملک کی ثقافت و ادبیات کا ایک اور پہلو ہے جسے ہم کو ایک دوسرے طریقے پر سوچنے کی ضرورت ہے۔ اس ملک میں مسلمانوں کی حکومت و تہذیب کا ایک دور گذرا ہے جو چھ سات سو برس کی طویل مدت ہے۔ یہ ہندوستان کی تہذیب و ترقی کا ایک شاندار دور ہے جس کو ہندوستان کی تاریخ سے خارج کرنا اس ملک کے ساتھ بڑی ناانصافی اور وطن دشمنی ہے۔ اس دور میں ملک کی ترقی و شادابی کے بہت سے ایسے کام ہوئے جن سے ہمارا ملک ابھی تک فائدہ اٹھا رہا ہے اور صدیوں تک فائدہ اٹھائے گا۔ اس زمانہ کے بہت سے نقش ایسے ہیں جو ہمارے ملک کی خوبصورتی اور ناموری کا باعث ہیں۔ اس دور میں سلاطین و وزراء کے حلقہ میں بھی اور شعراء و ادباء کی محفل میں بھی اور فقراء و صوفیاء کے دائرہ میں بھی

www.abulhasanalinadwi.org

ایسی ہستیاں پیدا ہوئیں جس پر ساری دنیا اور پوری انسانیت کے سامنے اس ملک کو فخر کرنے کا حق ہے اور جن سے ساری دنیا میں اس ملک کی عظمت قائم ہے، ہم ان کی سیرت و محاسن اخلاق پیش کر کے اور ان کے کارناموں اور حالات سے نئی نسل کی تعلیم و تربیت اس کی سیرت کی تشکیل اور اس کے کردار کی تعمیر میں بڑی مدد لے سکتے ہیں اور ہندوستان کی تاریخی عظمت کے دائرہ میں وسعت اور تنوع پیدا کر سکتے ہیں۔ دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ میں ان کی تاریخ ہماری عزت و ناموری کا باعث ہو سکتی ہے۔ یہ ہماری قابلِ فخر ملکیت ہے جس سے ہم کو کسی طرح دست بردار نہیں ہونا چاہئے۔ اس طویل انسانی تاریخ میں ہم کو کئی "تاج محل" اور "قطب مینار" ملتے ہیں، جو ہمارے ملک کی سربلندی اور زیب و زینت کا باعث ہیں اور جن کو دکھا کر ہم اپنے مدارس میں احساسِ جمال اور شوقِ کمال پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ ہمارے ملک کے خمیر سے تیار ہوئے اور ہمارے ہی ملک کا جزو بن کر رہے۔ علاء الدین خلجی کی بلند ہمتی اور آئین سازی، فیروز تغلق کی شرافتِ نفس اور نیک طینتی، شیر شاہ سوری کا بے نظیر پنج سالہ کارنامہ حکومت اورنگ زیب کی قوتِ ارادی اور قوتِ برداشت، محمود بیگڑہ کی انتظامی قابلیت اور رفاہِ عامہ کا ذوق، مظفر حلیم کی انصاف پسندی اور پاک بازی، عبدالرحیم خانخاناں اور عبدالعزیز آصف خاں کی جامعیت اور علمی و عملی کمالات کی رنگارنگی، محمود گاواں کی قابلیت اور اس کے عالمگیر تعلقات، حضرت محبوب الٰہیؒ خواجہ نظام الدین اولیاء کا فقر و استغناء امیر خسرو کی ذہانت اور شاعری، ٹیپو سلطان کی مردانگی اور جذبہ حریت، وہ کمالات ہیں جو ہندوستان کے لئے سرمایہ صد ہزار نازش و افتخار اور نوجوانوں میں عزم و ہمت اور ان کی ذہنی و اخلاقی صلاحیتوں کو بیدار کرنے

www.abulhasanalinadwi.org

کی عجیب و غریب طاقت رکھتے ہیں۔

اسی طرح ہندوستان کی سرزمین نے اپنے اس دور میں ایسے جلیل القدر فاضل، باکمال مصنف اور بلند پایہ محقق پیدا کیے جنہوں نے اس وقت کی پوری متمدن دنیا کے ذہن پر اپنی بلندی و انفرادیت کا نقش قائم کر دیا اور ساری علمی دنیا میں ہندوستان کا پایہ بلند کر دیا' آج بھی مشرق وسطیٰ اور ترکستان میں وہ تعارف کا ذریعہ اور یوروپ میں ہندوستان کی عظمت کا باعث ہیں۔ ان میں سے ایسے بھی ہیں' جنہوں نے بعض ایسی تصنیفات پیش کیں' جو اپنے موضوع پر اس وقت تک بے نظیر سمجھی جاتی ہیں اور جن سے عرب ممالک کے علماء و محققین بھی حیرت زدہ ہیں۔ دسویں صدی کے مشہور گجراتی عالم شیخ محمد طاہر پٹنی کی مجمع بحار الانوار گیارہویں صدی ہجری کے مشہور مصلح شیخ احمد فاروقی سرہندی کے خطوط کا مجموعہ ''مکتوبات'' بارھویں صدی کے شمالی ہندوستان کے ایک عالم شیخ محمد اعلیٰ تھانوی کی تصنیف ''کشاف اصطلاحات الفنون'' اور اسی صدی کے مشہور عالم اور پیشوا شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ''حجۃ اللہ البالغہ''۔ پھر تیرہویں صدی کے عربی کے ادیب سید مرتضیٰ بلگرامی کی ''تاج العروس'' وہ تصنیفات ہیں جن کو عرب و ایرانی اور ترکستانی فضلاء بھی بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ پھر دہلی کے ولی اللہی خانوادے اور لکھنؤ کے فرنگی محلی خاندان نے اپنی ذہانت و علمی قابلیت سے ایک زمانہ میں بنگال سے لے کر بخارا اور سمرقند اور شیراز و اصفہان تک اپنے درس علم کا سکہ چلایا ہے۔ ہم کس جرم میں اپنی انسانی عظمت' اپنی رُوحانی بلندی اور اپنی علمی پیشوائی کے اس درخشاں ورق کو ہندوستان کی قومی تاریخ سے خارج کرتے ہیں اور کس قصور میں اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

نوجوانوں کو ان کے کارناموں کی واقفیت سے محروم رکھتے ہیں۔ آج ہندوستان میں اس دور کو نظر انداز کرنے کا یا اس کو حقیر دکھانے کا عمومی رجحان پایا جاتا ہے۔ آج کہیں ہماری جدید تاریخوں میں اور ہمارے نصابِ تعلیم کی کتابوں میں اس کا شایانِ شان تذکرہ اور اس کی بلند و منفرد شخصیتوں کا تعارف نہیں ملتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری حب الوطنی ہمارے نیشنلزم میں ابھی بہت کمی اور خامی ہے۔ ہم سچے محبِ وطن اور ملک دوست اس وقت تک نہیں ہو سکتے، جب تک کہ اس ملک کی ساری اچھی حسین اور مفید چیزوں پر فخر کرنا اور ان کی حفاظت کرنا اور ان کو زندہ رکھنا اپنا فرض نہ سمجھیں ہندوستانی کنبہ کی ان شخصیتوں کو کیوں خارج کیا جائے، جن کا خمیر اس سرزمین سے اٹھا اور جنہوں نے اپنی ساری صلاحیتیں اس ملک کو زرخیز بنانے میں صرف کیں اور پھر اسی سرزمین میں آسودۂ خاک ہیں اور ہم جن کی ہمت و بصیرت سے اپنی زندگی کا چراغ جلا سکتے اور اس کی لو بڑھا سکتے ہیں اور دنیا کی بزمِ کمال میں اونچی جگہ پا سکتے ہیں محبِ وطن شاعر نے کہا تھا:

خارِ وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
حبِّ وطن از ملکِ سلیماں خوشتر

لیکن یہاں تو پھولوں کے ساتھ کانٹوں کا معاملہ کیا جارہا ہے، اپنے ہاتھوں سے اپنی تاریخ کے اوراق کو چاک کیا جارہا ہے یا ان پر سیاہی پھیری جارہی ہے اور اس طرح ہندوستان کی تاریخ میں ایک ایسا خلاء پیدا کیا جارہا ہے جو صدیوں کو محیط ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم ہندوستان کے اس دور کو نمایاں اور ان کارناموں کو اُجاگر کریں۔ ہم ہندوستان کی تاریخ کی ترتیب و تدوین میں حصہ لیں۔ ہم مطالبہ کریں کہ جدید تعلیم و نصابِ تعلیم میں عہدِ قدیم کی

www.abulhasanalinadwi.org

تاریخی شخصیتوں کے ساتھ ازمنۂ وسطیٰ کی ان تاریخی شخصیتوں کو بھی جگہ دی جائے جو ہندوستان کے لئے قابلِ فخر اور نوجوانوں کے لئے قابلِ تقلید ہیں اور جن سے ناواقفیت ایک بڑا نقص اور محرومی کی بات ہے۔

حضرات!

ہمارا ملک اس وقت ایک عبوری دور سے گذر رہا ہے جس میں جذبات عقل پر، فرقہ پرستی حب الوطنی پر، تنگ نظری وسیع النظری پر اور نسلی و لسانی تعصبات انسان دوستی پر غالب ہیں لیکن یہ دور زیادہ دن قائم نہیں رہے گا، اس لئے کہ اس میں قائم و باقی رہنے کی صلاحیت نہیں، سیاسی شعور کی بیداری دنیا کے حالات کی رفتار، علم کی اشاعت زمانہ کا امتداد خود بخود دماغوں کی اصلاح کرے گا اور ان میں وسعتِ نظر اور حقیقت پسندی پیدا کردے گا اور جذبات پر عقل، فرقہ پرستی پر حب الوطنی اور نسلی ولسانی تعصبات پر ملکی اتحاد، خلائق دوستی اور اقدارِ عالیہ کی محبت اور قدر غالب آجائے گی اور نہ صرف ایک ملک بلکہ پوری دنیا کے اچھے انسانوں اور اچھے کارناموں کو اپنی ملکیت و دولت سمجھا جائے گا اور ان پر فخر کرنا سیکھا جائے گا۔ اس وقت ہندوستان کی آبادی کے مختلف عناصر کے جذبات وروایات کا احترام اور ان کی امنگوں کی تکمیل کا سامان کیا جائے گا اور ایک ایسی فضاء پیدا ہوگی، جس میں یہ سب عناصر و جماعتیں زیادہ سے زیادہ خوش دلی اور گرم جوشی کے ساتھ اس ملک کی تعمیر وترقی میں حصہ لے سکیں گی اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار اور اپنے عقیدہ و مسلک کی طاقتوں کا اظہار کرسکیں گی۔

___

(اس دور کا آغاز کچھ دور نہیں ہے۔ خود ہمارے محکمہ تعلیم میں نصاب کے اس نقص کا احساس پیدا ہو چلا ہے اور اس کے ازالہ کی کوشش کا بھی آغاز ہو گیا ہے۔)

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن ہم اس وقت کے انتظار میں (جب حکومت کو اپنے فرض کا پورا احساس ہو جائے) نہیں رہ سکتے، قوموں کی زندگی میں چند برس کی مدت بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے، اس عرصہ میں ایک پوری نسل تیار ہو جاتی ہے۔ ہم کو اپنی جدوجہد جاری رکھنی چاہئے۔ یہ جدوجہد دو حصوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے، ایک حصہ جس کا تعلق حکومت سے ہے، یہ حصہ بھی ناگزیر ہے، ہم کو حکومت سے بہت واضح و پُرزور طریقے پر مطالبہ کرنا چاہئے کہ سرکاری نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم مکمل طور پر سیکولر ہو اور حکومت اس کے نفاذ میں پورے خلوص و جرأت سے کام لے۔ ہم کو اس پر بھی اعتراض نہیں کہ وہ انگریزوں کے دورِ حکومت کی طرح بالکل غیر جانب دار ہو اور خالص "دنیاوی" ہو جائے، جس میں کسی مخصوص مذہب یا تہذیب کی نمائندگی اور وکالت نہ ہو اور اگر حکومت مسلسل تجربوں سے اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ نصابی کتابوں میں اخلاقی و تاریخی عنصر ضروری ہے تو اس بارے میں وہ پوری فراخ دلی اور وسیع النظری سے کام لے اور دینی تعلیمات، اخلاقی اسباق اور تاریخی شخصیات میں کسی ایک فرقہ و تہذیب کی تعلیمات یا شخصیات پر اکتفا نہ کرے، بلکہ سب فرقوں کی نمائندگی کی کوشش کرے اور ہر فرقہ کی نمائندہ اور مؤثر و محبوب شخصیتوں کا انتخاب کرے اور ہندوستان کے کسی دور و تہذیب کو نظر انداز کئے بغیر پوری بے تعصبی اور فراخ دلی سے ہندوستان کی نمائندگی ہو۔ اس انتخاب اور نمائندگی میں اس فرقہ کے مستند اہلِ علم و اہلِ نظر کا اطمینان و اتفاق ضروری ہے اور اس بارے میں انہیں کے نقطۂ نظر کا لحاظ رکھنا پڑے گا۔ ہندوستان کے کثیر التعداد مذاہب اور گوناگوں تہذیبوں کے پیشِ نظر یہ کام نہایت نازک اور دشوار ہے اور یہ راہ بڑی خارزار ہے، اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

لئے بڑی وسیع نظر، بڑی صائب رائے اور بڑی وسعتِ قلب کی ضرورت ہے اور مجھے اس میں بہت شبہ ہے کہ واضعینِ نصاب بغیر کسی فرقہ کی شکایت یا آزردگی کے اپنا یہ کام انجام دے سکیں گے۔ اس لئے حکومت کے لئے آسان اور مامون راستہ یہ تھا کہ وہ اپنے دستوری اعلان کے مطابق اپنے نصاب و نظامِ تعلیم کو سیکولر رکھتی اور مختلف فرقوں کو اس کی گنجائش و سہولتیں دیتی کہ وہ اپنے بچوں کو ضروری مذہبی تعلیمات اور تاریخی معلومات سے آشنا کرنے کا انتظام کریں۔

نیز ایک ایسے ملک میں جو اپنے رقبہ میں بجائے ایک ملک کے ایک برِّ کوچک اور اپنی آبادی کے لحاظ سے دنیا کے آباد ترین ملکوں میں ہے۔ کسی حکومت کو اپنے انتظامات پر انحصار اور اصرار نہیں کرنا چاہئے۔ یہاں انگریزوں کے عہد سے پہلے نجی مکاتب اور مدارس کا ایک جال بچھا ہوا تھا، ان سے علم کی اشاعت اور ملک کو شائستہ و تعلیم یافتہ بنانے میں جو مدد ملی، اس کا انگریز مؤرخین نے بھی اعتراف کیا ہے۔ ہماری گذشتہ نسل جو شائستگی اور انسانیت میں شاید ہم سے بڑھی ہوئی ہے، انہیں مکاتب و مدارس کی فیض یافتہ ہے، انگریزوں نے بھی اپنے دورِ حکومت میں ان مکاتب و مدارس کو برقرار رکھا اور بعض اوقات ان کی ہمت افزائی کی۔ ہم کو حکومت سے مطالبہ کرنا چاہئے کہ وہ پھر ان مکاتب و مدارس کی ہمت افزائی کرے، جو ضروری شہری مضامین کی تعلیم کا بندوبست کریں اور ملک کے تعلیمی معیار پر پورے اُتریں۔ حکومت کو (اگر وہ اس بات کے لئے فکرمند اور حریص ہے کہ ملک کی آبادی کا زیادہ سے زیادہ حصہ خواندہ و تعلیم یافتہ بن جائے) ان مکاتب کو تسلیم کرنے میں عذر نہیں ہونا چاہئے۔ یہ اس کا بہت بڑا مالی بار ہلکا کرنے کا

ذریعہ بن سکتے ہیں اور بالکل ممکن ہے کہ بعض اوقات اساتذہ کی قوتِ عمل، ذوقِ علم اور عقیدہ و مقصد ان سرکاری اسکولوں سے بہتر نتائج پیدا کرسکے جہاں کے اساتذہ اکثر اوقات صرف ملازمانہ ذہنیت رکھتے ہیں۔ اور صرف ضوابط کے پابند اور دعوت و خدمت کی روح سے خالی ہیں۔

دوسرا حصہ وہ ہے جو خود ہم سے متعلق ہے اور اس کے بارے میں ہم خدا اور اس کے بندوں اور اپنی آئندہ نسلوں کے سامنے جواب دہ ہیں۔ ہم اپنی جد و جہد میں پورے طور پر کامیاب ہو جائیں اور نصابِ تعلیم حقیقی معنیٰ میں غیر مذہبی و سیکولر ہو جائے، پھر بھی ہمیں اپنے بچوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا انتظام کرنا ہوگا۔ مسلمانوں کا ملی وجود اسی پر منحصر ہے کہ ان کی ہر نسل نہ صرف صحیح العقیدہ بلکہ راسخ العقیدہ ہو۔ نہ صرف مذہب کی عامل بلکہ اسلام کی دعوت و پیغام کی حامل ہو۔ وہ نہ صرف جاہلیت اور اس کے افکار و عقائد و تصورات سے غیر متفق ہو بلکہ ان سے متنفر ہو، اس کا فکر صحیح، اس کا شعور بیدار، اس کے اخلاق صالح اور اس کا عمل مکمل ہو، وہ خلافِ اسلام فلسفوں اور دعوتوں، نفس کی ترغیبات اور زمانہ کے اثرات کا مقابلہ کر سکے اور اس میں خیرِ اُمت بننے کی صلاحیت ہو۔

ظاہر ہے کہ ایک ایسی ملت کو جس کی زندگی کا اتنا بلند معیار ہو، ایک ایسے نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم کے حوالہ نہیں کیا جا سکتا اور زمانہ کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا، جس میں اس کی تکمیل کا نہ صرف یہ کہ سامان نہیں، بلکہ بعض اوقات ان مقاصد سے متصادم ہے۔ اس کے لئے مسلمانوں کو ایسا ہی انتظام کرنا ہوگا جیسے ان کو اپنی نمازوں اور دینی فرائض کی ادائیگی کے لئے معابد و مساجد اور رُوح و جسم کے رشتے کو برقرار رکھنے کے لئے ضروریاتِ

www.abulhasanalinadwi.org

زندگی کا انتظام کرنا پڑتا ہے اور اس سلسلے میں وہ کسی حکومت کی امداد کا انتظار نہیں کرتے۔ اس کے لئے ان کو مساجد میں وعظ و تلقین، گھروں میں اصلاح و تربیت اور مکتبوں اور مدرسوں میں دینی تعلیم کا انتظام کرنا ہوگا، اس کے لئے ان کو سارے ملک میں صباحی و شبینہ مکاتب کا ایک ایسا جال بچھا دینا ہوگا جس سے کوئی قریہ اور کوئی محلّہ محروم نہ رہے۔

اس سلسلے میں قدرتاً دو کام اور ضروری ہیں۔ ایک نصاب کی ترتیب ہو، جو بچوں کی دینی ضروریات اور ضروری معلومات پر حاوی ہو، بہترین تعلیمی اصول اور تجربات اور بچوں کی نفسیات کے مطابق لکھا گیا ہو اور مسلمانوں کی اکثریت کے لئے قابلِ قبول ہو۔ دوسری ضرورت اساتذہ کی فراہمی اور ان کی تربیت کی ہے، جو اس نصاب کو کامیابی و دلچسپی اور ذوق و خلوص کے ساتھ پڑھا سکیں۔

حضرات!

ان عزیز مقاصد کے لئے جن پر ہماری ملی زندگی کا انحصار ہے اور جن پر یہ فیصلہ معلق ہے کہ ہماری آئندہ نسل اسلام پر قائم رہے گی یا خدانخواستہ اس نعمت سے محروم کر دی جائے گی۔ ہم کو اپنے عزم اور قوتِ ارادی کا ثبوت دینا ہوگا جن کے بغیر قومیں زندہ نہیں رہ سکتیں، ادارے ارادوں کے تابع ہیں اور وسائل و ذخائر عزم اور فیصلوں اور سچی خواہش کے۔ ہمیں اپنی پہلی کوشش میں ذرا بھی کمی کئے بغیر اپنی ساری طاقتیں اس محاذ پر لگا دینی چاہئیں۔ ضلع بستی اور گورکھپور میں ایک شخص کی کوشش اور مقصد کے عشق نے بیسیوں اداروں کا کام کیا اور ہمیں اس نئے تجربہ سے آشنا کیا ہے کہ ایک شخص کا عزم اور اس کی حکمتِ عملی کس طرح عمومی چندہ سے بے

www.abulhasanalinadwi.org

نیاز ہو کر سیکڑوں مدرسوں کو چلا سکتی ہے اور کس طرح چھوٹے چھوٹے دیہات اور قصبات اپنے بچوں کی تعلیم میں خود کفیل ہو سکتے ہیں؛ خدا کے فضل سے ابھی بیسیوں مقامات پر ایسے صاحب عزم و صاحب درد مسلمان موجود ہیں جو اگر اس مہم کو لے کر کھڑے ہو جائیں اور اس کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیں اور اس کو اعلیٰ درجہ کی عبادت اور دینی خدمت تصور کریں؛ جس میں کسی صاحب فہم مسلمان کے نزدیک کسی شبہ کی گنجائش نہیں، تو یہ مسئلہ جو اس وقت لاینحل معلوم ہوتا ہے بہت آسانی کے ساتھ حل ہو جائے، لیکن شرطِ اول عزم اور شرطِ ثانی نظم ہے اور ان دونوں کی موجودگی ہر مشکل کو آسان اور ہر ناممکن کو ممکن بنا سکتی ہے۔

حضرات!

قوموں کے اجتماعی فیصلوں نے دنیا کے نقشے اور قوموں کی تقدیریں بدل دی ہیں؛ آج جس چیز کی ہم کو سب سے زیادہ ضرورت ہے اور جو تمام موانع اور رکاوٹوں پر غالب آسکتی ہے اور جس کے سامنے حالات کو سپر ڈالنی پڑے گی، وہ ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کی دینی تعلیم کو ہر تعلیم پر مقدم رکھیں گے اور بغیر اس ضروری دینی تعلیم کے جس سے وہ اپنے پیدا کرنے والے کو، اپنے پیغمبر کو اور اپنے عقیدہ اور فرائض دینی کو پہچان سکیں؛ خالص رواجی یا معاشی تعلیم دلانا گناہ اور اپنے مذہب سے بغاوت سمجھیں گے۔ اگر ہمارا یہ فیصلہ ہے اور ہم اس میں سچے ہیں؛ تو دنیا کی کوئی طاقت، کوئی ترغیب کوئی مصلحت کوئی تعزیر، ہم کو اس صراطِ مستقیم سے ہٹا نہیں سکتی اور ہماری نسلوں کو اسلام کی نعمت سے محروم نہیں کر سکتی اور اگر ہمارا یہ فیصلہ نہیں؛ تو حکومت کی کوئی رعایت، کوئی استثناء کوئی تحفظ کوئی انتظام، ہم کو

www.abulhasanalinadwi.org

اس فساد و الحاد اور اس انحراف و ارتداد سے بچا نہیں سکتا، جس کی طرف دنیا تیزی سے بڑھ رہی ہے، جو قومیں اپنے بارے میں خود فیصلہ نہ کرسکیں، ان کی کوئی مدد نہیں کرسکتا اور جو قومیں خود فیصلہ کرلیں، ان کے فیصلہ کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

عام انسانی تاریخ اور خاص طور پر اسلامی تاریخ اس کے لئے شہادتیں فراہم کرتی ہے اور قرآن مجید اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی کسی قوم کے حالات میں اس وقت تک تبدیلی نہیں فرماتا جب تک وہ قوم اپنے حالات میں خود تبدیلی پیدا نہ کرے:۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔

حضرات!

آخر میں، میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس اہم موضوع اور اس اہم ترین مسئلہ پر (جس پر مسلمانوں کے مستقبل کا انحصار ہے) اپنے ناچیز خیالات پیش کرنے کی سعادت اور عزت عطا کی اور اس مقدس فریضہ کے ادا کرنے کا شرف اور اس کا اجر حاصل کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## ضلع دینی تعلیمی کانفرنس بنارس

منعقدہ

۵ و ۶ ر نومبر ۱۹۶۰ء

www.abulhasanalinadwi.org

# دو فیصلے

''ہم مسلمانوں نے پورے عزم کے ساتھ سوچ سمجھ کر ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہمارے اس فیصلہ کو ارادۂ الٰہی کے سوا کوئی طاقت بدل نہیں سکتی ہمارا دوسرا فیصلہ یہ ہے کہ ہم اس ملک میں اپنے پورے عقائد، دینی شعائر اور اپنی پوری مذہبی اور تہذیبی خصوصیات کے ساتھ رہیں گے...... ہندوستان کے دستور نے ہمیں اس ملک میں نہ صرف رہنے کی آزادی دی ہے بلکہ اس نے ہمارے رہنے کا خیر مقدم کیا ہے وہ ہم کو ہماری خصوصیات کے ساتھ رہنے کی اجازت دیتا اور اس کا انتظام کرتا ہے''۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات! موجودہ نصاب تعلیم سے جو سرکاری اسکولوں میں جاری ہے ہمارا اختلاف کوئی وقتی اور سطحی مسئلہ نہیں ہے جس کی بنیاد فوری جوش اور اشتعال یا قومی اور لسانی تعصب پر ہو۔ یہ اختلاف اس سے زیادہ وسیع اور گہرا ہے جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ نہ صرف ہمارے غیر مسلم دوستوں اور حکومتی حلقوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے بلکہ آپ کو بھی اس کی ضرورت ہے کہ آپ کا ذہن اس بارے میں صاف اور مطمئن ہو اور آپ کو بھی اس مسئلہ کی نزاکت و اہمیت پورے طور پر محسوس ہو۔

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی اور تعلیم کے لئے اور اپنی اس ذات کی معرفت عطا کرنے اور اس کا صحیح تعارف کرانے کے لئے جو عقل وقیاس سے ماوراء ہے اور جس کی کوئی مثال اور نظیر اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے گروہ کو منتخب فرمایا۔ اپنے کلام اور

www.abulhasanalinadwi.org

پیغام کے ذریعہ پہلے ان کو پھر ان کے ذریعہ اپنی مخلوق کو اپنی ذات وصفات کا صحیح اور مستند علم عطا فرمایا اور اپنے منشاء اور احکام اور زندگی گذارنے کے پسندیدہ طریقہ سے آشنا کیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران:۱۸)

اور اللہ نہیں ہے کہ تم کو خبر دے غیب کی لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں جس کو چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، اس کی بندگی کے صحیح قاعدہ اور زندگی گذارنے کے پسندیدہ طریقہ کو معلوم کرنے کا ان پیغمبروں کی اطلاعات اور تعلیمات کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں، یہ عقل وذہانت، قیاس آرائی وطبع آزمائی، خواہشات اور قومی رسوم ورواج کا میدان نہیں، اس کے لئے اس کے سوا کوئی طریقہ نہیں کہ اس کا پیدا کرنے والا خود اس کی خبر دے اور وہ اس کی خبر پیغمبروں ہی کے ذریعہ دیتا ہے۔ اس لئے اس علم اور ہدایت کا ذریعہ صرف انبیاء علیہم السلام ہی ہیں۔ قیامت تک کے انسانوں کی ہدایت، طریقہ زندگی کی صحت، اعمال کی قبولیت اور انسانوں کی مقبولیت اسی گروہ انبیاء کے ساتھ وابستہ کردی گئی ہے۔ انہیں کے تعلیم کئے ہوئے عقائد، انہیں کی عطا کی ہوئی معرفت الٰہی، انہیں کے لائے ہوئے حقائق، علوم اور انہیں کا طریقہ زندگی، انہیں کی معاشرت اور اخلاق اللہ تعالیٰ کو محبوب اور مقبول ہیں۔ اور سارے انسانوں کو ان کی اقتداء اور تقلید کرنے اور ان کو اپنے لئے نمونہ اور امام بنانے کی ہدایت اور تاکید ہے، قرآن مجید میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب بندوں اور عالی مرتبہ پیغمبروں میں سے ایک بڑے

www.abulhasanalinadwi.org

گروہ کا نام بنام ذکر اور ان پر اپنے انعامات گناتا ہے:۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ۔

"اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی تھی ابراہیمؑ کو اس کی قوم کے مقابلے میں، درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کے چاہیں۔ بے شک تیرا رب حکمت والا، جاننے والا ہے اور بخشا ہم نے ابراہیمؑ کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ سب کو ہم نے ہدایت دی اور نوحؑ کو ہدایت کی ہم نے ان سب سے پہلے اور اس کی اولاد میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو اور ایوبؑ و یوسفؑ کو اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو اور ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں نیک کام کرنے والوں کو اور زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو کہ سب ہیں نیک بختوں میں اور اسمٰعیلؑ اور الیسعؑ کو اور یونسؑ کو اور لوطؑ

www.abulhasanalinadwi.org

کواور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر اور ہدایت کی ہم نے بعضوں کو ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے اور بھائیوں میں سے اور ان کو ہم نے پسند کیا اور سیدھی راہ بتلایا۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے۔ اس پر چلاتا ہے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو البتہ ضائع ہو جاتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا یہی لوگ تھے جن کو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت پھر اگر ان باتوں کو نہ مانیں یہ نہ ماننے والے تو ہم نے ان باتوں کے لئے مقرر کر رکھے ہیں وہ لوگ جو منکر نہیں ہیں۔"

اس شیریں اور دل آویز تذکرہ کے بعد جس کے لفظ لفظ سے محبت اور حلاوت ٹپکتی ہے اپنے رسول کو مخاطب بناتے ہوئے دنیا کے ہر انسان کو خطاب ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ. (الانعام۔رکوع:۱۰)

"یہ وہ لوگ تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے سو تو چل ان کے طریقہ پر۔ تو کہہ دے کہ میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری یہ تو محض نصیحت ہے جہاں کے لوگوں کو۔"

یہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وہ محبوب گروہ ہے جس کی ہر بات اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے عقائد و الٰہیات سے لے کر عادات و مرغوبات، اخلاق و معاشرت اور تہذیب و وضع تک ان کی ہر چیز محبوب ہے انہیں کے عقائد و اخلاق اور تہذیب و معاشرت کے مجموعہ کو "اسلام" اور اس نظام زندگی اور تہذیب کو جو اس کے متوازی اور مقابل ہے "جاہلیت" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

پھر اس گروہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی محبوبیت اور نسل انسانی کی امامت سے سرفراز فرمایا:۔

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا (النساء: ۱۸)

قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَاماً (البقرہ:۱۵)

''اور ٹھہرایا اللہ نے ابراہیمؑ کو دوست۔فرمایا اللہ نے (ابراہیمؑ سے) کہ میں کروں گا تجھ کو سب لوگوں کا پیشوا۔''

ایک جگہ ان کی خصوصیات' ان کی انفرادیت اور ان کے متوحدین کا امام ہونے کا ذکر کرتے ہوئے ان کے طریقہ کی پیروی کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے' فرمایا:۔

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتاً لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَّلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وَّاٰتَيْنَاهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِيْنَ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (نحل:۱۶)

''ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کے بعد سے انہیں کا دور امامت اور پیشوائی ہے اور دور ابراہیمی قیامت تک قائم رہے گا' اسی دور ابراہیمی کے آخری پیغمبر (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اس دور کی آخری دینی امت (مسلمان) ہیں۔'' مسلمانوں کو خطاب کرکے صاف کہا گیا ہے:۔

هُوَاجْتَبَاكُمْ وَمَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (حج:۱۰)

www.abulhasanalinadwi.org

"اس نے تم کو پسند کیا اور نہیں رکھی دین میں تم پر کوئی مشکل، دین تمہارے باپ ابراہیمؑ کا۔ اسی نے نام رکھا تمہارا "مسلمان"۔

اس امامت ودعوت کی خصوصیت توحید خالص اور شرک، اصنام پرستی، مظاہر پرستی اور ہر مشرکانہ عقیدہ اور تخیل سے نفرت اور بیزاری ہے، قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے وہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں جو انہوں نے اپنے زمانہ کے مشرکین سے کہے:۔

اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ۔ (الممتحنہ:۱)

"ہم بے تعلق ہیں تم سے اور ان سے جن کو تم پوجتے ہو۔ اللہ کے سوا ہم انکاری ہوئے تمہارے مسلک کے اور کھل پڑی ہے ہم میں اور تم میں عداوت اور بیر یہاں تک کہ تم یقین لاؤ اللہ واحد پر۔"

اپنے اور اپنی اولاد کے متعلق ان کی تمنا اور دعا ان الفاظ میں منقول ہے:۔

وَاجْنُبْنِىْ وَبَنِىَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔

"اور دور رکھ مجھ کو اور میری اولاد کو اصنام پرستی سے۔"

اب دنیا میں جہاں تک ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور قبولیت کا تعلق ہے، سیدنا ابراہیم ومحمد علیہما السلام کا وہی دور امامت ہے، عقائد بھی انہیں کے تلقین کئے ہوئے معتبر ہیں، ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات اور اس کی وحدانیت کا جو تصور اور عقیدہ انہوں نے تعلیم کیا ہے وہی معیاری تصور اور صحیح

www.abulhasanalinadwi.org

عقیدہ ہے' اخلاق اور معاشرت اور تہذیب وتمدن کے جن طریقوں اور شعائر کو انہوں نے اختیار کیا وہی خدا کے نزدیک صحیح اخلاق وتہذیب اور پسندیدہ اور مقبول معاشرت ہے' انہیں کی پسندیدگی اور میلان کو خدا نے پسند کیا اور دوسروں کی پسندیدگی اور میلان پر ترجیح دی۔ اور اس پر اپنی تصدیق اور پسندیدگی کی مہر لگادی جس چیز کی انہوں نے پابندی کی اور جس کی طرف ان کی فطرت سلیم ہمیشہ کے لئے مائل ہوگئی اسی کو خدا نے آخری دین کا شعار اور ہدایت یافتہ انسانوں کی تہذیب قرار دیا' اسی کو کبھی حدیث کی زبان میں ''خصالِ فطرت'' سے اور شریعت کی اصطلاح میں ''سنت سے'' تعبیر کیا جاتا ہے۔ انسان کے دونوں ہاتھ اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں' لیکن داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر کیوں فضیلت ہے؟ اور اچھے کاموں میں اس کے استعمال کرنے کی کیوں ہدایت ہے؟ اس لئے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی عادت ہے اور ابراہیمی اور محمدی تہذیب کا شعار ہے' اسلامی معاشرت اور تہذیب میں جن چیزوں کو مسنون ومستحب اور اسلامی شعار قرار دیا گیا ہے۔ غور کرنے کے بعد ان سب کی حقیقت یہی نکلے گی کہ یہ انبیاء علیہم السلام کا شعار اور ابراہیمی تہذیب کی علامت ہے۔

ہندوستان کے اس ملک میں جہاں سیکڑوں تہذیبیں مذاہب اور فلسفے پھلے پھولے اور اب بھی موجود ہیں۔ مسلمان ابراہیمی تہذیب کے نمائندہ اور علمبردار ہیں۔ ان کے یہاں آنے کا مقصد اسی دین وتہذیب کی تبلیغ واشاعت اور ان کے رہنے کی غرض وغایت اسی دین وتہذیب کی بقاء اور حفاظت ہونی چاہیئے اور اسی میں اس ملت کی حفاظت اور نصرت کا راز پوشیدہ ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہندوستان میں جس کے غالب مذہب اور تہذیب نے بیسیوں مذاہب اور تہذیب کو اپنے مذہب اور تہذیب میں تحلیل کر دیا اور ان کی انفرادیت اور امتیازات کو مٹا دیا' اسلام کی اپنی امتیازی شکل اور اپنی جداگانہ تہذیب کے ساتھ اتنی طویل مدت تک باقی رہنے کا راز یہی ہے کہ اس نے تہذیب و خصائل ابراہیمی سے اپنا رشتہ قائم رکھا اور اپنے مخصوص عقیدۂ توحید و رسالت سے انحراف گوارا نہیں کیا' اب بھی اس کی حفاظت اسی طرح ممکن ہے کہ وہ اپنے مرکز سے اپنا رشتہ قائم رکھے اور اپنے ''سرحدی خط'' کو مٹنے نہ دے۔

ہم مسلمانوں نے پورے عزم کے ساتھ سوچ سمجھ کر ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کیا ہے یہاں آنا تو ہمارے اختیار میں نہ تھا یہاں ہمیں تقدیر الٰہی اپنی مصلحتوں اور حکمتوں کی بنا پر لائی' لیکن یہاں رہنے کا فیصلہ ہم ضرور کر سکتے ہیں۔ ہمارے اس فیصلہ کو ارادۂ الٰہی کے سوا کوئی طاقت بدل نہیں سکتی' ہمارا یہ فیصلہ کسی کم ہمتی' مجبوری یا بے چارگی پر مبنی نہیں' ہمارے آس پاس اور دور و نزدیک بہت سے اسلامی ملک ہیں جہاں ہم منتقل ہو سکتے ہیں' لیکن ہم نے سوچ سمجھ کر یہیں رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔

ہمارا دوسرا فیصلہ یہ ہے (جو اپنے عزم اور قطعیت میں پہلے فیصلے سے کسی طرح کم اور غیر اہم نہیں) کہ ہم اس ملک میں اپنے پورے عقائد' دینی شعائر اور اپنی پوری مذہبی اور تہذیبی خصوصیات کے ساتھ رہیں گے ہم ان کے کسی ایک نقطہ سے بھی دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں۔

ہندوستان کے دستور نے ہمیں اس ملک میں نہ صرف رہنے کی آزادی دی ہے بلکہ اس نے ہمارے رہنے کا خیر مقدم کیا ہے۔ یہ اس ملک

www.abulhasanalinadwi.org

کی جمہوریت اور دستور و آئین کا فیصلہ ہے جب دستور نے ہم کو اس ملک میں رہنے کی آزادی دی ہے اور اس کا استقبال کیا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنی خصوصیات، اپنے عقائد و شعائر اپنی زبان و تہذیب اور اپنی ان چیزوں کو چھوڑ کر جو ہم کو عزیز ہیں اس ملک میں رہیں۔ اس لئے کہ اس طرح رہنے سے یہ وطن وطن نہیں بلکہ ایک جیل خانہ اور قفس بن جاتا ہے جس میں گویا پوری قوم کو زندگی کی عزتوں اور لذتوں سے محروم رکھ کر سزا دی جاتی ہے، اس لئے جب ملک کا دستور ہمیں رہنے کی آزادی دیتا ہے اور ہمارے حقوق کا تحفظ کرتا ہے تو اس کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ وہ ہم کو ہماری خصوصیات کے ساتھ رہنے کی اجازت دیتا اور اس کا انتظام کرتا ہے۔ ہمارا ضمیر ضرور اس ملک کی خاک سے تیار ہوا ہے اور یہ خاک ہم کو بہت عزیز ہے، لیکن ہماری تہذیب ابراہیمی ہے اور مسلمان جس ملک میں بھی رہے گا اس کی وطنیت خواہ کچھ ہو اس کی تہذیب ابراہیمی ہوگی۔ ہم یہاں زندہ اور باعزت انسانوں کی طرح رہنا چاہتے ہیں۔ لاشوں اور غلاموں کی طرح اس ملک میں رہنا ہمیں منظور نہیں۔ ہم اس ملک میں آزاد ہیں اس کی تعمیر و ترقی میں شریک اور اس کی دستور سازی میں دخیل ہیں اس لئے اس کا کوئی سوال نہیں کہ ہم غلاموں کی طرح زندگی بسر کریں، اگر ہم ان تمام خصوصیات کے ساتھ نہ رہ سکیں تو ہم کو سنجیدگی سے سوچنا پڑے گا کہ پھر ہمارے لئے اس ملک میں رہنا جائز بھی ہے یا نہیں، اس وقت ہم کو کھانا، سونا بلکہ زندگی کی ایک سانس بھی لینا گناہ ہوگا، یہ بات اسی ملک پر منحصر نہیں ہے جس ملک میں بھی ہم اپنی مخصوص تہذیب کے ساتھ نہ رہ سکیں وہاں کے متعلق ہمارا رویہ یہی ہوگا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ملک کے دستور اور حکومت کے اعلان اور معاہدے کے خلاف اس ملک میں ایک خطرناک سازش کی گئی ہے، اس ملک میں بسنے والے مختلف فرقوں کے بچوں کی تعلیم کے لئے ابتدائی مرحلہ پر ایک نصاب بنایا گیا ہے، جو ایک ہی فرقے (ہندو مذہب) کے عقائد اور روایات کی نمائندگی کرتا ہے اور وہ ہندو دیومالا (میتھالوجی) کے قصوں اور ان عقیدوں اور خیالات کی تبلیغ سے بھرا ہوا ہے جو دوسرے فرقوں کے عقائد اور خاص طور پر مسلمانوں کے بنیادی عقائد اور تہذیبی خصوصیات سے صاف طور پر متصادم ہیں۔

ہمارے صوبہ کی حکومت خاص طور پر اس سازش کا شکار ہو گئی ہے، اس ملک کے ساتھ اس سے بڑی دشمنی اور بدخواہی نہیں ہو سکتی کہ یہاں کی رہنے والی اہم اقلیتوں اور ایک فرقے کے سوا تمام فرقوں کو اتنی شدید کشمکش اور آزمائش میں مبتلا کر دیا جائے، اس وقت ہمارے ملک کو اس کی ضرورت تھی کہ یہاں کی آبادی کے تمام عناصر اور ملک کے تمام فرقے اور اقلیتیں پوری خوش دلی اور گرم جوشی کے ساتھ اس ملک کی تعمیر و ترقی میں حصہ لیں اور اس ملک کو مساویانہ طریقہ پر اپنا ملک سمجھیں۔ اس نصاب نے ایک غیر ضروری ذہنی کشمکش اور ایک خطرناک الجھن اور پیچیدگی پیدا کر دی ہے، اس سے ایک ایسا انتشار پیدا ہو رہا ہے جس کا اس وقت کوئی موقع نہ تھا اور جس کا کسی حیثیت سے کوئی فائدہ نہیں، جس طرح ملک کی کوئی بڑی خدمت اور سچی خیر خواہی پر انعام ملتا ہے اگر ملک کی دشمنی اور بدخواہی پر انعام ملتا ہوتا تو میں سفارش کرتا کہ نصاب کے ان مرتب کرنے والوں کو سب سے اعلیٰ انعام اور تمغہ دیا جائے، اس وقت اس نصاب کے خلاف آواز بلند کرنا اور

www.abulhasanalinadwi.org

حکومت کو اس کے نقصانات اور خطرات سے آگاہ کرنا سچی ہمدردی و وفاداری اور ملک و حکومت کی سچی خیر خواہی ہے اور آپ لوگ ان کانفرنسوں اور جلسوں اور احتجاجوں کے ذریعہ اس ملک کی بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں اور ہر سچے محبِّ وطن اور ملک کے حقیقی بہی خواہوں کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان کے لئے اس نصاب کا مسترد کر دینا، اس سے اپنی بے زاری اور بے تعلقی کا اظہار کرنا ضروری ہے۔ اگر ہم اس کو اور ان بیسک ریڈروں کو جن میں ایسے مشرکانہ عقائد کی تعلیم ہے برسرِ عام چاک کر ڈالیں اور اس پر اپنے غم و غصہ کا اظہار کریں تو ہم ہرگز قابلِ ملامت و شکایت نہ ہوں گے۔ اس نصاب کے ساتھ ہماری مصالحت اور اس کو قبول کرنے کے لئے کوئی شرعی اور دینی جواز نہیں۔

حضرات! میرا یہ منصب تو نہیں کہ ہندو مذہب کے نقطۂ نظر سے اس نصاب پر بحث کروں اور یہ واضح کروں کہ یہ نصاب اور اس کی افسانوی روایات اور عجائب و اوہام پرستی ہندو مذہب کے لئے اور نفسِ مذہب کے لئے کتنی مضر ہوگی۔ یہ کسی ہندو مذہب کے فاضل کا کام تھا کہ وہ اس نصاب کا اس نقطۂ نظر سے جائزہ لیتا اور بتاتا کہ اس نصاب اور اس کے اسباق کے ذریعہ ہندو مذہب کے ساتھ کیسی دشمنی کی گئی ہے اور کس طرح اس کے ذریعہ لامذہبیت اور دہریت کے بیج بوئے جا رہے ہیں لیکن تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے میں آگاہی دیتا ہوں کہ یہ نصاب ہندو مذہب کی طرف سے خصوصیت کے ساتھ اور عام مذاہب کی طرف سے بالعموم بے اعتمادی، شکوک و شبہات اور تحقیر و تمسخر کا بیج بوتا ہے اور ہندوستان میں عام الحاد و دہریت کا دروازہ کھولتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

یہی وہ غلطی ہے جو یورپ میں قرون وسطیٰ میں کی جا چکی ہے پُرجوش و ناعاقبت اندیش "نیم خواندہ" عیسائیوں نے مسیحی مذہب اور اس کے عقائد و روایات کو ایسی مضحکہ خیز شکل میں پیش کیا اور کائنات اور طبعیات اور زمین کے متعلق ایسے تخیلات اور روایات مذہبی رنگ میں پیش کیں اور ان پر اصرار کیا جو تجربے و مشاہدے اور علم و مطالعہ کے خلاف تھیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ میں ایک عام مذہب بے زاری اور الحاد آیا، علمی حلقوں نے کلیسا کے خلاف بغاوت کرنا علم و انسانیت کی خدمت اور عقلیت اور روشن خیالی کے مرادف قرار دیا اور یورپ کا رُخ اجتماعی طور پر مذہب کے بجائے مذہب بے زاری الحاد پسندی اور تشکیک و دہریت کی طرف ہو گیا، پھر جب یورپ اپنے صنعتی و علمی تفوق اور سائنس کے زور سے دنیا کا لیڈر اور پیشوا بن گیا تو ساری دنیا میں اس کے اثر سے الحاد و دہریت کا دور شروع ہوا جو ہمارے سامنے ہے، آج یہی خطرناک غلطی دانستہ یا نادانستہ طریقے پر ہندوستان میں کی جا رہی ہے، اگر یہ نصاب تعلیم چند سال اور باقی رہ گیا اور بچوں کو یہ سمجھانے کی کوشش جاری رہی کہ ہندوستان میں ہزاروں میل تک بہنے والی گنگا وشنو بھگوان کے پیروں سے نکل کر شیو کی جٹا میں اور وہاں سے ہمالیہ پربت پر آئی ہے، برہما نے راجہ بھگیرتھ کے تپ سے خوش ہو کر جاندار وں کی نجات کے لئے گنگا کو زمین پر بھیجا ہے (بیسک ریڈر ۵ ص ۲) اور وہ شنکر جی کی جٹا میں قیام کرتی ہیں (نو پربھات اول سنسکرت ص ۵) اور شیو جی کی بائیں گود میں پاربتی، سر پر گنگا اور پیشانی پر چاند، گلے میں بِش اور دل پر سانپوں کے راجہ رہتے ہیں (نو پربھات دوم ص ۳) تو ہندوستان کی نئی نسل کے ذہن میں مذہب کی طرف سے یہ خیال بیٹھتا چلا جائے گا کہ مذہب کا

www.abulhasanalinadwi.org

عقل و تفکر اور مشاہدہ سے کوئی تعلق نہیں اور وہ علمی حقائق کے خلاف اوہام و خیالات اور نا قابل فہم روایات وظلمات کا مجموعہ ہے۔ یہ ایک بڑے خطرے کی بات ہے جس پر ہندوستان میں مذہبی فکر رکھنے والے ہر انسان کو خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو متفکر اور پریشان ہونا چاہیے۔

اگر یہ چیزیں ماننے اور قبول کرنے کی نہیں ہیں یا ان کو بے سوچے سمجھے مان لینے کی ضرورت ہے تو یہ ایک نصاب تعلیم کی انتہائی ناکامیابی اور دولت اور وقت کا برباد کرنا ہے کہ ایسی چیز کی تعلیم دی جائے جو نا قابل قبول یا نا قابل فہم ہو تعلیم کا اصل کام یہ ہے کہ وہ ذہن کو بیدار اور متحرک کرے اور دماغ سے کام لینا سکھائے جو تعلیم دماغ کو مفلوج اور عقل کو معطل کرتی ہے یا دماغ اور دل کے درمیان کشمکش پیدا کرتی ہے وہ ناکامیاب اور مضر تعلیم ہے۔

اس صورت حال کا جس کی اوپر تصویر پیش کی گئی اور جو ایک گہری سازش کے ماتحت یا انتہائی سادہ لوحی اور بے عقلی کے ساتھ پیش آ گئی ہے مسلمانوں کا ایک فرض یہ ہے کہ وہ ان مشرکانہ عقائد وتہذیب اور برہمنیت کے اثرات سے بچنے کے لئے اس نصاب تعلیم کے خلاف پُرزور صدائے احتجاج بلند کریں جو ذہنی اور تہذیبی ارتداد کا پیش خیمہ ہے دوسرے اپنی آئندہ نسل تک دین ابراہیمی اور تہذیب ابراہیمی کی خصوصیات منتقل کرنے اور ان کو عقیدۂ توحید ورسالت اور قرآنی عقائد پر استوار کرنے کے لئے مکاتب و مدارس قائم کریں جن میں ان مضامین کی تعلیم کے ساتھ جن کو حکومت کا محکمہ تعلیمات اور تعلیمی قانون ضروری قرار دیتا ہے اور جو جبریہ تعلیم کے قانون کا منشاء ہے ضروری عقائد اور اسلامی تہذیب کی تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔ صرف اسی صورت سے ہم موجودہ تعلیمی انقلاب کے اثرات وخطرات سے بچ سکتے ہیں

www.abulhasanalinadwi.org

اور مسلمانوں کی آئندہ نسلیں مسلمان رہ سکتی ہیں۔

حضرات! جس طرح اپنے ایمان اور ارکان اسلام کی حفاظت ہمارا فرض ہے اور اس کے لئے ہر ضروری انتظام ہمارا دینی فریضہ ہے اسی طرح مسلمانوں کی نئی نسل کے لئے دینی تعلیم کا انتظام اور مشرکانہ تعلیم کے اثرات سے بچانے کی جدوجہد وقت کا فریضہ اور جہاد اور افضل ومقدس ترین عبادت ہے۔ اس لئے کہ اگر کسی درخت کو درخت کے دشمنوں سے بچانے اور اس کو سینچنے اور پانی دینے سے غفلت برتی گئی تو وہ درخت زندہ اور سرسبز نہیں رہ سکتا اور اس سے پھل پھول کی توقع خام خیالی ہے، ہندوستان میں اسلام کا درخت اسی طرح سلامت اور سرسبز اور بارآور رہ سکتا ہے کہ اس کی حصار بندی اور آبیاری کی کوشش کی جائے، ہماری آئندہ نسلیں جب ہی مسلمان رہ سکتی ہیں جب ان کی اپنی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا جائے۔ اسلام کسی نسل ونسب اور قوت کا نام نہیں جس کے لئے کسی فیصلہ اور ارادہ یا عقل وشعور کی ضرورت نہیں۔ ہر برہمن کا لڑکا برہمن ہے اور ہر شیخ وسید کا لڑکا شیخ زادہ وسید زادہ ہے، اس کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، اسلام کا انحصار اپنے ذاتی فیصلہ وارادہ اور عقل وشعور پر ہے، ایسا دین حوادث وانقلابات کے اس دور میں بغیر صحیح تعلیم اور مستحکم تربیت کے باقی نہیں رہ سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ وہ اسلام وایمان پر قائم رہنے کی کوشش کریں، اسی پر زندگی گذاریں اور جب موت آئے تو اسی دین اور ملت پر آئے:

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران:۱۱)

"اور ہرگز نہ مرنا تم مگر مسلمان۔"

www.abulhasanalinadwi.org

اسی کی وصیت ابراہیم ویعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو کی:

وَوَصّٰی بِھَا اِبْرٰھِیْمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

(البقرہ:۱۲۶)

"اور یہی وصیت کر گیا ابراہیمؑ اپنے بیٹوں کو اور یعقوبؑ بھی کہ اے بیٹو! بے شک اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو دین۔ سو تم ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔"

شریعت اسلامی نے ایک مسلمان کے لئے پیدائش سے لے کر موت تک اس کے انتظامات کئے ہیں اور ایسا ماحول تعمیر کرنے کی کوشش کی ہے جس میں مسلمان اس حقیقت کو فراموش نہ کرنے پائے۔ اس کو ہر وقت یاد رہے کہ اس کا تعلق اس دین وملت سے ہے جس کے داعی ابراہیم ومحمد علیہما السلام تھے، جس کی بنیاد توحید پر ہے، اور وہ ایک الگ "امت" ہیں۔ مسلمان بچہ جس وقت پیدا ہوتا ہے اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے اس کا اسلامی نام رکھا جاتا ہے، ناموں میں ان ناموں کو ترجیح دی گئی ہے جن میں عبدیت و حمد کا اظہار ہے، اس سے ابراہیمی سنتیں ادا کرائی جاتی ہیں اور جب وہ مرتا ہے تو سب اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہوئے اپنے لئے اور سب مسلمانوں کے لئے دعا کرتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ۔

"اے اللہ ہم میں جس کو تو زندہ رکھے اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو موت دے ایمان پر موت دے۔"

www.abulhasanalinadwi.org

یہاں تک کہ قبر میں اتارتے ہوئے اور آخری ٹھکانے پر پہونچاتے ہوئے بھی یہی لفظ زبان پر ہوتے ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

''اللہ کے نام پر اور رسولؐ اللہ کے دین وملت پر۔''

اس سب کا مقصد اور پیغام یہ ہے کہ ہمیں اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اور زندگی کی ہر منزل پر اس کو یاد بھی رکھنا ہے کہ ہم ملت ابراہیمی اور امت محمدی کے فرد اور ایک مخصوص شریعت اور آئین ومسلک زندگی کے پیرو اور خدا کے موحد اور وفادار بندے ہیں، ہماری زندگی بھی اسی آئین ومسلک کی وفاداری میں گذرے اور ہمیں موت بھی اسی حال میں آئے، ہماری موجودہ نسلیں بھی اسی راستہ پر گامزن رہیں اور ہماری آئندہ نسلیں بھی اسی صراط مستقیم پر چلیں۔

☆☆☆

دینی تعلیمی کونسل کی تشکیل کے بعد

پہلی صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس (لکھنؤ)

کے موقع پر اضلاع کے نمائندوں کی نشست میں

# خطبۂ افتتاحیہ

منعقدہ

۴؍جون ۱۹۶۱ء

www.abulhasanalinadwi.org

# اسلامی شعور کی بیداری کا ذریعہ

"اس تحریک کو ہم اسلام کے احیاء اور ہندوستان کے خاص حالات میں اسلامی شعور کی بیداری کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس چیز سے تحریک کا براہ راست تعلق نہ سہی لیکن بالواسطہ گہرا تعلق ہے۔ اس کے پروگراموں کے ذریعہ کانفرنسوں اور جلسوں کے سبب عوام میں ایک بیداری اور احساسِ شعور پیدا ہوتا ہے۔ اس کی قدر و قیمت اور اہمیت سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق دے کہ ہم اس تحریک کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنائیں"۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِیْ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً۔

بزرگان محترم ونمائندگان!

میں اس وقت جو کچھ آپ کی خدمت میں عرض کروں گا اس کی نوعیت عام وعظ ونصیحت کی نہیں بلکہ میں یہ سمجھ کر عرض کروں گا کہ ہم ایک سفر کے رہبر اور ہمسفر ہیں اور ایک منزل کو سر کرنے کا مقصد ہمارے سامنے ہے ہر رفیق کے کچھ تجربے ہوتے ہیں جو دوسرے رفقاء کے کام آسکتے ہیں اور کچھ مشورے ہوتے ہیں جو وہ دوسروں کو پیش کر سکتا ہے۔ میں کچھ تجربے اور مشورے ہی اس وقت عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں کوشش کروں گا کہ اس وقت

www.abulhasanalinadwi.org

کے خطاب میں خطابت و بیان کے عناصر کم سے کم اور تجربے اور سوچی سمجھی باتیں زیادہ سے زیادہ ہوں، ہم ایک اعلان کے اوپر لبیک کہہ کر کھڑے ہوئے ہیں جس ارادہ سے ہم نے یہ سفر شروع کیا ہے اس کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھنا اور اس کے بارے میں سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا ہے۔

بغیر کسی تکلف اور نفس کی آمیزش کے میں عرض کرتا ہوں کہ ہمارا اور آپ کا ساتھ خالص دینی رفاقت کا ساتھ ہے۔ ہم ایسے مسافر نہیں ہیں جو اتفاق سے ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں، جن کی منزلیں مختلف یا اغراض و مقاصد جُدا جُدا ہوں۔ جو وقت کاٹنے یا سفر کو خوشگوار بنانے کے لئے باتوں میں لگ گئے ہوں، ہم نے ایک منزل کا انتخاب کیا ہے اور ایک مشترک ذہنی کیفیت کے ساتھ، موسم کی شدت کے باوجود یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ہم نے اپنے لئے ایک سایہ کا انتخاب کیا ہے اور طے کیا ہے کہ خواہ کچھ بھی حالات ہوں ہم ایک مقدس مقصد کے لئے یہاں جمع رہیں گے، ہمارا آپ کا ساتھ اخلاص کا ساتھ ہے۔ مخلصانہ ولولے اور ارادے کے ساتھ خود کو اللہ کے دین کی خدمت کے لئے پیش کرنے کا ساتھ ہے۔

میرے رفیقو اور دوستو! پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر عمل کی روح وہ خاص ذہنی کیفیت اور وہ نیت ہے جس کی بناء پر عمل شروع کیا جائے۔ دنیا میں ہر کام کی قوتِ متحرکہ اور قوت منظمہ یہی ذہنی کیفیت ہے۔ چھوٹی بڑی جتنی تحریکیں اٹھیں وہ دراصل اسی ذہنی کیفیت کا نتیجہ تھیں جو ان کے محرکین نے اپنے اندر پیدا کی۔ اگر ہم وہ ذہنی کیفیت کھو دیں گے جو ہمارے اس کام اور ہماری اس جد وجہد میں ہونی چاہئے تو بڑے خسارے میں رہیں گے، حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ:

www.abulhasanalinadwi.org

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوىٰ
فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلىٰ دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِامْرَأَةٍ
يَّتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ إِلىٰ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ۔

یہ صحیحین کی حدیث ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر نبویؐ پر بیٹھ کر اس کو بیان فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کے اجر کا دارومدار نیت پر ہے، ہر آدمی کو اپنی نیت کے مطابق بدلہ ملتا ہے جس کی ہجرت اللہ اور رسولؐ کی نیت سے ہوگی اس کی ہجرت اللہ ورسولؐ کی طرف شمار ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے عقد کرنے کی نیت سے ہوگی اس کی ہجرت انہیں مقاصد کے لئے شمار ہوگی۔

ہمیں اور آپ کو اپنے دلوں کو ٹٹولنا اور اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ ہمارا اس کام میں کیا حال ہے۔ نیت کے معاملہ میں دو خطرے ہوتے ہیں۔ ایک بدنیتی، اس کا مجھے بحمد اللہ اندیشہ نہیں ہے، نہ آپ کے بارے میں نہ اپنے بارے میں، اس لئے کہ اس کی قباحت کو ہم سب سمجھتے ہیں، ہم میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو اس کام کے ساتھ بری نیت رکھتا ہو، کسی نامناسب مقصد سے اس میں شامل ہوگیا ہو، لیکن دوسرا خطرہ ہے بے نیتی کا۔ یہ انسان کے لئے بڑی سخت گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کام کی عظمت، اس کے تقدس اور اصل اہمیت کو سوچا ہی نہ ہو اور غور ہی نہ کیا ہو کہ ہماری کیا نیت اس کام میں ہونی چاہئے، نیت کے سلسلہ میں جو چیز ہمارے ذہنوں میں بیدار رہنی چاہئے وہ ہے اس کام کے مقصد اور اس کی عظمت کا احساس۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے جو دینی وراثت ہم کو ملی ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارے اس کام کا مقصد اس عظیم وراثت کو خود محفوظ رکھنا اور اپنی آئندہ نسلوں تک اس کو منتقل کرتے رہنا ہے، مسئلہ پڑھا لکھا دینے اور اپنی آئندہ نسلوں کو علم سے آراستہ کردینے کا نہیں ہے، علم کی جناب میں ادنیٰ گستاخی کیے بغیر اور اگر یہ گستاخی ہی ہو تو میں اس کا ارتکاب کرتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ مطلق علم کی اتنی بڑی اہمیت میری نظر میں نہیں ہے، اردو زبان کی بقاء کو میں ہندوستانی مسلمانوں کی بقاء سمجھتا ہوں اور اس کے لئے کام کرنے والوں کی ہر ممکن امداد اپنا فرض سمجھتا ہوں محض اس زبان کو بھی سکھا دینا میرے نزدیک اتنا اہم نہیں ہے کہ اس تحریک سے میری وابستگی اسی وجہ سے ہو بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ قرآن شریف تک محض پڑھا دینا بھی اس کے لئے کافی نہیں ہے۔ علم اور تعلیم سے ہماری دلچسپی کی اور اس کو اس درجہ اہمیت دینے کی خاص وجہ یہ ہے کہ کچھ خاص احوال وظروف اور زمانہ کی خاص رفتار نے افکار ونظریات اور تہذیبوں کی معرکہ آرائی اور فتح وشکست پر فیصلہ کن میدان تعلیم کو بنا دیا ہے اب اس میدان میں جو تہذیب جیتے گی وہ جیتے گی اور جو ہارے گی وہ ہارے گی۔ اسلامی تہذیب اور جاہلی تہذیب کی جو جنگ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے جاری ہے اور جس میں اسلامی تہذیب کے غلبہ سے ہمیں دلچسپی ہے، یہ جنگ بھی اب علم وتعلیم کے میدان میں منتقل ہوگئی ہے۔ پس دراصل مسئلہ محض تعلیم کا نہیں بلکہ ابراہیمی اور محمدی تہذیب کی تعلیم کا ہے، اسلامی نسل کا اسلام اور اسلامی تہذیب پر باقی رہنا آج اس بات پر منحصر ہوگیا ہے کہ تعلیم کے میدان میں اسلامی، ابراہیمی اور محمدی تہذیب کا گہرا نقش اس کے دلوں پر قائم کردیا جائے۔ اسی کے لئے یہ تحریک ہے اور یہی تحریک کی روح ہے۔ اس کو اپنے دلوں میں بٹھایئے اور اس مقدس مقصد سے پورے اخلاص

کے ساتھ بار بار اپنے دلوں کا جائزہ لیتے رہئے۔ آپ پر اپنے نفس کے اور باہر کے نرغے اور حملے ہوں گے بڑے نازک مرحلے آپ کے اخلاص کو پیش آئیں گے ان سے ہوشیار رہئے اور اس مقدس تحریک کو کسی جاہ وعزت اور لالچ کی نذر نہ کیجئے۔ عوام کو جو اعتماد اس کام پر ہو گیا ہے اسے کسی دوسرے مقصد کا آلہ کار نہ بنائیے۔

دوسری بات مجھے آپ سے یہ کہنی ہے کہ ہماری سیرت کو بھی اس مقدس تحریک سے مناسبت ہونی ضروری ہے۔ کہا تو ہمیشہ یہ گیا ہے کہ اُنْظُرْ اِلٰیٰ مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰیٰ مَنْ قَالَ "کہنے والے کی بات دیکھو اس کی ذات نہ دیکھو" لیکن لوگ بات کے سمجھنے میں ہمیشہ کہنے والے کو بھی دیکھتے ہیں۔ قول اور اس کی زندگی میں مناسبت تلاش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ بات پسند نہیں ہے کہ ہماری دعوت اور ہماری سیرت میں کوئی مناسبت نہ ہو۔ پس اس تحریک کے کارکنوں اور داعیوں میں اپنے فرائض کی ادائیگی اور سنتوں کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ اسی سے تحریک میں طاقت آئے گی اور اسی پر اللہ کی مدد حاصل ہوگی۔

ہر تحریک کا ایک مزاج اور اس کا ایک فکر و فلسفہ ہوتا ہے۔ اس کے بغیر تحریک کی خدمت کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے رفیقوں کو اس پر بھی توجہ کی ضرورت ہے۔ مجھے بعض جگہ اس کا احساس ہوا کہ کام میں لوگ شریک ہیں لیکن اس تحریک کو سمجھنے کے لئے جو ایک اہم کتاب ہے "دینی تعلیمی تحریک" اُس کو اُن لوگوں نے بالکل نہیں دیکھا ہے، میں بغیر کسی تکلف کے عرض کرتا ہوں کہ ہر ضلع کے نمائندوں کو اس کتاب کو خود پڑھنا اور دوسروں کو پڑھوانا ضروری ہے، یہ کتاب اس لئے ضروری نہیں کہ وہ ہمارے

www.abulhasanalinadwi.org

قلم سے نکلی ہے بلکہ اس تحریک کے مزاج اور فکر کو سمجھانے میں بڑی حد تک مفید ہے۔

آخری چیز یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس تحریک کو ہم اسلام کے احیاء اور ہندوستان کے خاص حالات میں اسلامی شعور کی بیداری کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس چیز سے تحریک کا براہ راست تعلق نہ سہی لیکن بالواسطہ گہرا تعلق ہے۔ اس کے پروگراموں کے ذریعہ کانفرنسوں اور جلسوں کے سبب عوام میں ایک بیداری اور احساسِ شعور پیدا ہوتا ہے اس کی قدر و قیمت اور اہمیت سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق دے کہ ہم اس تحریک کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنائیں۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## پہلی صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس لکھنؤ

منعقدہ

۴ر جون ۱۹۶۱ء

www.abulhasanalinadwi.org

# صدیقی ذوق اور عثمانی جذبے کے ساتھ حصہ لیں

''ابھی کام کا پورا میدان پڑا ہوا ہے۔ کتنے مسائل ہیں جو حکومت اور محکمہ تعلیم کے دائرے میں طے کرنے ہیں۔ ابھی ہمارے پیغام نے قومی نعرے اور مذہبی عقیدے کی حیثیت اختیار نہیں کی' ہمارا کام اس وقت تک قابلِ اطمینان نہیں ہوگا جب تک مسلمان اپنے بچوں کی تعلیم کو ان کی غذا و دوا سے زیادہ اہم نہیں سمجھیں گے اور دینی مکاتب و مدارس کو اسی سنجیدگی اور اسی ذوق و شوق سے قائم نہ کریں گے جس سنجیدگی اور ذوق و شوق سے وہ مساجد کی تعمیر کرتے ہیں (اس لئے کہ ان مساجد کی آبادی ان مکاتب کے بغیر ممکن نہیں) جب تک ہم اس راہ کے مصارف کو اپنا اہم ترین اور مقدس ترین فرض نہ سمجھیں گے اور اس میں صدیقی ذوق اور عثمانی جذبے کے ساتھ حصہ نہ لیں گے اور جب تک ہم اس راہ کی کوشش کو عبادت کا درجہ نہیں دیں گے''۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ۔

حضرات!

وقت کے اہم ترین مسئلے نے ہم کو آپ کو پچھلے کام کا جائزہ لینے اور آئندہ کے لئے نقشہ کار مرتب کرنے کے لئے دوبارہ جمع کر دیا ہے۔ وقت کی نزاکت اور کام کی وسعت کا تقاضا ہے کہ رسوم و روایات کی پابندی کے بغیر ہمارا سارا وقت اصل موضوع پر صرف ہو اور مغز کی بات بغیر کسی تمہید و تکلف کے شروع کر دی جائے۔

صاحبو! کسی سیدھی بات اور کسی مسلّم حقیقت کو نقصان پہونچانے کا ایک دانشمندانہ طریقہ یہ ہے کہ اُس کو علمی مسئلہ اور پیچیدہ فلسفہ بنا دیا جائے‘ مسلمانوں کا اپنے بچوں کے لئے ایسی تعلیم کا انتظام کرنا جو ان کے اندر اسلامی شعور‘ اسلام کے اصول و عقائد پر یقین اور اسلامی سیرت سے متصف

www.abulhasanalinadwi.org

ہونے کی آمادگی اور صلاحیت پیدا کرے کیوں ضروری ہے؟ نیز ایسا نصاب ونظامِ تعلیم ان کے حق میں سمِ قاتل ہے جو ان کے بنیادی عقائد سے متصادم اور دوسرے مذہب کا داعی ومبلغ ہو، جو ان کا رشتہ اسلام کی عالم گیر تہذیب اور دنیا کے بین الاقوامی رشتہ سے قطع کرتا ہو؟ اور اگر ایسا نظامِ تعلیم کسی ایسے ملک میں جہاں انھوں نے رہنے کا فیصلہ کیا ہے چاہے کسی منصوبے کے تحت یا محض ناوانستگی اور غفلت میں رائج ہو تو یہ صورت حال کیوں ان کے لئے شدید ترین تشویش اور بے چینی کا باعث اور ان کی موت وزندگی کا مسئلہ بن جاتا ہے؟

یہ ایک نہایت واضح اور بدیہی مسئلہ ہے جس کے سمجھنے کے لئے کسی بڑی ذہانت اور کسی وسیع علم اور مطالعہ کی ضرورت نہیں، اس کے لئے محض اس رشتے اور تعلق کا جان لینا کافی ہے جو مسلمان اور اسلام کے درمیان ہے۔

حضرات!

جس طرح ہماری اس دنیا میں بعض انسانی گروہ نسل ونسب یا ملک اور وطن کے اتحاد، زبان وتہذیب کے اشتراک، یا مشترک اغراض وخطرات یا سیاسی شعور وغیرہ کی بنیادوں پر وجود میں آتے ہیں اور وسعت وتنظیم کے بعد قوموں کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں، اسی طرح کچھ انسانی گروہ اور مجموعے ہوتے ہیں جن کا دار ومدار کسی عقیدے اور کچھ مابعد الطبیعی (غیبی) حقائق کے تسلیم وقبول پر ہوتا ہے، یہ عقیدہ اور یہ مسلمات اس پورے گروہ کی عمارت کا سنگ بنیاد ہوتے ہیں وہ اس کے لئے وہی حیثیت رکھتے ہیں جو روح انسانی جسم میں رکھتی ہے، اس روح کا اخراج اس کے قتل کے مرادف

www.abulhasanalinadwi.org

اور اس کو نقصان پہونچانا اس کے ساتھ سب سے بڑی دشمنی ہے خواہ دانستہ ہو، خواہ نادانستہ۔

مسلمانوں کا تعلق دراصل انسانی گروہوں اور مجموعوں کی اسی دوسری قسم سے ہے اس ملت کا وجود محض ایک عقیدہ اور چند دینی حقائق کی بنیاد پر عمل میں آیا ہے جو اس کے ایمان و یقین کے مطابق اپنے اپنے وقت میں خدا کے پیغمبر لے کر آئے اور اس کی تکمیل و تفصیل کے ساتھ خدا کے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے اس امت کا اس عقیدہ سے تعلق ایسا واضح اور مستحکم ہے اور اس کا وجود اس حقیقت سے ایسا مربوط ہے کہ اللہ و رسولؐ نے اسی عقیدہ کی تصدیق اور تعمیل کو اس کا قومی لقب قرار دیا۔ اس کے سچے پیرؤوں نے اسی نام سے اپنے کو پکارا اور کسی نسل یا ملک یا انتساب پر اپنی اجتماعی زندگی اور شہرت کی بنیاد نہیں رکھی۔ دنیا میں ایک بڑی مذہبی قوم یہود یا بنی اسرائیل یا اسرائیل (Israel) ہے۔ واجب التنظیم شخصیت یہودا یا اسرائیل (یعقوبؑ) کی طرف نسبت ہے۔ دوسری ایک عظیم الشان مذہبی قوم کی شہرت عیسائی، مسیحی، کرسچین (Christian) یا نصاریٰ کے ناموں سے ہے۔ عیسائی، مسیحی اور کرسچین تینوں ایک برگزیدہ پیغمبرانہ شخصیت (حضرت مسیح علیہ السلام) کی طرف نسبت ہے، نصرانی یا نصاریٰ اس شہر ناصرہ (Nazareth) کی طرف نسبت ہے جس کو حضرت مسیح علیہ السلام کے وطن ہونے کا شرف حاصل ہے، خود ہمارے ملک کے قدیم باشندوں نے مذہبی طور پر ہندو کہلانا پسند کیا اور دنیا میں اسی نام سے شہرت پائی جو ایک ملک کی طرف نسبت ہے۔

اس کے برخلاف مسلمان کا مستند نام ''مسلم'' اور اس ملت کا نام ''امت مسلمہ'' ہے جس کے معنی خدا کے فرماں بردار یا اسلام کے پیرو کے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مِلَّةَ اَبِيكُمْ اِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هٰذَا (الحج:۱۰)

"اس نے تمہارے لئے وہی دین تجویز کیا جو تمہارے باپ ابراہیم کا تھا اسی خدا نے اگلی کتابوں میں پہلے سے تمہارا نام مسلمان رکھا اور اس قرآن میں بھی۔"

مسلمانوں کو اپنے پیغمبر (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات گرامی سے جو عشق و شیفتگی اور جو عقیدت اور محبت ہے وہ دنیا میں ضرب المثل اور مذاہب و اقوام کی تاریخ میں بے مثال ہے۔ اسی طرح گہوارۂ اسلام عرب کی سرزمین اور اس کے دو محبوب شہروں مکہ اور مدینہ سے جو روحانی اور ذہنی وابستگی ہے وہ بھی محتاج تشریح نہیں، لیکن اپنے تعارف اور امتیاز کے باوجود انہوں نے ان محبوب مرکزوں میں سے کسی کی طرف نسبت کو اپنے نام کا جز اور اپنا قومی نام نہیں بنایا اور ہر دور میں صرف "مسلم" کہلائے۔

اس حقیقت سے آپ آسانی کے ساتھ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ایک مسلمان فرد یا جماعت کی زندگی میں اس عقیدے نے اس پر مضبوطی اور اس کے ساتھ وفاداری کو کیا مقام حاصل ہے اور اس کی روح، اس کے ذہن و دماغ کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہے۔ مسلمان کا ہر زمانہ اور مقام پر اس عقیدے کے ساتھ وابستہ رہنا اور اپنی زندگی میں اس کا اظہار کرنا کس قدر ضروری ہے، اس بات کا نتیجہ ہے کہ اسلام کو بحیثیت نظام اور مسلمانوں کو بحیثیت جماعت اپنا عقیدہ اور اپنے مسلمات اتنے عزیز اور ان کی نظر میں ان کی بقاء اور ان کی سالمیت (Integrety) اتنی اہم اور ناگزیر ہے کہ وہ اس پر اپنے عظیم ترین مصالح اور اپنے عزیز ترین افراد کو قربان کر سکتے

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں۔ جس طرح اسلام اپنی عالم گیر دعوت اور اپنے بین الاقوامی تعلقات میں نہایت فیاض اور وسیع القلب ہے وہ اپنے عقائد اور حدود کی حفاظت میں نہایت خوددار اور غیور واقع ہوا ہے۔ بنیادی عقائد کے بارے میں وہ کسی عزیز سے عزیز فرد کے لئے اور کسی نازک سے نازک نفسیاتی معاملہ میں بھی کسی رعایت، لوچ یا خود فریبی کے لئے تیار نہیں ہے، خاص طور پر توحید کا عقیدہ اس کے دینی نظام میں ایسی اہمیت اور نزاکت رکھتا ہے کہ وہ بڑی سے بڑی آزمائش میں بھی اس پر بال آنا گوارہ نہیں کر سکتا۔

انسان کے لئے سب سے بڑی آزمائش کا موقع وہ ہے جب اس کے نفس کے ساتھ یا اس کی اولاد یا اس کے عزیز ترین افراد کے ساتھ اظہار تعلق کے ضمن میں کوئی گمراہی یا غلطی شامل ہو، بڑے سے بڑے قانونی اور اصولی انسانوں نے ایسی غلطی کو معاف کر دیا ہے جس کے ساتھ نفس کی خاموش سفارش کسی عزیز کا معصوم و محبوب چہرہ ہو، پھر جب اس عزیز کی مفارقت کے تازہ داغ نے اس کی محبوبیت و دلآویزی میں ہزار چند اضافہ کر دیا ہو تو پھر تو محبت اور رغم میں ڈوبی ہوئی فضا پکار پکار کر کہتی ہے کہ ؎

جو گنہ کیجئے ثواب ہے آج

لیکن توحید کا مسئلہ ایسا نازک اور اسلام کا مزاج اس کے بارے میں ایسا غیور واقع ہوا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کی وفات کے عین موقع پر چاند گرہن ہوا اور صحابہ کرام کی زبانوں پر بے اختیار آنے لگا کہ آج سورج بھی فرزند رسولؐ کے سوگ میں سیاہ پوش ہو گیا ہے، تو نبوت کی پر جلال آواز بلند ہوئی:

اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ
لَايَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذَالِكَ
فَاذْكُرُوْا اللّٰهَ۔ (صحیحین)

"سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کے گرہن کا تعلق کسی کے مرنے جینے سے کچھ نہیں ہوتا جب ایسا موقع پیش آئے تو اللہ کو یاد کرو۔"

دوسرا نازک موقع وہ ہوتا ہے جب آدمی کی تعریف اور اس کے ساتھ اظہار عقیدت کیا جائے، اس موقع پر بھی بڑی سے بڑی عقلِ اصول پرست چشم پوشی اور خاموشی کا فتویٰ دیتی ہے لیکن جب ایک صحابی نے جو ایک عیسائی ملک سے تازہ تازہ واپس آئے تھے اور وہاں کے باشندوں کو اپنے پیشواؤں کے سامنے اظہار عقیدت میں سجدہ کرتے دیکھا تھا، آپ کے لئے سجدہ کی اجازت طلب کی تو آپ نے سختی سے منع فرمایا، اسی طرح جب ایک موقع پر ایک شخص نے آپ کی تعریف میں حدود سے ایسا تجاوز کیا کہ عقیدۂ توحید پر زد پڑنے لگی تو آپ نے فوراً اس کا منہ بند کر دیا اور فرمایا جَعَلْتَنِیْ لِلّٰهِ نِدًّا (تم نے مجھے خدا کا ہمسر ہی بنا دیا؟) سیرت و احادیث میں اس کی اتنی مثالیں ہیں کہ ان کا احاطہ مشکل ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کا اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس نوعیت کا تعلق ہے دوسروں کو اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے ان کے ایمان کے لئے یہ شرط ہے کہ آپ کی ذات گرامی اپنی جان، اپنے والدین، اپنی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو، یہ مسلمان کا ایسا دینی مزاج ہے جو زندگی کے اختلافات اور عمل کے تفاوت کے ساتھ ہمیشہ اور ہر جگہ قائم رہتا ہے، ان

www.abulhasanalinadwi.org

کا احساس آپ کی عزت وناموس کے بارے میں اتنا نازک اور تیز واقع ہوا ہے کہ اس کا اندازہ بھی غیر متعلق لوگوں کے لئے مشکل ہے۔ محبت اور تعلق کا یہ وہ مقام ہے کہ جوش وسرمستی میں بڑے بڑے اہل خرد وعالی مرتبہ لوگوں نے کہا ہے ؎

نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم
زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی

توحید کی بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز پل صراط پر توازن اور پامردی سے گذرتے ہوئے اور فرقِ مراتب کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے امت نے اپنے نبی کے ساتھ جس تعلق کا اظہار کیا ہے اس کی مثال ملنی مشکل ہے' اس امت کا شیرازہ اور گلدستہ محبت وعقیدت کے اسی دھاگے سے بندھا ہوا ہے' اللہ کے پاک نام کے بعد جو نام دل کا سرور اور آنکھوں کا نور ہے وہ یہی نام ہے اور کہنے والے نے بے جا اور غلط نہیں کہا کہ

صبا یہ جا کے تو کہیو مرے سلام کے بعد
کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

حضرات!

یہ چند مثالیں میں نے قصداً وارادۃً اس لئے پیش کی ہیں کہ آپ حضرات کے ذہن میں اور ہمارے غیر مسلم بھائیوں کے علم میں یہ بات پورے طور پر آجائے کہ توحید ورسالت جیسے بنیادی عقائد مسلمان کی زندگی اور اس کی نگاہ میں کیا حیثیت واہمیت رکھتے ہیں' اس کا مزاج ان عقائد ومسلمات اور اسلام کی روح کے بارے میں کتنا غیور کتنا ذکی الحس (Sensitive) اور کتنا بیدار واقع ہوا ہے' وہ اپنے دن رات کے ساتھیوں اور

محبت کا دم بھرنے والوں کے ساتھ بھی ان کے بارے میں کسی بے اصولی کسی مداہنت پر تیار نہیں اور اس کے لئے کسی زمانے اور کسی مقام پر بھی کسی مشرکانہ عقیدے یا مشرکانہ فعل یا مشرکانہ رسم کی گنجائش نہیں، ان کا خدا اور رسولؐ کے ساتھ کس نوعیت کا تعلق ہے؟

پھر یہ بھی واضح ہوگیا کہ مسلمان کا تصور اسلام کے بغیر ممکن نہیں اور اسلام کسی ذات، برادری اور کسی قومیت یا وطنیت کا نام نہیں، جس میں انسان کے ارادے اور اختیار کو کچھ دخل نہیں ہوتا، وہ ایک سوچا سمجھا فیصلہ، ایک پسندیدہ مسلکِ زندگی اور ایک قبول کیا ہوا عقیدہ ہے جس کے لئے شعور، ارادہ صحیح علم اور کوشش کی ضرورت ہے۔

ایک ایسی ملت جس کا ظہور اور جس کا وجود تمام تر ایک خاص عقیدے اور مسلک زندگی کا رہین منت ہے۔ایک ایسی تعلیم کے بغیر اس کے وجود و بقاء کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا ہے جس کے ذریعہ وہ کسی اصول و عقائد سے واقفیت پیدا کر سکے، اپنے فرائض کو ادا کرنے کے قابل بنے جو اس اصول کے قبول کرنے کی بناء پر اس پر عائد ہوتے ہیں اور ان گمراہیوں اور ان غلطیوں سے محفوظ رہ سکے جن کا (صحیح علم نہ ہونے کی صورت میں) خطرہ ہے، اسلام نے علم کو جو اہمیت، جو عظمت اور جو تقدس بخشا ہے وہ اسی یقین کا نتیجہ ہے کہ

بے علم نہ تواں خدا را شناخت

اسی لئے قرآن اور تاریخ اسلام میں جاہلیت (غیر اسلام) کی اصطلاح پائی جاتی ہے جس سے جہل کا خطرناک اور مہلک ہونا اور اسلام کے منافی ہونا آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے پڑھوں اور ناواقفوں کو علم دین حاصل کرنے اور پڑھے لکھوں اور واقفوں کو پڑھانے اور سکھانے کا پابند کیا اور دونوں طبقوں کو اپنا اپنا فرض نہ ادا کرنے پر وعید فرمائی اور اس دنیا میں وبال اور آخرت میں عذاب سے ڈرایا' اسی بناء پر مسلمانوں کو ایسے ماحول میں رہنے کی اجازت نہیں دی گئی جہاں اس ضروری علم اور واقفیت کے حصول کے ذرائع مفقود اور اس کے مطابق زندگی گذارنے کی راہ مسدود ہو' یہی ہجرت کے حکم کی غرض و غایت اور اس کی روح ہے اسی بنا پر ضروری قرار دیا گیا کہ ہر قریہ اور ہر شہر میں سے کچھ لوگ کسی دینی و علمی ماحول میں جا کر دین کی سمجھ حاصل کریں تا کہ وہ اپنے اہل وطن کی دینی تعلیم اور واقفیت کا انتظام کریں' ان کو آخرت کے خطرات سے ڈرائیں اور ناواقفیت اور جہالت کے اثرات سے بچائیں۔

وَمَاكَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔ (البرائۃ:۵)

"اور مومنوں کو نہ چاہیئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں' یہ کیوں نہ ہو کہ ہر گروہ میں سے ایک حصہ نکل کھڑا ہوا کرے تا کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈراتے رہیں جب ان کے پاس واپس آجائیں عجب کیا کہ وہ محتاط ہیں۔"

اسی بنا پر خلافت راشدہ میں (جب تعلیم و تربیت کے ذرائع مہیا ہوئے) ہر مسلمان کی ضروری دینی واقفیت اور تعلیم کا انتظام کیا گیا اور امراء و عمال حکومت کو گشتی فرمان جاری ہوئے کہ اسلام کے قلمرو میں کوئی مسلمان

www.abulhasanalinadwi.org

بنیادی دینی تعلیم سے محروم اوران ضروری دینی معلومات سے بے بہرہ نہ رہے جوایک مسلمان کے لئے ضروری ہیں یہ ایک طرح کی جبری دینی تعلیم تھی جس کا دائرہ نابالغوں تک محدود نہ تھا' بلکہ بالغین بھی اس کے پابند تھے اس شخص کی تادیب وتنبیہ کی جاتی تھی جو بقدر ضرورت بھی دینی معلومات نہ رکھتا ہواور اتنا قرآن مجید بھی اس کو یاد نہ ہو جس سے وہ نماز ادا کر سکے اس کو ایک خاص مدت کے لئے مہلت دی جاتی تھی کہ وہ اپنی اس کمی کو پوری کرلے پھر اس کا امتحان لیا جاتا تھا' حضرت عمرؓ فاروق اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں آپ کو اس کی نمایاں مثالیں ملیں گی۔ یہ سب اس شعور و یقین پر مبنی تھا کہ بنیادی اسلامی تعلیم کے بغیر اسلام اور مسلمان کا وجود ممکن نہیں' اگر مسلمان بننا اور مسلمان رہنا ہے تو اسلام کے عقیدے سے ضروری حد تک واقفیت اور اس کے ارکان وفرائض ادا کرنے کی قابلیت پیدا کرنا ضروری ہے۔

حضرات!

کسی ملک کے مسلمانوں کا خواہ وہاں مسلمان اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں اولین واہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ انہوں نے بالغین کی دینی واقفیت اور بچوں کی دینی تعلیم کا کیا بندوبست کیا ہے؟ میں اپنے محدود مطالعہ اور دینی واقفیت کی بناء پر یہ عقیدہ رکھنے پر مجبور ہوں کہ یہ مسئلہ ان کے تمام قومی مسائل سے مقدم اور اہم ہے یہ ان کی زندگی کا بنیادی مسئلہ ہے یہ ابدی نجات یا اس کی ہلاکت کا سوال ہے اور ان کو عقل وہوش کی پہلی فرصت میں طے کرنا پڑے گا کہ وہ ان دونوں میں سے کس راہ کا انتخاب کرتے ہیں اگر وہ ابدی نجات کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو یہ ضروری دینی علم کے بغیر عملاً ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت (خواہ اجمالی ہو) بنیادی اسلامی

www.abulhasanalinadwi.org

عقیدے کا علم توحید سے وابستگی اور شرک سے دوری پیدا ہو اگر ان کے نزدیک نجات وہلاکت اور گمراہی وضلالت کے مسئلے کی کوئی اہمیت نہیں اصل مسئلہ معاشی یا سیاسی ہے اور اصل چیز بچے کی وہ تعلیم ہے جو ان کو اپنی معاشی اور جسمانی ضروریات کی تکمیل کا اہل قرار دے خواہ اس کا عقیدہ اس کی سیرت کچھ ہو۔ دوسرے عالم میں اس کا کچھ انجام ہو ان سے کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں اس لئے کہ ایمان کی جس بنیاد پر یہ ساری گفتگو ہے وہ یہاں سرے سے مفقود ہے۔

حضرات!

ایک ایسے ملک میں بھی جہاں کوئی متوازی اور جارحانہ نظام تعلیم موجود نہ ہو جہاں بچوں کی سادہ تختی پر اسلامی تعلیم کے نقوش ثبت کرنے کی پوری سہولت اور گنجائش ہو یہ مسئلہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے، مسلمان اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام اور اپنی آئندہ نسلوں کے اسلام پر قائم رکھنے کا اطمینان حاصل کرنے کے ذمہ دار ہیں اور ان کو ایک دن کی تاخیر اور ایک لمحے کے التواء کے بغیر وہ تمام تدبیریں اور وسائل اختیار کرنے چاہئیں جو اس مقصد کے حصول کے لئے مفید اور ضروری ہوں۔

لیکن اس ملک میں ان کی ذمہ داری دوہری اور نہایت شدید ہو جاتی ہے جہاں لازمی طور پر کوئی ایسا نظام تعلیم و نصاب تعلیم جاری ہو جو اسلام کے بالمقابل عقائد کی تعلیم دیتا ہو اور جس کے مضامین اور مندرجات توحید ورسالت کے بنیادی اسلامی عقائد کے منافی اور شرک و گمراہی کے علانیہ داعی اور مبلغ ہوں، جہاں مسلمان بچے بھی کسی دوسری مذہبی قوم کی دیومالا (Mythology) پڑھنے پر مجبور ہوں جس کا یقین کرنے سے کوئی

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمان تاویل وتکلف کے ساتھ بھی مسلمان نہیں رہ سکتا' جہاں مسلمانوں کی اس محبوب شخصیت کا جس کی محبت و تعظیم مسلمانوں کا ایمان ہے تذکرہ و تعارف ایسے نازیبا اور خلاف واقعہ انداز میں کیا جائے جس کا پڑھنا مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی روحانی اذیت اور ایمانی خطرہ ہے' جہاں قوموں کی تاریخی شخصیتوں کو ایسے حقیر و داغ دار طریقے پر پیش کیا جائے کہ مسلمان بچوں میں حقارت اور اپنے ماضی سے نفرت پیدا ہو' جہاں مسلمانوں کو جو اس ملک کے برابر اور ہندوستانی جمہوریہ کا ایک ضروری عنصر ہیں ان الفاظ سے یاد کیا جائے جو نیچ ذات اور ملچھ اقوام کے لئے بولے جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں مسلمانوں پر دو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں' ایک اس نامناسب صورت حال کی اصلاح وتبدیلی کی کوشش دوسرے جب تک وہ قائم ہے اس کے مضر اثرات سے حفاظت کا سامان' اور خواہ وہ قائم رہے یا دور ہو جائے دونوں حالتوں میں مسلمان بچوں کی اسلامی تعلیم کا مستقل بندوبست۔

حضرات!

ایک حساس وغیور مسلمان کی حیثیت سے اس سخت قابل اعتراض نصاب تعلیم کے لئے کسی تاویل اور معذرت پر ضمیر اور زبان آمادہ نہیں اور ایک آزاد نامذہبی جمہوریہ جس نے آبادی کے تمام عناصر کو اس ملک کا برابر کا شہری تسلیم کیا ہے اور باعزت اور آزاد زندگی گذارنے اور پھلنے پھولنے کے تمام وسائل و مواقع یکساں طریقہ پر عطا کئے ہیں ایسے جارحانہ (Aggressive) نصاب کے ایک دن باقی رکھنے کا جواز نہیں' اس ملک کے ساتھ سب سے بڑی وفاداری اور خیر خواہی یہ ہے کہ جلد سے جلد ہندوستان

www.abulhasanalinadwi.org

کی جمہوری روح اور نامذہبی ریاست اور آئین کے خلاف اس تضاد کو رفع کیا جائے اور ہندوستان کی جمہوریت کے چہرے کے اس بدنما داغ کو دھو دیا جائے اور اس کے لئے وہ تمام مؤثر و مناسب ذرائع اختیار کئے جائیں جو ہماری دسترس میں ہیں اور جن کی نہ صرف قانون نے اجازت دی ہے بلکہ ہندوستان کی جمہوری روح اور اس کے ساتھ وفاداری کا عہد ہم سے اس کا مطالبہ کرتا ہے اور ہمیں اس کا پابند بناتا ہے۔

اس سب کے ساتھ میں یہ کہنے کی جرأت کروں گا کہ اس میں ہماری اس کوتاہی کو بھی دخل ہے کہ ہم نے برادرانِ وطن اور محکمہ تعلیم کے ذمہ داروں پر ابھی تک واضح نہیں کیا ہے کہ مسلمان و اسلام کا رشتہ کس نوعیت اور کس درجہ کا ہے؟ ہمارے ہم وطن اور نصاب کے واضعین و مرتبین اپنے ذاتی و مذہبی تجربوں کی بناء پر اندازہ نہیں کر سکتے کہ مسلمان دینی عقائد کے بارے میں کتنے نازک واقع ہوئے ہیں، توحید کا عقیدہ اور رسولؐ کی شخصیت سے تعلق ان کے لئے کیا بنیادی اہمیت رکھتا ہے؟ اور اس سے محروم ہونے یا اس کو خطرہ میں ڈالنے کے بعد ان کا وجود کسی بھی ملک میں ان کے لئے کتنا ناخوشگوار اور دشوار ہو جاتا ہے؟ وہ ایسی حالت میں ایسے شدید ذہنی انتشار میں مبتلا ہوں گے کہ اس ملک کے تعمیری کاموں میں خوش دلی اور گرم جوشی سے حصہ نہ لے سکیں گے، یقیناً ہمارے ملک ہندوستان کا دستور آبادی کے کسی عنصر اور ملک کے کسی فرقے کو اس کی ان خصوصیات اور آزادیوں سے محروم نہیں کرتا جو اس کو اپنی جان اور اولاد سے زیادہ عزیز ہیں۔

یہ بات سب کی سمجھ میں آسانی سے آتی ہے کہ کسی فرقے کو بھوکا، پیاسا دست و پابریدہ حالت میں رکھنا، اس کو شہری حقوق دینے اور ملک کا

www.abulhasanalinadwi.org

باشندہ تسلیم کرنے کے ہرگز مرادف نہیں، کوئی آئینی حکومت اور کوئی آزاد جمہوریہ اس کا قصور بھی نہیں کر سکتی، ہمیں یہ ثابت کرنا چاہیے (اور ہندوستانی مسلمانوں کے مختلف مکاتب خیال کے مستند نمائندوں کے متفقہ بیان پر ارباب حکومت کو باور کرنا چاہیے) کہ مسلمانوں کے لئے اپنی آئندہ نسلوں کو مذہبی اور تہذیبی ارتداد کے خطرے میں مبتلا کر کے اور ان کے بنیادی عقائد کو متزلزل اور غیر اسلامی عقائد ان پر مسلط کر کے زندہ رہنا اس صورت حال سے قطعاً مختلف نہیں جس کا میں نے اوپر تذکرہ کیا ہے، بلکہ ایک گنہگار مسلمان کے نقطۂ نظر سے بھی مذہبی حیثیت سے مفلوج و مسخ شدہ زندگی گذارنا اور اپنی آئندہ نسل کی اسلامیت سے محروم رہنا بھوکے پیاسے رہنے سے سنگین واقعہ ہے، یہ ایمان کا ابتدائی تقاضا اور اسلامیت کا اجماعی فتویٰ ہے جس میں میں نے کسی مبالغہ یا شاعری سے کام نہیں لیا، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر یہ صورت حال اور مسلمانوں کا یہ احساس ثابت ہو جائے تو اس کی اصلاح میں کچھ دیر نہیں لگے گی اور اگر ایسا نہیں ہے (اور میں اس کو فرض کرنے کے لئے بھی تیار نہیں) تو ہندوستان کو اس مقام اور احترام سے دستبردار ہونا پڑے گا جو اس کو دنیا کی جمہوری حکومتوں اور بین الاقوامی صف میں حاصل ہے۔

حضرات!

ہم نے اس ملک میں اپنی ملی خصوصیات، اپنے پورے دینی عقائد اور اسلامی تہذیب کے ساتھ رہنے کا عزم کیا ہے، یہ ملی خصوصیات، یہ دینی عقائد اور یہ اسلامی تہذیب آب و گل اور گوشت و پوست کے تمام رشتوں اور علاقوں سے زیادہ عزیز ہے، یہ ایمان کا طبعی تقاضا اور بنیادی مطالبہ ہے، اس کے بغیر ہم ایمان کے وصف اور خدا کی مدد کے مستحق نہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ (البرائۃ۔۲۴)

''اے پیغمبر! مسلمانوں کو سمجھا دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے گھر والے اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے مند پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہے اور مکانات جن میں رہنے کا تمہارا جی چاہتا ہے اگر یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسولؐ اور اللہ کے راستے میں انتہائی جدوجہد کرنے سے تم کو زیادہ عزیز ہوں تو ذرا صبر کرو یہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے وہ تمہارے سامنے لا موجود کرے اور اللہ ان لوگوں کو جو اس کے حکم سے سرتابی کریں ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

ہم اپنے عقیدے اور دین کی رو سے اس فیصلے کے لئے مجبور تھے اور ہم کو بہر حال یہ فیصلہ کرنا تھا اور ہر قیمت پر اس فیصلے پر قائم رہنا ہے لیکن خوش قسمتی سے اس ملک کا دستور اس کی اجازت دیتا ہے وہ ہندوستان کو مختلف فرقوں، مختلف مذاہب اور مختلف تہذیبوں کا ملک تسلیم کرتا ہے اور ان کی بقاء اور ان کے نشوونما اور ارتقاء کی ضمانت دیتا ہے۔

میں صرف ایک عقیدہ اور تہذیب یا صرف اکثریت کے عقیدے فلسفے اور تہذیب کی گنجائش ہے تو فرقوں (Communities) اور اقلیتوں (Minorities) کے سیاسی و دستوری اصطلاحات کے کیا معنی ہیں؟ جس

www.abulhasanalinadwi.org

طرح کسی بیرونی طاقت یا قوم کی بالا دستی اور استعماریت (Imperialism) کو موجودہ جمہوری دور جائز نہیں قرار دیتا اور اگر وہ کسی ملک میں موجود ہے تو اس کی مخالفت جائز ہے۔ اسی طرح کسی ملک کے اندر کسی فرقے' کسی زبان' کسی تہذیب کو کسی دوسرے فرقے کسی زبان اور تہذیب پر حکومت کرنے یا اس کو مٹا دینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی' یہ اعتقادی تہذیبی' لسانی سامراج' سامراج کی بدترین قسم ہے' ہندوستان کا غیر مذہبی دستور' ہندوستان کی جمہوری روح' ہندوستان کی جنگ آزادی کی عظمت و عصمت' ہندوستان کا صلح پسند مزاج' ہندوستان کا حساس و بیدار ضمیر کسی کوتاہ اندیشی کسی مجرمانہ سازش کسی فرقے وارانہ عصبیت اور کسی تہذیبی ولسانی سامراج کو زیادہ دن تک برداشت نہیں کرسکتا اور بالآخر عقل کے جذبات پر' علم و حقیقت کے اوہام و تخیلات پر' بے غرضی و خیر خواہی کی موقع پرستی اور خود غرضی پر جمہوریت و حرمت کی غلامانہ ذہنیت پر فتح ہو کر رہے گی۔

حضرات!

ہم نے جب اس ملک میں اپنی ملی خصوصیات' دینی عقائد اور تہذیب کے ساتھ رہنے اور ترقی کرنے کا عزم اور عہد کیا ہے تو ہم نے لازماً اس کی تمام ذمہ داریوں کو بھی قبول کیا ہے' ہمیں ایک ایسے ملک میں جہاں ہم اقلیت میں ہوں اور جہاں کی پچھلی تاریخ کا مطلع غبار آلود ہو عقیدۃً مسلمان بن کر رہنے کی نظیر قائم کرنی اور دوسرے لوگوں کے لئے اعتماد و حوصلہ کی شمع روشن کرنی ہے' ہمیں جرأت و اعتماد' صلاحیت و قوت کار اور ذہانت و اجتہاد کا ایک نمونہ قائم کرنا ہے' دنیا کے وہ ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور اپنے دینی مستقبل کی تشکیل کے کارِ عظیم سے دو چار

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، ہماری رہنمائی کے منتظر ہیں، اس لئے کہ ہم دنیا کی سب سے بڑی اسلامی اقلیت ہیں جو کسی ملک میں پائی جاتی ہے اور ہم نے ماضی میں بارہا عالم اسلام کی رہنمائی کی ہے، ہمیں نہ صرف اپنی آئندہ نسلوں کی اسلامیت کا غیر مشکوک اطمینان حاصل کرنا ہے، نہ صرف اپنے دینی مستقبل کی تابناکی کا یقین پیدا کرنا ہے، بلکہ اپنی ذہانت اپنی عبقریت (Genious) اپنی صحیح اور غیر متزلزل حب الوطنی، اپنی بے پایاں شرافت، اپنی صلاحیتوں کے ساتھ جو خدا نے ہم کو بخشی ہیں اور اسلام نے ان کی پرورش کی ہے، ہمیں جدید ہندوستان کی تعمیر و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ہے اور اس کو چار چاند لگانا ہے، ہمیں دنیا پر یہ ثابت کر کے کہ ہم اس ملک میں اپنی ملی خصوصیات اپنے عقائد اور اپنی اسلامی تہذیب کے ساتھ ترقی کر سکتے ہیں دنیا میں ہندوستان کا نام روشن کرنا اور اس کے جمہوری و نامذہبی ہونے کا ناقابل تردید ثبوت فراہم کرنا ہے، نیز یہ ثابت کرنا ہے کہ اسلام میں زبان کے تغیرات سے عہدہ برآ ہونے، وقت کی مشکلات کو حل کرنے، دنیا کی تمام قوموں اور ملکوں کو یکساں فائدہ پہونچانے اور بلا تفریق مذہب وملت انسان کی خدمت کی کتنی عظیم طاقت و صلاحیت ہے۔

حضرات!

یہ کانفرنس سفر کا اختتام نہیں، سفر کا آغاز ہے، بے شک ہم نے اپنے سفر کی ایک منزل طے کی ہے ۱۹۵۹ء کی آخری تاریخوں میں جب ہم بستی میں جمع ہوئے تھے۔ اس وقت تک خدا کی توفیق سے ہم نے کچھ کام کیا، صوبے کے نصف سے زائد اضلاع میں انجمن کی شاخیں قائم ہوئیں اور کونسل کا پیغام پہنچانے کے لئے جلسے اور کونشن ہوئے سرکاری نصاب کی

خامیوں اور کوتاہیوں کا چرچا ملک میں عام ہو گیا اور حکومت نے بھی اس کا اعتراف کیا اور اس کی اصلاح کا ارادہ ظاہر کیا، جدید مکاتب کی ایک بڑی تعداد کا قیام اور قدیم مکاتب کی ایک بڑی تعداد کی تنظیم ہوئی لیکن دراصل ابھی کام کا آغاز ہی ہوا ہے ابھی کام کا پورا میدان پڑا ہوا ہے، کتنے مسائل ہیں جو حکومت اور محکمہ تعلیم کے دائرے میں طے کرنے ہیں ابھی ہمارے پیغام نے قومی نعرے اور مذہبی عقیدے کی حیثیت اختیار نہیں کی ہمارا کام اس وقت تک قابل اطمینان نہیں ہوگا جب تک مسلمان اپنے بچوں کی تعلیم کو ان کی غذا و دوا سے زیادہ اہم نہ سمجھیں گے اور دینی مکاتب و مدارس کو اسی سنجیدگی اور اسی ذوق وشوق سے قائم نہ کریں گے جس سنجیدگی اور ذوق وشوق سے وہ مساجد کی تعمیر کرتے ہیں (اس لئے کہ ان مساجد کی آبادی ان مکاتب کے بغیر ممکن نہیں) جب تک ہم اس راہ کے مصارف کو اپنا اہم ترین اور مقدس ترین فرض نہ سمجھیں گے اور اس میں صدیقی ذوق اور عثمانی جذبے کے ساتھ حصہ نہ لیں گے، جب تک ہم اس راہ کی کوشش کو عبادت کا درجہ نہیں دیں گے۔

ہمارے لئے جو چیز اس کوشش کا محرک ہوئی ہے وہ اس کی دینی حیثیت اور اسلامی روح ہے۔ ضرورت ہے کہ یہی روح ہم سب میں پیدا ہو، یہی روح ہے جس نے تاریخ میں موجب حیرت اور محیر العقول کام انجام دیئے ہیں اور یہی روح آج تمام رکاوٹوں اور اختلافات پر غالب آسکتی ہے۔

حضرات!

ریاستوں کے مذہبی فرقہ وارانہ اور نصاب کی اصلاح اور اس کو حقیقی معنی میں نامذہبی (Secular) بنانے کی آئینی کوشش، ایسے آزاد اسلامی

مکاتب کا قیام جن میں حکومت کے مطلوب معیار اور مقرر کردہ مضامین (Curriculum) کے مطابق پانچویں درجہ تک معیاری تعلیم کا انتظام اور اردو دینیات اور قرآن پڑھانے کا بندوبست ہو ہمارے جو بچے سرکاری اسکول میں تعلیم پاتے ہیں ان کے لئے ایسے صباحی اور شبینہ مدارس کا قیام جہاں وہ ضروری دینی معلومات اور اردو دینیات سے ضروری واقفیت حاصل کرسکیں' ان سب مدارس کے لئے مناسب معلمین واساتذہ کی تربیت' اوپر کے درجوں اور عام مسلمان طالب علموں کے مطالعہ کے لئے دینی واقفیت کا' اردو اور ہندی نصاب تیار کرنا اور توسیعی ومعلوماتی خطبات کا انتظام کرنا' کونسل کے مقاصد وپروگرام میں شامل ہے ہماری نظر میں ہندوستان میں مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کی اسلامیت کی بقاء اور ان میں اس آزاد اور مختلف المذاہب جمہوریہ کے اندر اپنا صحیح پارٹ ادا کرنے اور اس کا تعمیری عنصر بننے کے لئے یہ سب انتظامات ضروری ہیں' اس کے لئے ایک عظیم اور منظم مہم کی ضرورت ہے' اس کے لئے جذبہ عمل' ذہانت' جرأت' خلوص اور ایثار کی ضرورت ہے' اس کے لئے قومی فیصلے اور عزم کی ضرورت ہے' اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اس کانفرنس سے کام کے ایک نئے دور کا آغاز ہوگا' آپ دینی تعلیمی کونسل اور اس عظیم اجتماع کا پیغام گھر گھر پہونچائیں گے اور پوری قوم میں ایک نئی روح ایک نیا یقین اور ایک نیا ولولہ اور عمل پیدا کریں گے اور مدارس ومکاتب کا ایک جال سارے ملک میں پھیلا دیں گے۔

حضرات!

قوموں کے سیاسی وتعلیمی تغیرات' قوموں کے اجتماعی وباہمی تعلقات انسانی زندگی کی افسردگی وزندہ دلی' زمانے کے تیور واقعات کے

اشارے' مشکلات کے پہاڑ' وقت کے دھارے ان میں سے کوئی چیز بھی تقدیر الٰہی اور مشیت خداوندی کے سامنے آخری مبرم اور لاعلاج وغیر تغیر پذیر نہیں۔نصرت الٰہی اور اہل ایمان کے اخلاص اور اہل یقین کے عزم وفیصلہ نے بارہا ان میں تغیر وانقلاب پیدا کردیا ہے تاریخ کے دھارے کو موڑ دیا ہے' زندہ قوموں کی کوئی چیز آخری و ابدی نہیں ہوتی۔ایک زندہ اور صاحب عزم قوم کی طرح ہندوستان میں اپنا مقام بنانے' اپنی راہ نکالنے اور ہندوستان کو ایسا آزاد جمہوریہ بنانے کی کوشش کیجئے جو اس کے اعلان اور دستور کے مطابق اور آپ کے حالات اور ضروریات کے مناسب ہو۔اپنے اس تعلیمی مسئلے کو اپنے ایمان ویقین' اپنے عزم وفیصلہ' جوش عمل اور ولولہ کار سے حل کرنا ہے۔اگر آپ نے اس کی شرطیں پوری کردیں تو ہر مشکل آسان اور ہر عقدہ حل ہے۔

نشاں یہی ہے زمانہ میں زندہ قوموں کا  
کہ صبح وشام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں

کمال صدق ومروت ہے زندگی ان کی  
معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں

خودی سے مرد خود آگاہ کا جمال وجلال  
کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں

حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے  
ورائے عقل ہیں اہل جنوں کی تدبیریں

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# ایک عزم ایک فیصلہ

# خطبہ اختتامیہ

## پہلی صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس لکھنؤ

منعقدہ

۵؍جون ۱۹۶۱ء

www.abulhasanalinadwi.org

# دستور کی حفاظت کا فریضہ ہم انجام دیں گے

''یہ ہندوستان ہمارا ملک اور وطن ہے' اس ملک پر ہمارا وہی حق ہے جو کسی بڑے اور قدیم سے قدیم شہری کا ہے۔ ہندوستان کا کوئی متنفس اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ کسی کا حق اس ملک پر ہمارے حق سے زیادہ ہے صدر سے لے کر بڑے سے بڑے ذمہ دار ہندوستانی کا اس سرزمین پر جو حق ہوسکتا ہے' وہی ہمارا حق ہے۔ ہم کو یہ ملک عزیز ہے' ہم اس کے اور اس کے جمہوری دستور کے محافظ ہیں اور اس دستور کی آبرو کے محافظ ہیں۔ ہم اس دستور اور آئین کے خلاف کوئی بے اعتدالی' کوئی بے اصولی' کوئی سازش برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر پورے ملک میں کوئی ایک انسان بھی یہاں کے دستور و آئین کی حفاظت کرنے والا اس کی عزت قائم رکھنے والا اور اس کی طرف سے لڑنے والا نہ ہوگا تو ہم یہ فرض انجام دیں گے اور اس کے لئے سینہ سپر ہو جائیں گے''۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات!

آج کانفرنس کی آخری نشست ہے، آپ حضرات اپنے اپنے مقامات پر جائیں گے، میں چاہتا ہوں کہ آپ یہاں سے کوئی پیغام لے کر جائیں اور ایک فیصلہ کر کے اٹھیں، ہمارے آپ کے مستقبل کا انحصار اسی فیصلے پر ہے، فیصلے کے دو جز ہیں، ایک جز یہ ہے کہ یہ ہندوستان ہمارا ملک اور وطن ہے، اس ملک پر ہمارا وہی حق ہے، جو کسی بڑے سے بڑے اور قدیم سے قدیم شہری کا ہے۔ ہندوستان کا کوئی متنفس اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ کسی کا حق اس ملک پر ہمارے حق سے زیادہ ہے، صدر سے لے کر بڑے سے بڑے ذمہ دار ہندوستانی کا اس سرزمین پر جو حق ہو سکتا ہے، وہی ہمارا حق ہے، اس طرح سے ہم کو یہ ملک عزیز ہے، ہم اس کے اور اس کے جمہوری دستور کے محافظ ہیں اور اس دستور کی آبرو کے محافظ ہیں، ہم اس دستور و آئین کے خلاف کوئی بے عنوانی کوئی بے اصولی کوئی سازش برداشت نہیں کر سکتے، ہمارا

www.abulhasanalinadwi.org

فرض ہے کہ ہم اس ملک اور اس آئین کی حفاظت کریں، اس سرزمین کے چپے چپے پر ہماری تعمیری صلاحیتوں کے نقش اور ہماری لازوال یادگاریں ہیں، ہم نے اس ملک کو وہ عطا کیا ہے جو اس ملک میں بسنے والی قوموں میں سے کسی قوم نے اس کو نہیں عطا کیا، ہم نے اس ملک کو از سر نو بنایا اور سنوارا اور اس ملک کو تمدن وتہذیب، آراستگی وشائستگی میں کہیں سے کہیں پہونچا دیا اگر آپ کو یہ دیکھنا ہو کہ ہماری آمد سے پہلے یہ ملک کیا تھا اور ہماری آمد کے بعد اس ملک کا کیا نقشہ ہو گیا تو بابر کی تزک کا مطالعہ کیجئے جس نے اس وقت کے ہندوستان کی تصویر کھینچی ہے، اس لحاظ سے یہ پورا ملک ہمارا وطن ہے، ہمارا نشیمن ہے، ہمارا چمن ہے اور ہمیں یہ کہنے کا حق ہے کہ

میں چمن میں چاہے جہاں رہوں مرا حق ہے فصل بہار پر

اس بارے میں ہماری وطنیت اور ہمارے شہری حقوق کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا، آپ کا ذہن اس بارے میں بالکل واضح اور صاف ہونا چاہئے اور تردد وتذبذب کے ہر شائبے سے پاک، ہم ہندوستانی ہیں اسی ہندوستان میں رہنا ہے اور اس کی تعمیر وترقی میں حصہ لینا ہے۔ اگر پورے ملک میں کوئی ایک انسان بھی یہاں کے دستور وآئین کی حفاظت کرنے والا اس کی عزت قائم رکھنے والا اور اس کی طرف سے لڑنے والا نہ ہوگا تو ہم یہ فرض انجام دیں گے اور اس کے لئے سینہ سپر ہو جائیں گے، ہم کسی بے آئینی وبے عنوانی اور کسی زبردستی کو برداشت نہیں کریں گے۔ یہ ہمارا ایک سوچا سمجھا فیصلہ ہے اور اس مجلس میں ہم کو دوبارہ بیٹھ کر فیصلے کی تجدید کرنی چاہئے۔ ہمارے فیصلے کا دوسرا اہم جز یہ ہے کہ ہمیں اس ملک میں اپنی پوری ملی خصوصیات، اپنی اسلامی تہذیب، اسلامی شعائر، اسلامی اخلاق اور اپنی پوری اسلامی شخصیت

www.abulhasanalinadwi.org

کے ساتھ رہنا ہے، ہم اس کے کسی شوشے سے بھی دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں اور اس سے محروم رہ کر زندگی گذارنا نہ ہمارے لئے جائز ہے نہ پُر لطف نہ خوشگوار، اگر ہم کو یہ حق و آزادی حاصل نہیں کہ ہم اپنی آئندہ نسلوں تک اپنا عقیدہ اور اپنا تہذیبی ورثہ منتقل کر سکیں، ہم ان کو اپنے اصول و عقائد کے مطابق تعلیم دے سکیں ہم ان کی اسلامیت اور ایمان کے مناظر سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر سکیں، تو یہ زندگی نہ مسلمان کی ہے نہ کسی شریف و باعزت انسان کی، جانور کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس کو راتب ملتا رہے، اس پر کوئی حملہ نہ کرے، اس کی نسل بڑھتی اور چلتی رہے، کتے کو جب خوراک ملتی رہتی ہے، اس کے بچوں پر کوئی نظر نہیں کرتا تو وہ مطمئن رہتا ہے اس کے نزدیک یہ مکمل زندگی و آزادی ہے لیکن انسان کے لئے اتنا کافی نہیں، اس کی فطری خواہش اور حق ہے کہ وہ اپنا عقیدہ اور اپنی عزیز خصوصیتیں اپنے جانشینوں اور اپنی اولاد تک منتقل کرے۔ اگر آپ کے لئے اتنا کافی ہے کہ آپ کو اس ملک میں راشن ملتا رہے۔ آپ ننگے بھوکے نہ رہیں آپ کی جان و مال محفوظ ہو آپ کو اپنی نسل بڑھانے کے مواقع حاصل ہوں آپ کی اولاد کے لئے کچھ اسامیاں موجود ہوں تو یہ زندگی اشرف المخلوقات کی زندگی نہیں بلکہ ارذل المخلوقات کی زندگی ہے، یہ زندگی انسان اور مسلمان کی زندگی نہیں، بہائم اور چوپایوں کی زندگی ہے، بیلوں گدھوں اور کتوں کی زندگی ہے۔

فیصلہ کیجئے کہ اس ملک میں کتوں کی طرح زندگی نہیں گذارنی ہے کہ ہم کو کھانے پینے کی، نوکری حاصل کرنے کی، بچوں کی جسمانی پرورش کی آزادی حاصل ہو لیکن اپنی مرضی کے مطابق اپنے عقیدے اور ایمان کے مطابق ان کی ذہنی و روحانی علمی و اخلاقی تربیت اور ان کو اپنے رنگ میں رنگنے اور

مسلمان بنانے کی آزادی ومواقع حاصل نہ ہوں۔ ہم اس زندگی سے بیزار ہیں اوراس محدود آزادی کو ہرگز آزادی نہیں سمجھتے۔

حضرات! اس ملک میں پسماندہ اقوام بھی رہتی ہیں جن کو اس ملک کے فاتحین نے ہزاروں برس پہلے غلام بنایا تھا اوران کو ایک ذلیل شہری کی حیثیت سے زندگی گذارنے پر مجبور کردیا تھا آج وہ نیچ ذات کی قومیں اور اچھوت سمجھی جاتی ہیں' ان مظلوم قوموں سے غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے زندگی نما موت کو موت نما زندگی پر ترجیح دی' انہوں نے ذلت کی زندگی کو عزت کی موت پر ترجیح دی' قوموں سے غلطی ایک بار ہوتی ہے بار بار نہیں ہوتی لیکن ایک بار کی غلطی کا خمیازہ ہزاروں سال بھگتنا پڑتا ہے۔ ہم ایسی غلطی نہیں کریں گے' ہم ہندوستان میں عزت کی زندگی گذارنے کا عہد کرتے ہیں' ہم یہاں نہ کتوں کی زندگی گذاریں گے نہ پسماندہ اقوام کی' ہم اس ملک میں غلام بن کر نہیں رہیں گے' ہم اس ملک میں برابر کے شریک ہیں' اس ملک کے معماراور محسن ہیں' اس ملک کی عزت اوراس کے دستوروآئین کے سلسلہ میں دنیا کی کوئی طاقت ہم کو ہمارے اس فطری اور آئینی حق سے محروم نہیں کر سکتی غلامی وسامراج کا زمانہ ختم ہوگیا' آج نہ قوموں کا سامراج برداشت کیا جائے گا' نہ زبانوں اور تہذیبوں کا' آج ساری دنیا ایک گھر بن گئی ہے' آج ملک کی بے آئینی چھپی ڈھکی نہیں رہ سکتی' دنیا کا ضمیر بیدار ہو چکا ہے' افریقہ کے کسی حصے میں سیاہ فام انسانوں پر یا امریکہ میں نیگروز پر ظلم ہوتا ہے تو ساری دنیا چیخ اٹھتی ہے' اگر ہمارے ساتھ کوئی بے انصافی یا بے آئینی ہوئی تو سب سے پہلے ہم اس ملک کے ضمیر سے اپیل کریں گے اور انصاف حاصل کرنے کے لئے وہ تمام آئینی ذرائع اختیار کریں گے جو اس ملک میں ممکن

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، پھر ہم دنیا کی رائے عامہ سے اپیل کریں گے، ہم لاوارث نہیں ہیں ہمارا کنبہ ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے، ہم کو اپنا جائز حق حاصل کرنے کے لئے تمام جائز ذرائع اختیار کرنے چاہئیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم بہت نازک حالات سے گذر رہے ہیں، ہمارے لئے بڑی مشکلات ہیں، لیکن ہم ایک زندہ قوم ہیں، ہمارے اندر وہ تمام صلاحیتیں پوشیدہ ہیں جنہوں نے انسانیت اوراس ملک کو فیض پہنچایا تھا، ہم اب بھی ذہنی واخلاقی حیثیت سے کوئی دیوالیہ قوم نہیں ہیں

بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

حضرات! انسان کی قدیم کمزوری ہے کہ وہ تذبذب وتوہم کا مریض ہوتا ہے، مشکلات کو باہر دیکھتا ہے، مشکلات ومصائب باہر نہیں بلکہ آپ کے اندر ہیں بیرونی دنیا میں اس کا کوئی وجود نہیں، صرف آپ کے اندر ان کا وجود ہے آپ توہّم کے مریض ہیں۔ تعلیم کے مسئلے میں کوئی پیچیدگی نہیں، کچھ بھی مشکل نہیں صرف آپ خوف زدہ ہیں، خوف زدہ انسان اپنے سایہ سے ڈر جاتا ہے، آپ تذبذب کو دور کر دیں، ہندوستان میں ایک باعزت شہری کی طرح زندگی گذارنے کا فیصلہ کریں اس کا عزم کریں کہ ہم کو اس ملک میں رہنا ہے اور اپنی پوری ملی خصوصیات کے ساتھ رہنا ہے، خوش قسمتی سے اس ملک کا دستور نہ صرف اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ ضمانت بھی دیتا ہے۔

آیئے اس مبارک وقت میں کہ رات آخر ہو رہی ہے اور خدا کی رحمت کے نزول کا وقت ہے سچے دل سے عزم اور عہد کریں کہ ہم کو اس ملک

www.abulhasanalinadwi.org

میں اپنی اسلامیت کے ساتھ رہنا ہے اور اپنی آئندہ نسلوں کی اسلامیت کا یقین حاصل کرنا ہے اور پھر اس راہ میں اگر آزمائشیں پیش آئیں تو ان کو گوارا کرنا ہے لیکن اس صراط مستقیم سے بال برابر بھی نہیں ہٹنا ہے' قرآن مجید میں مسلمانوں کے دو ہی گروہوں کے وجود کو تسلیم کیا گیا ہے اور انہیں کا محبت و عزت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے' ایک وہ گروہ جس نے اپنے عہد کو پورا کر دیا اور خدا سے جو نذر کی تھی وہ وفا کی اور دوسرا وہ جو اپنے عہد پر قائم ہے اور اس سے انحراف قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ (اہل ایمان میں سے کچھ وہ ہیں جنھوں نے وہ سچا کر دیا جو انہوں نے اپنے اللہ سے عہد کیا تھا ان میں بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی منت پوری کر دی اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں' اور انہوں نے (اپنے موقف میں) کوئی تبدیلی نہیں کی)۔

اپنے اصولوں پر قائم رہتے ہوئے عزت کی زندگی گذارنے کے لئے اگر کوئی جائز جدوجہد کی جائے' اس کے لئے اگر اپنی خواہشات اور عزیز چیزوں کو قربان کیا جائے' اس کی اگر کوئی قیمت ادا کرنی پڑے تو یہ تمام تر نفع ہی کا سودا ہے اور ایک باعزت اور خوشگوار زندگی کی ضمانت ہے

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

آیئے پھر آخر میں اس بات کا عہد کریں کہ ہم کو اس ملک میں اپنی خصوصیات کے ساتھ جو ہمارے دین و ایمان کا جز ہیں اور جن کے بغیر زندگی

www.abulhasanalinadwi.org

کا لطف نہیں انسان دوست خیر خواہ وطن، پُر امن اور تعمیر پسند شہری کی طرح رہنا ہے اور اس حق کو حاصل کرنے کے لئے وہ پوری جد و جہد کرنا ہے جو وقت کا تقاضا اور ایک آزاد شہری کا حق ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# ناواقفیت ایک بڑا نقص اور محرومی

''اپنے ہاتھوں سے اپنی تاریخ کے اوراق کو چاک کیا جارہا ہے یا ان پر سیاہی پھیری جارہی ہے اور اس طرح ہندوستان کی تاریخ میں ایک ایسا خلا پیدا کیا جارہا ہے جو صدیوں کو محیط ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ہندوستان کے اس دور کو نمایاں اور ان کارناموں کو اُجاگر کریں ہم مطالبہ کریں کہ جدید تعلیم ونصاب تعلیم میں عہدِ قدیم کی تاریخی شخصیتوں کے ساتھ ازمنۂ وسطیٰ کی ان تاریخی شخصیتوں کو بھی جگہ دی جائے جو ہندوستان کے لئے قابلِ فخر اور نوجوانوں کے لئے قابلِ تقلید ہیں اور جن سے ناواقفیت ایک بڑا نقص اور محرومی کی بات ہے''۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## راجستھان دینی تعلیمی کانفرنس

## (ٹونک)

منعقدہ

۱۱/۱۲ نومبر ۱۹۶۱ء

www.abulhasanalinadwi.org

# ایک آسان نسخہ

''حقیقت یہ ہے کہ اگر دبے ہوئے جارحانہ مذہبی و تہذیبی جذبات وافکار سے آزاد ہو کر یہ کام ماہرین تعلیم کے سپرد کیا جائے تو ہندوستان کی تاریخ میں ہماری مشترکہ تہذیب اور مذاہب کی اخلاقی تعلیم میں اتنا سامان موجود ہے کہ اس سیکولر ملک کے لئے بہت آسانی کے ساتھ ایسا نصاب تیار کیا جاسکتا ہے جو اپنی علمی وفنی خوبیوں کے ساتھ موثر و دل آویز ہو اور جس میں سیرت و کردار کی تشکیل کی صلاحیت بھی ہو''۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات! مسلمانوں کی دینی تعلیم اوران کی نئی نسلوں کے اسلامی مستقبل کے مسئلہ پرغور کرنے کے لئے ہم ایک ایسے مقام پر جمع ہوئے ہیں جو ہندوستان کی عظیم ترین دینی جدوجہد کے سفراوراس کے مبارک قافلہ کی ایک منزل رہی ہے۔ محدود تاریخ کے بیان اور شہادت کے برخلاف میں اس کواس مقدس سفراوراس مبارک قافلہ کی آخری منزل کہنے کے لئے تیارنہیں کہ اس سفراوراس کے بلند نظراور عالی ہمت قافلہ کے لئے دنیا میں آخری منزل کا وجود ہی نہیں' یہاں فیضی کے بقول قافلہ سے بچھڑے ہوئے مسافر کچھ دیر آرام کرلیتے ہیں اورآگے کے سفر کی تیاری کرتے ہیں ؎

گر گہے پس ماندگان عشق منزل می کنند

اس مبارک قافلہ سے بچھڑے ہوئے مسافر یہاں مسافرانہ ہی رہے' انہوں نے کبھی رخت سفر نہیں کھولا اور کبھی مقصد سفرکوفراموش نہیں کیا'

www.abulhasanalinadwi.org

وہ جہاں ٹھہرے وہ جگہ بھی منزل وفرودگاہ کے بجائے "قافلہ"[1] کہلائی' آج بھی اس سرزمین پر جابجا آپ کو ان کے اس عارضی قیام کی نشانیاں اور یادگاریں ملیں گی جو بتائیں گی کہ کبھی یہاں ایمان ویقین اور دعوت وعزیمت کا قافلہ ٹھہرا تھا۔

آگ بجھی ہوئی اِدھر' ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر
کیا خبر اس مقام سے گذرے ہیں کتنے کارواں

حضرات! آج سے ایک صدی سے کچھ اوپر جب مسلمانوں کے ایمان اور یقین پر مادّیت اور حب دنیا کا نرغہ تھا' ان کی اسلامی تہذیب و معاشرت پر مشرکانہ تہذیب اور قدیم جاہلیت کے اثرات نمایاں ہونے شروع ہو گئے' ان کے عقائد کفر وشرک اور ریب وشک سے متاثر ومتزلزل ہونے لگے' ان کی اسلامی غیرت اور دینی حمیت کے زوال کے شرم ناک مناظر آنکھوں سے نظر آنے لگے' ہندوستان میں ان کی قوت و جمعیت اور برائے نام سلطنت کا چراغ آخری طور پر گُل ہوتا دکھائی دیا' ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد میدان انگریزوں کے لئے صاف ہو گیا اور حضرت سید احمد شہیدؒ کی بلیغ اور پُر زور زبان میں "بیگانگان بعید الوطن ملوک زمین وزمن بن گئے اور تاجران متاع فروش پایہ سلطنت کو پہونچ گئے" (سید صاحب کا خط راجہ ہندو راؤ وزیر گوالیار کے نام) تو اللہ کے کچھ مخلص بندے اس صورت حال کے خلاف جنگ کرنے کے لئے سر سے کفن باندھ کر میدان میں آ گئے'

---

[1] ٹونک کا مرکزی محلہ جہاں دینی تعلیمی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے' آج سے سوا سو برس پہلے سید احمد شہیدؒ کے قافلہ کے "پسماندگان" اور اہل خاندان نے یہاں قیام اختیار کیا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

انہوں نے سارے ہندوستان میں ایمان ویقین کا صور پھونک دیا اور اپنے اخلاص و یقین سے مسلمانوں میں ایسی ایمانی کیفیات، جذبہ قربانی و سرفروشی، عالی ہمتی و بلند نظری پیدا کر دی جس نے قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی، یہ معاشرہ کے روحانی واخلاقی زوال اور انگریزوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار اور جمتے ہوئے قدموں کے خلاف ایک ایسی جانباز کوشش تھی جس کی نظیر ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملتی، انگریزی حکومت کے مظالم کی طویل تاریخ میں تنہا اہلِ صادق پور (صادق پور، عظیم آباد پٹنہ کا مشہور محلہ جہاں کے علماء و روساء ۱۸۶۵ء میں پورٹ بلیئر انڈمان جلاوطن کئے گئے، ان کی جائدادیں ضبط کر لی گئیں اور ان کے خاندانی قبرستان پر ہل چلا دیا گیا اور اس پر میونسپلٹی کی عمارتیں تعمیر کی گئیں) کی قربانیوں کا پلہ پورے ہندوستان کی قربانیوں پر بھاری ہے، ان سرفروشوں کی قربانیوں اور کوششوں نے ہندوستان کے بڑھتے ہوئے اخلاقی زوال کی تیز رفتار میں سستی پیدا کر دی، بگڑتے ہوئے حالات سے کشمکش کرنے کی صلاحیت میں اضافہ اور مسلمانوں کی ایمانی وملی زندگی کی مدت میں توسیع کر دی اور ملت اسلامیہ کو ایک نئی اخلاقی طاقت اور ایک نیا علمی و تعلیمی جوش عطا کیا جس کے نتیجہ میں بڑے بڑے تعلیمی و اصلاحی مرکز قائم ہوئے اور اسلام کے عقائد صحیحہ اور "کتاب وسنت" کو مسلمانوں کے تعلیمی وفکری نظام میں محور و مرکز کی حیثیت حاصل ہوئی، بالاکوٹ کے شہیدوں اور ٹونک کے غازیوں کی پُر انوار قبروں سے بجا طور پر یہ صدا آتی ہے کہ

آغشتہ ایم ہر سرِ خارے بخونِ دل
قانون باغبانیِ صحرا نوشتہ ایم

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن تقدیر الٰہی کی بے نیازیوں اور ارادۂ الٰہی کی پوشیدہ حکمتوں نے اس ملک میں "بیگانگان بعید الوطن اور تاجران متاع فروش" فرنگیوں کے حق میں ایک وسیع و مستحکم سلطنت کا فیصلہ کیا، اس غیر ملکی حکومت نے اپنے وسیع و موثر تعلیمی وسائل اور ان تمام ذرائع اور اثرات کی مدد سے جو ایک طاقت ور منتظم اور دور اندیش غیر ملکی حکومت کو حاصل ہوتے ہیں مسلمانوں کے دینی احساس، ملی غیرت اور ان کے نظام تعلیم اور تہذیب کو متاثر اور کمزور کرنا شروع کیا، ان کا نظام تعلیم اور نصاب تعلیم (کسی خلوص و خیر خواہی کی بناء پر نہیں، سیاسی دور بینی اور پختہ کاری کی بناء پر) اگرچہ نا مذہبی اور سیکولر تھا اور اس میں کسی مخصوص عقیدہ، کسی خاص تہذیب اور کسی خاص تاریخی دور کی حمایت اور وکالت نہ تھی، اس کے اجزاء اور عناصر ترکیبی کے متعلق زیادہ سے زیادہ جو شکایت کی جا سکتی تھی وہ یہ کہ وہ دینی و اخلاقی روح سے عاری اور قلب پر اثر ڈالنے اور سیرت و کردار کی تشکیل سے قاصر ہیں، وہ شکایت جو اس زمانہ کے ایک تجربہ کار اور تعلیم جدید کے رمز شناس شاعر اکبر نے ان الفاظ میں کی ہے ؎

علومِ مغربی کے بحر میں غوطے لگانے سے
زباں گو صاف ہو جاتی ہے دل طاہر نہیں ہوتا

لیکن اس سیاسی و اجتماعی ماحول کی بناء پر جو اس نظامِ تعلیم کا سرچشمہ اور اس کا پشت پناہ تھا، زمانہ کے اس دھارے کو دیکھتے ہوئے جو اپنی پوری طغیانی پر تھا، اساتذہ کی دینی و اخلاقی حالت اور ان کی سیرت و شخصیت کے پیش نظر جو اس نظام و نصاب کے ذمہ دار تھے، اہل نظر و اصحاب فراست نے ایک وسیع و عمیق ذہنی و اخلاقی انقلاب اور دلوں کی دنیا بدل جانے کی

www.abulhasanalinadwi.org

پیشین گوئی کی اور ان کے ترجمانِ اکبر نے شاعرانہ سے زیادہ عارفانہ یقین و اعتماد سے کہا:

دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

یہاں تک کہ جب اس ذہنی انقلاب کے اثرات وسیع اور ہمہ گیر ہونے لگے اور مسلمانوں کی ایک ایسی نسل وجود میں آنے لگی جس کی تصویر دوسرے ترجمان حقیقت (اقبالؔ) نے اس طرح کھینچی ہے:

نوجواناں تشنہ لب خالی ایاغ      شستہ رو تاریک جاں روشن دماغ
کم نگاہ و بے یقین و نااُمید      چشم شاں اندر جہاں چیزے ندید
ناکساں منکر ز خود مومن بغیر      خشت بند از خاک شاں معمار دیر

تو مسلمانوں کے اہلِ نگاہ نے جن کا ان تعلیمی مرکزوں سے قریبی تعلق تھا اس نظام تعلیم کو مسلمانوں کے حق میں ''روحانی نسل کشی'' سے تعبیر کیا اور اکبر نے اپنے مشہور شعر میں جو ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اس کو اس طرح ادا کیا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

تعلیم کا یہ درخت اپنے قدرتی برگ و بار لایا، مسلمانوں میں شکوک وشبہات، اخلاقی انحطاط، موقع پرستی اور زمانہ سازی، بے یقینی، نا امیدی، اپنی تہذیب اور تاریخ سے ناواقفیت، یوروپ کی مادی ترقی سے مرعوبیت اور اس کی سیادت و قیادت پر اعتماد پیدا ہوا، لیکن اس نظام تعلیم کی مخصوص ساخت کی بناء پر ان کے اندر مشرکانہ خیالات، توہم پرستی، عجائب پسندی اور اسلاف دشمنی نہیں پیدا ہوئی، بلکہ اس کے برخلاف ان کے اندر

www.abulhasanalinadwi.org

اپنی پرانی تاریخ کا کھوج لگانے' اسلامی تہذیب پر مخالفین کے الزامات کا جواب دینے اور اپنے اسلاف کی عظمت رفتہ کی داستان سننے اور سنانے کا جذبہ پیدا ہوا' اسی تقاضے اور اندرونی جذبہ کی تسکین کے لیے مولانا شبلی مرحوم نے ''ناموران اسلام'' کا سلسلہ تصنیف شروع کیا' اسی جذبہ کے ماتحت ''الجزیۃ فی الاسلام'' ''اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر'' اور ''کتب خانۂ اسکندریہ'' جیسی کتابیں تصنیف ہوئیں اور سید امیر علی نے ''تاریخِ عرب'' (History Of The Saracens) لکھی' سر سید احمد خاں کی تصنیفات اور مولوی چراغ علی کی کتابیں اپنی علمی و دینی کمزوریوں کے باوجود اسی جذبہ کا نتیجہ اور اسی طلب و جستجو کا جواب ہیں۔

انگریزی تعلیم نے اعتقادی اور عملی زندگی کو کتنا ہی متاثر کیا ہو' اس نے کم سے کم مسلمانوں کی قومی حمیت کی بیخ کنی نہیں کی' یا اس میں وہ کامیاب نہیں ہوئی اور مسلمانوں کی اس تعلیم یافتہ نسل کا اس کے اسلاف اور اس کے تاریخی ماضی سے رشتہ بالکل منقطع نہیں ہونے پایا' نہ مذہبی اسلاف کا تبادلہ ملکی اسلاف اور ''ہندوستانی پورروج'' سے ہوا' یہاں اس مجرمانہ نظام تعلیم کی حمایت قطعاً مقصود نہیں جو انگریزی حکومت نے رائج کیا لیکن اس کے دائرۂ اثر کی وسعت و تنگی اور اس کے اثرات و نتائج کی صحیح تشخیص مقصود ہے۔

اخلاقی' آئینی' مذہبی و سیاسی کسی حیثیت سے انگریزی حکومت کے اس ملک میں باقی رہنے کا جواز نہ تھا اور خواہ وہ اور اس کا نظام تعلیم و تربیت مذہبی امور میں کتنا ہی غیر جانب دار اور رواداری ہو اس کی موجودگی میں مذہبی جذبات کی تسکین اور قومی امنگوں کی تکمیل کا کوئی امکان نہ تھا' یہ نظام تعلیم کیسے ہی احتیاط سے بنایا گیا ہو' اس میں ان لوگوں کی آزادانہ

www.abulhasanalinadwi.org

رائے اور خواہشات اور ان کی ضروریات اور جذبات کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا تھا، جن کے بچوں کو تعلیم دینا مقصود تھا، یہ ایک مصنوعی اور غیر فطری صورت حال تھی جس کو جلد تبدیل ہونا تھا، جو قوم اپنے بچوں کو اپنے عقیدہ اور مسلک زندگی کے مطابق نہ ڈھال سکے اور اپنے ماضی اور حال و مستقبل میں ربط و تسلسل نہ پیدا کر سکے، وہ ساری آزادیوں اور خوش حالیوں کے باوجود مفلوج و مقید ہے۔

ہندوستان کے ضمیر نے متفقہ طور پر اس صورت حال کے خلاف بغاوت کی اور اس کا مطالبہ کیا کہ اس کو اپنے عقیدہ اور خواہش کے مطابق اپنے مستقبل کی تشکیل اور اپنی آئندہ نسل کی تربیت کی آزادی ملنی چاہیے اور ایک آزاد ملک میں آزادی کے ساتھ اس کو اپنا ذہنی و دینی ورثہ اپنے صحیح وارثوں تک منتقل کرنے کی اجازت ہونی چاہیے، انسان چوپایہ اور بے زبان جانور کی طرح اپنے بچوں کے بقائے جسمانی اور غذا کی فراہمی پر قناعت نہیں کر سکتا، وہ اپنے بچوں کو اپنا جیسا بلکہ اپنے سے بہتر دیکھنا چاہتا ہے اور اسی خواہش اور کوشش میں انسانی نسلوں کی ترقی اور تہذیب و تمدن کی وسعت کا راز پوشیدہ ہے۔

اس ملک کے ہندو مسلمان اور تمام فرقے اس فطری احساس میں شریک تھے، ہر فرقہ کا حق تھا کہ وہ اپنے بچوں اور آئندہ نسل کو اپنے اپنے عقیدہ اور ان تصورات اور اقدار حیات کے مطابق ڈھالے جن پر وہ اعتقاد رکھتا ہے اور جو اس کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں، یہی آزادی کی صحیح قیمت اور کسی ملک کے آزاد ہونے کا حقیقی نفع ہے، انہیں بلند مقاصد کے ماتحت آزادی کی لڑائی لڑی گئی اور ہر فرقے نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر

www.abulhasanalinadwi.org

قربانیاں پیش کیں، کم سے کم مسلمانوں کے لئے (جن کا اصل مزاج مذہبی ہے اور جو مسلک زندگی کو زندگی پر بھی ترجیح دینے میں تاریخ میں ممتاز رہے ہیں) یہی سب سے بڑا محرک تھا' اس آزادی اور موقع کے حصول کے بغیر ان کے لئے جنگ آزادی کوئی بڑی کشش اور معنویت نہیں رکھتی تھی۔

یہ جنگ بالآخر کامیاب ہوئی اور ملک آزاد ہوا اور وہ وقت آیا کہ ایک ایسا نظام و نصاب تعلیم مرتب و نافذ کیا جائے جس میں ملک کے ہر فرقہ کے بنیادی عقائد و مسلمات اور مذہبی احساسات و جذبات کی رعایت کی جائے اور اس کو اپنی اجتماعی اُمنگوں کی تکمیل کا موقع دیا جائے یا کم سے کم ان سے تصادم اور ان کی بیخ کنی نہ ہو' یہ اس لئے بھی ضروری اور قدرتی تھا کہ ملک نے اپنے لئے پورے غور وفکر کے بعد نا مذہبی اور سیکولر آئین اور ڈھانچہ اختیار کیا تھا اور نظام تعلیم (جو سیرت و کردار اور مستقبل کی تشکیل کرتا ہے) کسی ملک کے طرز حکومت کو متعین کرنے اور اس کو باقی رکھنے کا سب سے بہتر ذریعہ ہے۔

لیکن انگریزی حکومت کی صد سالہ مدت میں اس کی ان دوررس کوششوں کے ذریعہ جو مذہبی منافرت پیدا کرنے کے لئے کی گئیں اور اس خود ساختہ تاریخ کے اثر سے جو انگریز مصنفین نے مرتب کی اس ملک میں ایک ایسا اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ پیدا ہو گیا' جو سخت تنگ نظر' متعصب اور رجعت پسند ہے' جو اس ملک میں اپنی مخصوص تہذیب و ثقافت اور زبان کی ترویج کے خواب دیکھتا ہے اور جو مسلمانوں سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو (خواہ وہ ہندوستان کے لئے کتنا ہی قیمتی سرمایہ فخر اور سرچشمۂ حیات ہو) نفرت و تحقیر اور غیرت و اجنبیت کی نظر سے دیکھتا ہے' سچی حب الوطنی' پُر خلوص قوم پرستی

www.abulhasanalinadwi.org

اور ہندوستان کی حقیقی محبت اور اس کی ترقی کی خواہش سے وہ طبقہ محروم ہے' یہی وہ طبقہ ہے جس کے ذریعہ انگریز اس ملک میں حکومت کرتے تھے' اسی کے ہاتھ میں ملک کا نظم ونسق اور محکمہ تعلیم کا نظام اور انتظام تھا اور قدرتی طور پر سیاسی انقلاب اور حکومت کی تبدیلی کے بعد یہی حکومت کی مشنری چلانے والا بن گیا' عمال حکومت کی بڑی تعداد بدقسمتی سے وہی ہے جس نے انگریزی حکومت کے تعصب پرور ماحول اور مکدر فضا میں پرورش پائی ہے اور آج حکومت کے منصوبوں کا چلانے والا یہی طبقہ ہے۔

اسی طرح جب آزادی کی جنگ کا صور پھونکا گیا اور ہندوستان کا مستقبل انہیں لوگوں کے ہاتھ میں نظر آنے لگا جو آزادی کی امتحان گاہ سے گذر کر آئیں گے اور قوم پرستی اور انگریز دشمنی کے جوش میں اچھی صلاحیت رکھنے والے اکثر افراد جنگ آزادی کے جھنڈے کے نیچے آگئے تو مخلص قوم پرستوں کے ساتھ بہت سے ایسے افراد بھی نیشنلسٹ کیمپ میں داخل ہو گئے جو ایک طرف ہندوستان کو آزاد دیکھنا چاہتے تھے' مگر اس آزادی اور اس کی نعمتوں کی تقسیم میں اور ہندوستان کے آئندہ نقشہ کے بنانے میں ان کا دماغ صاف اور ان کا دل فیاض نہ تھا' جو حقائق سے زیادہ جذبات سے متاثر تھے اور جدید ہندوستان اور اس کے تقاضوں سے زیادہ پراچین ہندوستان اور اس کی یادوں سے مربوط تھے' مصروف و مسلسل جنگ آزادی نے ان کی اصل ذہنیتوں اور نیتوں کے ظاہر ہونے کا موقع نہ دیا اور ہندوستان کے متحدہ قومی محاذ کی مصلحتوں نے ان کے احتساب اور جائزہ کی اجازت نہ دی' یہاں تک کہ وہ ذمہ داریوں کی ان کرسیوں پر بھی فائز ہو گئے جو صرف سچے محب وطن اور خالص قوم پرست اور ترقی پسند اشخاص کے لئے مخصوص ہونی

www.abulhasanalinadwi.org

چاہئے تھیں، حکومت کے حلقوں اور تعلیم و تعمیر کے شعبوں میں یہ طبقہ ایسا دخیل ہو گیا کہ اس کو بعض اوقات وہ ذمہ داریاں بھی سپرد کردی گئیں جن کی روح اور حقیقی مقاصد سے اس کو پورا بُعد اور عدم مناسبت تھی، حد یہ ہے کہ قومی یک جہتی اور جذباتی ہم آہنگی کے جیسے نازک کاموں کے لئے بعض ایسے اشخاص کا انتخاب عمل میں آیا جنہوں نے ہمیشہ اس قومی یک جہتی کو نقصان پہونچایا تھا اور دانستہ یا نادانستہ جذباتی ہم آہنگی میں رخنہ ڈالا تھا اور جو فرقوں کو باہم قریب لانے سے زیادہ ایک دوسرے سے بعید کرنے میں معاون و مفید ہو سکتے ہیں۔

حضرات! داستان طویل ہو گئی لیکن عرض یہ کرنا تھا کہ ملک کی بڑی بدقسمتی اور ملک کے مختلف فرقوں کے لئے بڑی آزمائش کی بات ہے کہ تعلیم کا نصاب و نظام کا نازک اور مقدس کام ان لوگوں کے سپرد کیا گیا جو ایک فرقہ (اکثریت) اور اکثریت میں سے بھی ایک طبقہ (آرین و برہمن) کے عقائد، مذہبی روایات، دینی شخصیتوں اور ان کے تقدس و تصرف کے واقعات سے نصابی کتابوں کو پُر کردینے کے جذبہ سے مغلوب تھے جنہوں نے مسلمانوں کے دور، ان کی عظیم شخصیتوں، ان کے تعمیری و انتظامی کارناموں کو یا تو نظر انداز کیا یا اس دور میں سے ان واقعات اور اشخاص کو انتخاب کیا جو اپنے مذہب اور تاریخ سے واقفیت اور محبت رکھنے والے مسلمانوں کے نزدیک معیاری و مستند نہیں، پھر ان کے پیش کرنے کا انداز بھی مؤرخانہ یا عالمانہ نہیں، عامیانہ و متعصبانہ ہے۔ اس طرح مسلمانوں کی آئندہ نسل و دماغ میں ان تصورات و عقائد کی تخم ریزی کی جارہی ہے جن کو قبول کرنے یا صحیح سمجھنے کے بعد کوئی مسلمان، مسلمان نہیں رہ سکتا، اسلام میں کسی انسان کو

www.abulhasanalinadwi.org

مافوق البشر، غیر جسمانی، غیر محدود طاقت اور غیر محدود علم رکھنے والی ہستی کائنات میں متصرف، سب کچھ کر سکنے والی، مختلف روپوں اور مظاہر میں ظاہر ہونے والی ذات تسلیم نہیں کیا جا سکتا اس میں توحید و رسالت کے عقیدہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور ان کی صرف وہی تشریح معتبر ہے جو خدا کے پیغمبروں نے کی اور ابراہیمی سلسلہ میں چلی آرہی ہے۔

اسی کے ساتھ ہندوستان کی تاریخ اور اسلام کا تعارف اس طرح کرایا جارہا ہے کہ اب نئی مسلمان نسل میں اس قومی حمیت کی بھی امید نہیں جس کے نمونے ہم نے پچھلی انگریزی تعلیم یافتہ نسل میں دیکھے تھے اور جس کا نتیجہ یہ تھا کہ تحریک خلافت کی قیادت اسی جدید طبقہ کے افراد اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کے ہاتھ میں تھی۔

ہم کو ہندوستان کی قدیم شخصیتوں کے تاریخی تعارف اور ان کے انسانی کمالات کے بیان کرنے اور ان کا ہندوستان کی نئی نسل سے تعارف کرانے پر اعتراض نہیں، لیکن اس سلسلہ میں ہم دو چیزوں کا مطالبہ کرتے ہیں، ایک تو یہ کہ ان شخصیتوں کے تعارف و انتخاب میں تنگ نظری سے کام نہ لیا جائے اور مسلمان شخصیتوں کو (جن کے حالات و کمالات تاریخ کی روشنی میں ہیں) ان کا صحیح مقام اور حصہ دیا جائے اور ان کے انتخاب میں محض ان کی دینی کمزوری اور رواداری کو بنیاد نہ بنایا جائے بلکہ ان کی انسانی بلندی، ان کی علمی خدمات اور ان کے تقدس اور معنوی کمالات کو معیار قرار دیا جائے، دوسرے یہ کہ ہر اس چیز کو نصاب تعلیم سے خارج کیا جائے جو کسی دوسرے فرقہ کے لئے ناقابل قبول ہو اور اس سے اس کے عقیدہ اور اس کے اپنے مذہب سے وفاداری اور وابستگی اور اپنے ماضی و اسلاف سے ربط پر زد پڑتی ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

حقیقت یہ ہے کہ اگر دبے ہوئے جارحانہ مذہبی وتہذیبی جذبات و افکار سے آزاد ہو کر یہ کام ماہرین تعلیم کے سپرد کیا جائے تو ہندوستان کی تاریخ میں ہماری مشترکہ تہذیب اور مذاہب کی اخلاقی تعلیم میں اتنا سامان موجود ہے کہ اس سیکولر ملک کے لئے بہت آسانی کے ساتھ ایسا نصاب تیار کیا جا سکتا ہے جو اپنی علمی وفنی خوبیوں کے ساتھ مؤثر ودل آویز ہو اور جس میں سیرت و کردار کی تشکیل کی صلاحیت بھی ہو اور جو ایک ایسی ہندوستانی نسل کے پیدا کرنے اور پروان چڑھانے میں سب سے زیادہ معاون ثابت ہو جو ایک دوسرے سے مل کر رہنے' ایک دوسرے سے محبت کرنے' بدلتے ہوئے زمانہ کا ساتھ دینے اور اپنے ماضی وحال میں ربط پیدا کرنے اور اپنے تہذیبی سرمایہ میں سے صالح ونافع چیز کے انتخاب کرنے کی لیاقت وقابلیت رکھتی ہو اور کسی بے جا چیز پر ضد کرنے' کسی ناممکن چیز پر وقت ضائع کرنے' دوسروں کو حقارت ونفرت کی نظر سے دیکھنے' تنگ ومحدود نسل پرستی اور مردم آزاری وآدم بیزاری کے عیب سے پاک ہو جو انسان سے بحیثیت انسان کے محبت اور اس کی عزت کرنا جانتی ہو اور اس کی زندگی کو ہر مقدس جانور' ہر مقدس درخت اور ہر مقدس دریا سے زیادہ عزیز اور مقدم سمجھتی ہو جو کسی حقیر مقصد کے لئے انسان کا خون بہانا اور اس کا گھر پھونکنا ''مہاپاپ'' جانتی ہو' ہم کو اگر اپنا ملک اور اس کا مستقبل عزیز ہے تو ایک لمحہ کے لئے ایسی مبارک نسل کے پیدا کرنے میں دریغ نہیں کرنا چاہئے اور اس کے لئے ایسا نصاب تعلیم بنانے کے لئے وہ تمام وسائل اختیار کرنے چاہئیں جو ہماری دسترس میں ہیں' یہ نسل ہندوستان کے لئے بھی عزت وقوت کا سرچشمہ ہوگی اور دنیا کے لئے بھی فرشتۂ رحمت ثابت ہوگی' دنیا کی نگاہیں ایسی ہی نسل اور ''مردان کار'' پر لگی ہوئی ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات! اس غلط و ناقص نصاب تعلیم کی اصلاح کا مطالبہ اور اس کے لئے ہر طرح کی جد و جہد ہمارا آئینی حق اور وطنی و قومی فرض ہے اگر ہم اس کو جرأت و استقامت کے ساتھ انجام دیں گے تو ہم اس ملک کے ساتھ حقیقی وفاداری اور صحیح حب الوطنی کا ثبوت دیں گے، اس نصاب اور اس کے غلط اندیش و کوتاہ نظر مرتبین نے ہندوستان کی سب سے بڑی اقلیت کو جو صلاحیتوں سے معمور ہے ایک ذہنی انتشار و اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے جو اس ملک کی قومی یک جہتی اور جذباتی ہم آہنگی کے لئے سخت مضر اور ہندوستان کی مجموعی ترقی و خوش حالی میں حارج ہے اس لئے اس کی اصلاح اور اس نقص کا ازالہ وہ سب سے بڑی خدمت ہے جو کوئی ہندوستانی انجام دے سکتا ہے مذہبی طور پر یہ آپ کا فریضہ ہے اور اس میں کوتاہی یا اس سے روگردانی مذہبی گناہ اور اسلام سے دشمنی ہے۔

لیکن اس کام کو جاری رکھتے ہوئے آپ کو وہ کام بھی کرنا ہے جس میں کسی حکومت کے کسی اقدام یا کارروائی کے انتظار کی ضرورت نہیں، آپ کو اپنی نسل کے دینی تحفظ اور اسلام سے اس کے ربط و تعلق کا انتظام کرنا ہے اور یہ ذمہ داری، غذا، لباس، دوا علاج، تعلیم اور معاش سے بدرجہا زیادہ ضروری ہے، آپ کو ہر حال میں ان کی اس ضروری دینی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا ہے جس کے بغیر وہ مسلمان نہیں رہ سکتے یہی آیت قرآنی "يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا" کا مفہوم اور تفسیر ہے اور یہی حدیث "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ" کے حکم کی تعمیل ہے، اس کے لئے آزاد مکاتب، صباحی و شبینہ مدارس، دینی مجالس، گھر کی تلقین و نگرانی، ماحول کی اصلاح، صحیح اور مفید کتابوں کی اشاعت اور ایسے بہت سے

www.abulhasanalinadwi.org

ذرائع ہو سکتے ہیں، خصوصاً مدارس و مکاتب کا قیام اس وقت اتنا ضروری ہوگیا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت نئی نسل کو اسلامیت کی بقاء وتحفظ کے لئے کوئی اور تدبیر اتنی مؤثر ہو سکتی ہے اس سب کے لئے آپ کے قومی فیصلہ اور اجتماعی عزم کی ضرورت ہے آپ کے اس عقیدہ اور یقین کی ضرورت ہے کہ بچہ کا دنیا سے چلا جانا اور والدین کا اولاد سے محروم ہونا اس سے بہتر ہے کہ بچہ غیر اسلامی زندگی اور جہنم کا راستہ اختیار کرے اسی یقین وعقیدہ نے مسلمانوں کی نسلوں کی اسلامیت کی حفاظت کی اور ماؤں نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو بلاشرط استادوں اور ان کی سزاؤں کے حوالہ کیا اور بارہا ان کو اپنے سے جدا کر کے پردیس اور سفر کی صعوبتوں اور زندگی کی مشقتوں میں ڈالا' اسی عقیدہ نے دردمند عرب خاتون خنساء کو (جس کے سینہ میں ساری عمر بھائیوں کا داغ تازہ رہا) اپنے لاڈلے بیٹوں کو اسلام کی حمایت کے لئے کفن بردوش رُخصت کرنے اور ان کی شہادت پر شکر کرنے پر آمادہ کیا' قلت وسائل کا بہانہ' مشکلات کا عذر' نقصانات کا شکوہ اور کچھ کھونے کا خوف ان مریض قوموں اور ضعیف دلوں کی بیماری ہے' جنہوں نے آخرت کے عقیدہ اور اللہ کے انعام وثواب اور ایمان بالغیب کو اپنے دلوں کی گہرائی میں جگہ نہیں دی' جس کے نزدیک آخرت کی زندگی حقیقی اور ابدی زندگی ہے' اس کے نزدیک اس کی ہلاکت بھی ابدی ہے اور اس کی سعادت بھی ابدی اور حقیقی کامیابی ہے' "فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَاالْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ"۔

حضرات! آپ سلسلۂ ابراہیمی سے تعلق رکھتے ہیں' اس خاندان کا شیوہ اور شعار یہ رہا ہے کہ دنیا سے جانے سے پہلے اپنی نسل کے بقائے

www.abulhasanalinadwi.org

ایمان اور تعلق باللہ کا اطمینان اور ضمانت کر لی جائے اور دنیا سے جانے سے پہلے اولاد سے یہی عہد و پیمان لے لیا جائے کہ دنیا میں جب تک رہنا ہے مسلمان بن کر رہنا ہے اور جب جانا ہے تو مسلمان کی حیثیت سے جانا ہے۔

"وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يَا بَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ"

اور یہی وصیت کر گئے ابراہیمؑ اپنے بیٹوں کو اور یعقوبؑ
اے بیٹو! اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو دین پس نہ مرنا مگر مسلمان!

نہ صرف یہ عہد و پیمان ضروری ہے بلکہ اس کے لئے وسائل کا مہیا کرنا، اس کو ممکن و آسان بنانے کی تدبیریں اختیار کرنا اور اس کا اطمینان حاصل کر لینا بھی ضروری ہے، اسی لئے حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد کا امتحان لیا اور اپنا پڑھایا ہوا سبق سنا۔

"اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهاً وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ"۔ (البقرہ)

کیا تم حاضر تھے جس وقت یعقوبؑ کا اخیر وقت آیا جب کہا انہوں نے اپنے بیٹوں کو کہ تم کس کی عبادت کرو گے میرے بعد؟ بولے ہم بندگی کریں گے تیرے رب اور تیرے باپ دادوں، ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق کے رب کی، اسی ایک رب کی اور ہم اس کے حکم پر ہیں۔

دراصل ان مکاتب کا قیام گھروں کی تعلیم و تربیت اور ان خرابیوں کی اصلاح جو ہماری نسل کے دینی مستقبل کے لئے خطرہ ہیں، اس اطمینان و

www.abulhasanalinadwi.org

امتحان کے مترادف ہیں، یقیناً حضرت ابراہیمؑ نے تعلیم و تربیت کی پوری کوشش کے بغیر اولاد کو اسلام پر جینے اور مرنے کی وصیت نہیں فرمائی ہوگی اور یقیناً حضرت یعقوبؑ نے اپنی تفہیم و تعلیم اور نگرانی کے بغیر اپنے بچوں کا یہ امتحان نہیں لیا ہوگا جس کا قرآن نے ذکر کیا ہے، یہی عہد و پیمان اور یہی انتظام و اطمینان اس کانفرنس کے انعقاد کا مقصد اور اس کا پیغام ہے، جس کو لے کر آپ یہاں سے واپس جایئے اور اس کی تکمیل میں تن من دھن سے لگ جایئے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# مسلمانانِ یوپی اور حکومتِ یوپی کے

# لئے لمحہ فکریہ

## ۱۹۶۲ء کے نصابِ تعلیم پر

## ایک اہم مضمون

www.abulhasanalinadwi.org

# سنگین مسئلہ نازک صورتِ حال

"مسلمانوں کے سامنے ایک بہت سنگین مسئلہ اور نازک صورتِ حال آگئی ہے جس کا تعلق ذہانت، دور بینی، قیاسات، اندازوں، خطرات اور اندیشوں سے نہیں بلکہ موجودہ صورتِ حال اور عملی واقعات وحقائق سے ہے یعنی یہ کہ ملّتِ اسلامیہ کے (جس کی ساری بنیاد عقیدۂ توحید پر ہے) نونہالوں کو عملی طور پر مشرکانہ رسوم اور غیر اللہ کی عبادت وتقدیس کے کاموں میں شرکت کرنی پڑے گی جو مسلمان کے لئے قطعی طور پر حرام اور ناجائز ہے اور اس طرح ان کو تعلیم کی منزل پر پہونچنے کے لئے کفر کی منزل سے گذرنا پڑے گا۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''ندائے ملت'' کے ناظرین نے اخبار کی ۲۲/جون ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں قاضی محمد عدیل عباسی صاحب کا مضمون پڑھا ہے جس میں پہلی مرتبہ اس نئی صورت حال کی اطلاع دی گئی تھی جس سے یو پی کے مسلمان دوچار ہو رہے ہیں، یعنی یہ کہ بیسک اسکولوں کے نئے پراسپکٹس کے مطابق تمام درجوں میں اب مذہبی تیوہار جینتیاں اور دیوس (یوم) منائے جائیں گے، ان مذہبی تیوہاروں میں قدرتی طور پر بھاری اکثریت ہندو تیوہاروں اور جینتیوں کی ہے۔ ان سب میں وہ تقریبات اور رسوم منائی جائیں گی جن کی حیثیت مذہبی ہے اور جن کا اہم عنصر اور روح پوجا پاٹ اور غیر اللہ کی عبادت و تقدیس ہے، کہا گیا ہے کہ یہ سب اس تعلیمی ضرورت اور نفسیات کے پیش نظر کیا گیا ہے کہ بچے کتاب میں جو کچھ پڑھیں اس کو آنکھوں سے ہوتا ہوا دیکھیں اور خود کر کے دکھائیں اس لئے کہ بچوں کے لئے بغیر کسی عملی شکل کے کسی بات کی حقیقت کا سمجھنا مشکل ہوتا ہے، پوچھنے پر ذمہ داروں نے یہ بھی

www.abulhasanalinadwi.org

کہا کہ اس کو ایک عقیدہ اور دھرم کے طور پر کرنے کی بالکل ضرورت نہیں اور نہ اس کا کوئی مطالبہ کیا جائے گا مقصود صرف اتنا ہے کہ کمسن بچوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جن تیوہاروں کے متعلق انہوں نے اپنی کتاب میں تعارفی سبق پڑھے ہیں ان میں کیا ہوتا ہے اور جن عظیم شخصیتوں کے حالاتِ زندگی ان کو بتائے گئے ہیں اور اُن کا تعارف کرایا گیا ہے ان کی جینتی کس طرح منائی جاتی ہے' ان کو خراج عقیدت کس طرح ادا کیا جاتا ہے اور ان سے اپنی بندگی اور نیاز مندی کا اظہار کس کس طریقہ سے کیا جانا چاہئے۔ اسی طرح ملک کے تاریخی اور مقدس دن جو کسی بڑے مذہبی واقعے یا کارنامے کی یادگار ہیں' یا موسموں کے تغیر کو ظاہر کرتے ہیں ان کو سینکڑوں ہزاروں برس پہلے سے کس طرح منایا جارہا ہے' ذمہ دار اور متعلقہ اشخاص سے دریافت کر کے اس کا بھی اطمینان کر لیا گیا ہے کہ نصاب تعلیم کا یہ عملی جزء عمومی اور ضروری ہو گا اور اس میں کسی فرقہ کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا' جہاں تک مسئلہ کی حقیقت و نوعیت کا تعلق ہے۔ ذمہ داری کے پورے احساس کے ساتھ اپنے وسائل و تعلقات کے مطابق جتنا اطمینان حاصل کیا جا سکتا تھا اس میں کمی نہیں کی گئی اور کسی عجلت اور جذبات اور وقتی تاثر یا ہنگامہ پسندی سے کام نہیں لیا گیا' اب کم سے کم ہم یوپی کے مسلمانوں کے سامنے ایک بہت سنگین مسئلہ اور نازک صورتِ حال آگئی ہے جس کا تعلق ذہانت' دور بینی' قیاسات اور اندازوں اور خطرات اور اندیشوں سے نہیں بلکہ موجودہ صورتِ حال اور عملی واقعات و حقائق سے ہے یعنی یہ کہ ملت اسلامیہ کے (جس کی ساری بنیاد عقیدۂ توحید پر ہے) نونہالوں کو عملی طور پر مشرکانہ رسوم اور غیر اللہ کی عبادت و تقدیس کے کاموں میں شرکت کرنی پڑے گی جو مسلمان کے لئے قطعی طور پر حرام اور ناجائز ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور اس طرح ان کو تعلیم کی منزل پر پہونچنے کے لئے کفر کی منزل سے گذرنا پڑے گا۔

اس سلسلے میں ہم دو باتیں وضاحت کے ساتھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

اس بات کی تشریح و تفصیل کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کہ مسلمان کے لئے کسی ایسی چیز میں حصہ لینا جائز نہیں جس میں غیر اللہ کی عبادت یا حد سے بڑھی ہوئی تعظیم شامل ہو، مسلمانوں کے علاوہ پڑھے لکھے غیر مسلم بھی اس حقیقت سے واقف ہیں کہ شرک و بت پرستی نیز کسی انسان کی تقدیس اور حد سے بڑھی ہوئی تعظیم جو اس کو الوہیت اور معبودیت کے درجے پر پہونچادے اسلام میں قطعاً حرام ہے۔ایک ناواقف شخص نے جو نیا نیا کسی دیہات سے آیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اتنا عرض کیا تھا کہ ''اگر اللہ اور آپؐ چاہیں'' تو فرمایا'' تم کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔تم نے مجھ کو اللہ کا ہمسر بنا دیا! نہیں! تنہا جو اللہ چاہے'' آپ کا یہ ارشاد بھی مشہور ہے کہ میرے بارے میں وہ مبالغہ نہ کرنا جو عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا۔ جب کہنا ہو تو یوں کہنا کہ ''اللہ کا بندہ اور اللہ کا پیغمبر'' یہ سب ایک ایسی مسلم حقیقت ہے جس کے لئے کسی دلیل اور زیادہ مثالوں کی ضرورت نہیں' سارا قرآن وحدیث وسیرت اور فقہ کی کتابیں اس سے بھری ہوئی ہیں لیکن اس ملک ہندوستان میں جہاں مسلمان سینکڑوں برس سے اپنے ہمسایہ غیر مسلم اکثریت کے ساتھ رہتے ہیں اور یہاں کی سوشل زندگی میں بھی اپنے وطنی بھائیوں کے ساتھ شریک ہیں اور ان کا مذہب ان کو اچھا پڑوسی' اچھا ہم وطن اور اپنے انسانی اور وطنی بھائیوں کے درد دکھ میں شریک ہونے والا غم خوار و ہمدرد' فرض شناس'

www.abulhasanalinadwi.org

حساس اور زندہ دل شہری بننے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس حقیقت کی وضاحت ضروری ہے کہ مسلمان کو اپنے سارے انسانی اور وطنی حقوق ادا کرنے کے ساتھ اس بات کی پورے زور کے ساتھ ہدایت اور تاکید ہے کہ وہ اپنے عقیدۂ توحید اور اس کے حدود پر پوری قوت و استقامت کے ساتھ قائم رہے اور اپنی پوری محبت' شرافت اور لوچ کے ساتھ کسی ایسے عمل' تقریب یا رسم میں شریک نہ ہو جس سے اس کے شرک میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہو اور نہ صرف یہ کہ اس کو کسی مشرکانہ فعل میں ملوث ہونے سے روکا گیا ہے۔ بلکہ ایسے اعمال و رسوم سے بھی روکا گیا ہے' جن سے مشرکین کی مشابہت یا کسی مشرکانہ فعل کی تائید اور تحسین کا پہلو نکلتا ہو۔ یہ مشہور حدیث اکثر لوگوں کو یاد ہو گی کہ ''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کر لی اس کا شمار انہیں میں سے ہو گا''۔ محقق علماء کے نزدیک اس کا تعلق کسی قوم کے مخصوص شعائر و علامتوں سے ہے اور ظاہر ہے کہ مذہبی تقریبات اور مخصوص تیوہار مذہبی شخصیتوں کے یوم ولادت اور ان کی تقدیس و تمجید کے طریقے اس قوم کے اہم ترین شعائر ہوتے ہیں۔ فقہ کی کتابیں ایسے کاموں اور رسوم کی ممانعت کے احکام سے بھری ہوئی ہیں' جن سے کسی مشرکانہ عقیدہ کا شبہ یا کسی مشرک قوم سے اس کے مشرکانہ فعل میں مشابہت ظاہر ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ نے ایک مستقل کتاب اسی موضوع پر لکھی ہے جس کا نام ''اقتضاء الصراط المستقیم'' ہے اس میں ایسی بہت سی نظیریں جمع کر دی ہیں جن میں کسی قوم کے مذہبی تیوہار میں عملی شرکت اور اس میں کسی ایسے عمل کو بجا لانے کی ممانعت کی گئی ہے جس سے اس قوم کے مذہبی رسم کی پیروی یا اس کے اس مخصوص شعار میں اس سے مشابہت پیدا ہوتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس تفصیل سے کم سے کم مسلمانوں کو اور پڑھے لکھے معقولیت و انصاف پسند غیر مسلم بھائیوں کو جن کی یقیناً ہر جگہ بہت بڑی تعداد ہے یہ بتلانا مقصود ہے کہ مسلمانوں کے لئے نہ صرف مشرکانہ اعمال و رسوم میں شرکت کرنا ناجائز اور حرام ہے بلکہ ان تقریبات و رسوم میں بھی شرکت کرنا ممنوع ہے جن میں شرک کا شائبہ بھی ہو یا جو شرک کا ذریعہ ہو سکتی ہوں یا جن میں شرکت کرنے سے مسلمان کے دل سے عقیدۂ توحید کا احترام اور اس کی اہمیت کم ہو جانے کا اندیشہ ہو، ایسی حالت میں خالص مذہبی نقطۂ نظر سے کسی مسلمان کے لئے اس کی مطلقاً گنجائش نہیں کہ وہ کسی اہم سے اہم مقصد یا کسی بڑے سے بڑے دنیاوی فائدہ کے لئے اپنے بچے کو ان تقریبات و رسوم میں شرکت کی اجازت دے یا اس کو گوارا کرے ایسا کرنے سے نہ صرف یہ کہ اس کی نئی نسل کا ایمان خطرہ میں پڑتا ہے جو سال میں کم سے کم تیرہ مرتبہ ایسی تقریبات و رسوم میں شرکت کرے گی جو پوجا پاٹ یا حد سے بڑھی ہوئی انسان کی تقدیس و تعظیم سے خالی نہیں بلکہ خود ان مسلمانوں کا ایمان بھی خطرہ میں ہے جو خود تو ان مشرکانہ اعمال و رسوم سے مجتنب ہیں لیکن اپنے بچوں کے لئے اس کی اجازت دیتے ہیں اور اس کو گوارہ کرتے ہیں، اس لئے نہ صرف اپنے بچوں کے مستقبل کے نقطۂ نظر سے بلکہ خالص اپنے مسئلے اور اپنی ذات کے نقطۂ نظر سے بھی یہ سوچنے کی بات ہے کہ کیا تعلیم کے موہوم یا حقیقی فوائد کی بناء پر ان کے لئے کفر کی اجازت دینا اور کفر کو گوارہ کرنا جائز ہوگا اور کیا انہوں نے یہ سوچ لیا ہے کہ وہ آخرت میں اس کا کوئی اطمینان بخش جواب دے سکیں گے اور کیا آخرت کے محاسبہ اور اخروی مواخذہ سے بچ سکیں گے؟

www.abulhasanalinadwi.org

اگر مسلمان اس مسئلہ کو اس نقطہ نظر سے دیکھیں کہ یہ کفر و ایمان کا مسئلہ ہے اور اس وقت ان کا تساہل یا ان کی غفلت آئندہ نسل کو ہمیشہ کے لئے کفر و شرک کے آغوش میں ڈال دے گی اور اس کا اجتماعی فیصلہ کرلیں کہ وہ کسی قیمت پر اس خطرہ کو مول لینے اور اپنے ان معصوم بچوں کے ساتھ دشمنی کے لئے تیار نہیں ہیں جو خود اس کی سنگینی اور خطرناکی نہیں سمجھ سکتے۔ تو یہ مسئلہ کسی طویل جد و جہد کا محتاج نہیں، جمہوری اور نامذہبی حکومت میں اور ضمیر و عقیدہ کی آزادی کے اس دور میں کسی ایسے جبریہ نظام کی قطعاً گنجائش نہیں ہے جو ایک ایسے کثیر المقدار اور اہم فرقہ کے بنیادی عقیدہ، مزاج اور مسلکِ زندگی سے متصادم ہو اور اس کو جڑ سے اکھاڑ دینے کے لئے آمادہ ہو اس سلسلہ میں جو چیز بنیادی اور اولین اہمیت رکھتی ہے وہ مسلمانوں کا خود اپنا فیصلہ عزم اور ایثار ہے پوری امن پسندی، دیش کی محبت، قانون کے احترام اور اپنے ملک کی بہبودی اور خیر خواہی کے جذبے اور اعتماد کے ساتھ اس بات کا کھلا ہوا اعلان کہ یہ صورت حال ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے اور ہم کو اپنے بچوں کا ان تعلیم گاہوں کے فوائد اور سہولتوں سے محروم رہنا گوارہ ہے لیکن ان کے ایمان، دینی احساسات اور شعور کو خطرہ میں ڈالنا اور مشرکانہ اعمال میں شریک ہونا کسی قیمت پر گوارہ نہیں بس یہ اجتماعی فیصلہ بڑی سے بڑی صورتِ حال کو تبدیل کر سکتا ہے۔

ہم کو یقین ہے کہ یوپی کا محکمہ تعلیم جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تجربہ کار کارکنوں پر مشتمل ہے اور جس کو ہر محکمہ سے زیادہ حقیقت پسند اور عملی ہونا چاہئے بہت جلد اپنی غلطی محسوس کرلے گا اور اپنی اس قابل فخر ریاست کو جو علم و تہذیب اور باہمی اتحاد کا مرکز رہی ہے اس تلخ اور غیر ضروری کشمکش میں مبتلا

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے سے گریز کرے گا۔ ان تمام اصلاحی اور ترقی پسند تجاویز سے جو تعلیم کو عام، سہل اور بہتر بنانے کے لئے کی جاتی ہیں زیادہ اہم ضرورت اور سب سے بڑھ کر تعمیری کام اس پُرسکون اور پُراز اعتماد فضا کا پیدا کرنا ہے جس میں بچے اپنے موروثی عقیدے اور ضمیر کے مطابق تعلیم حاصل کر سکیں اور ان تعلیم گاہوں اور بچوں کے سرپرستوں کے درمیان تعلق واعتماد کا وہ رشتہ اور رابطہ پیدا کرنا ہے جو ہر بدگمانی، ہر بے اعتمادی اور ہر کشمکش سے محفوظ ہو۔ اس رابطہ کو پیدا کرنے اور اس کو مستحکم بنانے کے لئے آزاد و ترقی یافتہ ممالک میں بڑی بڑی تدبیریں اور بڑی بڑی تقریبیں کی جاتی ہیں جن کے ذریعہ بچوں کے سرپرست ان تعلیم گاہوں سے مانوس اور مربوط ہوں اور ان کو ان پر اعتماد پیدا ہو جن میں ان کے بچے اور جگر کے ٹکڑے تعلیم پا رہے ہیں۔ ہمارے ماہرین تعلیم کو بھی اس نقطہ کو ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ مسلمان ان سرکاری اسکولوں اور تعلیمی مرکزوں کو اپنے بچوں کی تعلیم گاہ اور تربیت گاہ سمجھیں، ان کے عقیدہ اور مذہبی ضمیر کی قتل گاہ نہ سمجھیں۔ اگر وہ ایک تعلیمی یا نفسیاتی نقطہ کو پورا کرنے کے لئے جس کی اور بہت سی تدبیریں ہو سکتی ہیں یہ غلطی کریں گے کہ سرپرستوں کی ایک بڑی تعداد کو اور خود ہوشیار اور سمجھدار بچوں کی ایک بڑی تعداد کو نظامِ تعلیم اور تعلیم گاہوں سے بدگمانی پر مجبور کریں گے تو وہ بڑی نافہمی، ذہانت کی کمی، حقائق سے چشم پوشی اور تعلیمی نفسیات سے اپنی ناواقفی کا ثبوت دیں گے اور اپنے محکمہ تعلیم کو اتنا نفع نہ پہنچائیں گے جتنا اس عظیم ملک کو نقصان۔

(ہفت روزہ ندائے ملت ۲۰؍جولائی ۱۹۶۲ء)

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

www.abulhasanalinadwi.org

# دینی تعلیمی کونسل کی جد وجہد کامیاب
# نصاب تعلیم محکمہ تعلیم نے منسوخ کردیا
# مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا
# وضاحتی بیان

۲۷؍جولائی ۱۹۶۲ء

www.abulhasanalinadwi.org

۲۲؍جون ۱۹۶۲ء کے ندائے ملت میں قاضی محمد عدیل عباسی جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل اترپردیش نے اپنے ایک اہم مضمون کے ذریعہ یہ سوال اٹھایا تھا کہ کیا اترپردیش کے بیسک نصاب تعلیم کے مطابق اسکولوں میں پڑھنے والے مسلمان بچوں کو مورتی پوجا کرنا ہوگی؟ خدا کا شکر ہے کہ ۲۲؍جولائی کو یہ سوال باقی نہیں رہا اور ایک سنگین آزمائش جو یوپی کے ایک کروڑ مسلمانوں کے سروں پر آگئی تھی زمین پر اترتے اترتے بہت آسانی کے ساتھ ٹل گئی۔

یہ سخت آزمائش جس آسانی کے ساتھ ٹل گئی ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مسائل کی اگر بروقت خبر لے لی جائے اور مناسب جدوجہد کی جائے تو یہ ہوسکتا ہے کہ بڑے سے بڑے مسائل آسانی سے قابو میں آجائیں۔

اُترپردیش کے مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر نے ۳۱؍دسمبر ۱۹۵۹ء کو دینی تعلیمی کونسل کے نام سے جس ادارے کی بنیاد رکھی تھی اس کی مختصر سی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ اترپردیش کے محکمہ تعلیمات نے ایک نئی اور سخت پریشان کن کارروائی کا ارتکاب کیا۔ اس ادارے کی بیداری اور

www.abulhasanalinadwi.org

کارکردگی کی تعریف کی جانی چاہئے کہ اس نے نئے پراسپکٹس کے اجراء سے پہلے ہی اس کا پتہ چلا کر اس کا جائزہ لینے کا کام شروع کر دیا۔ تین سو صفحہ کا یہ پراسپکٹس جو سخت ہندی میں تھا اس کو سمجھنے کے لئے دینی تعلیمی کونسل کے ذمہ داروں، کارکنوں نے یکے بعد دیگرے مختلف ہندی دانوں کی مدد حاصل کی اس امداد سے جو کچھ سمجھا گیا اس کی تصدیق کے لئے محکمہ تعلیمات کے بعض افسران سے رجوع کیا اور پھر پوری طرح اس امر کا اطمینان حاصل کرنے کے بعد کہ جو کچھ سمجھا گیا ہے، ٹھیک سمجھا گیا ہے ۱۰ رجولائی کو اپنا ایک وفد ڈائرکٹر محکمہ تعلیمات کے پاس بھیجا۔

اس ملاقات سے پہلے ۲۱/۲۲ رجولائی کو کونسل کا اجلاس بھی لکھنؤ میں بلائے جانے کا فیصلہ کیا جا چکا تھا۔ وفد نے ڈائرکٹر صاحب کو اس فیصلہ سے بھی مطلع کیا اور درخواست کی کہ وہ اگر ۲۱ رجولائی تک اپنے فیصلہ سے کونسل کو مطلع کر دیں تو اچھا ہو۔

دینی تعلیمی کونسل کے وفد کی یہی ملاقات دراصل ڈائرکٹر تعلیمات کو اس نتیجہ پر پہنچانے میں کامیاب ہوگئی کہ یہ نیا پراسپکٹس قابل منسوخی ہے اور حکومت سیکولرزم کے دعوے کے ساتھ اس کے نافذ کیئے جانے کا کوئی جواز نہیں پیش کر سکتی چنانچہ ۲۱ رجولائی کو جب کونسل کا ایک دوسرا وفد اتر پردیش کے وزیر تعلیم سے بعض دوسرے مسائل کے سلسلہ میں پہلے سے طے شدہ ایک ملاقات کے لئے پہنچا اور آخر میں پراسپکٹس کی بات بھی آئی تو ڈائرکٹر تعلیمات جو اس گفتگو میں شریک تھے انھوں نے وزیر تعلیم کو بتایا کہ وہ پراسپکٹس کی منسوخی کے احکامات جاری کر چکے ہیں۔

کونسل کا اجلاس جو شام کو پانچ بجے سے شروع ہونے والا تھا

www.abulhasanalinadwi.org

معلوم ہوتا تھا کہ بڑا ہنگامہ خیز ہوگا۔ ارکانِ کونسل بڑی گرم جوشی کے ساتھ آئے تھے لیکن کونسل کی کسی نشست سے پہلے ہی اس مسئلہ کا خاتمہ بڑی خوبصورتی کے ساتھ ہوگیا۔ اس معاملہ میں یوپی کی وزارت تعلیمات بھی اپنی معقول پسندی پر ہر معقول آدمی کی مبارک باد کی مستحق ہے۔

۲۱/اور ۲۲/جولائی ہی کو جمعیۃ علمائے صوبہ کی مجلس تعلیمی نے بھی اسی مسئلہ پر اپنا اجلاس لکھنؤ ہی میں طلب کیا تھا۔ دینی تعلیمی کونسل کے وفد کے بعد جمعیۃ کا ایک وفد بھی وزیر تعلیم سے ملا اور وہ بھی یہی خوش خبری لے کر واپس آیا کہ مسئلہ حل ہو چکا ہے۔

بہرحال دینی تعلیمی کونسل کے لئے یہ ایک نیک فال ہے کہ اس کے وجود میں آنے کے بعد جو تعلیمی میدان میں پہلا مسئلہ اٹھا وہ خلاف توقع بغیر کسی خرابی کے حل ہوگیا۔ حکومت یوپی کے لئے بھی یہ بات قابل مبارک باد ہے کہ اس نے بڑی اہمیت کے ساتھ تیار کئے ہوئے اس پراسپکٹس کو بلا پس و پیش واپس لے لیا۔ اس سلسلہ میں مسٹر چک ڈائرکٹر تعلیمات مسلمانان یوپی کی طرف سے خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کی شکایت کی معقولیت کو سمجھ لینے کے بعد ایک اچھے خاصے بڑے فیصلہ میں ذرا بھی دیر نہیں لگائی۔

امید کی جاتی چاہیے کہ اس مثال کو قائم رکھا جائے گا اور ان مسائل میں جو ایک بے اعتنائی کے سے رویہ کی بدگمانی یوپی گورنمنٹ کی طرف سے تھی اس کو واپس آنے کا موقع نہ دیا جائے گا۔

(ہفت روزہ ندائے ملت، لکھنؤ ۲۷/جولائی ۱۹۶۲ء)

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# وزیر تعلیم اور محکمہ تعلیم کا فیصلہ قابل قدر ہے امید ہے کہ آئندہ بھی تعلیم میں سیکولرزم اور جمہوریت کا لحاظ رکھا جائے گا

## مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
## اور مولانا سید اسعد مدنی صاحب کا مشترکہ بیان

یوپی کے بیسک اسکولوں کے نئے پراسپکٹس کے واپس لئے جانے پر صدر دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور صدر جمعیۃ علمائے صوبہ یوپی مولانا سید اسعد مدنی صاحب نے حسب ذیل بیان اخبارات کو جاری کیا ہے:

محکمہ تعلیم اتر پردیش کی طرف سے بیسک اسکولوں کے اساتذہ کے طریقہ تعلیم وغیرہ کے متعلق جو ایک تفصیلی ہدایت نامہ جاری کیا گیا تھا جس کے پانچ حصے تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل ہیں، جس کا ہندی نام ہے ''بیسک اسکولوں کا انوبندھت پاٹھیہ کرم اور نردیشکا'' جس کی نشاندہی جناب قاضی محمد عدیل عباسی اپنے مضمون میں کر چکے ہیں ہم نے اور ہماری جماعتوں کے ارکان نے اس کے اہم اجزاء کی تفصیلات معلوم کیں۔ ہم سب کی متفقہ رائے یہ ہے کہ اس کے بہت سے اجزاء خصوصاً تیوہاروں اور جینتیوں کے متعلق جو ہدایات ہیں جن میں کسی فرقہ کے لئے کوئی استثناء نہیں ہے سخت قابل اعتراض ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

چنانچہ ہم نے وزارت تعلیم کو اس طرف توجہ دلائی ہے ہمیں اس سے مسرت ہوئی کہ وزیر تعلیم جناب آچاریہ جگل کشور صاحب اور ڈائریکٹر تعلیمات مسٹر چیک صاحب نے ہمارے نکات پر کافی توجہ دی اور ان کی اہمیت کو محسوس کیا اور یہ بات ہمارے لئے باعث اطمینان ہے کہ اس تمام سلسلۂ ہدایات کو محکمہ تعلیم نے واپس لے لیا ہے۔

اس سلسلہ کا اجراء اب تک نہیں ہوا تھا اب آئندہ بھی اس کو جاری نہیں کیا جائے گا۔

ہم وزیر تعلیم اور محکمہ تعلیم کی اس حقیقت پسندی کی قدر کرتے ہوئے توقع رکھتے ہیں کہ مسئلہ تعلیم میں جو نزاکتیں ہیں ان کا پورا لحاظ رکھا جائے گا اور آئندہ جو بھی اقدام ہوگا اس میں سیکولرازم اور جمہوریت کے جذبہ کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا۔

(ہفت روزہ ندائے ملت ۲۷ جولائی ۱۹۶۲ء)

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## ضلع دینی تعلیمی کانفرنس جونپور

منعقدہ

۵/اپریل ۱۹۶۴ء

www.abulhasanalinadwi.org

# آہنی عزم اور عاقلانہ نظم

"میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ اپنے آہنی عزم اور عاقلانہ نظم سے اپنے تعلیمی اور دینی مستقبل کو اس ملک میں محفوظ بنائیں جہاں آپ نے رہنے کا فیصلہ کیا ہے اور جس کو آپ کے پیغمبرانہ پیغام کی ضرورت ہے۔ آپ اپنی متحدہ آواز اور پُر امن لیکن طاقت ور احتجاج سے نظام تعلیم کے اس نقص کو دور کریں جو اس ملک کے بنیادی دستور اور سیاسی منشور کے بھی خلاف ہے اور اس ملک کی قدرتی ساخت اور واقعات کے بھی خلاف ہے"۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات!

نصاب کی یہ نوعیت نظام تعلیم کا یہ جارحانہ رجحان اور اس کے مرتبین کی یہ کوتاہ نظری مسلمانوں کی قومی زندگی کا سب سے اہم اور دشوار مسئلہ بن گیا ہے، دوسرے معاشی وسیاسی مسائل اس مسئلہ کے مقابلہ میں ہیچ ہیں، مسلمانوں کو جب تک یہ اطمینان نہ ہو کہ ان کی آئندہ نسلیں اسلام پر قائم رہیں گی اس وقت تک مسلمان ایک شدید ذہنی کش مکش میں مبتلا رہیں گے اور ان کو اپنے مستقبل کی طرف سے وہ اطمینان وسکون حاصل نہیں ہوگا جو اس قوم کے لئے ضروری ہے جو اپنے ماضی کے اعتبار سے بھی اور اپنی موجودہ صلاحیتوں اور تعداد کے اعتبار سے بھی اسی ملک کی تعمیر وترقی کا ایک اہم عنصر ہے۔

اس صورت حال کا مقابلہ جو خلاف عقل بھی ہے اور خلاف عدل بھی جو مسلمانوں کے ملی وجود کے لئے بھی خطرہ ہے اور ہندوستان کی سیاسی قوت وعظمت کے لئے بھی، دو طرح سے ممکن ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک یہ کہ پوری قوت وجرأت کے ساتھ اس کا مطالبہ کیا جائے کہ ہماری نامذہبی ریاست کا نظامِ تعلیم پوری دیانت داری کے ساتھ نامذہبی ہو اس نصابِ تعلیم سے وہ تمام اجزاء خارج کیے جائیں جو مذہبی اور کسی خاص فرقہ کی تعلیمات وعقائد وتاریخ کی نمائندگی کرتے ہیں۔

دوسرا حل یہ ہے کہ آپ اپنے ان بچوں کی دینی واخلاقی تعلیم کا خود بھی بندوبست کریں جو جبری تعلیم کے قانون کے مطابق سرکاری مدارس میں تعلیم پا رہے ہیں۔ اس کا سہل اور قابل عمل راستہ یہ ہے کہ آپ ہر اس مقام پر جہاں مسلمانوں کی کچھ تعداد آباد ہے "صباحی" و "شبینہ" مکاتب ومدارس کا انتظام کریں جہاں آپ کے بچے سرکاری اسکولوں میں جانے سے پہلے ایک آدھ گھنٹہ یا اسکول سے آنے کے بعد ایک آدھ گھنٹہ دینی تعلیم حاصل کریں۔ اس سلسلہ تعلیم کے قیام کے لئے صرف دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک عزم کی۔ دوسرے نظم کی۔

میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ اپنے آہنی عزم اور عاقلانہ نظم سے اپنے تعلیمی اور دینی مستقبل کو اس ملک میں محفوظ بنائیں جہاں آپ نے رہنے کا فیصلہ کیا ہے اور جس کو آپ کے پیغمبرانہ پیغام کی ضرورت ہے۔ آپ اپنی متحدہ آواز اور پُر امن لیکن طاقت ور احتجاج سے نظام تعلیم کے اس نقص کو دور کریں جو اس ملک کے بنیادی دستور اور سیاسی منشور کے بھی خلاف ہے اور اس ملک کی قدرتی ساخت اور واقعات کے بھی خلاف ہے۔ آپ مطالبہ کریں کہ نظامِ تعلیم یا تو خلوص ودیانت داری کے ساتھ نامذہبی ہو یا انصاف اور رواداری کے ساتھ مذہبی۔ ان دونوں کے درمیان کوئی دوسرا راستہ نہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس، الہ آباد

منعقدہ

۲۰/۲۱/جون ۱۹۶۴ء

www.abulhasanalinadwi.org

# اس ملک میں سب کچھ کرنا باقی ہے

''ابھی اس ملک میں سب کچھ کرنا باقی ہے، نظامِ تعلیم کیا ہو؟ کس زبان میں تعلیم دی جائے؟ ہر فرقہ کی روایات، عقائد اور تہذیبی خصوصیات کو کس طرح برقرار رکھا جائے؟ نصابِ تعلیم میں کیا خامیاں ہیں؟ انہیں کس طرح دور کیا جائے؟ ملک میں مکاتب ومدارس کا کس طرح جال بچھایا جائے؟ ان سب سے پہلے اس ملک میں انسان کی جان کی قیمت کا پہلا سبق پڑھانے کی ضرورت ہے''۔

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ !

امابعد!

حاضرین جلسہ، رفقائے کار وشرکاء سفر!

ہم آپ عرصہ کے بعد جمع ہوئے ہیں تا کہ اس پر غور کریں کہ ہندوستان کے جدید تعلیمی نقشہ میں ملتِ اسلامیہ کو اپنے ذہنی' اقتصادی اور تہذیبی تسلسل کو باقی رکھنے کا کہاں تک موقع ہے؟ کون سی مشکلات اس راہ میں حائل ہیں؟ ان کو دور کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ اس کے لئے مسلمانوں کو کس طرح کی جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے؟ اس کے کتنے حصہ کا تعلق حکومت اور سرکاری محکمہ تعلیم سے ہے اور کتنے حصہ کا تعلق خود اپنے عزم و ارادہ' ایثار وقربانی اور تنظیم وتعاون سے ہے؟ انہی حقائق و مقاصد نے ''دینی تعلیمی کونسل'' کو وجود بخشا اور اسی نقطہ آغاز سے اس نے اپنا سفر شروع کیا' اس وقت تک اس نے اپنے سفر کی کتنی منزلیں طے کیں؟ کتنے مقاصد میں اسے کامیابی حاصل ہوئی؟ کتنا کام ہوا؟ کتنا باقی ہے؟

www.abulhasanalinadwi.org

تازہ اور جدید تعلیمی مسائل و مشکلات کیا ہیں؟ ان کو حل کرنے کے لئے ہمیں کن فیصلوں اور تیاریوں کی ضرورت ہے؟ انہیں مسائل پر غور کرنا صورتِ حال کا حقیقت پسندانہ جائزہ لینا' دیانت داری کے ساتھ اپنا احتساب کرنا' جرأت کے ساتھ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرنا اور ہمت اور خلوص کے ساتھ آئندہ کے لئے فیصلے کرنا یہی اس دعوت کا مدعا' اس وقت کا حاصل' اس زحمت کشی کا فائدہ اور اس مجلس کا موضوعِ سخن ہے۔

حضرات! تعلیمی مسئلہ کا سارا تعلق زندہ انسانوں اور خصوصیت کے ساتھ بچوں اور نوجوانوں سے ہے' سارے تعلیمی فلسفے اور تعلیمی افکار ونظریات بس اس پر مبنی ہیں کہ انسان موجود اور محفوظ ہو' اس کو اپنی زندگی کی طرف سے اطمینان ہو' انسانی زندگی کی قدر و قیمت کے احساس' اس کے تقدس کے اعتقاد اور اس عقیدہ نے کہ انسان ہی اس دنیا کی پیدائش کا مقصود اور اس کائنات کا سب سے زیادہ بیش قیمت وجود ہے اور اس کے اندر بہتر سے بہتر بننے کی بہترین صلاحیت ہے۔ دنیا کے ذہین ترین اور لائق ترین انسانوں کو انسانوں کی تعلیم و تربیت میں محنت صرف کرنے پر آمادہ کیا۔ اور ان کی ذہنی صلاحیتوں اور ان کے ذہن و دماغ کے سوتوں کو چھیڑا اور وہ تمام تعلیمی فلسفے اور تعلیمی نظام وجود میں آئے جن پر قدیم و جدید دنیا کو فخر ہے۔ تاریخ کے قدیم ترین دور سے لے کر ہمارے اس زمانہ تک جس چیز نے علم کی شمع روشن رکھی اور لاکھوں انسانوں نے اپنی بہترین طاقتیں سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے میں صرف کیں' وہ خدا کی یہ نعمت ہے کہ اچھے انسان' انسان سے مایوس نہیں ہوئے۔ انہوں نے اس کو ناقابل علاج مریض اور ناقابل اصلاح حیوان نہیں سمجھا' وہ کبھی اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

وجود سے ایسے متنفر نہیں ہوئے کہ وہ اس کی صورت دیکھنے کے روادار نہ ہوں، انہوں نے کبھی اس کے بہتر بننے کے امکان اور اس کے زندہ رہنے کے استحقاق کا انکار نہیں کیا، تعلیم کا چراغ بے تیل بتی کے جل سکتا ہے۔ بادِ صرصر کے جھونکوں میں اور طوفان کے تھپیڑوں میں فروزاں رہ سکتا ہے اور تعلیم کی تاریخ بتاتی ہے کہ ہمت والوں اور انسانیت کا درد رکھنے والوں نے برسوں بے تیل بتی کے اپنا چراغ روشن رکھا، انہوں نے پیٹ پر پتھر باندھ کر مسلسل فاقے کر کے بغیر کسی عمارت کے، درختوں کے نیچے بیٹھ کر جنگلوں اور بیابانوں میں، کڑاکے کے جاڑوں کی راتوں میں اور تپتی ہوئی دوپہریوں میں تعلیم دی۔ اور بڑے بڑے عالم، مصلح اور معلم پیدا کئے، ان میں سے کوئی چیز ان کی ہمت توڑنے اور ان کو ان کے مقدس کام سے روکنے کے لئے کافی نہ تھی۔ ان کی غیر مختتم قوتِ مقابلہ کا راز اور ان کی حیرت انگیز قوتِ عمل کی بنیاد یہ تھی کہ وہ انسان کو دستِ قدرت کا شاہکار سمجھتے تھے۔ ان کو انسان کی فطرتِ سلیم پر یقین و اعتماد تھا، ان کو یقین تھا کہ انسان کے لئے برائی عارضی اور بھلائی اصلی اور فطری ہے، ان کو یقین تھا کہ وہ انسان پر جو محنت کریں گے وہ کبھی نہ کبھی رنگ لائے گی، ان کے عقیدہ میں اس باغ کی ہر کلی کو کھلنا اور حسین پھول بننا چاہئے، عالمِ انسانی میں کوئی چیز اس سے زیادہ خطرناک اور تشویش انگیز نہیں کہ انسان، انسان سے ناامید ہو جائے اور اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ وہ اس نفرت و یاس کے جنون میں معصوم بچوں پر دست درازی کرے اور غنچوں کو کھلنے اور مسکرانے سے پہلے ہی مسل کر رکھ دے۔ تعلیم کا نشیمن جس شاخ پر قائم ہے اور ہمیشہ جس شاخ پر قائم رہے گا وہ انسانی زندگی کا تحفظ اور امن و امان کی

www.abulhasanalinadwi.org

فضا ہے اس لئے نشیمن کی تعمیر وتزئین منصوبوں اور اس کی ترتیب وتنظیم کی تجویزوں اور بحثوں سے پہلے اس شاخ کی حفاظت ضروری ہے۔

مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ کلکتہ، جمشید پور اور راوڑ کیلا کے واقعات نے اُس شاخ ہی کو خطرہ میں ڈال دیا ہے جس پر یہ نشیمن تعمیر ہوگا اور ہمارے پورے تعلیمی فکر وفلسفہ کو متزلزل کر دیا ہے، ان واقعات نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہمارے اس ملک میں جو کبھی انسان دوستی نہیں بلکہ انسان پرستی میں ساری دنیا میں نام پیدا کر چکا ہے، بڑی تعداد میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو انسانیت سے یکسر مایوس ہیں اور انسان کو بہتر بنانے یا راہ پر لگانے کی کوشش کے بجائے (جو پورے تعلیمی فلسفہ کی بنیاد ہے) اس کو ختم کر دینے کی راہ کو زیادہ آسان سمجھتے ہیں، انسان کی سہولت پسندی اور مختصر راستہ کا انتخاب اس کی پرانی بیماری ہے، اسی آسان پسند اور کام چور طبیعت نے ہمیشہ قتل و غارت گری کی شکل میں اپنا اظہار پسند کیا ہے، لیکن تعلیم واصلاح کا راستہ ہمیشہ دشوار گذار اور طویل رہا ہے اور ہمیں اسی راستہ کی دعوت دینی ہے اور اسی پر عمل کرنا ہے۔

تازہ واقعات نے یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ ابھی اس ملک میں سب کچھ کرنا باقی ہے، نظام تعلیم کیا ہو؟ کس زبان میں تعلیم دی جائے؟ ہر فرقہ کی روایات، عقائد اور تہذیبی خصوصیات کو کس طرح برقرار رکھا جائے؟ نصاب تعلیم میں کیا خامیاں ہیں؟ انہیں کس طرح دور کیا جائے؟ ملک میں مکاتب ومدارس کا کس طرح جال بچھایا جائے؟ ان سب سے پہلے اس ملک میں انسان کی جان کی قیمت کا پہلا سبق پڑھانے کی ضرورت ہے۔ ہم نے سارا تعلیمی کام اور ملک کی ترقی کی منصوبہ بندی اسی مفروضہ پر کی تھی کہ اس

www.abulhasanalinadwi.org

ملک کے ہر باشندہ نے یہ سبق پڑھ رکھا ہے اور اس کو یہ سبق ازبر ہے، لیکن تازہ واقعات اور جمشید پور اور راوڑکیلا میں جس درندگی، آدم کشی اور مردم بیزاری کا مظاہرہ ہوا انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ابھی یہ ملک اس منزل سے بہت دور ہے، ان سب لوگوں کا جن کو انسانیت سے محبت اور اس ملک کا درد ہے اور جن کی ساری توقعات اور کوششیں انسانوں ہی سے وابستہ ہیں، فرض ہے کہ وہ اس صورتِ حال کی اصلاح کی کوشش کریں اور اس کی جد و جہد کریں کہ اس ملک میں ایک متنفس بھی ایسا نہ رہے جس کو انسانی جان اور انسانی وجود کی قدر و قیمت کا احساس نہ ہو اور وہ اس کی حفاظت اپنا فرض نہ سمجھتا ہو۔

ایک خالص تعلیمی موضوع اور مسلمانوں کی تعلیم کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے میری اس تلخ نوائی اور میرے اس طویل جملۂ معترضہ کو آپ بے محل نہ سمجھیں کہ ہماری ساری جد و جہد ہمارا سارا غور و فکر اور ملک کے سارے تعمیری کاموں کا دار و مدار اسی پر ہے کہ ملک میں معتدل حالات ہوں اور ہر وہ چیز جو ملک کے حالات میں برہمی انتشار مایوسی اور جھنجھلاہٹ پیدا کرتی ہے، ملک کی تعمیر و ترقی اور آبادی کے مختلف عناصر کے باہمی اعتماد، جذبۂ تعاون، تعمیری جذبہ اور گرم جوشی کو سخت متاثر اور مجروح کرتی ہے اور کام کرنے والوں کی توجہ کو تعمیر و ترقی کے منصوبوں سے ہٹا کر، اپنی جان، عزت و ناموس کی حفاظت کے مسئلہ میں اور اپنی سلامتی اور بقا کی فکر میں لگا دیتی ہے اور یہ ملک کی بڑی بدقسمتی اور انسانیت کی پستی ہے کہ ایک انسان کا دوسرے انسان پر سے اعتماد اٹھ جائے اور حقائق اس کے ولولہ کار اور ذہانت کو صرف اپنی حفاظت اور دفاع کے

www.abulhasanalinadwi.org

مسئلہ پر مرکوز کردیں اور چند لمحوں میں صدیوں کی امیدوں اور محنتوں پر پانی پھر جائے۔

حضرات! اس بھیانک تاریکی اور انسانیت کی پستی میں امید کی ایک کرن نظر آتی ہے وہ یہ کہ ابھی اس ملک میں ایسے انسانیت دوست، دردمند، حق گو، دلیر، شریف النفس اور روشن دماغ افراد موجود ہیں جنہوں نے انسانیت کی اس پستی اور انسانوں کی اس درندگی کے خلاف پوری طاقت کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی۔ درحقیقت کسی ملک کی قدر و قیمت اور اس بات کا فیصلہ کہ اس کو زندہ رہنے اور عزت پانے کا حق حاصل ہے، اس ملک کی آبادی کی کثرت اور عام تعداد پر نہیں ہے۔ اس کا فیصلہ ایسے حق پرست اور حق گو انسانوں کے وجود پر ہے جو غلطی کو بے تامل غلطی کہہ سکیں، قطعِ نظر اس بات سے کہ وہ کس سے صادر ہوئی جو زیادتی کرنے والے کا ہاتھ پکڑ سکیں، جن کی رائے غیر جانب دار اور جن کا فیصلہ بے لاگ ہو، جو اپنی ہر دلعزیزی، اپنے مستقبل اور الکشن کی ہار جیت کے بجائے انسانیت کی عزیز قدروں اور ملک کے سچے مفاد کو دیکھتے ہوں، یہی افراد ملک کی حقیقی دولت اور اس کی طاقت کا حقیقی سرچشمہ ہیں اور انہیں سے معاصر قوموں میں اس قوم کی اور دنیا کی لکھی جانے والی تاریخ میں اس ملک کی آبرو قائم ہے۔

مسٹر فرینک انتھونی نے پارلیمنٹ کے اندر اور جے پرکاش نرائن جی نیز شری ناباکرشنا چودھری اور ان کے رفقاء نے پارلیمنٹ کے باہر جس جرأت وقوت کے ساتھ بنگال، بہار و اڑیسہ کے واقعات کے خلاف آواز بلند کی، ان واقعات کی مذمت اور ان کے ذمہ داروں کو ملامت کی اور جس طرح انہوں نے انسانیت کی اس پستی پر آنسو بہائے اور ملک کو اس خطرے سے

www.abulhasanalinadwi.org

آگاہ کیا جو اس کے سر پر منڈلا رہا ہے۔ اس سے ہندوستان کا سر اونچا اور مصیبت زدہ انسانوں کا دل ہلکا ہوتا ہے اور یہ آس بندھتی ہے کہ ان افراد کی حق پسندی اور حق گوئی اس ملک کے لئے چراغ راہ بنے گی اور ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھے گی جو محدود فرقوں کے بجائے وسیع انسانیت اور جذبات کے بجائے عقل کی راہ اختیار کریں گے' سارے تعلیمی اور تعمیری منصوبوں اور بالخصوص اس جد وجہد کی کامیابی کا انحصار (جس کا دار و مدار تعداد طاقت اور سیاسی فوائد کے بجائے معقولیت اور حق وانصاف سے اپیل پر ہے) اسی عنصر کے وجود اور طاقت پر ہے جو جرأت وذہانت کا مالک ہو اور جس نے اپنی صلاحیتِ فکر اور قوتِ فیصلہ کو رائے دہندوں کی مرضی اور اکثریت کے اندھادھند جذبات کا تابع نہ بنا دیا ہو۔

حضرات! ہندوستان میں مسلمان کے تعلیمی مسئلہ اور مسلمانوں کی بے اطمینانی اور تشویش کے اسباب کے متعلق دینی تعلیمی کونسل کی کانفرنسوں کے خطبوں اور اس دینی تعلیمی تحریک کے لٹریچر میں اتنا کہا جا چکا ہے کہ اس میں اضافہ کی بہت کم گنجائش ہے۔ جہاں تک دلیل و منطق' استدلال و معقولیت اور علمی پہلو کا تعلق ہے یہ مسئلہ بالکل بدیہی اور ایک روزمرہ کی حقیقت بن گیا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان جو اس ملک کی آبادی کا ایک لازمی اور وقیع عنصر ہیں اپنے بچوں کو اپنے عقیدے' اپنی مرضی اور اپنی ضرورت کے مطابق تعلیم دلانا چاہتے ہیں اور اس طرح وہ نہ صرف اپنے نسلی سلسلہ کو باقی و محفوظ رکھنا چاہتے ہیں بلکہ اپنے تہذیبی' فکری اور لسانی وادبی سلسلہ کو بھی باقی و محفوظ رکھنا چاہتے ہیں' انسانوں کے جن حقوق کو دنیا کے ہر تمدن' ہر نظامِ مملکت اور ہر آئین نے تسلیم کیا ہے اور انسان کی جن

www.abulhasanalinadwi.org

جائز خواہشات اور تقاضوں کا تاریخ کے قدیم ترین دور میں بھی سراغ ملا ہے وہ اس کی یہ خواہش و کوشش ہے کہ اس کا جانشین اس کا ہمرنگ اور اس کی ان تمام چیزوں کا وارث ہو جو اس کو عزیز ہیں، یہی وہ خواہش اور سعی ہے جو انسان کو حیوانٔ کتے اور بندر اور ریچھ سے ممتاز کرتی ہے، اپنی صفات و کمالات کے بقاؤ تسلسل کی یہی وہ خواہش و کوشش ہے جس نے انسان کے دل میں آزادی کی تڑپ پیدا کی، اس کو غلامی اور غیر ملکی اقتدار کے خلاف جنگ کرنے پر ابھارا۔ یہی وہ انسانی فطرت ہے جس نے مدرسوں، کتب خانوں اور نشر و اشاعت کے وسائل کی ایجاد و تخلیق کی، اس جذبہ نے شعراء اور ادباء کی سوئی ہوئی صلاحیتوں کو بیدار اور ان کی زبان و قلم کو گلفشاں و گہرریز بنادیا، اسی جذبہ سے علمی و ادبی شاہ کار ظہور میں آئے، اگر اپنی آئندہ نسلوں تک اپنے افکار و خیالات اور اپنے صفات و کمالات منتقل کرنے کا بے چین جذبہ نہ ہوتا، یا انسان اس سے کسی دور میں مایوس ہو جاتا کہ اس کی آئندہ نسلیں اس کے ان افکار و خیالات سے یا اس کی علمی و ادبی کاوشوں سے بے نیاز و متنفر ہوں گی، تو وہ کبھی اس ذوق و شوق کے ساتھ ان کاموں کو انجام نہ دیتا اس کی رواں دواں، اس کی جہاں کشا اور جہانگیر علمی اور ادبی صلاحیت پر ایسے بھاری قفل پڑ جاتے جن کو کوئی کلید کھول نہ سکتی اور اس کی بیدار فطرت ایسی میٹھی نیند سوتی جس کو کوئی شور جگا نہ سکتا، آپ غور کریں گے تو ایلورا، اجنتا، قطب مینار اور تاج محل کی سنگتراشی اور نقاشی کے نمونوں سے لے کر آئینِ اکبری، پدماوت، رامائن اور دیوانِ غالبؔ تک کے زندہ جاوید کارناموں میں جو جذبہ کام کرتا رہا ہے اور جس نے ان کو آب و رنگ اور بقائے دوام بخشا ہے وہ یہ خواہش ہے کہ آئندہ نسلیں ان کارناموں کی وارث

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں، ان کا لطف لے سکیں، ان کو سمجھ سکیں اور اپنے اسلاف کی عظمت، ان کی جانکاہی، ان کی وفاداری اور ان کی محبت کے قدر شناس ہوں۔ آپ اس جذبہ کو چھین لیجئے اور ایک نسل کے ذہنی سلسلہ کو دوسری نسل سے منقطع کر دیجئے یا دوسرے الفاظ میں کسی قوم یا نسل کو لاوارث بنا دیجئے اس کو کسی طرح یہ محسوس کرا دیجئے کہ اس کے جگر گوشے، اس کے جانشین اور اخلاف اس کے کارناموں سے واقف نہیں ہو سکیں گے اور اس سے لطف نہ لے سکیں گے، ان کی اور ان کی آیندہ نسلوں کے بیچ میں زبان کی تبدیلی یا نظامِ تعلیم کے تغیر سے ایک ایسی آہنی دیوار کھڑی ہو جائے گی جس سے وہ ایک دوسرے کو جھانک کر دیکھ نہیں سکیں گے اور ان کے خیالات و عقائد اور روایات کا وہ دھارا جو صدیوں سے بہتا چلا آ رہا تھا اس سدِ سکندری کی وجہ سے ان تک نہیں پہنچ سکے گا، وہ ایک دوسرے کی زبان سے بے گانہ ہوں گے ایک دوسرے کے خیالات سے نا آشنا، ایک دوسرے کی قدروں سے منکر و باغی اور پچھلے اپنے اگلوں کے علمی اور ادبی ورثہ سے محروم ہو کر رہ جائیں گے تو آپ یقین کیجئے کہ ان تمام علمی و ادبی سرگرمیوں کے قوی ترین اور عزیز ترین محرکات مفقود ہو جائیں گے۔ طبیعت کے بہتے ہوئے سوتے خشک اور جامد ہو کر رہ جائیں گے اور نہ صرف علم و ادب بلکہ انسانی فطرت پر ایسا ظلم ہوگا جس کا ارتکاب چنگیز و ہلاکو نے بھی نہیں کیا۔

ہندوستان کے اس عظیم ترین فرقہ اور سب سے بڑی اقلیت کا (جو اپنے عقائد، اپنی تہذیب، اپنے اخلاق اور اپنے مسلک زندگی کا ایک معین و واضح سانچہ رکھتی ہے اور جس کے ماضی کا تسلسل سب سے زیادہ مستحکم اور واضح ہے) یہ جذبہ اور مطالبہ کہ اس کے عقائد اس کے تصورات، اس کی

www.abulhasanalinadwi.org

خصوصیات اور اس کا مسلکِ زندگی اسکی آیندہ نسلوں کو منتقل اور ان کے لئے ممکن الحصول ہو، ہر طرح سے معقول، حق بجانب، فطری اور آئینی ہے، یہ ہر اس فرقہ کا حق ہے جو اپنے کچھ مخصوص عقائد، تصورات اور مسلکِ زندگی رکھتا ہو بلکہ یہ اس کا بھی حق ہے جو اس کا مدعی یا خواہش مند ہو، اس لئے کہ یہ آزادی کا سب سے زیادہ شیریں ثمر اور جمہوریت کا سب سے بڑا فائدہ ہے، اشرف المخلوقات انسان کبھی اس سطح پر اترنے کے لئے تیار نہیں کہ اس کے گلے میں ایک ناز پروردہ کتے کی طرح طوقِ زریں ڈال کر اس کے لئے بہتر سے بہتر راتب کا انتظام اور اس کی اور اس کے بچوں کی جان کی حفاظت کی ذمہ داری لی جائے۔ وہ صرف اپنی نسل کے وجود میں آنے اور باقی رہنے پر قانع نہیں ہو سکتا، وہ اس سے کچھ زیادہ چاہتا ہے اور اسی چاہنے میں اس کی انسانیت اور عظمت کا راز ہے، وہ اپنے بچوں کو اپنے مسلک کا قائل و عامل اور اپنے اصول و کردار کا حامل دیکھنا چاہتا ہے، وہ اس بات کی ضمانت چاہتا ہے کہ جو چیزیں اس کو جان سے زیادہ عزیز ہیں اور جن کی بقا کے لئے اس کے اسلاف نے اپنا خون پسینہ ایک کیا ہے، وہ اس کی نسل میں قائم رہیں گی، اس لئے مسلمان جیسے عظیم فرقہ کا یہ جذبہ کہ اس ملک کا نظامِ تعلیم اگر اس ذہنی تسلسل میں ان کی مدد نہ کرے تو کم سے کم اس میں حارج نہ ہو اور ان کو اس کی اجازت ہو کہ وہ اپنی اولاد کو اپنے عقیدہ اور اپنی ثقافت (کلچر) کا وارث بنا سکیں، ان کا یہ جذبہ کہ اردو جس میں ان کا بہترین دینی و علمی لٹریچر ہے اور عربی کے علاوہ دنیائے اسلام کی کسی زبان میں اس کی نظیر نہیں ہے، محفوظ رہے اور مادری زبان ہونے کی وجہ سے کم از کم ابتدائی مرحلہ میں وہی ذریعۂ تعلیم ہو، نصابی کتابوں سے وہ تمام عناصر و اجزاء نکال دیئے جائیں جو ان

www.abulhasanalinadwi.org

کے عقیدہ اور ان کی دینی بنیادوں کی بیخ کنی کرتے ہیں یا ان کا مذاق اڑاتے ہیں، یا ان کی اہمیت کم کرتے ہیں یہ جذبہ اور مطالبہ ہر طرح سے معقول، فطری اور آئینی ہے، دنیا میں ہر آئین اور ہر جمہوری نظام (خواہ وہ مذہبی ہو یا نامذہبی) اس کی اجازت دے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر اس ملک میں وہ سیاسی تلخی جو گذشتہ واقعات کا نتیجہ اور ملک کی علمی وذہنی پسماندگی کا کرشمہ ہے، نیز اندھا دھند جذبات کی وہ تیز رو نہ ہوتی جو نفرت سے لے کر قتل وغارت گری پر آمادہ کر دیتی ہے اور اس سب کے ماسوا اور اس سب سے بڑھ کر صاحب اقتدار پارٹی کی یہ اخلاقی کمزوری نہ ہوتی کہ وہ اپنے رائے دہندوں کو کسی حال میں ناراض کرنے اور الکشن کی کامیابی کو مشکوک بنانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی اور اپنی پارٹی کو برسرِ اقتدار رکھنے کے لئے وہ دنیا کی بڑی سے بڑی بے اصولی اور ناانصافی کا ارتکاب کر سکتی ہے، اگر برسرِ اقتدار پارٹی کی یہ مصیبت نہ ہوتی تو نظام تعلیم کو مکمل طریقہ پر سیکولر، نامذہبی اور غیر جانب دار بنانے اور ان تمام داخلی وخارجی عناصر واجزاء کو خارج کرنے میں ذرا بھی دیر نہ لگتی جو مسلمانوں کے لئے وجہ شکایت ہے، اسی طرح اردو کو کم سے کم یوپی میں علاقائی زبان بنانے میں اور ان بچوں کے لئے جن کی وہ مادری زبان ہے اس کو ذریعہ تعلیم بنانے میں اس کو ذرا بھی تاخیر نہ ہوتی لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ ہمارے سب سے بڑے قوم پرست ادارہ (کانگریس) اور اس کی نمائندہ حکومت نے اصول کا محافظ ہونے کے بجائے مصلحت بیں اور موقع پرست بننا، پیشوا اور متبوع بننے کے بجائے عام رجحان کا پیرو اور تابع بننا پسند کیا اور قوم کا مزاج بنانے کے بجائے قوم کے مزاج کے مطابق بات کرنے اور عمل کرنے کو ترجیح دی، مرکز سے لے کر ریاستوں تک اور سیاستِ

خارجہ سے لے کر تعلیمی ولسانی پالیسی تک ساری خرابیوں کا سرچشمہ اور بس کی گانٹھ یہ ہے کہ سب سے بڑی صاحب اختیار جماعت کسی اصول پر جمنا، معقولیت اور انصاف کو معیار بنانا نہیں جانتی اور کسی وقت اس کی نگاہیں آنے والے الکشن کے نتائج سے نہیں ہٹتیں، خود کانگریس کے عظیم ادارہ کے زوال کا بھی یہی سب سے بڑا سبب ہے کہ اس نے انتخابی مصلحتوں اور اکثریت کے جذبات کو ضرورت سے زائد اہمیت دی ہے اور اس عظیم وباوقار جماعت میں چار آدمی بھی ایسے نہیں ہیں جو عوام کی رضامندی اور ناراضگی اور الکشن کی ہار جیت سے آنکھیں بند کر کے حق وانصاف کی حمایت کے لئے خم ٹھونک کر کے میدان میں آسکیں، اقلیتوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کے بارے میں تعلیم کے مسئلہ میں، اردو کے معاملہ میں بالکل خدالگتی بات کہیں، ہمارے اس مسئلہ کا سارا اُلجھاؤ اور اس کی ساری دشواری وطوالت اسی بیمار ذہنیت اور اسی اخلاقی کمزوری کا نتیجہ ہے، ورنہ مسئلہ اتنا واضح، عام فہم اور معقول ہے کہ اس کے سمجھنے میں ایک منٹ کی دیر اور اس کے حل کرنے میں ایک دن کی بھی تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہماری چار سال کی جدوجہد بے نتیجہ اور لاحاصل نہیں رہی اور ہمارے بعض مطالبات کی طرف توجہ کی گئی ہے جس کی تفصیل جنرل سکریٹری صاحب کی روئداد میں ملے گی، لیکن مجموعی طور پر تعلیمی مسئلہ حل طلب ہے اور اس کے لئے مسلسل جدوجہد جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔

حضرات! تعلیمی وسیاسی اور آئینی حیثیت سے اس وقت ہندوستانی مسلمان ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑے ہوئے ہیں، یہ وہ دوراہا ہے جہاں سے ایک راستہ ذلت وغلامی، ملی زوال اور ذہنی وتہذیبی ارتداد کو جاتا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے دوسرا راستہ عزت وسربلندی ملی ارتقاء اور ذہنی وتہذیبی تحفظ کی طرف دوسرے راستہ کو اختیار کرنے کے لئے صرف دو چیزوں کی ضرورت ہے عزم اور قربانی۔ اس موقع پر ہم کو سلطان شہید (ٹیپو) کا وہ لازوال وزندہ جاوید جملہ نہیں بھولنا چاہئے کہ "گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے شیر کا ایک دن بہتر ہے۔" اپنی تہذیب اپنی ملی خصوصیات اور اپنے دینی وعلمی سرمایہ سے محروم ہو کر زندگی گذارنا گیدڑ کی زندگی سے بہتر نہیں اس کے لئے اول وآخر آپ کو فیصلہ کرنا ہوگا اور آپ کے ہی آج کے فیصلہ پر ہندوستان کی آئندہ نسلوں کے مستقبل کا انحصار ہے۔ آپ کے فیصلہ کے خلوص وصداقت کا معیار یہ ہے کہ آپ اس کے لئے کتنی دلسوزی وفکرمندی کا اظہار کرتے ہیں؟ یہ مسئلہ آپ کے دل ودماغ پر کتنا حاوی ہوتا ہے؟ اس کے لئے آپ کس فیاضی اور ایثار سے کام لیتے ہیں؟ کسی ملت کو دائمی زوال سے بچانے کے لئے یہ نہایت ادنیٰ اور حقیر کام ہے کہ بڑے سے بڑے سرمایہ کو اس مقصد کا تابع بنا دیا جائے، کسی ملت کی انتہائی بدقسمتی ہے اور اس کی قسمت پر مہر لگی ہوئی ہے جس کی حفاظت وبقا کی کوئی تحریک محض اس وجہ سے ناکام رہے یا سست رفتاری کے ساتھ چلے کہ ضروری مالی وسائل اس کو فراہم نہیں یا اس کے کارکنوں میں جوشِ عمل اور ولولہ کار نہیں ہر وہ شخص جس کا خدا اور رسولؐ پر ایمان ہے وہ یقین کرتا ہے کہ مسلمان کی دولت کی قیمت وافادیت یہی ہے کہ وہ اسلام کے کام آئے نہیں تو وہ قارون کا خزانہ اور دنیا میں رسوائی اور آخرت میں مواخذہ کا سامان ہے افسوس ہے کہ ہندوستان کی ملت اسلامی نے اپنی تاریخ کے اس نازک ترین دور میں ابھی تک اس کا ثبوت نہیں دیا کہ وہ اس خطرہ سے آگاہ اور مستقبل کے لئے فکرمند ہے۔ اس کے کارکن

ابھی تک جوشِ عمل اور استقلال و استقامت سے خالی اور اس کے سرمایہ دار ایثار و قربانی سے عاری ہیں، ابھی تک حقیر و طفلانہ مقاصد میں، تقریبات و تفریحات میں، نام و نمود میں، حکام کی جھوٹی خوشامد میں، کھوکھلے دینی جذبات کی عامیانہ تسکین میں، یا ان رواجی کاموں میں جو کسی ملت کی زندگی میں کوئی قابلِ ذکر فائدہ نہیں پہنچاتے، مسلمانوں کی بے دریغ دولت صرف ہو رہی ہے۔ جھنجھوڑنے والے واقعات اور حالات کے صورِ اسرافیل نے بھی ابھی تک ان میں حقیقی بیداری اور ان کی زندگی میں گہری تبدیلی نہیں پیدا کی اور ان کے سرمایہ داروں نے ابھی تک قرآن کی آیتِ مبین "وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَاتُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ" (اللہ کے راستہ میں خرچ کرو (اور ہاتھ روک کر) اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو) پر عمل کرنا تو در کنار غور بھی نہیں کیا اور ملت کے احیاء و بقا کی کسی تدبیر و سعی کے لئے کسی حقیقت پسندی اور بلند ہمتی کا ثبوت نہیں دیا، ہمارا تعلیمی مسئلہ اور ملت کی حفاظت و استحکام کے بہت سے منصوبے وسائل کی کمی کی وجہ سے یا تو شروع نہیں ہو سکے یا تشنہ و نامکمل پڑے ہوئے ہیں، یہ صورتِ حال نہایت تشویش ناک ہے، اگر خدانخواستہ ملت، ملت کی حیثیت سے باقی نہ رہی تو پھر افراد کا وجود محض حیوانی وجود بن کر رہ جائے گا جس پر نہ کسی صاحبِ ضمیر کو مسرت کا موقع ہے اور نہ وہ کسی عزت کا مستحق ہے۔

حضرات! میں آپ سے اپنی تلخ نوائی کی معافی مانگنے اور اس پر معذرت کرنے کے بجائے اس پر متاسف و نادم ہوں کہ میں اس سے زائد تلخ نوائی کی جرأت نہ کر سکا اور میری قوتِ بیانی نے میرے دردِ دل کا ساتھ نہیں دیا۔ آپ کا شاکی ہوں، لیکن خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں، اپنی

www.abulhasanalinadwi.org

کوتاہیوں سے ڈر معلوم ہوتا ہے لیکن اس ملک میں ملتِ اسلامیہ کی تاریخ، اس ملک کی موجودہ صورتِ حال اور اسلام کے پیغام کی ابدیت مجھ سے کہتی ہے کہ مسلمانوں کو اس ملک میں رہنا ہے اور اپنا مقدس اور ضروری کام کرنا ہے کہ نہ تو اس کام کا کوئی بدل ہے اور نہ آپ کا ابھی تک قائم مقام پیدا ہوا ہے اس لئے ابھی تک اقبالؔ کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ؎

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں کہ ہے
اس کی اذانوں سے فاش سرِّ کلیم و خلیل

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# ناانصافی اور وطن دشمنی

''اس ملک میں مسلمانوں کی حکومت وتہذیب کا ایک دور گذرا ہے جو چھ سات سو برس کی طویل مدت ہے۔ یہ ہندوستان کی تہذیب وترقی کا ایک شاندار دور ہے جس کو ہندوستان کی تاریخ سے خارج کرنا اس ملک کے ساتھ بڑی ناانصافی اور وطن دشمنی ہے اس دور میں ملک کی ترقی وشادابی کے بہت سے ایسے کام ہوئے جن سے ہمارا ملک ابھی تک فائدہ اٹھا رہا ہے اور صدیوں تک فائدہ اٹھائے گا۔ اس زمانہ کے بہت سے نقش ایسے ہیں جو ہمارے ملک کی خوبصورتی اور ناموری کا باعث ہیں۔ اس دور میں ایسی ہستیاں پیدا ہوئیں جس پر ساری دنیا اور پوری انسانیت کے سامنے اس ملک کو فخر کرنے کا حق ہے اور جن سے ساری دنیا میں اس ملک کی عظمت قائم ہے''۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

# خطبۂ صدارت

## دینی تعلیمی کانفرنس پرتاپ گڑھ

منعقدہ

۳؍جنوری ۱۹۶۵ء

www.abulhasanalinadwi.org

# قرآن مجید کی رو سے فرض ہے

''میں آپ سے کس زبان میں گفتگو کروں، میں مسلمانوں سے یہ کس طرح کہوں کہ ان کو اپنے بچوں کو عربی سکھانے کے سلسلے میں انتظامات کرنا چاہئیں دوسری قوموں کو سمجھانے کے لئے تو ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہ مسلمان جن کا یہ عقیدہ ہے کہ زیادہ قابلِ توجہ ان کی اخلاقی وروحانی زندگی ہے ان کی آخرت کی تیاری والی زندگی ہے اپنی نسلوں کو ایمان کے راستہ پر قائم رکھنے والی زندگی ہے۔ اس کی پوری فکر کرنا اس کے لئے وسائل مہیا کرنا قرآن مجید کی رو سے ضروری اور فرض ہے''۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات!

بعض چیزیں دنیا میں بہت مشکل سمجھی جاتی ہیں گوکہ حقیقتاً وہ آسان ہیں اور بعض چیزیں بہت آسان کہی جاتی ہیں گوکہ وہ مشکل ہیں اس کا ہم لوگوں کو تجربہ ہے اور روزمرہ ہم اس کا مشاہدہ کرتے ہیں، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ کسی علمی مسئلہ کو سمجھانا، کسی پیچیدہ مسئلہ کو سمجھانا علم کلام، یا علم ریاضی یا سائنس کے مسئلہ کو حل کرنا اور اس کے لئے دلائل مہیا کرنا اس کے لئے ثبوت فراہم کرنا، اس کو بہت مشکل کام سمجھا جاتا ہے۔ بہت بڑے بڑے لوگوں نے اور بڑے بڑے ذی عقل لوگوں نے اس کے اوپر اپنی ذہانتیں صرف کیں۔ اس کے برعکس کسی روزمرہ کی بات کو سمجھنا اور سمجھانا نہایت آسان معلوم دیتا ہے جیسے کسی نے پانی اٹھایا اور پی لیا،

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن بعض آسان چیزیں جو بدیہی حقیقت ہوتی ہیں اور انسان کے ایسے بنیادی تقاضے ہوتے ہیں کہ ان کا سمجھانا بہت مشکل کام ہے۔ کوئی شخص اس کے مقابلہ میں ریاضی کے مسئلہ کو سمجھانا آسان سمجھے گا اور اس کو ترجیح دے گا وہ ریاضی کے مشکل ترین مسئلہ کو حل کر دے گا' اس کے لئے دلائل فراہم کرے گا۔ مثلاً کوئی شخص بھوکا ہے اور کوئی اس کو سمجھانا چاہتا ہے کہ بھئی تم کو کھانا چاہئے تم کو بھوک لگی ہے یہ تو آسان ہے مگر اگر اس سے کہہ دیا جائے کہ آپ اس کی دلیلیں دیجئے کہ اس کو کھانا چاہئے تو یہ مشکل کام ہے' اگر کوئی شخص قریب المرگ ہے' دم توڑ رہا ہے پھر بھی کھانا نہیں کھاتا تو اس کو کھانا کھانے کا قائل بنا دینا بہت مشکل کام ہے' اسی طرح سورج کے نکلنے پر دلیلیں دینا اس کے لئے ثبوت مہیا کرنا بھی بہت مشکل کام ہے' اگر کوئی شخص سو رہا ہے تو اس کو جگانا آسان ہے مگر واقعۃً کوئی سو نہیں رہا ہے بلکہ بنا پڑا ہے تو اس کو جگانا بہت مشکل ہے' سوتے کو جگانا آسان ہے' اس کو ہلا دیا' اس کو کھینچ دیا' اس کے کان میں چلا دیا' اس کے منھ پر پانی چھوڑ دیا' مگر جو جاگ رہا ہے اور اچھا خاصا آدمی ہے' سمجھ دار ہے' ذی ہوش آدمی ہے' اس کو کیسے جگایا جائے یہ بہت مشکل کام ہے۔

تو میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ میں آپ سے کس زبان میں گفتگو کروں۔ کیونکہ یہ ایسا موضوع ہے جس پر ہم بہت تقریریں کر چکے ہیں اور اس پر ہم بہت بحث کر چکے ہیں' میری یہ نہیں سمجھ میں آتا کہ میں مسلمانوں سے یہ کس طرح کہوں کہ ان کو اپنے بچوں کو عربی سکھانے کے سلسلہ میں انتظامات کرنا چاہئیں' دوسری قوموں کو سمجھانے کے لئے تو ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہ مسلمان جن کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ زندگی جس کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

ان کو کپڑے پہننے کی ضرورت ہے، جس کے لئے ان کو سردی سے بچاؤ کی ضرورت ہے، جس کے لئے ان کو دوا علاج کی ضرورت ہے اور بھی بہت سی ضرورتیں ہیں اس سے زیادہ حقیقی، اس سے زیادہ پائیدار اس سے زیادہ قابل توجہ ان کی اخلاقی و روحانی زندگی ہے، ان کی آخرت کی تیاری والی زندگی ہے، ان کی اللہ سے تعلق والی زندگی ہے اور اپنی نسلوں کو ایمان کے راستہ پر قائم کرنے کی کوشش والی زندگی ہے اور وہ اس کے لئے مامور مکلّف ہیں کہ وہ نہ صرف اپنی زندگی کو بلکہ اپنے بچوں کی زندگیوں کو آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی جہنم کی آگ سے بچائیں، قرآن مجید کی صاف آیت ہے، یَآیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَاراً وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اس کے معنی کوئی مجھے سمجھا دے، یہاں بڑے بڑے مفسرین بھی مل جائیں گے، بڑے بڑے حفاظ اور عالم بھی موجود ہیں کوئی مجھے بتا دے، کیا یہ واقعہ تھا کہ عرب میں جہنم کا کوئی گڑھا کھدا ہوا تھا، بچے اس کے اردگرد کھڑے ہوئے تھے اور اس کے اندر کودنے کی ضد کر رہے تھے تو قرآن نے ان لوگوں کو مخاطب کیا کہ دیکھو اپنے بچوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اگر نقشہ یہی تھا کہ عرب میں کوئی بہت بڑی خندق کھدی ہوئی تھی اور اس کے گرد عرب کی عورتوں کے بہت سے بچے کھڑے تھے، آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے اور یہ نادان بچے صحابیوں کے بس جان کی بازی لگا کر آگ میں کودنے کی ضد کر رہے تھے اور قرآن کی آیت نازل ہوئی کہ دوڑو اپنے بچوں کو آگ سے بچاؤ دیکھو کہیں وہ اس کے اندر نہ کود جائیں۔ کیوں بھئی کیا ایسا واقعہ تھا کہ کسی نے ایسی خندق کھودی تھی اور وہ صرف بچوں کو ہی اس میں کودنے کی دعوت دے رہا تھا اور وہ کمبخت یہی چاہتا تھا کہ بچے ہی اس کے

اندر کودیں اسی میں اس کی تفریح تھی۔ اگر یہی واقعہ ہے اور علماء بھی یہی بتاتے ہیں کہ عرب میں کسی ظالم نے ایسی خندق کھودی تھی تو اس کی الگ بات ہے۔ وہاں کے تو بچوں کا حال یہ تھا کہ وہ جہاد کے لئے اس طرح ضد کرتے تھے جس طرح آپ کے بچے مٹھائی کے لئے ضد کرتے ہیں' کسی دنگل کو دیکھنے کی ضد کرتے ہیں سنیما جانے کی ضد کرتے ہیں' صحابہ کرامؓ کے بچے اسی طرح جہاد میں جانے کی ضد کرتے تھے' آپ نے سمرہ بن جندب اور رافع بن خدیج کا واقعہ سنا ہوگا۔

حضرت رافعؓ کا واقعہ تو یہ تھا کہ ان کے بڑے بھائی نے یا والد نے حضورؐ کی خدمت میں سفارش کی کہ یہ بڑا تیرانداز ہے' اس کو آپؐ ضرور اجازت دے دیجئے اور اس کو اجازت مل گئی تو حضرت سمرہؓ آئے اور فرمایا کہ اے اللہ کے رسولؐ آپؐ نے ان کو تو اجازت دے دی لیکن مجھ کو اجازت نہ دی حالانکہ اگر میں ان سے لڑوں تو ان کو پچھاڑ دوں' وہاں کے تو بچوں کا یہ عام حال تھا کہ وہ روزانہ ہی یہ دیکھتے تھے کہ کسی کی لاشیں چلی آرہی ہیں کسی کا ہاتھ کٹا ہوا ہے' کسی کا سر کٹا ہوا ہے۔ چنانچہ رسولؐ اللہ نے فرمایا اچھا ہو جائے کشتی اور وہی ہوا کہ حضرت سمرہؓ نے حضرت رافعؓ کو پچھاڑ دیا اور ان کو بھی اجازت مل گئی' ایک دوسرے حضرت عمید بن وقاص تھے' آپ چونکہ کم سن تھے اس لئے صفوں کے پیچھے چھپ رہے تھے کہ ان کو بھی اجازت مل جائے۔ تو ان کے بھائی حضرت سعد بن وقاص نے ان کو دیکھ لیا اور فرمایا کہ تم چھپ کیوں رہے ہو تو انہوں نے کہا میں اس لئے چھپ رہا ہوں کہ کہیں مجھ کو حضورؐ نہ دیکھ لیں اور پھر فرمائیں کہ تم بچے ہو گھر جاؤ۔ بچوں کے اندر ایک ولولہ تھا' ایک جوش تھا کہ کسی طرح وہ بھی مجاہدوں کے ساتھ شریک

www.abulhasanalinadwi.org

ہو جائیں، حضرت سعد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی حضرت عمید کو بھی اجازت مل گئی، اب جب تلوار باندھنے کا وقت آیا تو وہ اتنے چھوٹے تھے کہ تلوار زمین سے لگ رہی تھی اس کے اندر ایک گرہ دے کر اس کو ان کی گردن سے حمائل کر دیا گیا تو جن بچوں کے اندر یہ ولولہ، یہ جوش ہو اور جن کی یہ گویا کہ (Hobby) ہو ان کے لئے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ جہنم میں کود رہے ہیں۔ یہ واقعہ تو نہیں تھا تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ اتنے زوردار طریقہ پر فرما رہا ہے کہ اے ایمان والو! اپنے بچوں کو ایسی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس کا ایندھن بڑی بڑی چٹانیں ہیں، تو ان کو بچانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ایسی تربیت کرو اور ان کے ایمان کی حفاظت کا ایسا سامان کر دو کہ یہ جہنم میں جانے نہ پائیں مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ دوڑ رہے تھے یا وہ چھلانگیں لگا رہے تھے۔ بلکہ آئندہ کی زندگی میں اس بات کا تحفظ کر لو اور اس بات کا اطمینان حاصل کر لو اس بات کا نقش کر دو ان کے دماغوں پر کہ اب یہ جہنم کے مستحق نہیں ہوں گے اب یہ ناواقفیت کی بناء پر شرک میں کفر میں، بت پرستی میں اور اوہام پرستی میں مبتلا نہیں ہوں گے، اب یہ دیویوں اور دیوتاؤں میں شامل نہیں ہوں گے، اب ان کو کوئی پٹی نہیں پڑھا سکتا ہے، اب ان کو کوئی جُل نہیں دے سکتا، اب یہ ایمان بالآخرت کے عقیدہ میں، توحید کے عقیدہ میں ایسے پکے ہو گئے ہیں کہ کوئی شخص ان کو دھوکا نہیں دے سکتا۔

یہ خطاب صحابہ کرامؓ سے ہے جب کہ ہم سب کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام سے بڑھ کر دینی حمیّت اور صحابہ کرام سے بڑھ کر کسی کو دینی غیرت نہیں تھی لیکن ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا، ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے نوٹس دیا

www.abulhasanalinadwi.org

اور ان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے خطرہ کی گھنٹی بجائی کہ اب تم جنت اور دوزخ کے درمیان تعلیم وتربیت کی ایسی دیوار کھڑی کردو کہ یہ کسی صورت سے بھی جہنم کا راستہ اختیار نہ کرسکیں۔

میرے بھائیو اور دوستو! اب تم ذرا غور کرو کیا ہم کو اس کی ضرورت نہیں ہے، کیا ہم اس تاکید کے محتاج نہیں ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ نے صرف اتنا فرمادیا ہوتا وہ احکم الحاکمین ہے، وہ مختار کل ہے اگر وہ صرف ہم کو اپنا ذمہ دار اور اپنی جانوں کا ذمہ دار بنادیتا اور ہم سے کہہ دیتا کہ دیکھو تم جہنم میں جانے نہ پاؤ تو ٹھیک تھا، مگر اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ انسان کے لئے صرف اپنی جانوں کا ہی بچانا کافی نہیں ہے، اپنے آپ کو اور گھر والوں کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ، دوستو! نماز کو تو تم مانتے ہو، کیوں مانتے ہو؟ اس لئے کہ مولویوں نے کہہ دیا، مولویوں کی تو تم ہزاروں باتیں نہیں مانتے پھر کیا اس لئے کہ انگریزی قانون میں لکھا ہے؟ کیوں تم اس کے قائل ہو؟ ہم میں کا ہر ایک شخص نماز کا پابند تو نہیں ہے مگر اس کی فرضیت سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا، تم اس کے قائل اس لئے ہو کہ یہ قرآن میں لکھا ہے تو پھر یہ سمجھ لو کہ جس قرآن میں نماز کے لئے لکھا ہے اسی قرآن میں یہ بھی لکھا ہے۔ کسی پریس کا چھپا ہوا قرآن اٹھالو اور کہیں کا بھی ترجمہ لے آؤ دیکھ لو میں صحیح کہتا ہوں یا نہیں۔ یہاں اس وقت اتنے عالم بیٹھے ہیں اور اتنے حافظ بھی موجود ہیں کوئی کہہ دے کہ یہ آیت میں نے اپنی طرف سے پیش کی ہے۔

یہ آیت قرآن مجید کی ہے اور خطاب ہے اے ایمان والو! یہ خطاب کس سے ہے، ایمان والوں سے اور یہ قاعدہ ہے کہ خطاب جب کسی خاص صفت کے ساتھ ہوتا ہے تو گویا وہ لوگ اس خطاب کے مستحق ہیں اور

اس صفت کا وہ تقاضہ اور شرط ہوتا ہے مثلاً میں کہوں اے پڑھے لکھے لوگو اور اے پڑھے لکھے انسانو! دیکھو کوئی غلط بات نہ ہونے پائے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان انسانوں کا یہ تقاضا ہے اور ان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ اس قسم کی کوئی بات کریں، تو جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یاایھا الذین آمنوا تو آپ سب کے کان کھڑے ہو جانا چاہئیں کہ اہل ایمان کو خطاب ہے اور ضرور کوئی ایسی بات کہی جانے والی ہے جو ایمان سے بعید ہے اور وہ بات ایمان کی تکمیل کے لئے شرط ہے، تو اس کو شروع سے دیکھو۔

اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اپنے متعلقین کو، اپنے بچوں کو بچاؤ اور سب سے زیادہ گھر والے کون ہیں۔ آپ کے بچے، آپ کے جگر کے ٹکڑے، آپ کی اولاد، ان کو بچاؤ ایسی آگ سے جس کا ایندھن ہیں آدمی اور پتھر اور پھر یہ نہیں کہ آگ جلا دی گئی اب جس کا جی چاہے اس میں کودے اور جس کا جی چاہے بھاگ جائے، نہیں بلکہ عَلَيْهَا مَلَآئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ یعنی اس کے اوپر ایسے فرشتوں کو متعین کر دیا گیا ہے جو نافرمانی جانتے ہی نہیں، جن کے یہاں رعایت کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ جو حکم عدولی کر ہی نہیں سکتے وہ اللہ کے حکم کو مان کر ہی رہیں گے اور اس کے مطابق کریں گے۔

تو بھائیو! اپنے گھر والوں کو آگ سے بچانا اور اپنے بچوں کی حفاظت کرنا اور اس کے لئے پورے انتظامات، اس کی پوری فکر کرنا، اس کے لئے وسائل مہیا کرنا اور اس کی لو لگ جانا۔ یہ قرآن مجید کی رو سے ضروری اور فرض ہے۔ یہ جو دینی تعلیمی تحریک ہم لے کر اٹھے ہیں اس کا مقصد صرف مسلمانوں کو پڑھا لکھا دینا ہی نہیں ہے، اس سے دلچسپی ہونا تو ضروری ہے

www.abulhasanalinadwi.org

کیونکہ ہم اس ملک کے باشندے ہیں' یہ تو ہم کو ہار کر جھک مار کر کرنا ہوگا' یہ تو مسلمانوں کو بہر حال کرنا پڑے گا' اس کے بغیر نہ تو وہ پیٹ بھر سکتے ہیں' نہ کوئی نوکری کر سکتے ہیں' نہ وہ کوئی کپڑا لتّا اپنے لئے مہیا کر سکتے ہیں۔ نہ وہ محفل میں عزت پا سکتے ہیں مگر اس کے لئے نہ تو مارا مارا پھرنے کی ضرورت ہے' نہ کہیں آنے جانے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے قوا انفسکم واھلیکم ناراً..... یہ اسی قرآن میں ہے جس میں نماز کا حکم ہے' مگر افسوس نماز کے حکم کو تو آپ نے سمجھ لیا اور اس کو برا بھلا ادا بھی کر لیتے ہیں' نمازی اگر ۶۰% نہ سہی ۵۰%' ۲۵% سہی مگر ہیں' اور جو نہیں پڑھتے وہ شرمندہ ہوتے ہیں وہ قصور کا اعتراف کرتے ہیں' لیکن اگر کوئی شخص جو نماز پڑھنے والا ہو جو زکوٰۃ بھی دیتا ہو' اور جو شاید حج بھی کئے ہوئے ہو وہ اگر اپنے بچہ کی تعلیم کی طرف سے غافل ہے اور اس لئے ایسا راستہ اختیار کر لیا ہے جو جہنم کی طرف جا سکتا نہیں بلکہ لے جاتا ہے یہ اور بات ہے کہ آزر کی گود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پرورش پائیں ایسا لاکھوں اور کروڑوں میں ہوتا ہے کوئی ایسی سعید روح کوئی ایسا نیک بخت ہو تو اور بات ہے' مگر دیکھ لو کہ وہ سڑک سیدھی جہنم کی طرف لے جاتی ہے' جس سڑک پر چل کر آدمی بے دینی اور الحاد میں مبتلا ہو جائیں وہ دیویوں اور دیوتاؤں کو پوجنے لگیں اور ایسے ہو جائیں کہ ان کے کانوں میں گویا کبھی نماز کی آواز ہی نہیں پڑی۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ نماز کوئی فرض بھی ہے' وہ رسول ﷺ تک کو نہیں جانتے جن کی محبت ماں سے' والدین سے اور اولاد سے زیادہ ہونا چاہئے اور ہونا ضروری ہے اس کا ایمان نامکمل ہے' جس کو وہ محبت نہیں'

بخاری شریف کی صاف صاف حدیث لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی

www.abulhasanalinadwi.org

اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ مَّالِهٖ وَوَلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

رسول اللہؐ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایمان لا نہیں سکتا۔ کوئی مومن ہو نہیں سکتا جب تک کہ میں اس کے والدین اس کے مال اس کی جان اس کی اولاد سے زیادہ اس کو محبوب نہ ہوں۔

یہ جو نصاب پڑھایا جا رہا ہے جس کا مولانا محمود الحسن صاحب ابھی ذکر کر رہے تھے کیا اس سے رسولؐ کی محبت پیدا ہوتی ہے اس سے رسول اللہؐ کو پہچانا جا سکتا ہے؟ محبت تو پہچاننے کے بعد ہوتی ہے۔ صفات احساسات کمالات احسانات یہ جب تک کسی کے نہ معلوم ہوں کبھی اس سے محبت نہیں ہو سکتی ہے۔

جو بچہ اپنے باپ سے دور رہا ہے۔ اس نے اپنے باپ کی عزت اس کی شفقت ان کی ہمدردی ان کا احسان نہیں دیکھا۔ اس کو اپنے باپ سے محبت نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کا تجربہ کر لیجئے کسی کا باپ بمبئی میں ہے اور بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھا اور جب وہ لوٹا تو ماشاء اللہ بیٹا ۱۸ سال کا ہو چکا ہے تو اس کو محبت اپنے باپ سے نہیں ہو سکتی ہے لیکن ایک باپ ایسا ہے جو انگلی پکڑ پکڑ کر چلاتا ہے اور منہ میں نوالہ رکھتا ہے رات رات بھر اس کی خاطر جاگتا ہے اس کی تیمارداری کرتا ہے تو کیسا ہی بڑے سے بڑا ناہنجار بچہ کیوں نہ ہو اس کو بھی اپنے باپ کی محبت ہوتی ہے اور کیسے نہ ہوگی جب کہ اس نے اس کے احسانات بھی دیکھے ہیں۔

تو جو نصاب کہ رسول اللہؐ کی جان پہچان کرائے نہ ان کی محبت کو دل میں بٹھائے تو وہ جہنم کی طرف نہ لے جائے گا تو پھر کیا ہوگا؟ پھر اس کے علاوہ وہ ہزاروں مشرکانہ عقائد دل میں بٹھاتا ہے اور پتھر کی لکیر کی طرح دل

www.abulhasanalinadwi.org

پر نقش کرتا ہے اگر یہ سڑک جہنم کی طرف نہیں لے جاتی تو پھر کون سی سڑک جہنم کی طرف لے جاتی ہے، عقل سے، تجربہ سے، دلیل سے کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ یہ راستہ جہنم کو جانے والا ہے اور کوئی آدمی پھر بھی یہ سب جاننے کے باوجود تساہلی برتے اور اپنے بیٹے کو جہنم کی طرف ڈالے جائے تو دنیا کہے گی، تاریخ میں یہ لکھا جائے گا اور عدالت بھی یہی فیصلہ کرے گی کہ اس نے اس کو اُسی منزل تک پہونچایا۔

سامنے کنواں ہے اور تمہارا بچہ خدا نخواستہ خدا نہ کرے نابینا ہے (اللہ محفوظ رکھے) کسی طرح اس کی بصارت زائل ہوگئی ہے یا بچہ نادان ہے وہ کنویں کی جگت کے قریب کھیل رہا ہے اور آپ اس کو کھیلتا ہوا دیکھ رہے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ قریب پہونچا اور پھر اس نے کنویں میں چھلانگ لگادی اور وہ سیدھا کنوئیں میں پہونچ گیا تو اب اگر کوئی یہ کہے کہ تم نے اپنے بچہ کو کنویں میں ڈال دیا تو اس نے کیا بے جا کہا،

بالکل یہی معاملہ ہے کہ اگر جدید تعلیم یعنی یہ جو تعلیم ہمارے ملک میں ۷ ۴ء کے بعد شروع ہوئی ہے اگر اس راستہ پر کسی نے اپنے بچہ کو ڈالا اور اس کی دینی تعلیم و تربیت کا الگ سے کوئی انتظام نہ کیا اور جو زہر اس کو پہونچایا جا رہا ہے اس کے لئے اس نے تریاق مہیا نہ کیا تو وہ بالکل اس آیت کے ماتحت آئے گا کہ قوا انفسکم و اھلیکم نارا بلکہ ایک دوسری آیت قرآن مجید کی ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ہم نے کب اپنے بچے سے کہا تھا کہ کافر ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رَبَّنَا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا۔ وہاں پر جو کچھ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! اے ہمارے مالک ہم نے تو

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے بڑوں اور اپنے بزرگوں کی بات مانی انہوں نے ہم کو کہیں کا نہ رکھا اضلونا السبیلا انہوں نے ہم کو گم کردہ راہ کر دیا' اب بتائیے کیا انہوں نے کہا تھا کہ کافر ہو جاؤ' کیا انہوں نے کہا تھا مشرک ہو جاؤ' کیا انہوں نے ان کو اٹھا کر دونوں بازو تھام کر کفر کے غار میں ڈھکیل دیا تھا۔ ایسا تو شاید کبھی نہ ہوا ہو اور ایسا تو کسی زمانہ میں بھی نہ ہوا ہوگا اور ایسا مشکل سے ہی ہوتا ہے۔

انہوں نے ان کی طرف سے غفلت برتی انہوں نے ان کی دینی تعلیم و تربیت کا کوئی انتظام نہ کیا' کہنے والوں میں لاکھوں بچے ہوں گے' لاکھوں اولادیں ہوں گی' ان بڑوں کی جو اپنے والدین کے خلاف خدا کی عدالت میں دعوے دائر کریں گے اور وہاں پر یہ مرافعہ کریں گے کہ اے اللہ قصور ہمارا نہیں' ہمارا قصور تو بہت کم تھا ہم تو پیچھے چلنے والے تھے ہم تو اپنے بزرگوں اور اپنے والدین کی انگلی پکڑ کر چلنے والے تھے' انہوں نے جو ہم کو سکھایا وہ ہم نے سیکھا' انہوں نے جو ہم کو پڑھا دیا وہ ہم نے پڑھا انہوں نے جو ہم کو بننے دیا وہ ہم بنے' ہم تو کچی مٹی تھے' ہم تو ایک نرم شاخ تھے' ہم تو ایک ایسی چیز تھے جس کو جس سانچہ میں ڈھالا جائے وہ اس کے نقش قبول کرلے جیسے آپ اینٹ دیکھتے ہیں کہ اس کو جب سانچہ میں ڈھالا جاتا ہے تو اس پر نقش پڑ جاتے ہیں اس کے اوپر نمبر پڑ جاتے ہیں' اب جب وہ پک کر نکلتی ہے تو آپ کہیں کہ اس پر یہ نقش کس نے کر دیئے تو آپ دیکھئے کہ وہ تو ایک کچی مٹی تھی ایک نرم مٹی تھی' اس کو سانچہ میں ڈھالا گیا تو اس نے اس نقش کو قبول کرلیا تو اس میں اینٹ کا کیا قصور۔

اسی طرح سے آج جو تعلیم ہمارے اسکولوں میں ابتدائی درجوں سے دی جارہی ہے۔ اس ساری تعلیم میں کثرت سے وہ اجزاء شامل ہوتے

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، وہ عناصر ہوتے ہیں کہ اگر بچہ ان کو قبول کر لے تو وہ مسلمان نہیں رہ سکتا ہے، مگر وہ کیسے نہ قبول کرے کیا علم اس لئے سکھایا جاتا ہے کہ بچہ اس کو قبول نہ کرے کیا علم اس لئے ہے کہ بچہ اس کو پڑھ کر بھلا دے اس کو تو کوئی بھی شخص اچھا اور جائز نہیں سمجھتا ہے اور اس کا تو کوئی بھی روادار نہیں ہو سکتا۔

کوئی ڈاکٹر صاحب، کوئی ہیڈ ماسٹر صاحب یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ کا بچہ اس کو نہ قبول کرے وہ کیوں قبول کرتا ہے، یہ کہنا بالکل غلط ہوگا، کتاب لکھی ہوئی بچہ کے لئے انتہائی چیز ہوتی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں جب دو بچے آپس میں کسی بات پر لڑ جاتے ہیں تو وہ کتاب کا حوالہ دے کر یہ کہتے ہیں کہ ہماری کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے، تو میں یہ نہیں کہتا کہ یہ کوئی بری بات ہے، یہ تو اچھی بات ہے اور یہ ہونا چاہئے، یہ چیز ہونا بچہ کے اندر ضروری ہے اور یہ چیز قابل تعریف ہے، اگر کتاب میں لکھی ہوئی چیز پر بچہ کا عقیدہ نہ ہوگا تو یہ غلط ہے اور تعلیم بے مقصد ہے۔ ہم بچہ سے کبھی یہ نہیں کہتے کہ تم نے اس کو کیوں قبول کر لیا ہم بچہ کو کبھی اس کی تلقین نہیں کرتے کہ تم کتاب کی بات نہ مانا کرو اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو آج وہ کتاب کی بات نہیں مانتا۔ کل وہ حدیث اور قرآن کی بات بھی نہیں مانے گا، اب ہم اس کو کہاں لے جائیں گے اور کس طرح اس کے دل میں یقین پیدا کریں گے اور کس طرح اس کے دل میں اعتماد پیدا کریں گے، ہمارے یہاں تو قرآن اور حدیث سے بڑھ کر کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ جو بچہ شروع سے عادی ہو چکا ہے کہ کتاب کو پڑھے اور اس کو رد کرے اس پر یقین نہ کرے اور کہے کہ یہ سب فضول ہے یہ سب جھوٹ ہے تو وہ بچہ پھر ہاتھ سے گیا پھر اس کے متعلق کسی قسم کی امید کرنا بے سود و بے کار ہے۔ اب وہ کچھ بھی قبول نہیں کر سکتا

www.abulhasanalinadwi.org

کیونکہ اس نے یہ سیکھ لیا ہے کہ کتاب میں جو کچھ بھی لکھا ہے وہ سب واہیات ہے۔

جن بزرگوں نے یہ عقیدہ پیدا کر دیا بچہ کے دل میں کہ کتاب میں جو کچھ ہے وہ سچا ہے' اس پر بچوں کا عقیدہ بٹھا دیا ہے تو انہوں نے ایک بہت بڑی انسانی خدمت انجام دی ہے اور ہمارے پورے نظام تعلیم کی بنیاد یہی ہے کہ کتاب میں لکھے ہوئے پر اعتماد کیا جائے اور بڑی بدقسمتی ہے اس نظام کی' بڑی بدقسمتی ہے اس ملک کی کہ جہاں چیزیں نہ جاننے اور نہ ماننے کے لئے بتائی جاتی ہوں۔ چیزیں بتائی اور سکھائی جائیں اور اس میں گنجائش نہ ماننے کی رکھی جائے' کوئی نظام اس طرح چل نہیں سکتا' تو یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ آپ کا بچہ ان باتوں کو کیوں مانتا ہے۔ جب بچہ سبق پڑھ کر آئے تو اس کے دماغ سے اس کو دھو دیا کیجئے اور کہئے کہ تم نے جو کچھ پڑھا ہے وہ فضول ہے۔

اگر ڈائرکٹر صاحب' انسپکٹر صاحب' اگر تعلیم کے منسٹر صاحب اور نیچے کے ہیڈ ماسٹر صاحب وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں تو وہ اپنے پورے دستور تعلیم اور روح تعلیم کے خلاف بغاوت کر رہے ہیں اور جس عمارت کو وہ قائم کرنا چاہتے ہیں اس کو وہ منہدم کر رہے ہیں اچھا اب اگر وہ یہ نہیں کہنا چاہتے تو اب مسلمان بچہ کی کیا پوزیشن ہوگی' وہ یقین کرے یا نہ کرے' یعنی یقین کرے کہ گنیش جی اس دنیا میں جو چاہتے ہیں کر لیتے ہیں اور چند گھنٹوں یا چند دنوں میں ساری دنیا کا چکر کاٹ لیتے ہیں اور وہ جب چاہتے ہیں جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں اور کرشن جی جہاں چاہتے تھے پہونچ جاتے تھے' اگر یہ کوئی فلسفہ ہے کوئی میتھالوجی (Mythology) ہے تو ہم اس پر حملہ نہیں کرتے ہم

اس پر حملہ کرنے کے مستحق بھی نہیں ہیں لیکن اس بات کے مستحق ہیں کہ یہ کہیں کہ اس کو جس نے مانا وہ مسلمان نہیں رہا' اس کے کہنے کا ہم کو حق ہے' یہ حق صرف قرآن اور حدیث کے جاننے والوں کو ہے' یہ حق صرف عالموں کو ہے اگر چہ ساری دنیا کے فلاسفر اور سارا یورپ کہے کہ یہ غلط ہے۔

یہ ہماری میتھالوجی (Mythology) ہے صرف ہماری اور اگر علماء یہ کہیں کہ مسلمان کے عقیدہ کی رو سے یہ شرک ہے تو یہ بالکل بجا ہے قرآن مجید میں اس کو صاف صاف بیان کیا گیا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذَالِكَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سوائے شرک کے ہر چیز کو معاف کر دیتا ہے۔ بھئی اس میں ہماری بات ماننی ہوگی اور اس سلسلہ میں تو صرف ہم کو ہی مستند مانا جاسکتا ہے اور صرف عالموں کی طرف ہی رجوع کرنا ہوگا۔

تو آج یہ جو ہماری کانفرنس ہو رہی ہے اور مختلف جگہوں سے آئے ہوئے لوگوں نے یک زبان ہو کر یہ جو کہہ دیا ہے اور دینی تعلیمی کونسل کے تمام لوگوں نے کہہ دیا ہے کہ اس نظام تعلیم کے بعد بچہ کے اندر ایمان باقی نہیں رہ سکتا ہے' بچہ ایک کتاب کو نہیں مانے گا' دوسری کو مانے گا' دوسری کو نہیں تیسری کو مانے گا اور پھر اس سب کے علاوہ جو امدادی کتب اس کو پڑھائی جاتی ہیں ان سب میں بھی یہی زہر بھرا ہوا ہے' تو اس کے ساتھ ایمان باقی نہیں رہ سکتا ہے اور جب ایمان باقی نہیں رہ سکتا تو پھر اے مسلمانو! میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ جو آیت ہے کہ قوا انفسکم واھلیکم نارا یہ قرآن شریف کی آیت ہے یا کسی اور کتاب کی آیت ہے۔

تم لوگ نماز کا وعظ بڑے شوق اور ذوق سے سنتے ہو اور اب رمضان آرہا ہے اس کے سلسلہ میں جو فضائل بیان کئے جاتے ہیں ان کو اور

www.abulhasanalinadwi.org

بھی ذوق سے سنتے ہو کیونکہ تم بھی روزہ رکھتے ہو، اس میں کسی کی جان تو نہیں نکل جاتی کوئی قربانی تو دینا نہیں پڑتی اور اگر اس سے بھی آگے بڑھ کر تم کو بزرگوں کے واقعات، صحابہ کرام کے واقعات ان کے کارنامے ان کے فضائل سنائے جائیں تو اس کو تم اور زیادہ شوق سے سنو گے کیونکہ اس میں تو تم کو اتنا بھی نہیں کرنا پڑتا جتنا تم کو رمضان کے فضائل سن کر کرنا پڑتا ہے لیکن اگر تم سے کہا جائے کہ اپنی اولاد کو جہنم سے بچانا بھی تمہارا فرض ہے اور صاف صاف حدیث میں آتا ہے کہ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ یعنی تم میں سے ہر ایک، ایک حکومت رکھتا ہے، وہ حکومت چھوٹی ہو یا بڑی، گھر کے اندر ہو یا گھر کے باہر وہ ایک حکومت کا مالک ہے اور ہر شخص سے ان لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا اور پوچھ ہوگی ان لوگوں کے متعلق جن کا وہ ذمہ دار ہے۔ اور جن کی ذمہ داری جن کی دیکھ بھال اس کو سونپی گئی ہے اب بتایئے اپنی اولاد کو جہنم سے بچانا ہمارا فریضہ ہے یا نہیں اور خدا کے سامنے اس کا جواب دینا ہوگا یا نہیں، یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جیسے میں آپ سے تہجد کے متعلق کہوں کہ بھائی اگر پڑھو گے تو اچھا ہوگا تم کو ثواب ملے گا اور نہ پڑھو گے تب بھی کوئی حرج نہیں یا میں آپ سے خیر خیرات کے متعلق کہوں کہ بھئی اگر تم صدقہ خیرات کرو گے تو ثواب پہونچے گا اور نہ کرو گے تب بھی کوئی بڑا مواخذہ نہ ہوگا۔

یہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ ہم لوگ اس لئے آتے ہیں کہ مسلمانوں میں تعلیم پھیلے، مکاتب اور زیادہ کھل جائیں۔ مسلمانوں میں اخلاقیات سے اور زیادہ واقفیت پیدا ہو جائے یہ بھی ایک مقصد ہے، ہمیں اس سے انکار نہیں مگر ہم صاف صاف بات یہ کہتے ہیں کہ راستے دو ہیں یا تو یہ کہ تمہارے بچے

جہنم کے اندر جائیں اور تم ان کو جہنم کے اندر جانے دو اور پھر قیامت کے دن وہ تمہارے دامن پکڑ کر کہیں۔

(اے اللہ ان کو تو دوگنا عذاب دے اور اے اللہ تو ان کو سخت عذاب دے اور سخت سزا دے) وہ سب لوگ جن کا روز قیامت پر ایمان ہے ان کو سمجھنا چاہئے کہ ان کے ساتھ یہ معاملہ ہونے والا ہے اور ضرور ہوگا ان سے یہ مواخذہ ضرور ہوگا' پھر کیا یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم مکاتب قائم کریں اور یہ کہ ہم مروجہ تعلیم کے برعکس اور اس کے بالمقابل ایک متبادل نظام تعلیم قائم کریں' اگر ہمارے ضلع میں' ہمارے ملک میں پچاس پرائمری اسکول ہیں تو ہم کم سے کم دس مکاتب تو ایسے قائم کریں اور پھر وہ مکاتب اور وہ اسکول جن کو ہم دینی تعلیم کے لئے کھولیں ان کے لئے یہ ضروری ہے جیسا کہ مولانا محمود الحسن صاحب نے ابھی کہا کہ وہ آزاد' خود کفیل اور معیاری ہوں' آزاد سے مطلب یہ ہے کہ دینیات کے متعلق ہر چیز کو اس میں داخل کیا جاسکے۔ خود کفیل سے مطلب یہ ہے کہ دوسرے کے محتاج نہ ہوں کہ دوسرے اسکولوں کی طرح چندہ کی خاطر ان کو دوسروں کا محتاج ہونا پڑے اور دوسرے شہروں میں جا کر ان کا چندہ لایا جائے۔

مکتبوں کے لئے اس طرح چندہ کیسے لیا جاسکتا ہے ان کا خرچ کھلیانی کے ذریعے' یا پیسہ دو پیسہ دے کر یا کسی اور طرح سے جیسے بھی ہو سکے پورا کیا جائے اور معیاری کا مطلب یہ ہے کہ ایسے مکاتب جو سرکاری اسکولوں سے آنکھیں ملا سکیں اور جہاں بھیج کر والدین کو کوئی بڑی قربانی اور ایثار نہ کرنا پڑے کہ والدین سوچیں کہ اب بچہ کیا پڑھے گا اور اب یہ کچھ اور تو سیکھ نہیں سکتا تو چلو اس کو دینی مکتب میں بھیج دو' یہ چیز نہ ہونا چاہئے۔

بس دوستو! اس کے لئے ہم آپ کے پاس آئے ہیں۔ ہم آپ کے پاس کوئی تکمیلی چیز لے کر نہیں آئے، ہم صرف اس لئے آئے ہیں کہ بس جیسے ہم بے چین ہوں جیسے ایک آگ سی لگی ہوئی ہو ہم آنے پر مجبور ہو گئے ہوں اور جیسے یہ کوئی ایسی چیز ہے کہ جس کا کیا جانا جس کا انجام دینا فوراً ضروری ہو جس میں تاخیر کی گنجائش ہے ہی نہیں۔

آپ کے اندر تعلیم ہو آپ کے اندر تنظیم ہو آپ کی سیاسی حالت اچھی ہو آپ کی اقتصادی حالت اچھی ہو آپ کے اندر شعور پیدا ہو یہ سب کام بھی ضرور ہونا چاہئیں مگر اس وقت کا یہ کام سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے، اگر آپ مسلمان نہ رہے، آپ کے بچے مسلمان نہ رہے تو ہم کس سے کہیں گے اور کیا کہیں گے۔ ہم کس سے گریباں گیر ہوں گے اور ہم کو کہنے کا کیا حق ہوگا، ہم کہاں جا کر تبلیغ کریں گے، ارے بھئی یورپ میں عیسائی بستے ہیں اور ہندوستان میں بھی ہمارے دوسرے بھائی بستے ہیں اور دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف قسم کے لوگ بستے ہیں، اگر ہم اپنی یہ پکار، اگر ہم اپنی یہ دعوت لے کر کسی بھی فرقہ کے پاس کسی بھی جماعت کے پاس پہونچ گئے تو وہ کیا کہیں گے؟ وہ کہیں گے آپ کسی اور سے کیوں نہیں کہتے؟ کیا اور سب مر گئے ہیں؟ آپ صرف ہمارے ہی پاس کیوں آئے ہیں؟

تو ہمیں جو حق کہنے کا ہے وہ اسی دینی بنیاد پر ہے۔ ہم نماز کو کس سے کہیں گے اور جو تبلیغی کام ہو رہا ہے یہ ہم کہاں کریں گے، یہ ہمارا ہی کام ہے لیکن اس کے لئے میدان کہاں سے آئے گا اور ہماری زبان کو کون سمجھے گا؟

www.abulhasanalinadwi.org

ہم دینی اصطلاحات کا استعمال کر رہے ہیں مثلاً دیکھو اپنے جسم سے نکلے ہوئے اعمال دینی ہونا چاہئیں یا یہ کہ اپنا عقیدہ اللہ کی ذات عالی پر جمانا چاہئے، ہماری اس زبان کو کون سمجھے گا ہم کہیں گے کہ اپنے یقین کو اللہ کے اوپر جمانا چاہئے اور اپنے جسم سے نکلے ہوئے اعمال کو درست کرنا چاہئے اور دیکھو وسائل سے کچھ نہ ہوگا۔ مادیت سے کچھ نہ ہوگا جو کچھ ہوگا وہ ارادۂ الٰہی سے ہوگا، اللہ پر بھروسہ رکھو، یہ سب کون سمجھے گا اور ان کے سمجھنے کا معاملہ صرف زبان سے ہی نہیں بلکہ دل سے بھی ہوتا ہے، مان لو اس کا تم نے ہندی میں ترجمہ کر بھی لیا تو اس سے کیا فائدہ جب کہ دل ہی اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، اس بچہ کے دل میں یہ کیسے بٹھایا جا سکتا ہے اور اس کو یہ کیسے سمجھایا جا سکتا ہے سب کچھ اللہ کے کرنے سے ہوتا ہے۔

وہ جیسے غالبؔ نے کہا ہے۔

دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

تم کو اگر زبان مل گئی لیکن ان کو سمجھنے والا دل نہ ملا تو کیسے وہ تمہاری بات سمجھیں گے۔

سوچو! اللہ کے بندو! ہم تمہارے پاس کیوں آئے ہیں، ہم کیوں مارے مارے پھر رہے ہیں؟ واللہ ہم کو پھرنے کا مطلق شوق نہیں ہے، یہ قرآن مجید ہے جو ہم کو مجبور کر رہا ہے۔

تمہاری مادّی اور اقتصادی ترقی، تمہاری سیاسی بیداری یہ سب بھی مقاصد ہیں کرنے والے یہ بھی کرتے ہیں مگر اس وقت سب سے بڑی بات جو کہنی ہے کہ اس وقت تمہاری نسلوں کا جہنم واصل ہونے (صاف صاف کہتا ہوں) اور مرتد ہونے کا ہندوستان میں سامان موجود ہے، میں نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

کہتا کہ بد دیانتی کے ساتھ ہے، کیونکہ بہت سی غلطیاں بغیر بد دیانتی کے بھی ہوتی ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ لوگوں کو شوق ہے کہ تم کو کافر بنا دیں۔ بلکہ لوگوں کا ذہن لوگوں کا مزاج، لوگ جو کتابیں لکھتے ہیں، جو نصاب بناتے ہیں، ان کا دل دیانت داری سے ہی سوچتا ہے۔ ان کو ہم ملامت نہیں کرتے ہیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ قصوروار وہ نہیں ہیں قصوروار تم ہو۔ وہ تو ہندوستان کے حق میں اچھا سمجھ کر ہی کرتے ہوں گے مگر تم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ تمہارے بچوں پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ اللہ نے تمہاری عبادتوں کو تمہارے منہ پر مار دیا تو کیا ہوگا۔ آج تم ذرا سے کسی کے کہنے پر بے دریغ روپیہ خرچ کرتے ہوئے تقریبات بڑی دھوم دھام سے مناتے ہوئے اگر اللہ نے تم سے پوچھ لیا کہ اس وقت کے سب سے اہم مسئلہ کا تم کیا سامان کر کے آئے ہو اور بھئی وہ نسل بھی تو وہیں پہونچے گی، جہاں تم جا رہے ہو قرآن مجید میں صاف صاف متعدد جگہوں پر ہے، وہ روز حشر میں سب کو جمع کرے گا تمام اگلوں اور پچھلوں کو جمع کرے گا پھر جب حشر کے میدان میں تمہاری نسلیں تمہارے سامنے ارتداد کو لے کر کھڑی ہوں گی اور اپنے ماتھے پر بت پرستی کا نشان لئے آئیں گی تو اس وقت خدا تعالیٰ تم سے سوال کرے گا کہ ان کو ارتداد کے راستہ پر کس نے ڈالا؟ میں تم سے کہہ رہا تھا کہ بڑا مشکل ہے کہ جاگتے کو کوئی جگائے اور کہے کہ سورج چمک رہا ہے، اگر کوئی چیز نہیں دکھائی دے رہی ہے اور اس کا یقین دلایا جا رہا ہے تو ٹھیک ہے مگر جو چیز سامنے ہے اور بالکل حقیقت ہے اس کو کیسے سمجھایا جا سکتا ہے کہ سورج نکل رہا ہے۔

یہ سب خطرات یہ سب مشاہدات تمہارے سامنے ہیں وہ بچے اب بڑھ گئے وہ بچے اب جوان ہو رہے ہیں جنہوں نے اسلام کا کوئی لفظ

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں پڑھا، جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے بالکل واقف نہیں۔ جو انشاء اللہ اور ماشاء اللہ بھی نہیں جانتے ہیں جو السلام علیکم کا کلمہ نہیں ادا کر سکتے بلکہ وہ ہاتھ جوڑ کر نمستے کرتے ہیں جو بسم اللہ بھی نہیں کر سکتے۔ تو ۱۹۴۷ء کے بعد جن دور رس لوگوں نے جو کچھ سوچا وہ صحیح سوچا جو کچھ دیکھا وہ صحیح دیکھا، وہ ان لوگوں کی دور بینی تھی مگر آج دور بینی نہیں بلکہ حقیقت بینی ہے۔

آج تم کسی بستی یا کسی گاؤں میں چلے جاؤ اور وہاں کے بچوں کی حالت دیکھ لو آج وہ اردو میں خط تک نہیں لکھ سکتے، ان کے والدین کہتے ہیں کہ ہمارا بیٹا اردو میں خط نہیں لکھ سکتا ہے، ہندی میں خط لکھتا ہے وہ کسی اور سے بچہ کا خط پڑھوانے جاتے ہیں جیسے پرانے زمانہ میں بزرگوں میں تھا کہ وہ ادھر ادھر تار پڑھوانے جایا کرتے تھے، تو ہم زبان کے مخالف نہیں ہیں بلکہ زبان میں بسی ہوئی جو روح ہے اس کے مخالف ہیں اور ابھی تک ہندی اس سے پاک نہیں ہوئی اور سنسکرت تو قطعاً اس سے پاک نہیں ہے۔

آپ نے قاضی محمد عدیل عباسی صاحب کا مضمون ندائے ملت میں پڑھا ہوگا اس کو پڑھ کر آنکھیں کھل جاتی ہیں اور اندازہ ہوتا ہے کہ سنسکرت تو سر سے پاؤں تک الوہیت غیر اللہ میں ڈوبی ہوئی ہے لیکن فارسی اور عربی کو آپ اللہ کے نام سے الگ نہیں کر سکتے کسی بھی فارسی یا عربی داں شخص کو آپ دیکھئے وہ بولتا ہے۔ ماشاء اللہ انشاء اللہ۔ تو اللہ کا لفظ فارسی اور عربی میں ایسا گھل مل گیا ہے کہ آپ اس کو اس سے الگ نہیں کر سکتے۔

بس بھائیو! میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا آپ کو سمجھنا چاہئے کہ آپ کا کیا فریضہ ہے، آپ وقت کے تقاضے کو سمجھیں اور سمجھ لیں کہ وقت آپ سے کیا مانگتا ہے، وہ کس چیز کا مطالبہ کرتا ہے، یہاں تو کئی بار تشکیل

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئی۔ مکاتب بھی کھولے گئے، کمیٹیاں بھی بنائی گئیں لیکن حالت بہت بگڑ گئی ہے جب کبھی بھی ہم ضلعوں کی حالت معلوم کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فلاں جگہ مدرس صاحب نے استعفیٰ دے دیا فلاں جگہ مبلغ صاحب الگ ہو گئے فلاں صاحب نے اس سلسلہ میں کوئی بھی ہمدردی نہیں کی، فلاں کمیٹی ٹوٹ گئی، فلاں مکتب بند ہو گیا، فلاں جگہ تنخواہ کے لئے پیسہ نہیں تھا اور اسی طرح کی متعدد باتیں سننے میں آتی ہیں۔

اب رمضان آ گئے ہیں آپ اس کو ایک دینی فریضہ سمجھتے ہیں اور رمضان میں خصوصاً دینی احساس اور زیادہ بیدار ہو جاتا ہے۔ آپ اس کو خالص دینی کام سمجھ کر کیجئے انشاء اللہ آپ کو اس کا ثواب ملے گا اور ایسا ثواب ملے گا کہ جو آپ کو بڑے بڑے دینی کاموں کا مل سکتا ہے، قطعاً آپ یہ شبہ نہ کریں کہ یہ کوئی محض تنظیمی کام ہے، بلکہ ہم محض اس لئے اٹھے ہیں کہ مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کا کیا حال ہوگا، صاف نظر آ رہا ہے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے اس زمانہ میں مسلمانوں کے بچوں کا مسلمان رہنا تقریباً ناممکن ہے۔ اب آپ مکاتب جگہ جگہ قائم کیجئے اور ان کا ایک جال بچھا دیجئے اور وہ مکاتب ویسے ہی ہوں جیسا کہ میں نے کہا، خود کفیل، آزاد اور معیاری، اور جو مکتب ایک دفعہ قائم ہو جائے، اس کے ٹوٹنے کو گناہ سمجھئے اور یہ سمجھئے کہ خدا کے یہاں آپ سے سوال کیا جائے گا، مسجد اگر شہید ہو جائے تو آپ ڈر جاتے ہیں اگر قرآن مجید خدانخواستہ گر جاتا ہے تو مسلمان کانپ اٹھتا ہے چاہے وہ کیسا ہی مسلمان کیوں نہ ہو لیکن کسی مسلمان کا سینہ کفر سے بھر جائے اور کسی مسلمان کو احساس نہ ہو کسی کی پیشانی پر بل نہ آئے؟ بے شک مسجد کا شہید ہو جانا بڑا گناہ ہے لیکن اگر مسجدیں بنی ہوئی ہیں تو ان کو آباد بھی تو ہونا

www.abulhasanalinadwi.org

چاہئے، ان کو آباد کرنے والے تو بنایئے بھی اس سے زیادہ میں نہیں کہہ سکتا نہ میرے اندر اتنی طاقت ہے کہ اس سے زیادہ میں ہندی کی چندی کروں۔

امید ہے آپ لوگ اس کو سمجھ گئے ہوں گے، اب جو کام آپ نے شروع کیا ہے اس کو برابر جاری رکھیں، اس کو آپ کسی بھی صورت میں زوال پذیر نہ ہونے دیں، اب ہم برابر یہی سنیں کہ آپ لوگ اللہ کی توفیق سے برابر اس کے اندر ترقی کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ افتتاحیہ

## ضلع دینی تعلیمی کانفرنس شاہ جہانپور

منعقدہ

۲۱؍مارچ ۱۹۶۵ء

www.abulhasanalinadwi.org

# مستقبل کی فکر

''ہمارے بزرگوں نے ہمارے آباء واجداد نے اپنی پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے ایمانی صفات وکمالات کو ہم تک پہونچادیا اب ہمارا اور آپ کا فرض ہے کہ ہم اپنے ایمان کو اپنی تہذیب وروایات کو اور اپنے عقیدہ و مسلکِ زندگی کو اپنی اولاد تک پہونچائیں اور اس کی کوشش کریں کہ ہمارے بچے اور ہماری آئندہ آنے والی نسلیں اس نعمت سے محروم نہ ہونے پائیں''۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بزرگو اور دوستو!

جس مقصد کے لئے ہم اور آپ یہاں جمع ہوئے ہیں وہ ہمارے لئے بالکل اسی طرح ضروری ہے جس طرح جسم کے لئے روح۔ ہمارے لئے اس ملک میں زندگی گذارنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ جس طرح یہاں بسنے والی دوسری قومیں ہیں اسی طرح ہم بھی ایک قوم ہیں، جس طرح دوسری قومیں کرتی ہیں اسی طرح ہم بھی اپنے اور اپنی اولاد کے لئے خوراک، ستر پوشی کے لئے پوشاک اور ان کے لئے وہ ساری ضروریات زندگی مہیا کریں جن کی انہیں ضرورت ہو اور انہیں کے حصول پر اپنی ساری کوشش کو مرکوز کردیں۔ اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل ہی ہماری زندگی کا مقصد، ہمارے وجود کا ماحصل اور ہماری ساری فکر ساری توجہ اور

www.abulhasanalinadwi.org

سارے غور وفکر کا مرکز بن جائے۔ ہم اپنے بچوں کا تحفظ اس طور پر کریں کہ ہم انہیں اپنی آنکھوں کے سامنے زندہ دیکھا کریں۔ وہ پلتے رہیں اور ہماری طرف سے ان کے لئے ان کی ساری ضروریات کا انتظام ہوتا رہے اور بس۔ ہم کو ان کی تعلیم کی فکر نہ ہو ان کی تربیت کا غم نہ ہو اور جس طرح بھی ان کی زندگی گذر رہی ہو گذرنے دیں۔ اگر ہماری زندگی کا ماحصل یہی ہے اگر انسانیت کا معیار اور انسانی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ اسے کھانے کے لئے غذا، پہننے کے لئے کپڑا اور زندگی گذارنے کے لئے اپنی پسند اور خواہش کے مطابق اسباب مہیا ہو جائیں تو وہ اپنے کو مطمئن اور خوش محسوس کرے تو آپ مجھے معاف کریں میں صاف صاف کہنا چاہتا ہوں کہ یہ انسانوں کی نہیں بلکہ جانوروں کی زندگی ہے۔ جانور بھی اپنی روزی کی فراہمی اور اپنے بچوں کے تحفظ تک اپنی زندگی محدود رکھتا ہے۔ وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ اسے پیٹ پالنے کے لئے چند لقمے مل جایا کریں اس کے دیکھتے ہوئے اس کے بچے کو کوئی ایذا نہ پہونچا سکے اسے اپنی اولاد کی تعلیم کی فکر نہیں ہوتی اپنے بچے کی تربیت کا اسے کوئی غم نہیں ہوتا وہ جانتا بھی نہیں کہ تعلیم و تربیت کیا چیز ہے۔ یہی زندگی ایک کتے بندر اور بلی کی بھی ہے اور مجھے معاف فرمائیں تو میں یہاں تک کہنے کی جرأت کروں گا کہ سور کی زندگی بھی ایسی ہی ہوتی ہے۔ کتا اپنے مالک کا وفادار صرف اس لئے ہوتا ہے کہ اس کے در سے اسے ایک لقمہ ملتا ہے جس سے وہ اپنی بھوک مٹاتا ہے وہ لقمہ کیسا بھی ہو، اس کی اپنے مالک سے وفاداری بھی اسی وقت تک رہتی ہے جب تک اسے یہ لقمہ ملتا رہتا ہے اور اگر اس کا یہ لقمہ بند ہو جائے تو وہ اپنی ساری وفاداری ساری محبت کو ختم کر کے اپنی ساری صفات و کمالات کو اپنے ہمراہ لے کر اس

www.abulhasanalinadwi.org

جگہ چلا جاتا ہے جہاں اسے لقمہ کے ملنے کی امید ہوتی ہے۔ زندگی کا احساس ادراک اور تجربہ یہی ہے۔ ہر قسم کے اعلیٰ اور ادنیٰ جانور تک یہی چاہتے ہیں اور زندگی کے بارے میں یہی جانتے ہیں اگر انسان کی زندگی کا حاصل بھی یہی ہے تو جانور اور انسان کی زندگی میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ جانوروں کی نفسیات یہی ہیں لیکن کوئی جانور اپنے آقا سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ جو تحفظات اسے حاصل ہیں وہی اس کی اولاد کو بھی حاصل رہیں اور اسی حیثیت میں منتقل ہوتے جائیں۔ کوئی جانور اس سلسلے میں نہ کوئی احساس رکھتا ہے اور نہ کوئی حق طلب کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کا مرتبہ بہت بلند رکھا ہے انسان کو اس دنیا میں بلند احساسات اور قوت ادراک عطا فرما کے اپنا خلیفہ بنایا ہے اس لئے انسان اس پر ہراساں نہیں ہے کہ پسندیدہ چیزوں کو یکجا رکھے۔ پست اور اعلیٰ کو ایک سطح پر دیکھے۔ اگر انسان کا مرتبہ اور اس کا مقام اسی طرح دوسری مخلوقوں سے بلند نہ ہوتا تو انسان اشرف المخلوقات نہ قرار دیا جاتا۔ انسانیت کا معیار سب سے زیادہ اونچا ہونے کا یہ ایک واضح اور روشن ثبوت ہے کہ نبوت کا تاج انسان ہی کے سر پر رکھا گیا اور کائنات کی ذمہ داری واصلاح کے کام انسان ہی کے سپرد کئے گئے۔ میں یہاں اسلام کا نام نہیں لیتا بلکہ صرف انسان کی حیثیت سے انسان کا مقام اس کا مرتبہ اور اس کا معیار بتانا چاہتا ہوں۔ انسانیت کی یہ بلندی ہے کہ اعلیٰ اور ادنیٰ جانور یا دوسری مخلوقات کوئی بھی اس مرتبہ کو نہیں پہونچ سکیں جو انسان کا مقام و مرتبہ ہے لیکن اگر انسان کے لئے بھی پسندیدگی اور ناپسندیدگی اچھے اور برے کا کوئی امتیاز نہیں توحید اور شرک کی کوئی تفریق نہیں تو وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

انسان کا مسلمان کی حیثیت سے مرتبہ و مقام اور زیادہ بلند اس کے فرائض و ذمہ داری کا دائرہ اور زیادہ وسیع' اس کے مقاصد اور زیادہ مستحکم اور اس کا مقصدِ حیات اور زیادہ پائیدار ہونا چاہئے۔ ہمارے لئے محض یہی کافی نہیں کہ ہم کو اس ملک میں رہنے کے لئے جگہ، کھانے کے لئے غذا اور زندگی گذارنے کے لئے دوسری سہولیتیں فراہم ہو جائیں تو ہم مسلمان کہلانے کے مستحق ہو جائیں گے۔ اگر ہماری اولاد کے لئے کوئی ایسی تعلیم و تربیت کا انتظام نہ ہو کہ وہ بھی اللہ کے خلیفہ کے درجہ پر فائز رہے۔ اگر ہمارا مزاج ایسا بن جائے کہ ہمارے لئے روزی فراہم کرنے کے ذرائع اور ضروریات زندگی حاصل کرنے کی سہولتیں مہیا ہوں تو ہم خوش رہیں لیکن اگر ہمارے ایمان کا تحفظ نہ ہو، ہماری اولاد کی تعلیم و تربیت کا کوئی معقول بندوبست نہ ہو اور ہم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھتے ہوئے کہ ہماری اولاد اپنے مذہب سے، اپنی دینی تہذیب و روایات سے دور ہوتی جارہی ہے، فکرمند نہ ہوں، اس کے لئے کوئی انتظام نہ کریں اور اس طرح ہم اپنی اصل حیثیت و حقیقت کو فراموش کر دیں تو ہم مسلمان تو مسلمان شریف انسان کہلانے کے مستحق بھی نہیں ہوں گے۔

آج ہم کو جو احساس یہاں لایا ہے وہ یہ نہیں کہ ہم کو روٹی اور کپڑے کی سہولتیں حاصل ہوں، ضروری ہے کہ یہ احساس بھی ہو اچھے اور شریف شہری کے لئے ضرورت بھی ہے لیکن ہمارا اور آپ کا یہاں جمع ہونا یہ سوچنے اور فکر کرنے کے لئے ہے کہ ہماری آئندہ نسلیں اپنے عقیدہ اور مذہبی نصب العین پر قائم رہ سکیں گی یا نہیں، اگر ہمارے بچے جو ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں سب کچھ بننے کے بعد مسلمان نہیں بن سکتے تو یہ ہماری سب سے بڑی تباہی ہے۔

موجودہ نظامِ تعلیم ہمارے بچوں کے لئے ایک ایسے ببول کے درخت کی طرح ہے جو اپنے سایہ میں بھی اور اپنے چاروں طرف دور تک کانٹے پھیلاتا ہے اور اپنے سایہ میں دوسرے درختوں کی نشو ونما کو قطعاً بند کر دیتا ہے۔ ہمیں فکر کرنی ہے کہ ہمارے بچے اور ہماری آئندہ نسلیں کس طرح اس ببول کے کانٹوں سے اپنا دامن بچا سکیں گی۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس مسئلے پر غور کریں اور کوئی ایسا انتظام کریں جس سے ہمارے بچوں اور ہماری آئندہ نسلوں کا ایمان محفوظ رہ سکے اور وہ اپنے مذہب اور اپنی دینی و مذہبی تہذیب وروایات پر قائم رہ سکیں۔ اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو ہمارے دیکھتے ہوئے ہمارے بچے اپنے مذہب سے بے گانہ ہو جائیں گے جو حقیقی معنوں میں ہماری موت ہے جن چیزوں کو ہم ایمان سمجھتے ہیں انہیں ہم اپنی اولاد کی طرف منتقل کرنے کا احساس نہ رکھتے ہوں تو ہم اپنے ایمان میں پکے نہیں ہیں۔ ہر باپ یہ چاہتا ہے کہ اس کی اولاد اس کے ترکے کی وارث ہو۔ ہمیں اس کی بھی تڑپ اور فکر ہونی چاہئے کہ ہمارے بعد ہمارے ایمان کی وارث اور اس کی محافظ بھی ہماری اولاد ہی ہو اور جو ایمان اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا فرمایا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم تک پہونچا ہے اور جو مقدس ترکہ ہمارے بزرگوں نے ہم تک پہونچایا اسے ہم اپنی اولاد کے ذہن ودماغ میں منتقل کرنے کی کوشش کریں تا کہ ہمارے بچے اپنے مذہب و عقیدہ کو سمجھیں اور خدا ناشناسی، شرک اور مذہب سے بے گانگی کے سیلاب میں تنکے کی طرح بہہ نہ جائیں بلکہ ان کے اندر صلاحیت اور اہلیت ہو اس بات کے لئے کہ جب بھی کبھی اس طرح کا سیلاب آئے تو وہ اس کا مردانہ وار مقابلہ کر سکیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات! شاہ جہاں پور کی مسجدوں کے یہ مینارے آپ کا یہاں اجتماع اور یہ بیٹھی ہوئی معزز شخصیتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے ہمارے آباء واجداد نے اپنی پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے ایمانی صفات وکمالات کو ہم تک پہونچادیا اب ہمارا اور آپ کا فرض ہے کہ ہم اپنے ایمان کو اپنی تہذیب وروایات کو اور اپنے عقیدہ ومسلکِ زندگی کو اپنی اولاد تک پہونچائیں اور اس کی کوشش کریں کہ ہمارے بچے اور ہماری آئندہ آنے والی نسلیں اس نعمت سے محروم نہ ہونے پائیں۔

اس ملک اور خاص کر اس صوبے اتر پردیش میں جو نظامِ تعلیم رائج ہے وہ ایسا نہیں ہے جس کو پڑھنے کے بعد ہمارے بچے ایمان واسلام پر قائم رہ سکیں گے۔ اسکولوں میں درسی کتابوں کے اسباق اس طور پر مرتب کئے گئے ہیں اور اس طرح ان میں الحاد وشرک کی تعلیم دی گئی ہے جو مسلمان بچوں کو اسلام سے بے گانہ، مذہب سے دور کرنے والا ہے اور جس کے اثر میں آنے کے بعد وہ اپنے عقیدہ پر ہرگز قائم نہیں رہ سکتے۔

مجھے اپنے دوروں میں یہ محسوس ہوا کہ اس مسئلہ کی اہمیت کو سمجھنے اور اس کے لئے کوئی لائحہ عمل تلاش کرنے کی فکر نہیں کی گئی اور نہ اس کی ضرورت ہی محسوس کی گئی اگر آپ اس پر قانع ہیں کہ آپ کا بچہ پڑھ رہا ہے پڑھنے کے بعد کسی ملازمت کے قابل ہو جائے گا اور اپنے علم وہنر سے اپنی ضروریات زندگی فراہم کر سکے گا تو میں نہیں سمجھتا کہ پھر اس طرح سوچنے والوں سے کس طرح بات کی جائے۔ ہمیں صرف یہ نہیں سوچنا ہے کہ ہمارا بچہ پڑھ لے اور اس کے بعد کسی ملازمت کے قابل ہو جائے یہ اس کا دنیاوی فائدہ ضرور ہے لیکن ہمیں اس کے دنیاوی فائدے کے ساتھ ساتھ اس کے دینی

www.abulhasanalinadwi.org

فائدے کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا اس طور پر بندوبست کریں کہ وہ دنیاوی تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ دینی ومذہبی تعلیم سے بھی واقف ہوتے رہیں۔

آپ اس مسئلے کی سنگینی کو سمجھیں یہ مسئلہ ہماری قومی زندگی کی موت وزیست کا مسئلہ ہے۔ مومن کا جذبہ تو یہ ہونا چاہئے کہ اگر ایمان واسلام کے ساتھ دنیا میں رہنا ممکن نہ ہو تو ہماری اولاد ذی شعور ہونے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھ جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم میں سے کوئی مسلمان ہو نہیں سکتا جب تک وہ دوسروں کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اس حدیث کے ماننے والے دوسروں کے ساتھ اپنی اولاد کے لئے یہ کیسے گوارہ کر سکتے ہیں کہ ان کی نجات ہو، لیکن ان کی اولاد صحیح تعلیم وتربیت کے فقدان کی وجہ سے اس نجات سے محروم رہ جائے۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# وفاداری اور صحیح حب الوطنی

''اس ملک کے ساتھ بہت بڑی وفاداری اور صحیح حب الوطنی یہ ہے کہ اس مصنوعی صورت حال کو جو بعض ریاستوں کی غلط اندیشی سے قائم ہوگئی ہے اور جو ملک میں ایک دماغی بے چینی اور ذہنی انتشار و کشمکش پیدا کر رہی ہے جلد تبدیل کیا جائے۔ مجھے اس میں کوئی شکوہ نہیں کہ اگر سنجیدہ اور معقول طریقے پر یہ مطالبہ کیا جائے گا اور اس کو سیاسی اغراض کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا جائے گا تو ملک کے ہر محب وطن اور ہر معقولیت پسند انسان کو اس سے ہمدردی ہوگی اور جو مخلص و سنجیدہ جماعت اس کو لے کر کھڑی ہوگی اس کو بلا تفریق مذہب وملت پورے ملک کی اخلاقی تائید حاصل ہوگی''۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# صدارتی تقریر

# اجلاس دینی تعلیمی کونسل لکھنؤ

منعقدہ

۱۶؍مئی ۱۹۶۸ء

www.abulhasanalinadwi.org

# نظامِ تعلیم کی بنیاد

''آج حال یہ ہے کہ جتنا پڑھا لکھا انسان ہے اتنا ہی وہ ڈرنے کے قابل ہے آج پوری دنیا میں پڑھے لکھے بھیڑیوں کا راج ہے۔ ایسے بھیڑیوں کا جو دوسرے کے جسموں سے کپڑے اتار لیتے ہیں تاکہ اپنی دیوار کو پہنائیں جو دوسروں کے بچوں اور یتیموں کے بچوں کے آگے سے کھانا اس لئے چھین لیتے ہیں کہ ان کے کتوں کا پیٹ بھر سکے۔ بددیانتی، خودغرضی، مطلب پرستی، نفس پرستی پر آج کے پورے نظامِ تعلیم کی بنیاد ہے۔''

www.abulhasanalinadwi.org

حمد و ثنا کے بعد!

حضرات!

قرآن مجید کی مشہور سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ" (بھلا وہ کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی اللہ کے خوف و رضا پر زیادہ بہتر ہے یا وہ کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایسے بودے اور ڈھے جانے والے گڑھے کے کنارے رکھی اور اس کو لے کر گر گیا اور ڈھیر ہو گیا جہنم کی آگ میں اور اللہ تعالیٰ غلط اور بے محل کام کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو عمارتوں کی مثال دی ہے اور دونوں کا مقابلہ کیا ہے ایک وہ عمارت جس کی بنیاد سنگین، غیر معمولی مستحکم اور غیر متزلزل پتھروں پر رکھی گئی ہو جو بڑے بڑے طوفان سے بھی ہل نہ سکے وہ بنیادی پتھر اور اندر کی نیو اللہ کا خوف و لحاظ اس کی شرم اور اس کی رضا اور خوشی کی طلب ہے، ان بنیادوں پر جو عمارت بھی اٹھائی جائے گی وہ ایک سنگین حصار ہو گی جس کو کہیں سے جنبش نہیں دی جا سکتی اس کے بالمقابل وہ عمارت

www.abulhasanalinadwi.org

ہے جس کی بنیاد نہایت بودے اور ڈھے جانے والے گڑھے کے کنارے اور ایسی ریتلی اور نرم زمین پر رکھی گئی ہو کہ ذرا بھی بوجھ پڑے تو وہ عمارت خود ہی نہیں بلکہ اپنے مکینوں کو لے کر بیٹھ جائے یہ دو ایسی عملی مثالیں ہیں جس کے سمجھنے کے لئے کسی بڑی ذہانت کی ضرورت نہیں، ہم کو آپ کو رات دن ایسی عمارتوں سے سابقہ پیش آتا رہتا ہے اور خاص طور پر شہر تو نام ہی ہے سنگین اور مستحکم عمارتوں کا جس کی بنیاد کو پتھروں اور زنجیروں سے مستحکم کیا گیا ہو آپ اس پر دو منزل، تین منزل کی بھاری عمارتیں تعمیر کر سکتے ہیں اور جہاں تک چاہیں اس کو بلند کر سکتے ہیں پھر کتنی ہی ہوا چلے طوفان آئے وہ اپنی جگہ پر پہاڑ کی طرح جمی رہتی ہے اور ٹس سے مس ہونے کا نام نہیں لیتی، اس کے بالمقابل شہر سے قریب دیہاتوں میں چلے جایئے، وہاں آپ کو ایسی عمارتوں سے واسطہ پڑے گا جو غیر مستحکم اور نرم زمین پر تعمیر کی جاتی ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جلد ہی زمین بوس ہو جاتی ہیں۔

یہ دراصل زندگی کے دو نظام ہیں زندگی ہی کے نہیں فکر و عمل کے دو نظام ہیں ایک وہ جس کی بنیاد خدا کے خوف و رضا عقیدہ و خلوص اور علم و عمل کی مطابقت پر ہے، اس کائنات کو کس نے پیدا کیا، کون سیاہ وسپید کا مالک ہے، کون دولت دیتا ہے، کون افلاس وفقر میں مبتلا کرتا ہے، کس کے ہاتھ میں ہماری جان ہے اور کون ہماری قسمت کا مالک ہے؟ ایک نہایت پختہ عقیدہ پر اس کی بنیاد ہوتی ہے اور جو اس عقیدہ کو قبول کرتا ہے اس کی زندگی از اول تا آخر اس کے مطابق ہوتی ہے وہ زندگی کا ہر لمحہ خدا کی نگرانی میں گذارتا ہے اور روز و شب، روشنی و تاریکی، شہر و جنگل خلوت و جلوت ہر حالت میں خدا کو حاضر و ناظر سمجھتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید اور اسرار کو بھی

www.abulhasanalinadwi.org

جانتا ہے۔ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَاتُخْفِي الصُّدُوْرُ مَايَكُوْنُ مِنْ نَجْوىٰ ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَمَا كَانُوْا۔ وہ اس کو اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر وہ کوئی کام کرے گا چاہے اس کو کوئی دوسرا دیکھے یا نہ دیکھے آخرت میں اس کا بدلہ مل کر رہے گا' اس لئے کہ وہ یہ کام جس کے لئے کرتا ہے وہ ہر چیز سے واقف ہے' چنانچہ مسلمان جو کام کرتا ہے اس میں وہ اس کی کوشش کرتا ہے کہ اس کی کسی کو خبر نہ ہو' حدیث شریف میں صدقہ کو چھپا کر دینے والوں کے سلسلہ میں آتا ہے کہ حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمان بڑے بڑے امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں جو کچھ آتا ہے وہ اس کو امانت کے ساتھ پہونچا دیتا ہے' اس میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کرتا اور نہ اس کا تصور تک کرتا ہے کہ وہ اس میں خیانت کرے' لیکن یہاں یہ حال ہے کہ جو جس کے ہاتھ لگتا ہے وہ اس کو نہ صرف چھپا لیتا ہے بلکہ شیر مادر کی طرح اس کو ہضم کر لیتا ہے۔ اس میں افسر اپنے ماتحت سے اور ماتحت اپنے افسر سے بڑا اپنے چھوٹے اور چھوٹا اپنے بڑے سے چھپا لیتا ہے کہ کہیں کسی کو خبر نہ ہو اور مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ میدان جنگ میں ان کے ہاتھ لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے کی مالیت کا تاج آ جاتا ہے اور وہ اس کو چھپا کر امیر کے خیمے میں لے جاتا ہے وہ اس لئے نہیں چھپا رہا ہے کہ اس نے چوری کی ہے بلکہ اس لئے چھپاتا ہے کہ کوئی شخص یہ نہ کہہ دے کہ کتنا بڑا شیر مرد ہے کہ اتنی بڑی مالیت کا سامان لے کر امیر کو دینے جا رہا ہے اس لئے وہ چھپا کر امیر کو دے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مال میرے ہاتھ آیا تھا' یہ مسلمانوں کا مال ہے'

www.abulhasanalinadwi.org

امیر حیرت زدہ رہ جاتا ہے اور ان سے پوچھتا ہے کہ آپ کا نام کیا ہے' آپ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ میں نے جس کے لئے یہ کام کیا ہے وہ میرا نام بھی جانتا ہے اور قبیلہ کو بھی جانتا ہے پھر وہ چھپ کر چلا جاتا ہے چوروں کی طرح لیکن شاہوں کا بادشاہ بن کر تا کہ کوئی اس کے کام سے واقف نہ ہو جائے آخر امیر اس کے پیچھے پیچھے ایک آدمی کو بھیجتے ہیں تب جا کر پتہ چلتا ہے' یہ اس علم اور اس نظام تعلیم کا نتیجہ تھا کہ دل میں گناہ کی کھٹک ہوتی تھی تو ان کے لئے زندگی کا گذارنا مشکل ہو جاتا تھا اور راتوں کی نیند اُڑ جاتی تھی کھانا پینا حرام ہو جاتا تھا' گناہ کے بعد وہ عذاب آخرت کا تصور کر کے کانپ جاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کرتے تھے کہ یا رسول اللہ "طہّرنی" یہ پاک کرنا پانی سے نہیں ہوتا تھا بلکہ سنگساری کر کے' ایسی سنگساری جس میں موت ہو جاتی تھی' اس سخت سزا کے باوجود وہ اصرار کرتے تھے' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مہلت دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جاؤ فلاں مرحلہ بھی پورا کر لو اس کے بعد وہ اللہ کی بندی پھر آتی تھی اور کہتی تھی کہ یا رسول اللہ "طہّرنی" یہ نتیجہ اس علم کا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلان کرتے ہیں کہ دودھ میں کوئی ملاوٹ نہ کرے' ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات میں گشت پر نکلتے ہیں تو ایک گھر سے آواز آتی ہے کہ بیٹی دودھ میں پانی ملا دو' بیٹی جواب دیتی ہے کہ اماں جان! آپ نے امیر المؤمنین کا اعلان نہیں سنا؟ ماں نے کہا کہ رات کا وقت ہے' اس وقت کون دیکھتا ہے؟ وہ بیٹی جواب دیتی ہے کہ جس نے عمرؓ کے عہد مبارک میں آنکھ کھولی تھی کہ اگر امیر المؤمنین نہیں دیکھ رہے ہیں تو کیا ہوا' خدا تو دیکھ رہا ہے' آج تو خالص دودھ دیکھنے کو آنکھیں ترس

www.abulhasanalinadwi.org

گئیں، اب تو ڈیری کا دودھ بھی خالص نہیں ہوتا ہے، اس میں بھی ملاوٹ ہوتی ہے اور کہہ دیا جاتا ہے کہ اس میں سے کریم نکال دی گئی ہے۔

جو کچھ خدا کے رسولؐ نے بتایا اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا، کہا یہ کفر ہے، اس سے ساری عمر بچتے رہے کہا یہ گناہ ہے، اس سے بھاگتے رہے، جنت کا یقین، جہنم کے عذاب کا تصور، آخرت کی زندگی پر یقین، خلوص، صداقت، امانت و دیانت، خدا کا خوف اور اس کی رضا کا حصول، یہ ان کی زندگی کا مقصد تھا، خدا کا خوف ان کی رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا، اللہ کے لئے علم سیکھتے تھے اور اللہ ہی کے لئے سکھاتے بھی تھے، وہ پیٹ پر پتھر باندھ کر علم حاصل کرتے تھے اور اسی طرح سکھاتے تھے، وہ کوئی معاوضہ یا بدلہ لینے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے لیکن جو غیر نبوی نظام تعلیم دنیا میں رائج ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ نفس پرستی اس میں اس طرح سرایت کر گئی ہے جیسے رگوں میں خون جذب ہو جاتا ہے، نفس پرستی، اس نظام تعلیم، نظام سیاست میں اور نظام اخلاق میں سرایت کر گئی ہے سب جاننا اور عمل نہ کرنا اس نظام تعلیم کی روح ہے، رشوت کو جانتے ہیں کہ اس سے زندگی کے نظام اور تمدن میں الجھن اور گتھیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور زندگی کی چولیں ہل جاتی ہیں مگر رشوت لیں گے جب رشوت کا سرطان پیدا ہو جاتا ہے تو پھر خدا کی پناہ ایک بیڑی اور چائے تک رشوت میں قبول کر لیتے ہیں یہ اسی نظام تعلیم کی خرابی کا نتیجہ ہے کہ ہر چیز تجارت بن کر رہ گئی ہے۔ کالج و یونیورسٹی دوکان بن گئی ہے، حکومت و سیاست سب تجارت بن گئی ہے، ممبریاں بکتی ہیں، کرسیاں بکتی ہیں، ایک شخص کو ہزاروں افراد منتخب کرتے ہیں وہ چالیس چالیس برس کی وفاداری کو چند لمحوں میں نیلام کر دیتا ہے، جو بولی زیادہ لگا دے اس کے ہاتھ

www.abulhasanalinadwi.org

بک جاتے ہیں' ہمارے وہ قانون ساز ادارے اور پارلیمنٹ جس کو سب سے زیادہ مقدس ہونا چاہیئے تھا جہاں ہمارے قوانین بنائے جاتے ہیں وہاں کی کرسیاں اور قانون ساز نیلام کی بولی پر چڑھ رہے ہیں' وہ انسان جو اپنی تقریبوں اور شادیوں پر غریبوں کو پھٹکنے نہیں دیتے ہیں وہ آج بھیڑ بکریوں کی طرح بک رہے ہیں' بڑے بڑے سردار آج بھیڑوں اور بکریوں کی طرح نیلام پر چڑھائے جاتے ہیں جو بولی زیادہ لگا دے وہ ان کو خرید ے وہ آج کے نخاس میں پرانے کپڑوں کی طرح اور منڈیوں میں خربوزوں اور تربوزوں کی طرح نیلام کئے جا رہے ہیں' یہ ہے اس نظام تعلیم کا کرشمہ' جس کی بنیاد ایک بودے اور ڈھے جانے والے اور نرم و رتیلی زمین کے کنارے رکھی گئی ہے اس کے بالمقابل نبوی نظام تعلیم اور خدا شناس نظام تعلیم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑی بڑی سلطنتوں نے درویشوں اور عالموں کو خریدنا چاہا مگر انہوں نے جواب میں کہہ دیا کہ

عنقا را بلند است آشیانہ

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک والیٔ ریاست نے ایک رقم پیش کی اور عرض کیا کہ آپ اس کو قبول فرمائیں۔ ہم آپ کے خادم اور عقیدت مند ہو کر تو آرام کریں اور آپ تکلیف اٹھائیں' ان بزرگ نے جواب دیا کہ فقیر نے عمر بھر روزہ رکھا' اب آفتاب عمر غروب کو پہونچ گیا' کوئی عقل مند غروب آفتاب کے وقت روزہ نہیں توڑتا' یہ کہہ کر انہوں نے معذرت کی۔

ایک دمشقی عالم درس دے رہے تھے ان کے پاؤں میں تکلیف تھی اس لئے پاؤں پھیلائے ہوئے تھے کہ خدیو مصر کے صاحب زادے محمد علی (جو اپنے زمانے کا ظالم و جابر اور سخت گیر فرمانروائے شام تھا) اچانک ان

www.abulhasanalinadwi.org

بزرگ کے پاس آیا مگران بزرگ نے پاؤں نہیں سمیٹے اور وہ اسی حال میں قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی صدا بلند کرتے رہے ان کے شاگردوں نے خوف کے مارے کپڑے سمیٹنے شروع کردیئے کہ اب خدا جانے کیا حکم نازل ہوگا اور ہم سب کی گردنیں اڑا دی جائیں گی مگر وہ بزرگ سب سے بے نیاز اپنے کام میں مصروف رہے محمد علی دیر تک کھڑا رہا پھر وہاں سے چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد اپنے خادم کے ہاتھ اشرفیوں کی ایک تھیلی بھیجی اور درخواست کی کہ اس کو قبول فرمالیا جائے ان بزرگ نے جو جواب دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے انہوں نے فرمایا کہ ''آقا سے سلام کہنا اور کہنا کہ جو شخص اپنا پاؤں پھیلاتا ہے وہ اپنا ہاتھ نہیں پھیلا سکتا''۔

آج حال یہ کہ جتنا پڑھا لکھا انسان ہے اتنا ہی وہ ڈرنے کے قابل ہے آج پوری دنیا میں پڑھے لکھے بھیڑیوں کا راج ہے ایسے بھیڑیوں کا جو دوسرے کے جسموں سے کپڑے اتار لیتے ہیں تا کہ اپنی دیوار کو پہنائیں جو دوسروں کے بچوں اور یتیموں کے بچوں کے آگے سے کھانا اس لئے چھین لیتے ہیں کہ ان کے کتوں کا پیٹ بھر سکے بددیانتی، خودغرضی، مطلب پرستی، نفس پرستی پر آج کے پورے نظام تعلیم کی بنیاد ہے آج کے نظام تعلیم کا نتیجہ ہمارے کارپوریشن کے ممبران اور حکومت کے کارندے ہیں اس نظام تعلیم نے یہ نہیں سکھایا کہ خدا کیا ہے جس نے یہ سکھایا ہے کہ جہاں اپنی عزت کا سوال ہو جہاں تم کو ذاتی نفع ہو رہا ہو وہاں اس نفع کو حاصل کرنے کے لئے اپنے وطن اور اپنی عزت کو نیلام کردو اسی وجہ سے آج انسان انسان کا سودا کر رہا ہے آج انسان بک رہا ہے پارٹیاں بک رہی ہیں تیس چالیس برس کی وفاداریاں بک رہی ہیں آج ہماری پارلیمنٹ اور

www.abulhasanalinadwi.org

اسمبلیاں نخاس کی طرح ہو گئی ہیں جہاں خلیج بنگال سے لے کر پنجاب تک لوگ بھیڑ بکریوں اور خربوزوں کی طرح بک رہے ہیں، یہ سب اسی نظام تعلیم کا لازمی نتیجہ ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کی ہے "اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ" جس کی بنیاد ہی عناد وسازش اور ضمیر فروشی اور خودغرضی پر پڑی ہے اور دوسرا وہ نظام تعلیم ہے جس کی بنیاد "عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ پر ڈالی گئی ہے۔ آج بھی اسی طرح کی دو عمارت اور دو عبادت گاہیں جہاں دو طرز فکر کام کر رہے ہیں، ایک عبادت گاہ میں خدا کی صفات کا پرتو پیدا کیا جاتا ہے، مثلاً اللہ کی ذات غنی ہے تو انسان کو مستغنی ہونا چاہئے اسی طرح اللہ کی صفت شفقت ورافت ہے تو انسان کو بھی شفیق ورحم دل ہونا چاہئے اس کے اندر استغناء خلوص ومحبت جرأت وہمت، حق گوئی وبے باکی نزاہت و پاکیزگی کی اعلیٰ صفات ہونی چاہئیں اور یہی اس نظام تعلیم کی روح اور اس کا جوہر ہے۔

آج کے نظام تعلیم کا مذہب رکابی مذہب ہے کہ انسان کتے کی طرح ہو جاتا ہے جس دروازے پر ہڈی اور روٹی کے ٹکڑے کو ڈال دیجئے اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے، اسی کے آگے جھک جاتا ہے، کتا پھر بھی اچھا ہے کہ وہ ایک در پر محکم طریقے پر جا رہتا ہے اور انسان کا حال یہ ہے کہ جہاں زیادہ راتب ڈال دیجئے وہاں چلا جائے گا جس نے دو پیسے زیادہ بولی لگا دیئے اسی کی وفاداری کا کلمہ پڑھنے لگیں گے، آج کی حالت کی تصویر حدیث میں اس طرح کی گئی ہے کہ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّيُمْسِىْ مُؤْمِنًا وَّيُصْبِحُ

كَافِرًا يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا۔

حضرات! اب مسلمانوں کو فیصلہ کرنا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو کیا بنائیں گے؟ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ اپنے بچوں کو جدید علوم نہ سکھائیے، ان کو اس کی ضرور تعلیم دیجیے، مگر پہلے ان کے دلوں میں ایمان و یقین کی بنیاد کو مضبوط و مستحکم کر دیجیے تا کہ کوئی طوفان ان کے ایمان و یقین کی بنیاد کو ہلا نہ سکے، آج اسی خدا شناس اور نبوی نظام تعلیم کو دینی تعلیمی کونسل پھیلا رہی ہے اور وہ آپ سے اس میں تعاون چاہتی ہے۔

آپ اپنی تقریبات پر بے حد و حساب صرف کرتے ہیں، مگر آپ کو اس کا احساس نہیں ہوتا کہ آپ کے محلوں اور پڑوس میں کتنے گھر ایسے ہیں جن کے یہاں چولھا نہیں جلتا، کتنی لڑکیاں ایسی ہیں جن کی شادی کے لئے روپے نہیں، کتنے یتیم بچے وسائل نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم سے محروم ہیں مگر آپ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، خدا کے لئے اپنے انجام کی فکر کیجیے، اپنے بچوں کا مستقبل محفوظ کیجیے اور آئندہ نسل کو خودکشی و بے راہ روی سے بچانے کے لئے دینی تعلیمی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے، قومی کاموں میں دل کھول کر خرچ کیجیے اور ذاتی کاموں میں بخل سے کام لیجیے، اس طرح اپنی تحریکوں کی پشت پناہی کیجیے اور ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیجیے۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# حالات کو سپر ڈالنی پڑے گی

''قوموں کے اجتماعی فیصلوں نے دنیا کے نقشے اور قوموں کی تقدیریں بدل دی ہیں۔ آج جس چیز کی ہم کو سب سے زیادہ ضرورت ہے اور جو تمام موانع اور رکاوٹوں پر غالب آسکتی ہے اور جس کے سامنے حالات کو سپر ڈالنی پڑے گی وہ ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کی دینی تعلیم کو ہر تعلیم پر مقدم رکھیں گے اور بغیر اس ضروری دینی تعلیم کے جس وہ اپنے پیدا کرنے والے کو اپنے پیغمبرؐ کو اور اپنے عقیدہ اور فرائضِ دینی کو پہچان سکیں، خالص رواجی یا معاشی تعلیم دلانا گناہ اور اپنے مذہب سے بغاوت سمجھیں گے۔ اگر ہمارا یہ فیصلہ ہے اور ہم اس میں سچے صراطِ مستقیم سے ہٹا نہیں سکتی اور ہماری نسلوں کو اسلام کی نعمت سے محروم نہیں کرسکتی۔''

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

دینی تعلیمی کونسل کے زیر اہتمام

دینی تعلیمی ہفتہ کے اختتام پر لکھنؤ میں

# ایک اہم تقریر

منعقدہ

۱۷؍مئی ۱۹۶۸ء

www.abulhasanalinadwi.org

# خدا کے یہاں اندھیر نہیں ہے

''جب ایسی اندھیر نگری کسی ملک میں ہوتی ہے تو وہ ملک غلام بنا لیا جاتا ہے۔ خدا کے یہاں اندھیر نہیں ہے۔ خدا بغیر استحقاق کے، بغیر کسی قصور کے اتنے بڑے ملک کو جہاں دودھ کی نہریں بہتی تھیں، جس کی زمین سونا اُگلتی تھی، جو دوسروں کا پیٹ بھر سکتا تھا، سات سمندر پار سے ایک قوم کو بلا کر غلام نہ بناتا۔ یہ خدا کے عدل و انصاف کے خلاف ہے، یہ اس لئے ہوا کہ اندھیر نگری تھی، بد انتظامیاں تھیں، کسی کی معقول بات سنی نہیں جاتی اور مسلمان بھی اس میں قصوروار تھے۔ مغلیہ حکومت کے آخری فرمانروا در اصل نام کے بادشاہ تھے، وہ نا اہل ہو گئے تھے اور کسی مظلوم کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے تھے''۔

حضرات!

اگر مسلمانوں کے گھروں میں دینی تعلیم کے مسئلہ پر بے چینی پائی جاتی ہے تو یہ کوئی بے جا بات نہیں بلکہ اس کی تعریف کرنی چاہئے کہ مسلمانوں میں اتنا احساس ہے' لیکن اس میں افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اس میں بے چینی پیدا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اگر ملک کو ترقی دینے' ملک کو چار چاند لگانے' ملک کو استحکام عطا کرنے' ملک سے کسی خطرے کو ٹالنے کے لئے حکومت کو کوئی ایسا کام کرنا پڑے جس سے بعض فرقے مطمئن و خوش نہ ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس پر حکومت کو کسی معذرت کی ضرورت نہیں' لیکن محض تعلیم کے مسئلہ پر مسلمانوں کے اندر بے چینی پیدا کرنے کا فائدہ کیا ہے؟ وہ مسلمان جو ۸ کروڑ کی تعداد میں ہیں' وہ مسلمان جن کے متعلق میں صاف طور پر کہتا ہوں کہ ہندوستان میں کوئی فرقہ اتنا ذہین نہیں ہے جتنا مسلمان' کسی فرقے میں اتنی انتظامی قابلیت نہیں جتنی مسلمان میں' کسی فرقے میں اتنی دیانت داری و امانت داری نہیں ہے جتنی مسلمان میں اور اس گئی گذری حالت میں بھی کسی فرقے میں اتنا خدا کا خوف نہیں ہے

www.abulhasanalinadwi.org

جتنا مسلمان کے اندر ہے میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں اور دہلی کے ایوانوں میں جا کر کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اگر آج اس ملک کی کنجیاں مسلمانوں کے حوالے کی جائیں اور کلیدی عہدوں پر مسلمانوں کو رکھا جائے' آج مسلمانوں کو سہولتیں اور فوج کے بڑے بڑے عہدے دیئے جائیں۔ ملک کی حفاظت سیکورٹی کے لئے مسلمانوں کی صلاحیتوں سے کام لیا جائے تو آج یہ ملک چار گنا زیادہ طاقت ور' چار گنا زیادہ مستحکم اور چار گنا زیادہ متحد ہو سکتا ہے' یہ کون سی عقل کی بات ہے کہ یہ ۸ کروڑ افراد جو ایسی اعلیٰ صلاحیت اور انتظامی قابلیت رکھتے ہوں ان کو بے چین بنا دیا جائے' اگر کوئی اور خصوصیت نہ ہو تو کم از کم تمہارا تجارتی ذہن ہے تم نفع و نقصان کا موازنہ کر سکتے ہو' تمہاری تو یہ خصوصیت ہے کہ تم فوراً اندازہ کر لیتے ہو کہ اس میں فائدہ زیادہ ہے یا نقصان زیادہ تم نے آج تک اس کا مقابلہ نہیں کیا' تم آج تک صحیح نتیجے تک نہیں پہونچے اور یہ نہ سمجھے کہ ۸ کروڑ قوم کو کسی ایسے مسئلہ کی خاطر بے چین کر دینا جو غیر فطری ہے' غیر قدرتی ہے' غیر واقعی ہے' غیر واجبی ہے' کہاں کی عقل مندی ہے' کہاں کی سیاست دانی ہے؟ آج حالت یہ ہے کہ

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

گھر گھر جا کر دیکھو' خالی ووٹروں کی فہرستوں سے کام نہیں چلتا ووٹروں کی فہرستوں سے وقت پر لوگوں سے مل کر اور ان کو سمجھانے سے کام نہیں چلتا' مسلمانوں کی مجلسوں میں جا جا کر بیٹھو' مسلمانوں کی مسجدوں میں چھپ چھپ کر جاؤ اور دیکھو کہ کیا کیا باتیں ہو رہی ہیں' مسلمانوں کی شادیوں اور غموں میں شریک ہو کر دیکھو' آج مسلمان کتنے بے چین ہیں اس

www.abulhasanalinadwi.org

مسئلہ میں آج کوئی گاؤں ایسا نہیں ہے' کوئی قصبہ ایسا نہیں ہے' کوئی مجلس ایسی نہیں ہے جہاں اس پر تبصرہ نہ ہو رہا ہو کہ ہمارے بچوں کا مستقبل کیا ہوگا ہم ملک میں رہیں یا نہ رہیں' ہم اس ملک میں کیسے رہیں ہم علماء سے تعلق رکھنے والے کہتے ہیں کہ اسی ملک میں رہنا ہے اسی ملک میں جینا اور مرنا ہے لیکن جب ہمارے سامنے روتا ہوا باپ آتا ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ میرا بچہ مسلمان نہیں رہ سکتا' کیا اس کے باوجود آپ کہتے ہیں کہ مسلمان اسی ملک میں رہیں' مسلمان کو فرقہ وارانہ فسادات کی اتنی فکر نہیں مسلمان اپنی موت سے نہیں ڈرتا' مسلمان اس موت کو شہادت سمجھتا ہے' ہم صاف کہتے ہیں منبروں پر کہیں گے اخباروں میں لکھیں گے کہ شہادت کے لئے تیار رہو' مسلمان اس وقت مسلمان نہیں' مسلمان اس وقت فنا ہو چکا جس وقت اس نے شہادت کو شہادت نہیں سمجھا' جس وقت اس نے شہادت کی موت کو آنکھوں سے دل سے اور سر سے نہیں لگایا' مسلمان فرقہ وارانہ فسادات سے نہیں ڈرتا' مسلمان ارتداد سے ڈرتا ہے' مسلمان بے دین ہو جانے سے ڈرتا ہے' مسلمان جہنم کی آگ سے ڈرتا ہے' مسلمان اس پر عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے' یہ زندگی عارضی ہے' اگر اس میں کسی نے ہمارا گلا کاٹ لیا' کسی نے ہمارے گھر کو لوٹ لیا تو یہ زخم ایسا ہے کہ جس کا مرہم ہمیں مل سکتا ہے ہمارا ایمان مرہم ہے' ہمارا یقین مرہم ہے' ہماری قوت برداشت مرہم ہے' ہمارا صبر مرہم ہے' خدا پر توکل مرہم ہے' لیکن اگر خدانخواستہ ہم عقیدۂ آخرت سے محروم ہو گئے تو اپنی سب سے بڑی دولت سے محروم ہو گئے اگر ہم ایمان باللہ سے محروم ہو گئے اور توحید کی دولت سے محروم ہو گئے تو ہم سے بڑھ کر دنیا میں کوئی بدقسمت نہیں' ہمارا دنیا میں کہیں ٹھکانا نہیں' یہ وہ زخم ہے

www.abulhasanalinadwi.org

جس کا کوئی مرہم نہیں، آج یہ کوئی راز کی بات نہیں، آپ کے گھر سے گھر ملے ہوئے ہیں، آج کون سا محلہ ہے جس میں کوئی مسجد نہیں، کون سا محلّہ ہے جس میں مسلمان نہیں۔

میں ان لوگوں سے کہتا ہوں جن پر حکومت کی ذمہ داریاں ہیں سی.آئی.ڈی. کا کام صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ ہمارے جلسوں کی رپورٹنگ کرے، ہم دعوت دیتے ہیں کہ آئے اور کرے اور دیکھے کہ ہم آئین اور دستور کے خلاف کیا بات کرتے ہیں، لیکن سی آئی.ڈی. کا اصل کام یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے جذبات کو پہچانے، وہ بتائے کہ مسلمانوں کی مجلسوں میں کیا تذکرہ ہوتا ہے، وہ بتائے کہ مسلمانوں کے اندر کس طرح کے جذبات ہیں اور وہ کس کشمکش میں مبتلا ہیں، ایسا کرنا ملک کے لئے مفید ہوتا حکومت کے لئے مفید ہوتا، یہ ہے صحیح سراغ رسانی، یہ ہے صحیح واقفیت، آپ کو یہ جاننا چاہئے تھا کہ مسلمانوں کی کیا شکایت ہے، آپ کو صرف اس کی فکر ہے کہ کس پارٹی کی حکومت ہوتی ہے کس کو زیادہ ووٹ ملتے ہیں، آپ کو اس کی فکر نہیں ہے کہ جن سے ووٹ لیتے ہیں ان کے اندر کیا کیا طوفان اور جذبات کے اندر کیسے کیسے ہیجان ہیں کس طریقہ سے ان کو اپنا مستقبل تاریک نظر آرہا ہے، میں کہتا ہوں کہ اگر واقعی ملک کے اندر کسی تعمیری منصوبے کے لئے حقیقی خطرے کے لئے مسلمان تعاون پر آمادہ نہ ہوں، متفق نہ ہوں تو حکومت کو حق ہے، حکومت کو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے، اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لئے ملک کو اقتصادی طور پر مضبوط بنانے کے لئے سیاسی طور پر متحد بنانے کے لئے یہ رویہ ٹھیک ہے لیکن تعلیم جیسے مسئلہ کے لئے جس کو بالکل والدین کی مرضی پر چھوڑنا چاہئے تھا اس کا کوئی جواز نہیں، بچہ ہمارا اور آپ اُسے جس طرح چاہیں

www.abulhasanalinadwi.org

بنائیں؟ دنیا کی کس تہذیب نے؟ دنیا کے کس فلسفے نے؟ دنیا کے کن اخلاقیات نے اس کی اجازت دی ہے؟ ماں ۹ ماہ پیٹ میں رکھے خون جگر سے اس کی پرورش کرے اور جب وہ باہر آئے تو اس کو مسلمان ماں دو برس تک دودھ پلائے اور پھر اس کے بعد باپ سینے سے لگائے، انگلی پکڑ کر چلائے، اگر بیمار ہو تو رات رات بھر جاگے، راتوں کی نیند حرام کرے، یہ سب کر کرا کے اور مشقت برداشت کر کے آپ کی جھولی میں ڈال دیا جائے اور آپ جیسا چاہیں بنا دیں یہ کہاں کا انصاف ہے جس کا بچہ ہے اس کے عقیدہ پر اس کو رہنا چاہئے وہ تہذیب غلط ہے، وہ فلسفہ غلط ہے، وہ سیاست غلط ہے جو کسی اور راستے کو اختیار کرے ہم نہیں مان سکتے اگر یہ افلاطون نے کہا تو غلط کہا، اگر ارسطو نے کہا تو غلط کہا ہم کسی کے غلام نہیں ہم ذہنی طور پر کسی کے غلام نہیں، ہم کو خدا نے دماغ دیا ہے، جس کا بچہ ہے اس کے عقیدہ پر اس کو رہنا چاہئے، ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ہندو کا بچہ ہے تو ہندو ہی کے عقیدہ پر رہنا چاہئے، اگر عیسائی کا بچہ ہے تو باپ ہی کو اس کو بنانے اور ڈھالنے کا حق ہے، اس کو اپنی تہذیب اپنی ادبیات، اپنی روایات میں رنگ دینے کا حق ہے، یہی حال دنیا کا رہا ہے تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس ملک میں ۱۹۴۷ء کے بعد ایک عجیب قسم کی صورت حال پیدا ہوئی۔ یہ کسی سیاسی ذہانت کا نتیجہ نہیں بلکہ میں صاف کہتا ہوں کہ کوتاہ اندیشی کا نتیجہ ہے، صرف تنگدلی کا نتیجہ ہے، صرف اس چیز کا نتیجہ ہے جس نے ہندوستان کو ہمیشہ غلام بنایا ہے، یہی وہ چیز تھی جو یہاں باہر سے درۂ خیبر سے فاتحوں کو لائی۔ یہاں کی اقلیتیں، یہاں کے اچھوت تنگ تھے، زندگی سے عاجز تھے کہ ہمیں کوئی زندگی کی آزادی حاصل نہیں اس وقت ان کی آہوں نے ان کی فریادوں نے کبھی محمود غزنوی کو بلایا، کبھی غوری کو بلایا

www.abulhasanalinadwi.org

اور پھر جب مسلمانوں نے وہی رنگ اختیار کرلیا اور انہوں نے وہی ناانصافی شروع کردی اور ان کے زمانہ میں وہی اندھیر ہونے لگا تو پھر مظلوموں کی آہوں نے انگریزوں کو بلالیا' میں قرآن کا طالب علم ہوں' میں قرآن پر ایمان رکھتا ہوں، میں ان واقعات کو اتفاقی نہیں کہہ سکتا۔ جب ایسی اندھیر نگری کسی ملک میں ہوتی ہے تو وہ ملک غلام بنالیا جاتا ہے' خدا کے یہاں اندھیر نہیں ہے' خدا بغیر استحقاق کے بغیر کسی قصور کے اتنے بڑے ملک کو جہاں دودھ کی نہریں بہتی تھیں جس کی زمین سونا اُگلتی تھی جو دوسروں کا پیٹ بھر سکتا تھا' سات سمندر پار سے ایک قوم کو بلا کر غلام نہیں بناتا یہ خدا کے عدل و انصاف کے خلاف ہے' یہ اس لئے ہوا کہ اندھیر نگری تھی' بد انتظامیاں تھیں' کسی کی معقول بات سنی نہیں جاتی تھی اور مسلمان بھی اس میں قصوروار تھے' مغلیہ حکومت کے آخری فرمانروا دراصل نام کے بادشاہ تھے اور کسی مظلوم کے ساتھ انصاف نہیں کرسکتے تھے۔

ہماری کتابوں میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر برداشت کرلیتا ہے' ظلم برداشت نہیں کرتا' جب یہاں ظلم عام ہوگیا' جب یہاں حقوق تلف ہونے لگے' ایک شخص نے ایک شخص کا روپیہ دبالیا' دیتا نہیں' ایک شخص کسی کا قرض دار ہے اس کے سینہ پر چڑھا بیٹھتا ہے راستوں میں بدامنی پیدا ہوگئی۔ قافلے لٹنے لگے' شہروں کا نظم ونسق معطل ہوگیا' تب اللہ تعالیٰ نے اس ملک کے لوگوں پر رحم فرمایا' باہر سے انگریزوں کو بلا کر اس ملک کا انتظام کروایا' اس کے بعد جب انگریزوں نے اس ظلم پر کمر باندھی اور خدا کو ان سے جو کام لینا تھا لے چکا تو کان پکڑ کر ان کو بھی یہاں سے نکال دیا گیا اور اس ملک پر اسی ملک والوں کی حکومت قائم کروادی'

مسلمان، ہندو، سکھ، عیسائی جتنے بھی یہاں فرقے ہیں سب کا یہ ملک ہے، سب کی یہ حکومت ہے، اس وقت ہماری حکومت کو چاہئے تھا کہ وہ انگریزوں سے زیادہ آزادی دیتی، یہاں کے باشندوں کو انگریزوں سے زیادہ مطمئن کرنے کی کوشش کرتی اور مجھے تو یہ کہنا بھی چبھ رہا ہے، انگریزوں سے زیادہ کیا معنی؟ انگریز تھے کون؟ پردیسی! ان کا کیا حق تھا اس ملک میں رہنے کا، جب یہ ملک آزاد ہوا تو اس بات کی ضمانت ہونی چاہئے تھی کہ ہر شخص کو اپنی مرضی کے مطابق اپنے فرائض ادا کرنے اور اپنی اولاد کو اپنے مذہب پر ثابت قدم رکھنے اور اس میں رنگ دینے کی پوری آزادی ہے تو اگر ایسی بات ہوتی تو یہاں مسلمان کتنا خوش ہوکر اور سینہ تان کر کے نکلتا اور کہتا کہ جس ملک میں ہم اپنے بچوں کو اپنے نونہالوں کو اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اپنا جیسا بنا سکتے ہیں، بلکہ اپنے سے اچھا بنا سکتے ہیں اور جس ملک میں ہم کو اپنے قرآن وحدیث پر پورا عمل کرنے اور اس کی تعلیم دینے کی آزادی حاصل ہے، ہم اپنے نظام تعلیم میں آزاد ہیں اپنے پرسنل لاء میں آزاد ہیں، اپنی گھریلو زندگی میں آزاد ہیں اور اپنی زبان کے معاملے میں آزاد ہیں، کوئی ہماری زبان کو نہیں چھیڑتا کوئی ہمارے کلچر کو نہیں چھیڑتا، اس ملک کو اگر کوئی بری نگاہ سے دیکھے گا تو ہم اس کی آنکھ نکال لیں گے۔

مسلمانوں کے اندر یہ جوش پیدا ہوتا، جب کسی فرقے کو غیر مطمئن بنادیا جائے جان بوجھ کر یا بلا ارادہ اس کے اندر اور بے چینی پیدا ہوجائے تو وہ گرم جوشی ان کے اندر باقی نہیں رہتی، وہ تعمیری ذوق ان کے اندر باقی نہیں رہتا، پھر وہ اس ملک پر جان دینے کے لئے اسی طرح سے تیار نہیں ہوتا جس طرح سے اپنا آدمی، دیکھئے وہ سپاہی محاذ جنگ پر کس

www.abulhasanalinadwi.org

طرح لڑتا ہے جس کو اطمینان ہے کہ میرے گھر کی سب رکھوالی کرتے ہیں۔

میری بہو بیٹیوں پر کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا' پورے دیہات اور گاؤں میں مشہور ہے کہ بھائی اس گھر کا ایک آدمی ہماری جانوں کی حفاظت کے لئے گیا ہوا ہے خبردار جوان کے بچوں پر کسی نے ہاتھ اٹھایا' اگر دوسرے کے بچوں کو کوئی مارے تو ان کے گھر کے بچوں کو کوئی نہ کوئی مارے اس لئے کہ ہم سب تو یہاں بیٹھے ہوئے کھا پی رہے ہیں' مزے اُڑا رہے ہیں اس گھر کا جو مالک ہے اس گھر کا جو بڑا ہے وہ محاذ جنگ پر ہتھیلی سر پر رکھے ہوئے ہماری جانوں ہماری عزتوں کی حفاظت کے لئے مر رہا ہے' اس کے گھر کے بچے اپنے گھر کے بچوں سے زیادہ عزیز ہونے چاہئیں جب کہ اس محاذ جنگ کے سپاہی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح سے میرے گھر کی حفاظت کی جارہی ہے اس طرح سے میرے گھر کے بچوں کو سینے سے لگایا جارہا ہے' اس طرح سے میرے گھر کا سودا سلف لوگ لے آتے ہیں تو وہ کس طرح لڑے گا وہ اس طرح لڑے گا کہ اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہادے گا لیکن اگر سپاہی کو یہ اطمینان نہیں ہے تو اس کو ہزار عمدہ راشن دیجئے' ہزار ہتھیار دیجئے اور ہزار مرتبہ شاباشی دیجئے وہ بے جگری کے ساتھ نہیں لڑ سکتا' قانون قدرت یہ ہے کہ سپاہی کو مطمئن کرو' سپاہی کو اس کے گھر کی طرف سے مطمئن کرو' سپاہی کو اس کے مذہب کی طرف سے مطمئن کرو' سپاہی کو اس کے بچوں کی طرف سے مطمئن کرو' بچوں کے مستقبل کی طرف سے بھی مطمئن کرو' اگر وہ ملک کی عزت کے لئے کٹ مرے گا تو پورا ملک اس کے بچوں کا باپ بن جائے گا' پوری حکومت اس کے بچوں کی باپ بن جائے گی' پھر اس سے

جو چاہو قربانی لے لو مگر افسوس ہے کہ یہ موٹی موٹی حقیقتیں، یہ بدیہی حقیقتیں ہمارے ان ذہین افراد کی سمجھ میں نہیں آئیں جنہوں نے دنیا کے دستور کا اور بڑے بڑے سیاسی نظاموں کا مطالعہ کیا ہے ان کے لئے یہ بات تو ایسی تھی کہ ہمارے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو اس پر گھٹنے ٹیک دینے چاہئے تھے مگر وہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھتے رہے، معلوم نہیں کیا کیا چیزیں، کیا کیا تصورات ملک کے کیسے کیسے خیالی نقشے ان کو پریشان کرتے رہے ان اہم حقیقتوں کو زبان کی حقیقتوں کو تعلیم کی حقیقتوں کو اور کلچر کی حقیقت کو بھلانے اور نظر انداز کرنے کا رجحان آج تک چلا آرہا ہے۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# موت وحیات کی کشمکش کے دن

"میں دینی تعلیمی کونسل کی طرف سے مغربی یوپی کے ایک دورہ میں تھا، گرمی سخت تھی اور لو چل رہی تھی۔ بسوں کے ذریعہ سفر تھا اور بعض جگہ کئی کئی گھنٹے دوپہر کی گرمی میں ٹھہرنا اور انتظار کرنا پڑا۔ ۲۲ / جون ۶۵ء کو میرٹھ کا پروگرام تھا شب میں ایک جلسہ عام میں تقریر کی فراغت پر اپنی قیام گاہ پر آکر سوگیا۔ فجر سے پہلے آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ بائیں آنکھ کی جس میں آپریشن ہوا تھا نظر بالکل جاتی رہی۔ طبیعت پر اس کا سخت اثر پڑا"۔

یہ میری زندگی کے سب سے زیادہ آزمائشی اور ایک طرح سے موت وحیات کی کشمکش کے دن تھے۔ کئی بار شدتِ تکلیف سے دعا کی کہ اگر اسی حالت کا باقی رہنا مقدر ہے تو ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھا لیجئے۔"

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# مختصر صدارتی تقریر

## ضلع دینی تعلیمی کانفرنس شاہ جہاں پور

منعقدہ

۲؍جون ۱۹۶۸ء

www.abulhasanalinadwi.org

# پیغام سروش

"آپ اپنی اولاد کو دینی انحطاط میں چھوڑ کر یا اس خطرہ کو سمجھتے ہوئے کہ آئندہ وہ دین سے بالکل علیحدہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کیسے حاضر ہوں گے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے منہ دکھائیں گے"۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات! میں آپ کے سامنے تاریخ کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جس کے ایک جز کی اس موقع سے مناسبت ہے۔

مکہ مکرمہ جہاں سے اسلام کو نکال دیا گیا تھا۔ مسلمانوں کو نکالا گیا تھا لیکن میں اسلام کے نکالے جانے سے تعبیر کرتا ہوں، وہاں جب اسلام کو قوت حاصل ہوئی تو مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ مکہ میں مسلمان داخل ہوں لیکن چھرے اور تلواروں کو نیام میں رکھ کر، سکون کے ساتھ چنانچہ اس موقع پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا دیا جاتا ہے اور وہ اسلامی فوج کو پورے سکون کے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہیں، ابوسفیان جنھوں نے اس وقت تک اسلام نہیں قبول کیا تھا اپنے دروازہ پر کھڑے ہیں، جب سامنے سے حضرت سعد گذرتے ہیں تو فرماتے ہیں اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَلْحَمَۃِ .....الخ (آج بڑی لڑائی کا دن ہے) آج کعبہ بتوں سے پاک کیا جائے گا۔

اس سے وہ بے چین ہوجاتے ہیں اور انتہائی ناگواری ظاہر ہوتی ہے، اس بات کی شکایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور اپنے دلی دکھ کا اظہار کرتے ہیں، اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ترمیم فرمائی۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک لفظی، اور دوسری عملی؛ لفظی ترمیم یہ تھی کہ فرمایا اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَرْحَمَۃِ ...الخ (آج رحمت کا دن ہے، آج کعبہ کو عزت بخشی جائے گی) اور عملی یہ فرمائی کہ حضرت سعد کے ہاتھ سے جھنڈا لے لیا۔ اب سوال یہ تھا کہ یہ جھنڈا کس کو دیا جائے۔ اس موقع پر وہ جھنڈا ان کے ہاتھ سے لے کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیا جاتا، یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیا جاتا، یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیا جاتا تو حضرت سعد کے دل میں دکھ ہوتا اور بشری تقاضا کے مطابق ہونا چاہیے لیکن نباض فطرت انسانی سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں جو کچھ فرمایا وہ آپ ہی کا مقام تھا، آپ نے حضرت سعد کے ہاتھوں سے جھنڈا لے لیا اور ان کے بیٹے کے ہاتھ میں دے دیا، اس تبدیلی سے ان کے دل کو دکھ نہیں پہنچا بلکہ خوشی اور اطمینان حاصل ہوا۔

مجھے صرف واقعہ کے اس جزء کو یہاں پیش کرنا ہے کہ یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ دنیا میں کسی کو بھی اپنے سے بڑھا ہوا دیکھنا پسند نہیں کرتا اور ہر چیز میں خود کو بڑھا ہوا چاہتا ہے۔ لیکن اپنی اولاد کو اپنے سے زیادہ دیکھنا اور سننا پسند کرتا ہے۔ اگر فلسفی ہے تو اپنی اولاد کو اپنے سے بڑھ کر فلسفی دیکھنا چاہتا ہے اگر انجینئر ہے تو اس فن میں اپنے بیٹے کو زیادہ ترقی کرتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے، اب میں کہتا ہوں کہ آپ کے اندر جس قدر ایمان ویقین ہے اور دینی معلومات اور قرآن پاک ومساجد سے لگاؤ ہے، آپ کیسے اس کو پسند کریں گے کہ آپ کی اولاد میں اتنا یقین اور اتنا لگاؤ بھی نہ ہو! آپ اپنی اولاد کو دینی انحطاط میں چھوڑ کر یا اس خطرہ کو سمجھتے ہوئے کہ آئندہ وہ دین سے بالکل علیحدہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے

www.abulhasanalinadwi.org

حضور میں کیسے حاضر ہوں گے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے منہ دکھائیں گے۔ اس وقت آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان بچوں کو اسکولوں میں جو تعلیم دی جاتی ہے اس میں دیوی اور دیوتاؤں کے قصے اور اس سے متعلق ایسی کہانیاں ہیں اور ان کی ایسی صفات بیان کی گئی ہیں، جن صفات کو سوائے باری تعالیٰ کے کسی میں نہیں ماننا چاہیے، ان کو سنایا جارہا ہے اور صریح شرک کی تعلیم دی جارہی ہے اور ان کے ذہن نشین کیا جارہا ہے اور آپ کسی دنیوی منفعت اور تھوڑے سے نفع کی وجہ سے خاموش ہیں اور اس پر کسی قسم کی آواز آپ کے ضمیر سے نہیں اٹھتی اور نہ اس نصاب کی مخالفت میں آپ کوئی قدم اٹھاتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر یہ یقین ہو جائے کہ آپ کو کئی کئی فاقے ہو جائیں گے، آپ کے بچے کے جسم پر کپڑا نہیں رہے گا، آپ کا مکان بک جائے گا، الغرض اس قسم کے خطرات سامنے آ کھڑے ہوں، تب تو آپ ان سب کے مقابلے میں اپنے اور اپنے بچوں کی جان کی حفاظت کے لئے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جائیں گے۔ حالانکہ اگر ان کو دنیوی تکلیف پہونچ جائے تو اس سے کوئی شدید نقصان کا خطرہ نہیں ہے، لیکن اگر عقیدہ خراب ہو گیا تو خلود فی النار کا خطرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائیں۔

آپ اس کے لئے سکون سے اپنی بات پیش کیجیے اگر اس سے کام نہ چلے تو احتجاج کیجیے اگر اس کے لئے کسی بڑے مقابلہ کی ضرورت ہو تو اس کے لئے بھی تیار رہیے اور اپنے مکاتب کے لئے پوری کوشش کیجیے اور اپنے لڑکوں کے دین اور عقیدہ کی مضبوطی کے لئے پورے اہتمام سے کام کیجیے، بس یہ وہ چیز ہے اور وہ زبردست خطرہ ہے جس کو ہمارے ان دوستوں

www.abulhasanalinadwi.org

نے محسوس کیا اور دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی اور دینی تعلیمی کونسل کا قیام وجود میں آیا، آپ پورے تعاون کے ساتھ اس میں شریک ہوں اور ہر ممکن کوشش کے لئے اپنے کو پیش پیش رکھئے۔ بس میں اب اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# ایک مختصر اور اہم تقریر

## اجلاس ارکان خصوصی

## انجمن تعلیمات دین کاسگنج ضلع ایٹہ

منعقدہ

۲۲/جون ۱۹۶۸ء

# ایک جُملہ

"میں آپ کے سامنے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک جملہ پیش کرتا ہوں جس کا حق یہ ہے کہ وہ چھوٹا سا جملہ بہت سی تقریروں اور خطبوں پر بھاری ہے اور وہ اس قابل ہے کہ اگر میرا بس چلے تو میں نہایت خوشنما جلی حرفوں میں لکھ کر ہر گھر میں تقسیم کراؤں اور اس کو آویزاں کرادوں کہ ہر اک کی نظر ہر وقت اُس پر پڑتی رہے"۔

www.abulhasanalinadwi.org

حمد وثناء کے بعد

بزرگو اور دوستو! اس وقت آپ حضرات جس مقصد کے لئے جمع ہوئے ہیں اور کام کی نوعیت جو آپ کے سامنے رکھی گئی ہے اس میں طریق کار بتایا گیا ہے اور اصول وضوابط آپ کے سامنے رکھے گئے ہیں اور اس سلسلہ میں آپ نے پوری ہمدردی کے ساتھ کچھ فراہمی سرمایہ بھی کیا ہے' الغرض یہ تمام نقشے جو آپ بنا رہے ہیں یہ سب اس وقت مفید اور کار آمد ہیں جب آپ کے اندر جذبہ ہو' دیکھئے ٹرین کے ڈبے کتنے ہی جوڑ دیئے جائیں اور نہایت آرام وہ سیٹیں ہوں اور ہر قسم کی آسائش کا سامان ہو' لیکن اگر انجن میں اسٹیم نہ ہو تو سب بے کار ہے' وہی اسٹیم جان اور روح ہے اور اس کی موجودگی سے یہ سب ڈبے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکیں گے اور مسافر اپنی منزل تک پہنچ سکیں گے' میں آپ کے سامنے خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک جملہ پیش کرتا ہوں جس کا حق یہ ہے کہ وہ چھوٹا سا جملہ بہت سی تقریروں اور خطبوں پر بھاری ہے اور وہ اس قابل ہے کہ اگر میرا بس چلے تو میں نہایت خوش نما جلی حرفوں میں لکھوا کر ہر گھر میں تقسیم کراؤں اور اس کو آویزاں کرادوں کہ ہر اک کی نظر ہر وقت اس پر پڑتی

www.abulhasanalinadwi.org

رہے وہ جملہ کیا ہے جس وقت فتنۂ ارتداد نے سر اٹھایا اور اس وقت مسلمانوں کی جو کیفیت اور حالت تھی اس کو حضرت عبد اللہ اس طرح مثال دے کر بیان کرتے ہیں کہ سخت سردی کی رات ہو اور بارش ہونے لگے بکریاں اپنے باڑہ میں یا دربہ میں سمٹی رہتی ہیں، دبکی ہوئی ہوتی ہیں، یہ کیفیت اس وقت مسلمانوں کی ہو رہی تھی اور ایسی حالت میں بعض قبیلوں میں یہ بات اٹھ کھڑی ہوئی کہ اسلام کے تمام ارکان سر آنکھوں پر لیکن زکوٰۃ کے معاملہ میں ہم آزاد ہیں۔ ہم اس چیز کو خود ہی نکالیں گے اور آپس میں مستحقین کو تقسیم کر دیں گے، اس میں ہم قانونی طور پر پابند نہ رہیں، اس قسم کی باتیں پھیلنے لگیں اور تمام جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس معاملہ میں متفکر سے ہو گئے کہ کیا کیا جائے؟ ایسی صورت میں خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ خطبہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں اور یہی جملہ جان ہے کہ کیا میری زندگی میں دین میں کوئی کمی واقع ہو جائے گی۔

ان کے الفاظ سنئے:

"اَیُنْقَصُ الدِّیْنُ وَأَنَا حَیٌّ" میں زندہ رہوں اور دین میں کمی واقع ہو جائے، ایسا نہیں ہو سکتا جیسا تھا ویسا ہی رہے گا اور جس طرح سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں زکوٰۃ نکلتی تھی ویسی ہی نکلے گی اور اس میں ذرہ برابر کوتاہی اور کمی کرنے والے سے میں جہاد کروں گا۔ اگر میری موجودگی اور زندگی میں کچھ کمی ہو گئی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منھ دکھاؤں گا اور کیا جواب دوں گا۔

ان کا اس پر سختی کے ساتھ جم جانا اور پوری قوت سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جانا بہت بڑے فتنہ کا سد باب تھا وہ سمجھتے تھے کہ یہ صرف

www.abulhasanalinadwi.org

زکوۃ ہی کا معاملہ نہیں ہے بلکہ پھر اس کے بعد روزہ کی باری ہے اور پھر حج کی اور پھر نماز کی اور اس کے بعد کلمہ توحید کی اس لئے اس خطرہ کا سدّ باب پوری قوت سے کر دینا چاہیے۔

میں کہتا ہوں کہ آج جو مسلمان دنیا میں کہیں بھی اللہ کا نام لیتا ہے نمازیں پڑھتا ہے، مسجدوں میں اذانیں دیتا ہے اور تمام فریضہ ادا کرتا ہے۔ ہر موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ممنون ہونا چاہیے انہیں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور آج ہم سارے فرائض کی ادائیگی کر رہے ہیں۔

اسی طرح آپ میں یہ جذبہ اور یہ روح پیدا ہونی چاہیے کہ ہمارے جیتے جی ہمارے بچوں کو ایسی تعلیم دی جائے کہ مستقبل میں وہ اسلام سے بالکل علیحدہ ہو جائیں اور اسلامی تعلیم سے بالکل ناواقف ہو جائیں، یہ نہیں ہو سکتا، ہم زندہ رہیں اور ایسا ہو یہ ممکن نہیں، ہمارے مرنے کے بعد جو کچھ ہو اس کا ہم سے سوال نہیں ہوگا لیکن ہماری زندگی میں کسی قسم سے بھی کوئی خطرہ عقیدہ کا نظر آئے گا، یا معمولی سا شبہ بھی ہوگا تو اس کے لئے ہم جان کی بازی لگا دیں گے۔

یہی چیز ہے اور یہی مطالبہ ہے اس روح اور اس اسپرٹ کو اپنے اندر پیدا کیجئے اور صحیح غیرت وحمیت کا ثبوت دیجئے۔ دینی تعلیمی کونسل کا یہی پیغام ہے۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# ملک کا ضمیر زندہ اور بیدار ہے

"اس ملک کا ضمیر زندہ اور بیدار ہے اس نے مختلف مواقع پر اپنی اخلاقی جرأت ومقبولیت کا ثبوت دیا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس ملک کے کسی حصہ میں آبادی کے کسی عنصر پر بلاوجہ دست درازی ہوتی ہو اور کوئی شریف آدمی اپنی عزت وناموس کو وہاں محفوظ نہ پاسکے تو کیا اس کا امکان ہے کہ عرصہ تک یہ صورت حال قائم رہے اور ملک کا ضمیر اس کے خلاف چیخ نہ اٹھے اور اس ملک کی روح اس کے خلاف صف آراء نہ ہو جائے"۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## ضلع دینی تعلیمی کانفرنس مظفر نگر

منعقدہ

۶/اپریل ۱۹۶۹ء

www.abulhasanalinadwi.org

# قابلِ فخر کارنامہ

''اگر کوئی ہندوستانی مسلمان عرفات کے بھرے میدان میں جہاں ساری دنیا کا عطر جمع ہو جاتا ہے' کھڑا ہو کر ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا کارنامہ بتائے' ان قربانیوں کا ذکر کرے جو ایک صدی پہلے دی جا چکی تھیں تو کوئی ایسا آدمی نہ ملے گا جو اس کی تردید کر سکے''۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بھائیو! میں چونکہ ایسے خاندان اور گروہ سے تعلق رکھتا ہوں جو پشتہا پشت سے دینی خدمت کر رہا ہے اس لئے ہر مسئلہ کو دینی حیثیت سے سوچتا ہوں۔ یہ تعلیم کا مسئلہ جس کے لئے ہم آپ یہاں جمع ہوئے ہیں اس کو بہت سے لوگ صرف اس حیثیت سے سوچتے ہیں کہ بچے پڑھ لکھ جائیں اور وہ جہالت سے دور رہیں، مگر میں اس مسئلہ کو بھی صرف دینی انداز پر سوچتا ہوں اور اس حیثیت سے اس کو مسلمان بچوں کے لئے ضروری سمجھتا ہوں۔

ہندوستان میں یہ مسئلہ اس حیثیت سے بڑا اہم اور نازک مسئلہ ہے، یہ مسئلہ صرف سوچنے اور تقریر اور وعظ سے حل نہیں ہوسکتا اس کے لئے بڑی ہمت، بڑے عزم اور بڑی ہوش مندی چاہئے اس کے لئے ایک فیصلہ کی ضرورت ہے، اس طرح کے فیصلے مسلمانوں کو صدیوں میں کرنے پڑتے ہیں، نہ اس میں جلد بازی کی ضرورت ہے، نہ پست ہمتی کی، مسلمانوں نے جب

www.abulhasanalinadwi.org

بھی فیصلہ میں جلد بازی کی یا پست ہمتی سے کام لیا‘ اس کا خمیازہ صدیوں ان کو بھگتنا پڑا

عشق ہے پیارے کھیل نہیں ہے
عشق ہے کارِ شیشہ و آہن

اسپین کی مثال ہمارے سامنے ہے‘ وہاں مسلمان کوئی بڑا فیصلہ نہ کر سکے اور پست ہمتی کا ثبوت دے کر اسپین کو چھوڑ بیٹھے‘ قبرص میں مسلمانوں نے فیصلہ میں جلد بازی کی جس کی بناء پر مسلمانوں اور غیر مسلموں کو بڑی کشمکش سے دوچار ہونا پڑا اور وہ کشمکش اس وقت نازک دور سے گذر رہی ہے۔

اس طرح کے عزم و ہمت کے فیصلے روز روز نہیں کئے جاتے‘ یہ اس وقت کئے جاتے ہیں جب کوئی انقلاب آتا ہے‘ انقلاب کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایک حکومت جائے‘ دوسری حکومت آئے‘ ایک بادشاہ تخت سے اترے دوسرا تخت پر بیٹھے‘ اگر آنے والی حکومت اور جانے والی حکومت‘ آنے والا بادشاہ اور جانے والا بادشاہ‘ ایک ہی نظریہ اور ایک ہی مسلک کا حامل ہے تو اس کو انقلاب نہ کہیں گے‘ اس طرح کا ردوبدل سطحی ہوتا ہے‘ یہ انقلاب مسلمانوں کی تاریخ میں بار بار آیا ہے اور ایسے انقلاب سے مسلمانوں کو اپنی حیثیت سے کوئی فیصلہ نہیں کرنا پڑا نہ اس کی ان کو ضرورت تھی‘ قطب الدین ایبک سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک کتنی حکومتیں آئیں اور بدلیں‘ کتنے بادشاہ شان و شوکت سے تخت پر بیٹھے‘ برسوں حکومت کی مگر کبھی بھی مسلمانوں کو دینی مسئلہ پر غور کرنے کی اور اپنے دین کو بچانے کی کوشش یا فکر کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ غلاموں کا خاندان برسراقتدار آیا اور حکومت کا ڈھانچہ بدلا‘

www.abulhasanalinadwi.org

لودھی آئے زمام حکومت بدلی، خلجیوں کا دور آیا اور انتظام میں بتدیلی ہوئی، آخر میں مغلوں نے صدیوں جس شان وشوکت سے حکومت کی وہ ہر تاریخ داں جانتا ہے۔ مگر بتایئے ان خاندانی اور حکومتی انقلاب کے دور میں کب مسلمانوں کو دین کی عزیز متاع لٹنے کا غم ہوا، یہ سب مسلمان تھے، ایک نظریہ اور ایک مسلک کے حامل تھے، سب نے جو بھی انتظامی تبدیلی کی ہو اور حکومت کا ڈھانچہ جس طرح بھی بدلا، مگر مسلمانوں کی سب سے عزیز متاع خود ان حکومتوں کی عزیز متاع تھی اور وہ خود اس کی حفاظت پر مامور تھے، یہ پانچ سو برس کا عرصہ اسی سکون اور اطمینان کا تھا۔

ہاں انقلاب کا پہلا دور ۱۸۵۷ء میں آیا جب مسلمانوں کو حکومت سے دست بردار ہونا پڑا اور ایک غیر ملکی قوم حکومت پر آئی۔ وہ قوم انگریزوں کی تھی، اس نے آکر صرف حکومت کا ڈھانچہ نہیں بدلا، نہ صرف زبان میں تبدیلی کی بلکہ ان کے آنے سے مسلمانوں کی جان و مال کے ساتھ ساتھ ایمان پر تیشہ چلایا گیا ان کے نظریہ اور مسلک میں انقلاب آیا اور صدیوں جس متاع عزیز کی حفاظت کی گئی تھی اور جس کو مسلمان حکومت اور اقتدار کی سربراہی حاصل تھی وہ ۵۷ء کے بعد بالکل بدل گیا اور جبر وتشدد کے ساتھ ساتھ تعلیم وتربیت کے ذریعہ مسلمانوں کے عزیز مسلک اور متاع گراں مایہ کو چھینا جانے لگا تو مسلمانوں کو بڑے عزم اور فیصلہ کی ضرورت پیش آئی۔ اگر اس میں مسلمان جلد بازی سے کام لیتے اور فیصلہ میں پست ہمتی دکھاتے تو اس کا ایسا خمیازہ بھگتنا پڑتا جس کی مثال ان ملکوں میں مل سکتی ہے جہاں کبھی کبھی مسلمانوں نے پست ہمتی یا جلد بازی سے کام لے کر ایمان اور حکومت دونوں سے ہاتھ دھویا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کے لئے یہ دور بڑا اہم تھا اور مسلمانوں کی تاریخ میں یہ عظیم موڑ تھا مگر فخر سے سر اونچا ہو جاتا ہے کہ اسی علاقہ (دوآبہ) کے علماء نے عزم و ہمت سے کام لے کر مسلمانوں کی تاریخ روشن رکھی، قصبہ شاملی جو آپ کے قریب ہے، یہاں کتنے باہمت اور اہل عزم علماء اور غیر علماء نے پھانسی پا کر اور اپنی جانیں فدا کر کے اس شمع کو صرف روشن نہیں رکھا بلکہ اس کی روشنی دور دور تک پھیلا دی، دیوبند اور سہارنپور کے مدرسے اسی فیصلہ اور عزم کی گواہی دیتے ہیں، اس علاقہ بلکہ ہندوستان کے علماء کا یہ کارنامہ آج ساری دنیا میں ایک مثال کی حیثیت رکھتا ہے اگر کوئی ہندوستانی مسلمان عرفات کے بھرے میدان میں جہاں ساری دنیا کا عطر جمع ہو جاتا ہے کھڑا ہو کر ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا یہ کارنامہ بتائے، ان قربانیوں کا ذکر کرے جو ایک صدی پہلے دی جا چکی تھیں تو کوئی ایسا آدمی نہ ملے گا جو اس کی تردید کر سکے۔

۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد جب مسلمانوں کے ہاتھ سے میدان نکل رہا تھا، ان مسلمانوں کے سروں پر تلواریں لٹک رہی تھیں تو آسمان کے افق پر لکھا جا رہا تھا موت، یا بے دین حکومت۔ اگر دین و ایمان کی خیر چاہتے ہو تو موت کو گلے لگاؤ اور اگر تم کو زندگی اور دنیاوی ترقی عزیز ہے تو ایمان سے ہاتھ دھولو، ایسے موقع پر جب موت سر پر منڈلا رہی ہو، ننگی تلواریں سروں سے چھو رہی ہوں تو ایمان کا فیصلہ کرنا موت کو دعوت دینا تھا مگر ان جیالے مسلمانوں نے موت کو گلے لگایا اور مسلمان بچوں کے ایمان کو بچایا۔

یہ انہیں جیالے مسلمانوں اور علمائے حق کی قربانیوں کا نتیجہ تھا کہ

باوجود ظلم وستم کے مسلمانوں کا ایمان محفوظ رہا۔ ان کی زبان باقی رہی، ان کا کردار مستقیم رہا اور باوجود حکومت کے چلے جانے کے اس ملک میں باقی اور زندہ رہے، افسوس ہے کہ پوری ایک صدی بھی نہ گذری تھی یعنی ۱۸۵۷ء کے بعد ۱۹۵۷ء بھی نہ ہوا تھا کہ ۱۹۴۷ء میں اس سے بڑھ کر انقلاب آ گیا یعنی انگریزوں کے ہاتھ سے حکومت نکل کر ہندوستانی باشندوں کو مل گئی، یہ انقلاب گذرے ہوئے انقلابوں سے بڑھ کر ثابت ہوا، نظریہ بدلا، تعلیم بدلی، مذہب وملت کو بدلنے کی کوشش شروع ہوگئی۔ اور صد افسوس ہے کہ اس عظیم انقلاب کے بعد مسلمانوں نے اس عزم وہمت اور اس فیصلہ کا ثبوت نہیں دیا، جس کی اس وقت ان کو ضرورت تھی اور جس فیصلہ کے بعد کوئی قوم زندہ رہنے کی مستحق ہوتی ہے، نہ اب وہ بزرگ اور علماء کا وہ گروہ ہے جو جان کی بازی لگا کر یہ فیصلہ کرے اور تاریخ کے دھارے کو بدل دے۔

اس انقلاب کو اکیس سال گذر چکے ہیں اور اس مدت میں روز بروز حالات بگڑتے جا رہے ہیں اور ہمارے سامنے یہی سوال ہے کہ موت یا ایمان، اب آپ ہی بتایئے کہ اس سوال کا جواب کون دے اس کے لئے اسی فیصلہ اور عزم کی ضرورت ہے جو ایک صدی پہلے کیا گیا تھا اور انہیں سرپھروں کی ضرورت ہے جنہوں نے شاملی کے میدان میں جان دی تھی اور جن کی قسمت میں موت یا شہادت نہ تھی، انہوں نے دیوبند جیسی عظیم درسگاہوں کو بنایا اور اپنی ترقی، عزت کو داؤں پر لگا کر مسلمانوں کے اخلاقی اور دینی سدھار کی فکر کی، ایک لحاظ سے اس وقت اور زیادہ عزم اور ہمت کی ضرورت ہے!

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# سچے محبِّ وطن اور ملک دوست

''ہم سچے محب وطن اور ملک دوست اس وقت تک نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ اس ملک کی ساری اچھی اور حسین اور مفید چیزوں پر فخر کرنا اور ان کی حفاظت کرنا اور ان کو زندہ رکھنا اپنا فرض نہ سمجھیں۔ ہندوستانی کنبہ کی ان شخصیتوں کو کیوں خارج کیا جائے جن کا خمیر اس سرزمین سے اٹھا اور جنھوں نے اپنی ساری صلاحیتیں اس ملک کو زرخیز بنانے میں صرف کیں اور پھر اسی سرزمین میں آسودۂ خاک ہیں اور ہم جن کی ہمت وبصیرت سے اپنی زندگی کا چراغ جلا سکتے اور اسکی لو بڑھا سکتے ہیں اور دنیا کی بزمِ کمال میں اونچی جگہ پا سکتے ہیں''۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# خطابِ عام

## دینی تعلیمی کنونشن لکھنؤ

منعقدہ

۱۳/اپریل ۱۹۶۹ء

www.abulhasanalinadwi.org

# ضروری ضمانت

''میں اس سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور اس کو پھر دہراتا ہوں کہ مسلمانوں کا شعار یہ ہے کہ دنیا سے جانے اور رخصت ہونے کے وقت وہ اطمینان کرلے کہ میری اولاد میرے مسلک پر رہے گی' میری ہم عقیدہ ہوگی یا نہیں' یہ سب سے زیادہ ضروری ضمانت ہے جو والدین کو اولاد سے متعلق حاصل ہونی چاہئے''۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات!

دینی تعلیمی تحریک کے متعلق اتنا لکھا اور کہا جا چکا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی کسی نو مولود کیا معنی کبیر السن اور دیرینہ سال تحریکوں کے متعلق بھی اتنا سنجیدہ اور اتنا فکر انگیز لٹریچر تیار نہیں ہوا ہوگا۔ اب کسی نئی چیز کا انکشاف کرنا نہ ضروری ہے اور نہ ممکن ہے، مسئلہ بہت آسان اور عام فہم ہے لیکن بعض چیزیں عام فہم ہونے کی وجہ سے مشکل ہو جاتی ہیں، بعض چیزیں اتنی عام فہم ہوتی ہیں کہ اگر ان کے متعلق اچانک پوچھ لیا جائے کہ فلاں چیز کے کیا معنی ہیں تو آدمی چکر میں پڑ جائے گا۔

اگر کسی مشکل لفظ اور کسی علمی مسئلہ کے متعلق پوچھ لیا جائے تو شاید بہت سے لوگ صحیح اور فوراً جواب دے دیں گے لیکن اگر ہوا کے متعلق پوچھ لیا جائے کہ ہوا کی کیا تعریف ہے؟ زندگی کسے کہتے ہیں؟ ایسی اور بعض باتیں

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں جو روزمرہ ہونے کی وجہ سے ان کے اندر ایک پیچیدگی اور نزاکت پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی لئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک مسلمانوں سے پوچھا کہ آج کون سا دن ہے؟ تو سب چکر میں پڑ گئے' اس لئے کہ سب جانتے تھے کہ یوم عرفہ ہے' یوم عرفہ بھی کوئی پوچھنے اور بتانے کی چیز ہے؟ آپ ؐ نے پوچھا کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ حالانکہ ایک تجربہ ہو چکا تھا پھر بھی لوگ چکر میں پڑ گئے کہ یہ تو ذی الحجہ کا مہینہ ہے اس میں حج ہوتا ہے اور آج خاص حج کا دن ہے پھر آپ ؐ نے پوچھا کہ یہ کون سا شہر ہے؟ تو حالانکہ دو تجربے ہو چکے تھے لیکن پھر چکر میں پڑ گئے یہ تو مکہ ہے اور مکہ کا جوار ہے' اس کے متعلق اللہ کے رسول ؐ اہلِ ایمان اور حج کے مجمع سے کیا پوچھیں گے؟

ہماری دینی تعلیم کیوں ضروری ہے یہ بھی کچھ ایسا ہی مسئلہ بن گیا ہے کسی سے اگر پوچھ لیا جائے تو بہت سے لوگ سمجھیں گے کہ کسی خاص پہلو کے متعلق دریافت کیا گیا ہے۔

حضرات! دینی تعلیم کے متعلق جیسا کہ میں نے کہا اب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کو کرنے کی ضرورت ہے' دینی تعلیم ہمارے لئے ایسے ہی ضروری ہے جیسے کہ ہوا پانی ضروری ہے۔

میں بھی بار بار کہہ چکا ہوں اور میرے محترم رفقاء اور فاضل شرکائے کار اچھی طرح کہہ چکے ہیں اور لکھ چکے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے اتنا بالکل کافی نہیں ہے کہ وہ صرف زندہ رہ جائیں' ملک میں ان کو شہری حقوق حاصل ہوں' یہ دنیا کی کسی دوسری قوم اور فرد کے لئے کافی ہو سکتا ہے لیکن مسلمانوں کے لئے کافی نہیں۔

مسلمان کے لئے یہ بالکل کافی نہیں کہ کوئی اس کو گالی نہ دے' کوئی اس کو مارے پیٹے نہیں' کوئی راستے گلی میں اس کی عزت نہ لے لے' اس کے تعلیم یافتہ اور مستحق لڑکوں کو نوکری مل جائے محض مذہب اور قومیت یا نسل کی بناء پر کوئی اس کو دھوکا نہ دے دے اور جو شہری حقوق اور شہری آزادی کا مفہوم ہے اور جو شرائط ہیں وہ سب پورے ہوں۔

مسلمان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی آئندہ نسل اور اس کے بچے اسی کے مذہب وعقیدہ اور مسلک پر ہوں اس کو یہ اطمینان حاصل کرنا زندگی میں بھی ضروری ہے اور دنیا سے رُخصت ہوتے وقت بھی ضروری ہے۔

کئی مرتبہ میں نے یہ آیت آپ کے سامنے پڑھی ہے: (ترجمہ)

"کیا تم اس وقت موجود تھے (حالانکہ سب جانتے ہیں کہ ہم اس وقت موجود نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے) جب حضرت یعقوبؑ کا دم واپسیں تھا تو انہوں نے اپنے سب لڑکوں کو جمع کیا اور کہا کہ "میرے بیٹو' پوتو! تم یہ تو بتادو کہ میرے بعد کس کی پرستش کرو گے؟ (یہ نہیں کہا میرے بیٹو! میرے جگر کے ٹکڑو! تم کیا کھاؤ گے؟ اور اتحاد کے ساتھ رہو گے یا نہیں؟ ایک تو بہت پست سطح تھی پوچھنے اور وصیت کرنے کی کہ کیا کھاؤ گے؟ دوسری اس سے اونچی سطح تھی کہ یہ کہا جائے کہ مل جل کر رہو گے' صلح صفائی سے رہو گے' آپس میں لڑو گے نہیں' شریفوں کی طرح رہو گے۔ اس سے اونچی سطح یہ تھی کہ میرے ورثے' خصوصیات اور گھر کی روایات کی حفاظت کرو گے۔ گھر کی بڑی مقدس اور قابل احترام روایات تھیں۔ کون سا گھرانا تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گھرانا تھا لیکن حضرت یعقوبؑ

www.abulhasanalinadwi.org

نے ان میں سے کوئی بات نہیں پوچھی، صرف یہ پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ تم پرستش کس کی کروگے؟) انہوں نے کہا والد محترم! یا جد محترم! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، آپ کے بزرگ، آپ کے اکابر، آپ کے اسلاف حضرت ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ واسحٰقؑ علیہم السلام (ایک آپ کے باپ، ایک آپ کے چچا، ایک آپ کے دادا) یہ تینوں ہمارے صحیح مورث ہیں اور صرف دنیاوی اور خاندانی روایات کے مورث نہیں بلکہ ہمارے عقیدے اور مسلک کے بھی بانی ہیں، داعی ہیں، انہوں نے جس کی پرستش کی۔ پھر اس پر بھی انہوں نے اکتفا نہیں کیا جن کی انہوں نے پرستش کی یہ بھی ایک طرح سے جاہلی قوموں کا جواب تھا کہ اپنے بزرگوں کے معبودوں کی پرستش کریں گے اپنے بزرگوں کے طریقے پر رہیں گے یہ تو جاہلی قوموں اور اسلاف پرست قوموں کا شیوہ ہے بلکہ انہوں نے یہ بھی کہا اس لئے کہ یہ زیادہ صحیح اور عام فہم جواب تھا کہ آپ کے باپ چچا اور دادا جس پاک ہستی کی عبادت کرتے تھے ہم بھی اسی کی عبادت کریں گے اور پھر تصریح کردی "اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ" جو اکیلی ذات ہے، ایک ہی تنہا عبادت کا مستحق ہے، ہم سب اس کے فرمانبردار اور اسی کے سامنے سر جھکانے والے ہیں۔

میں اس سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور اس کو پھر دہراتا ہوں کہ یہ ہے مسلمان کا شعار کہ دنیا سے جانے اور رخصت ہونے کے وقت وہ یہ اطمینان کرلے کہ میری اولاد میرے مسلک پر رہے گی، میری ہم عقیدہ ہوگی یا نہیں یہ سب سے زیادہ ضروری ضمانت ہے جو والدین کو اپنی اولاد سے متعلق حاصل ہونی چاہیے۔

ہندوستان میں یہ بات بہت مشکوک ہوگئی ہے کہ ہماری اولاد

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کی اولاد مسلمانوں کے مسلک پر یعنی مسلکِ توحید، مسلکِ ابراہیمی اور مسلکِ اسلام پر قائم رہے گی۔ ہم صاف صاف کہتے ہیں جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے جواب دیا تھا ہم یہ نہیں کہتے کہ مسلکِ آباء پر۔ بزرگوں کے مسلک کی ہمارے نزدیک کوئی تقدیس نہیں جب تک کہ وہ صحیح نہ ہو۔ بزرگوں کے مسلک پر نہیں بلکہ بزرگوں والے مسلکِ توحید پر اور مسلکِ ابراہیمیت پر قائم رہے، اس کی ضمانت، اس کا اطمینان اور اس کا تحفظ ضروری ہے۔

یہ دینی تعلیمی کونسل کی تحریک جو ہندوستان کے ایک چھوٹے سے مقام (بستی) سے بلند ہوئی اس کا پیغام یہی ہے کہ اس وقت کے مسلمان صرف اپنے بچوں کے کھانے پینے کو، عزت کے ساتھ رہنے کو، شہری حقوق حاصل ہونے کو کافی نہ سمجھیں بلکہ یہ بھی ضروری سمجھیں کہ ان کے صحیح دین ومسلک پر جس کے متعلق ان کا عقیدہ ہے اور ہم صاف اس کا اعلان کرتے ہیں کہ "ان الدین عند الله الاسلام" اللہ کے یہاں جو دین معتبر ہے، جو مسلک اس کے یہاں معتبر ہے وہ ہے اسلام یعنی وہ مخصوص دین جس کو لے کر خدا کے پیغمبر آئے اور آخری طور پر آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم اسی کو دین حق سمجھتے ہیں اور اسے دین مقبول سمجھتے ہیں، اسے نجات دہندہ دین سمجھتے ہیں اور ضروری سمجھتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس دولت سے سرفراز فرمایا، ہماری آئندہ نسلوں کو بھی قائم رکھے۔ ہمارے نزدیک زندگی کی قدر و قیمت اسی وقت ہے، اسی وقت زندگی عزیز، قابل حفاظت، موجب شکر اور قابل فخر ہے جب کہ وہ اس عقیدہ کے ساتھ وابستہ ہو جب یہ دونوں

www.abulhasanalinadwi.org

حقیقتیں ایک ساتھ مل جائیں، اصل حقیقت، ایمان کی حقیقت اور ایمان خلا میں نہیں ہوتا، اس کے لئے زندگی چاہیے۔ ایک زندہ انسان صاحب ایمان، یہ دو شرطیں ہیں، اگر یہ نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس مرادآباد

منعقدہ

۱۴/۱۵/جون ۱۹۶۹ء

www.abulhasanalinadwi.org

# سب سے زیادہ محرک وطاقتور جذبہ

"دینی تعلیمی جدوجہد کے ساتھ مسلمانوں نے اپنے اوپر زیادہ حق سمجھ کر ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں اپنی تعداد کے تناسب اور اپنی اقتصادی خستہ حالی اور سیاسی پسماندگی سے بے پرواہ اور نتائج وعواقب سے بے نیاز ہو کر حصہ لیا اور حسب توقع جلد ہی اس تحریک کے افسردہ جسم میں اپنا جوش وخروش اور نئی حرارت وتپش پیدا کر دی۔ جو جذبہ سب سے زیادہ محرک وطاقت ور تھا اور جوان کو تدریس کے حلقوں اور خانقاہوں کے حجروں سے باہر لایا تھا وہ یہ تھا کہ اس ملک کی آزادی کے بعد ان کو اپنی دینی وذہنی امنگوں کی تکمیل کا موقع ملے گا۔ اپنی آئندہ نسلوں کو اپنے عقیدہ کے مطابق ڈھالنے اور پروان چڑھانے کی آزادی میسر ہوگی"۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات!

ہماری پہلی دینی تعلیمی کانفرنس بستی میں ۳۰/۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء کو ہوئی، اس موقع پر نہ صرف یہ کہ عصر حاضر کے تقویم کے دو سال گلے مل رہے تھے اور سال کہن سالِ نو کو اپنی ذمہ داریوں اور غیر مختتم کاموں کی امانت سپرد کر رہا تھا بلکہ ہندوستان کی ملّتِ اسلامیہ کے اکثر و بیشتر اہلِ درد و اصحابِ فکر و ملت کے درد اور تلخ کامی کے احساس کے ساتھ مشورہ اور تبادلۂ خیال میں مصروف اور ملت کی حفاظت و خدمت کے لئے شیر و شکر اور ایک جان دو قالب ہو رہے تھے، اسی مبارک اجتماع سے ''دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش'' کا وجود عمل میں آیا اور ایک منزل کے مختلف اور متفرق مسافر نیا قافلہ بنا کر نئے عزم و حوصلہ نئی صدائے جرس اور نئے بانگِ درا کے ساتھ منزل کی طرف رواں دواں ہوئے اس قافلے کے مسافروں کا شروع سے عقیدہ اور اصول تھا کہ

نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی
حُدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

حضرات!

ہندوستان کی ملت اسلامیہ نے بارہا وسیع عالم اسلام کی دست گیری و چارہ سازی کی ہے اس نے متعدد بار ملت اسلامیہ کے خستہ و شکستہ جسم کو نیا خون اور نئی توانائی اور اس کے تھکے ہوئے دماغ کو تازگی اور شادابی اور اس کے علم و فن کے چراغ کو نیا تیل بتی اور نئی تابانی اور درخشانی عطا کی ہے اس نے اس کے لئے کئی بار علمی اجتہاد اور نئی دینی تجدید کے دروازے کھولے ہیں اس نے صرف دین و شریعت ہی نہیں جس میں سب کا برابر کا حصہ ہے بلکہ عربی زبان و ادب کو بھی چار چاند لگائے ہیں۔ اور عجمی نژاد ہونے کے باوجود اس نے عربی لغت میں بھی عربوں کی رہنمائی و استادی کا فرض انجام دیا ہے۔ وہ تاتاریوں کے وحشیانہ حملوں کے پُرآشوب دور میں عالم اسلام کی واحد پناہ گاہ اور اہلِ کمال کا ملجأ و ماویٰ رہی ہے۔ اس نے اپنے اپنے دور میں بغداد قرطبہ اور شیراز و یمن کی ہمسری کی ہے اس کی اسلامی غیرت دینی حمیت اخلاقی استقامت ثبات و استقلال جرأت و جانبازی ایثار و فیاضی اور عشق رسولؐ کے چرچے تاریخ کے صحیفوں مدرسہ و خانقاہ کے حجروں اور مکہ مدینہ کی گلیوں میں رہے ہیں۔ اس کے اساتذۂ کبار اور علمائے نامدار کی طرف رجوع جامعہ ازہر کے علماء کا شعار اور طلبہ کا سرمایہ افتخار رہا ہے اس کے باکمال اور صاحب ایثار علماء و وزراء کی تعریف کے نغمے اور دعا کے زمزمے صدائے لبیک کی طرح مکہ کے کوچہ و بازار میں گونجے ہیں اس کی آنکھ عالم اسلام کے ہر حادثہ پر خون کے آنسو روتی اور یہ

www.abulhasanalinadwi.org

ملت عالم اسلام کے ہر کنبہ وگھرانہ کی حفاظت کے لئے جسم وجان نچھاور کرتی رہی ہے۔ اس سے نہ صرف ماضی کی عظمت پیوستہ' تاریخ کی آبرو قائم' بلکہ مستقبل کی بھی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں' اقبالؔ نے نصف صدی پیشتر' ہندی ملت اسلامیہ کے ذہنی تفوق کا اعلان جس انداز میں کیا تھا اس کو محض شاعرانہ مبالغہ اور نسلی تعصب پر محمول نہیں کیا جاسکتا' بلکہ وہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کی صداقت بارہا آشکارا ہوئی۔

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی ذہنِ ہندی' نطق اعرابی

یہ ملت اسلامیہ پہلی مرتبہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے وقت ایسے امتحان سے دوچار ہوئی جس میں اس کی جرأت اور قوت فیصلہ کا بھی امتحان تھا اور اس کی ذہانت اور زندگی کی صلاحیت کا بھی' وہ یہ کہ ملت نامساعد بلکہ مخالف حالات کے اندر حاکمانہ وسائل ومواقع سے محروم رہتے ہوئے اور حکومت کی بے تعلقی وغیر جانب داری ہی نہیں بلکہ ایک حد تک بدگمانی اور مخالفت کے ساتھ بھی اپنے ملی وجود کو قائم' اپنی اجتماعی شخصیت کو (جو کسی ملت اور ہم عقیدہ گروہ کے لئے وہی حیثیت واہمیت رکھتی ہے جو ایک فرد کے لئے اس کی انفرادی شخصیت) برقرار اور اپنی دینی وذہنی' معاشرتی وتہذیبی خصوصیات' اپنے لسانی وثقافتی سرمایہ اور اپنے علمی وتعلیمی اداروں کو محفوظ اور زندہ رکھ سکتی ہے؟ یہ ایک نہایت جلی وروشن اور طویل وعریض علامتِ استفہام تھی جو انیسویں صدی کے انقلاب ہندوستان کے مؤرخ نے جو قوموں کے عروج وزوال کے فلسفہ سے ناآشنا اور ملل واقوام کی اندرونی صلاحیتوں اور باطنی سرچشموں سے ناواقف تھا اور جس نے ملت اسلامیہ کی

www.abulhasanalinadwi.org

ایک ہی صلاحیت کا اس وقت تک تجربہ کیا تھا کہ وہ حاکمانہ اقتدار اور معتدل و موافق حالات میں اپنے شعار و شریعت اور اپنی زبان و ثقافت کی کامیابی کے ساتھ حفاظت اور اس میں اضافہ و ترقی کرتی ہے، ہندی مسلمانوں کی تاریخ کا ایک ورق الٹتے ہوئے نئے صفحہ پر ایک ایسے انداز سے ثبت کی جس میں شک و شبہہ، تذبذب و تردد زیادہ تھا اور اعتماد و اطمینان کم، مسلمان مورخین کا قلم، جن کا اس ملت کے ساتھ محض علمی و عقلی نہیں بلکہ قلبی و جذباتی تعلق بھی تھا، اس موقع پر لغزش و لرزش سے محفوظ نہ رہ سکا، انہوں نے ڈرتے ہوئے دل اور کانپتے ہوئے ہاتھ سے یہ سوالیہ نشان تاریخ کے صفحات پر ثبت کیا، اس اضطرابی کیفیت کو آپ شہر آشوب کی نظموں، ملی مرثیوں کے اشعار سے لے کر مسدس حالی کے صفحات تک دیکھ سکتے ہیں، یہ پہلا تجربہ تھا جو عالم اسلام کے وسیع رقبہ میں ہندوستان کی سرزمین پر ہونے جا رہا تھا، عالم اسلام کے کسی گوشہ میں اس وقت تک مسلمان اقتدار و بالادستی سے اس طرح یکسر محروم اور ایک نئی تہذیب اور ایک نئے تعلیمی نظام سے اچانک اس طرح آشنا نہیں ہوئے تھے، جس طرح ہندوستان کے مسلمان اور نہ کہیں مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد یکجا آباد اور نہ اتنی سیاسی و لسانی، مذہبی و تہذیبی پیچیدگیوں اور مشکلات سے دوچار تھی جتنی یہاں، کسی ملت کی ذہانت و صلاحیت کا اتنا بڑا امتحان مشکل سے پیش آیا ہوگا جیسا ہندی مسلمانوں کو اس دور میں پیش آیا۔

۵۷ء کے بعد کے چند سال حالات کا حقیقت پسندانہ جائزہ لینے اپنے حواس کو یکجا کرنے اور فاتح قوم کی اس ہیبت و رعب کے دور کرنے میں صرف ہوئے، جو ہر ایسے انقلاب سلطنت کے وقت بڑی سے بڑی مفتوح قوم کو پیش آیا کرتے ہیں، یہی وہ دور تھا جس میں فرنگیوں کے مافوق

www.abulhasanalinadwi.org

الفطرت ہونے کا خیال، مستقبل سے یکسر مایوسی اور حالات کے سامنے سپر اندازی کی تلقین ہم کو ہندوستانی مسلمانوں کے شعر و ادب اور تصنیف و تالیف میں نظر آتی ہے لیکن بہت جلد اس ملت کے رہنما اور قائدین نے جن میں بڑی تعداد علماء و اہل قلوب کی تھی یہ فیصلہ کیا کہ ان کو تاریخ کے اس چیلنج کو قبول کرنا ہے اور اس ملک میں اپنے عزم و یقین، اپنے جذبۂ ایثار، اپنے نظم و اتحاد، اپنی ذاتی قربانیوں اور اپنی مہم جوئی اور اولوالعزمی سے اپنے ملی وجود اور اجتماعی شخصیت کو اپنی تہذیبی و معاشرتی خصوصیات کو، اپنے زبان و ادب کے سرمایہ کو اپنے علمی و دینی اداروں کو نہ صرف محفوظ بلکہ پھلتا پھولتا رکھنا ہے۔ آپ ۵۷ء اور اس کے بعد کے ان مہیب اور تیرہ و تار سالوں اور مہینوں کا تصور کیجئے جب کسی ادنیٰ اسلامی شعار کے وجود اور کسی دور کی تہمت پر لوگوں کو درختوں پر چڑھا کر پھانسیاں دے دی جاتی تھیں۔ لاکھوں کی جائدادیں ضبط کر کے گلزار محلوں اور پرشور محلّوں پر ہل چلوا دیئے جاتے تھے، کروڑوں کے اوقاف جن سے مدارس اور خانقاہوں کو زندگی نصیب تھی، ضبط ہو گئے تھے عیسائیت کی علمی تنقید اور اسلام کے دفاع کے جرم میں لوگوں کو ترک وطن کر کے بلد امین میں پناہ لینی پڑی تھی، ملازمتوں کے دروازے تعلیم یافتہ مسلمانوں پر اس طرح بند کر دیئے گئے تھے اور ان کو اس طرح بے روزگاری، فاقہ کشی اور دریوزہ گری پر مجبور کیا گیا تھا، مسلمانوں کے ساتھ ہر شعبۂ زندگی میں ایسا امتیازی سلوک کیا جاتا تھا اور ان کو تدریجی طور پر ایسا مفلوج بنایا جا رہا تھا اور ایک ذلیل قوم میں ایسا تبدیل کیا جا رہا تھا کہ خود انگریز اہل ضمیر اور اہل قلم اس پر خاموش نہ رہ سکے اور ہندوستانی مسلمانوں کے ایک شدید معاند ڈاکٹر سر ولیم ہنٹر نے بھی اس صورت حال کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی،

www.abulhasanalinadwi.org

اس زمانہ میں جب بیک وقت شدید سیاسی، ذہنی اور معاشی بحران سے مسلمان دوچار تھے اور بظاہر یہ ملت ایک جاں کنی کی حالت میں مبتلا تھی، ملت کے قائدین کا یہ فیصلہ کہ وہ اس ملک میں جہاں بہتری کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے اور جب ان پر زندگی کے سب دروازے بند ہو رہے تھے وہ اپنے ملی وجود ہی کو نہیں، بلکہ اپنی زبان وثقافت اور اداروں کو بھی محفوظ رکھیں گے، کتنا عظیم فیصلہ تھا اور وہ ان سے کس درجہ کی جرأت اور کس درجہ کی ذہانت کا طالب تھا، یقیناً وہ ان نتائج سے بے خبر نہ تھے جو ان کو اس کام کی تکمیل میں پیش آنے والے تھے، انہوں نے اپنی سلامتی، خوش حالی، اپنی اولاد کے مستقبل اور اپنی ملت کی دنیاوی سربلندی، ہر چیز کو داؤں پر لگا دیا تھا اسی مقدس گروہ کے ایک مقتدر فرد مفتی صدر الدین خاں آزردہ جنہوں نے آفت رسیدہ اور خزاں دیدہ دہلی میں محض اپنی ذات سے نصف صدی تک علوم اسلامیہ کی شمع روشن رکھی، اس عزم وفیصلہ کو جس خوبی سے بیان کیا ہے اس نے اس شعر کو اردو کے منتخب ترین اور چیدہ ترین اشعار میں جگہ پانے کا مستحق بنا دیا ہے، میں اس کو محض غزل کا ایک عمدہ شعر ماننے کے لئے تیار نہیں وہ ملت اسلامیہ کے ان مبارک قائدین کے ایک عہد ومیثاق اور اس دور کے مسلمانوں کے لئے منشور زندگی کی حیثیت رکھتا ہے وہ فرماتے ہیں:

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

ملتِ ہندی کے صاحب نظر اور صاحب دل رہنما کفن بردوش میدان میں آئے اور عشق کا یہ سودا شروع کیا اور بادِ صرصر کے ان تیز جھونکوں میں انہوں نے نہ صرف دینی تعلیم، اسلامی شخصیت کی تعمیر اور

www.abulhasanalinadwi.org

اسلامی دل و دماغ کی تشکیل کی، مشعل روشن کی بلکہ ان علوم اسلامیہ کے چراغ بھی جا بجا جلائے جو مفلس کے چراغ کی طرح مغلوں کے دور آخر اور ملتِ اسلامیہ کے سیاسی عروج و اقبال کی شام ہی سے بجھے بجھے نظر آ رہے تھے اور جن کے روغن و فتیلہ کا سرمایہ و اثاثہ عرصہ سے ختم ہو رہا تھا' انہوں نے نہ صرف پرانے چراغ روشن رکھے بلکہ نئے چراغ بھی جلائے' ان کے جلائے ہوئے نئے چراغ حق یہ ہے کہ اپنی تابانی و درخشانی اور ضوفشانی و نور افشانی میں ان پرانے چراغوں سے بھی بڑھ گئے۔ جن کے روغن و فتیلہ کا اہتمام شاہان مغلیہ' وزرائے سلطنت اور امرائے نامدار نے اپنے ذمہ لیا تھا اور جن کے لئے پورے پورے مواضعات اور بیسیوں گاؤں وقف تھے' اسی دور میں مدرسہ عربیہ دیوبند جو بعد میں دارالعلوم دیوبند کے نام سے شہرۂ آفاق ہوا' قائم ہوا' جس کی مثال (اپنی وسعت و آفاقیت' طلباء و فضلاء کی کثرت میں) مسلمانوں کے دور سلطنت اور اس کے عہد عروج و اقبال میں بھی نہیں ملتی' درس نظامی کی بنیاد اگرچہ ملا نظام الدین کے مضبوط و مقبول ہاتھوں سے ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے پڑ چکی تھی لیکن ان کا یہ نظام شمسی ۵۷ء کے انقلاب کے بعد بھی نئے نئے سیارے عطا کرتا رہا اور فرنگی محل کی ٹکسال برابر نئے نئے سکے ڈھالتی اور علم و فن کے قلمرو میں ان کو جاری کرتی رہی' فخر المتاخرین مولانا عبدالحی فرنگی محلی کا حلقۂ درس جس میں ڈھاکہ اور چاٹ گام سے لے کر ہرات و بخارا تک کے علماء و فضلاء ہوتے تھے اسی دور کی یادگار ہے' سہارن پور کا مدرسہ مظاہر العلوم' غازی پور کا چشمۂ رحمت' جونپور کا مدرسہ حنفیہ' پھر آخر میں لکھنؤ کا دارالعلوم ندوۃ العلماء جس نے ایک بین الاقوامی حیثیت اختیار کر لی اسی دور کے

علماء کی اولوالعزمی اور اسی عہد کے مسلمانوں کے دینی جذبہ کی یادگار ہے۔

نہ صرف مدارس کی شکل میں بلکہ باکمال شخصیتوں کے قالب میں بھی مردم خیزی اور آدم گری کے میدان میں بھی جو کسی ملت کی اہلیت و صلاحیت اور استحقاق زندگی کی واضح ترین علامت اور بہترین ضمانت ہے' اس ملت نے اپنے تفوق کا اظہار کیا' اسی دور میں علوم اسلامیہ کے دائرہ میں اور اصلاح وجدوجہد کے میدان میں مولانا محمود حسن دیوبندی (جن کو بالآخر عرب و عجم نے شیخ الہند کے نام سے یاد کیا) جیسی صاحب عزم شخصیت' مولانا اشرف علی تھانوی جیسے فقیہ و مصلح' مولانا انور شاہ کشمیری جیسا محدث و عالم' مولانا سید حسین احمد مدنی جیسا مجاہد و شیخ' مولانا محمد الیاس کاندھلوی جیسا داعی الی اللہ اور صاحب یقین' مولانا شبلی جیسا مؤرخ و نقاد' مولانا سید سلیمان ندوی جیسا سیرت نگار و متکلم' مولانا محمود حسن خاں ٹونکی جیسا رواں قلم اور شاداب رقم پیدا ہوا۔ اسی دور میں دینی علوم سے لے کر تاریخی و ادبی موضوعات پر اور عربی سے لے کر اردو تک متعدد ایسی تصنیفات ہندی علماء کے قلم سے نکلیں جو یگانہ و منفرد حیثیت رکھتی تھیں اور جن کا ترجمہ دوسری اسلامی زبانوں میں ضروری سمجھا گیا۔

اسی ۱۸۵۷ء کے بعد علی گڈھ کے مدرسۃ العلوم کی بنیاد پڑی جس نے بعد میں مسلم یونیورسٹی کے نام سے عالم گیر شہرت حاصل کی' یہ اس عہد کے مسلمانوں کی قوت ارادی' صلاحیت کار اور ذہانت کا ایک درخشاں نمونہ ہے' ان تمام پہلوؤں کے ساتھ جن سے کسی صاحب نظر کو اختلاف ہوسکتا ہے اور جن میں قدرتی طور پر تنقید کی گنجائش ہے' واقعہ یہ ہے کہ کسی ملک کے مسلمانوں نے ایسے نازک حالات میں مسلم یونیورسٹی جیسا تعلیمی اور فکری

www.abulhasanalinadwi.org

مرکز قائم کر کے اپنی قوت عمل، اپنی بلند نگاہی اور اپنی ذہانت کا ایسا ثبوت پیش نہیں کیا جیسا کہ پامال و شکستہ حال ہندی مسلمانوں نے عین ۵۷ء کے ہمہ گیر انقلاب کے بعد کیا، یہ درس گاہ مسلمانوں کے لئے صرف ایک تعلیمی مرکز کی حیثیت نہیں رکھتی تھی بلکہ ان کی آرزوؤں کا نشیمن، ان کی امنگوں کی جولان گاہ، ان کے شاہین اور عقاب صفت نوجوانوں کی ذہانتوں اور حوصلہ مندیوں کی بازی گاہ اور ان کے فرزانہ اور دیرینہ سال صاحب تمکنت و باوقار قائدین کا مرکز رہا ہے، جنہوں نے یہاں بیٹھ کر نہ صرف ملت کی تعلیمی سربراہی بلکہ سیاسی رہنمائی بھی کی ہے پھر بالآخر محمد علی جیسے درویش سیرت قلندر صفت رہنما نے ثابت کر دیا کہ

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

پھر اسی نسل میں اقبال جیسا شاعر و مفکر، حسرت و جگر جیسے غزل گو، ظفر علی خاں جیسا ذہین و قادر الکلام، ابوالکلام جیسا جادو بیاں و سحر طراز، عطاء اللہ شاہ بخاری اور بہادر یار جنگ جیسے خطیب و شیوہ بیان اور کتنے ایسے اہل کمال پیدا ہوئے جن کی نظیر اس عہد میں دوسرے اسلامی ملکوں میں ملنی مشکل ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ۵۷ء کے بعد ہندوستان کی ملت اسلامی نے نہ صرف اپنی زندگی کا تسلسل قائم رکھا، بلکہ اپنی توانائی اور نمو و شادابی کا بھی ثبوت دیا، اس نے نہ صرف زندگی کا استحقاق ثابت کیا بلکہ یگانہ و بیگانہ کو اپنی عظمت کے اعتراف اور اپنی ذات کے احترام پر بھی مجبور کیا، اس کے اہل قلوب نے اپنی ہی نہیں بلکہ دوسروں کے دلوں کی انگیٹھیوں کو

www.abulhasanalinadwi.org

بھی گرم رکھا، اس کے اہل دماغ نے اپنے ہی بچوں کے دماغوں کو نہیں ملت کے فرزندوں کے دماغوں کو بھی روشن کیا، اس کے اہل ثروت نے اپنے ہی گھروں کے چولھے اور چراغوں کو روشن نہیں کیا بلکہ مکتبوں اور مدرسوں اور قومی خدمت کے اداروں کی زندگی و تابندگی کو اپنی امنگوں کی تکمیل، اپنی تفریحات کی رونق اور اپنی تقریبات کی شان وشوکت میں مقدم رکھا، مدرسۃ العلوم علی گڈھ سے لے کر مدرسہ عربیہ دیوبند تک اور خلیج بنگال سے لے کر وادیٔ کشمیر تک ہر جگہ آپ کو اس طبقہ کی علم پروری، حق پرستی اور اولوالعزمی و دریادلی کی مثالیں ملیں گی، اسی دور میں ہر صوبہ کے مسلمانوں نے تعلیمی انجمنیں قائم کیں جن میں غیر منقسم ہندوستان کی انجمن حمایت اسلام لاہور اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈھ اور ندوۃ العلماء لکھنؤ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، وسیع یا محدود اندازہ کے مطابق ایک اہم اسلامی خدمت سمجھ کر تقریباً ہر بڑے شہر میں اسلامیہ اسکول اور اسلامیہ کالج قائم کیے اور کہیں کہیں مسلم ہوسٹلوں کی بنیاد بھی ڈالی، بہت سے جوانوں نے اور بہت سے سن رسیدہ بزرگوں نے اپنی عمریں ان اداروں کی خدمت اور گھر گھر تعلیمی پیغام پہونچانے کے لئے نذر کیں، جامعہ ملیہ اسلامیہ اسی دور کی یادگار ہے جس کے لائق اساتذہ کا ایثار اور نوجوان کارکنوں کی قربانیاں آسانی سے بھلائی نہیں جاسکتیں، انجمن ترقی اردو دہلی، دارالمصنفین اعظم گڈھ، ندوۃ المصنفین دہلی اور دارالترجمہ اور دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد، یہ سب اس عہد کے مسلمانوں کے علمی شغف، تنظیمی صلاحیت اور عملی جدوجہد کے نمونے ہیں جن کا تذکرہ کرنے میں ہم نے بہت اختصار اور انتخاب سے کام لیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس دینی و تعلیمی جدو جہد کے ساتھ مسلمانوں نے اپنے اوپر زیادہ حق سمجھ کر ہندوستان کی آزادی کی جدو جہد میں اپنی تعداد کے تناسب اور اپنی اقتصادی خستہ حالی اور سیاسی پسماندگی سے بے پرواہ ہو کر اور اپنے ملی مزاج کے مطابق نتائج و عواقب سے بے نیاز ہو کر حصہ لیا اور حسب توقع جلد ہی اس تحریک کے افسردہ جسم میں اپنا جوش و خروش اور نئی حرارت و تپش پیدا کردی، اس وقت اس تحریک کی قیادت یا تو علماء دین کے ہاتھ میں تھی یا ان قائدین کے ہاتھ میں جو اپنے طرز پر سوچتے تھے، تحریک خلافت اس کی بہترین مثال ہے، ان رہنماؤں کے لئے جو جذبہ سب سے زیادہ محرک و طاقت ور تھا اور جو ان کو تدریس کے حلقوں اور خانقاہوں کے حجروں سے باہر لایا تھا وہ یہ تھا کہ اس ملک کی آزادی کے بعد ان کو اپنی دینی و ذہنی امنگوں کی تکمیل کا موقع ملے گا اور ایک آزاد ملک میں ان کو اپنی آئندہ نسلوں کو اپنے عقیدہ، اپنے مسلک زندگی اور اپنے پسندیدہ طریقہ کے مطابق ڈھالنے اور پروان چڑھانے کی آزادی میسر ہوگی، جن اداروں کو انہوں نے سینہ سے لگا لگا کر اور دامن میں چھپا چھپا کر ابھی تک قائم رکھا ہے اور جنہوں نے آزادی کی اس جنگ میں قائدانہ کردار ادا کیا ہے ان کو اب وہ فخر و اعتماد کے ساتھ قائم بھی رکھ سکیں گے اور ترقی بھی دے سکیں گے اور ایک آزاد و باعزت قوم کی طرح جو اس ملک کے تمام دستوری سہولتوں اور آزادیوں کی مستحق ہے، اپنی پسند اور اپنی ضرورت کے تعلیمی مرکز قائم کر سکیں گے، اس لئے کہ ان مسلمان سیاسی رہنماؤں اور تحریک آزادی کے سپاہیوں اور رضا کاروں کے عقیدہ میں یہی آزادی کا اصل مفہوم اور غلامی کے دور کے خاتمے کی علامت اور زندگی کی حقیقی لذت و عزت تھی، مجھے اس بارے میں ذرا بھی تردد نہیں کہ

اگر آزادی کی جدوجہد کے آغاز میں مسلمانوں کو اس بارے میں ذرا بھی شبہ ہوجاتا کہ ان کو اپنی جائز اور فطری امنگوں کی تکمیل کا موقع نہیں ملے گا اور ان کو اپنے دینی واعتقادی، لسانی وثقافتی اور تہذیبی ومعاشرتی تسلسل کو برقرار رکھنے میں وہ سہولت بھی حاصل نہ ہوگی جو انگریزوں کے دورِ غلامی میں حاصل تھی تو ان کے جذبات افسردہ، ان کے حوصلے پست اور ان کے دست و بازو شل ہوجاتے، اس لئے کہ جہاں تک مسلمان کا تعلق ہے اس کے نزدیک اپنی آزادی، تہذیب ومعاشرت کے تحفظ اور ان سرچشموں کی بقاء کے بغیر جن سے مسلمان نسل کی اجتماعی شخصیت شادابی حاصل کرتی ہے کوئی معنی نہیں رکھتی؛ جن لوگوں نے جاہلیت اور اسلام کے فرق، ہجرت کے احکام ومسائل اور اس کے موجبات ومحرکات، اسلام میں علم کی فرضیت اور اس کی تقدیس کے وجوہ پر ذرا بھی غور کیا ہے وہ اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ کسی ماحول کے آزاد وغیر آزاد ہونے اور کسی ملک میں مسلمانوں کے باعزت اور اسلامی طریقہ پر رہنے کا کیا معیار ہے؟

لیکن حصول آزادی اور تقسیم ملک کے بعد وہ حالات پیش آئے جو کم از کم تحریک آزادی کے مسلمان قائدین اور سیاسی رہنماؤں کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھے، میری مراد یہاں کشت وخون اور ان فسادات سے نہیں ہے جن کو حکومت وصحافت کی زبان میں فرقہ وارانہ فسادات سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ یہ ایک مریض معاشرے کی سرسامی کیفیت ہے جس میں زیادہ دن باقی رہنے کی صلاحیت نہیں اور کوئی جمہوری ملک بھی اس کو زیادہ دن برداشت نہیں کرسکتا، اصل مسئلہ جان کا نہیں ایمان کا ہے جو مسلمان کو زیادہ عزیز ہے، اس ایمان کے تحفظ اور تسلسل کے لئے موہوم

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں فرضی اور مبالغہ آرائی نہیں، حقیقی اور سنجیدہ خطرات پیدا ہو گئے ہیں۔ بہت سے مذاہب کے برخلاف اسلام ایک سوچے سمجھے عقیدہ، ایک فیصلہ و ارادہ کے ساتھ اختیار کئے ہوئے طریقۂ زندگی، تسلیم وقبول کئے ہوئے چند حقائق ذات وصفاتِ الٰہی کی اجمالی ہی سہی لیکن پیغمبروں کی تعلیم اور بالخصوص دنیا کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین کے مطابق علم و معرفت، توحید رسالت و آخرت کی خالص اسلامی عقیدہ پر ایمان لائے بغیر نہ وجود میں آسکتا ہے نہ باقی رہ سکتا ہے، اس بناء پر مسلمان کے لئے سب سے زیادہ جس بات کا اطمینان حاصل کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ کیا اس کے اور اس کی آئندہ نسلوں کے لئے وہ ماحول باقی رہے گا جس میں وہ اس عقیدہ کے مطابق زندگی گذار سکے اور اس کو اپنی آئندہ نسل تک منتقل کر سکے؟

قرآن مجید میں کئی جگہ یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ خدا کے پیغمبروں نے دنیا سے جانے سے پہلے اس کا انتظام بھی کیا کہ ان کی اولاد ان کی دعوت و مسلک پر قائم رہ سکے اور اس کے لئے انہوں نے بڑے سے بڑے اہتمام جو اس دنیا میں ممکن ہیں اس سے دریغ نہیں کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اس ملت کے مورث اعلیٰ ہیں۔ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ کا واقعہ اس بارے میں ہر مسلمان کے لئے مشعلِ راہ ہے، انہوں نے اس مقصد کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں کیں، کیسے دور رس انتظامات کئے، کس طرح خانۂ خدا اور ایک خالص ایمانی فضاء کی داغ بیل ڈالی اور کس طرح اپنے کنبے کے لئے شرک وبدعت کے ہر خطرہ کو دور کیا اور اس کے ہر روزن کو مسدود کیا۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْراً مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اے میرے پروردگار ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کردیا ہے پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے اور جو شخص میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت اور کثیر الرحمہ ہیں۔

کا نعرہ بلند کیا کس طرح ان کو اپنا مقصد زندگی اور مرکز زندگی یاد دلانے کے لئے سب آستانوں سے اٹھا کر ایک آستانہ پر ڈال دیا:

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (ابراہیم)

اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں اے ہمارے رب تا کہ وہ نماز قائم کریں۔

پھر اس سب کے بعد بھی ان کو اطمینان نہیں ہوتا اور دم واپسیں کے وقت کہ جب آدمی کو کچھ یاد نہیں رہتا' ان کو یہی لو لگی ہے کہ وہ اسی دین پر قائم رہیں اور اسی پر جئیں اور مریں۔

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ يَا بَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (بقرہ۔۱۴)

اور ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی اور یعقوبؑ نے بھی (اپنے فرزندوں سے یہی کہا) کہ بیٹا خدا نے تمہارے لئے یہی دین پسند فرمایا ہے تو مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔

اور یہی ان کے خاندان کا شعار رہا۔

وَجَعَلَ كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔

(زخرف پ ۲۵)

اور وہ اس عقیدہ کو اولاد میں بھی ایک قائم رہنے والی بات کر گئے تا کہ ہر زمانہ میں شرک سے لوگ باز آتے رہیں۔

چنانچہ ان کے پوتے حضرت یعقوبؑ نے بھی دنیا سے رُخصت ہوتے وقت اپنے سارے کنبہ کو جمع کیا اور اس بات کا اطمینان حاصل کیا کہ وہ ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ان کے دین و مسلک پر قائم رہیں گے۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ (بقرہ)

کیا تم موجود تھے جس وقت یعقوبؑ کا آخری وقت آیا اور جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ میرے بعد کس چیز کی پرستش کرو گے۔

پھر خدا کے آخری پیغمبر نے جو ان سب کا وارث تھا اس پر آخری مہر لگا دی اور دنیا کے ہر حصے میں بسنے والے مسلمانوں اور قیامت تک پیدا ہونے والے کلمہ گو انسانوں سے قرآن مجید کے معجزانہ الفاظ میں صاف طریقہ پر کہہ دیا تھا کہ:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامَ۔

معتبر دین اللہ کے یہاں اسلام ہی ہے۔

اور معتبر زندگی اللہ کے یہاں مسلمانہ ہے اس لئے فکر و اہتمام کی چیز یہ نہیں ہے کہ معاشی ضروریات کس طرح مہیا ہوئیں، فکر و اہتمام کی چیز یہ

www.abulhasanalinadwi.org

ہے کہ جب مسلمان اس دنیا سے جائے تو یہ دیکھا جائے کہ وہ خدا کا فرماں بردار اور مسلم بن کر دنیا سے گیا اور ایمان سلامت لے گیا۔

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ

اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔

اور اصل کامیابی یہی ہے۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔

پس جو بچا دیا گیا آگ سے اور داخل کیا گیا جنت میں تو وہ کامیاب ہے اور نہیں دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان۔

انگریزوں کے دور غلامی میں نہ ریاست کے تصور اور مفہوم نے اتنی ترقی کی تھی، نہ حکومت کا دائرہ عمل اور دائرہ اختیار اتنا وسیع ہوا تھا اور نہ ان کے (غیر ملکی اور الگ نسل وقوم کے حاکم ہونے کی بناء پر) سیاسی مصالح کا تقاضہ تھا کہ وہ شہریوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں دخل دیں اور اس کو اپنے انتظام اور تولیت میں لے لیں اور کوئی شعبہ حکومت کے دائرہ اختیار سے خارج نہ رہے، اس ملک کی تعلیمی پسماندگی کی بناپر اور اس سکولرزم کے تقاضہ سے جس کا انہوں نے اعلان کم عمل زیادہ کیا اور ہمیں ایک منصف اور بے لاگ مؤرخ کی حیثیت سے اس کا اعتراف کرنا چاہیے، انہوں نے اس ملک میں مختلف فرقوں کو اپنی تعلیم کا انتظام کرنے اور اپنی پسند کے مکاتب ومدارس قائم کرنے کی بہت بڑی حد تک آزادی دی، یہاں کے اعتقادی اور تہذیبی اختلاف وتنوع کا بھی تقاضہ تھا اور ان کی وہ حکمت عملی بھی تھی جس میں وہ مغربی استعمار پسند قوموں میں بھی فائق ثابت ہوئے۔ بہر حال اس کو ان کی

کمزوری کہیے یا ان کی سیاسی ذہانت کہ ان کے دور میں کم سے کم مسلمانوں کی تعلیم کا مسئلہ اور ان کی آئندہ نسلوں کا مستقبل ایسا سنگین مسئلہ نہیں بنا تھا' جیسا مختلف تاریخی اور سیاسی عوامل واسباب کی بناء پر اس وقت بن گیا اور اب مسلمانوں کے لئے اس انتہائی سنجیدگی' حقیقت پسندی اور عزم وہمت کے ساتھ سوچنے اور فیصلہ کرنے کا وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے اس اعتقادی اور تہذیبی تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے اپنی آئندہ نسلوں کا دینی مستقبل محفوظ رکھنے کے لئے اور مختصر الفاظ میں اسلام کو اس ملک میں باقی رکھنے کے لئے کیا کریں؟ قوموں اور ملتوں کی زندگی میں ایسے موڑ صدیوں کے بعد آتے ہیں لیکن ان کے اثرات بھی صدیوں اور ہزاروں برس تک قائم رہتے ہیں' ایک عاجلانہ فیصلہ ایک ذرا سی کم ہمتی ایک خفیف سا تذبذب' ایک ہلکی سی بے ضمیری' ایک معصومانہ فریب خوردگی' ہزاروں برس تک کے لئے بڑی بڑی جری اور ذہین قوموں کی قسمتوں پر مہر لگا دیتی ہے۔ خود اس ملک کی قدیم نسلوں اور قوموں کی تاریخ ہمارے سامنے ہے اور دنیا کے ہر خطہ میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# تحفظ کے احساس سے محروم

''ایک آزاد جمہوری حکومت کا جس کی بنیاد خالص حب الوطنی، رضا کارانہ جذبۂ خدمت، اور اس مشترک جنگ آزادی پر پڑی ہو، جس میں ملک کے تمام شہری اور اکثریت و اقلیت کے افراد دوش بدوش شریک رہے ہوں، سب سے عظیم و مقدس فرض یہ ہے کہ اس کی آبادی کے تمام عناصر، اور اس کے مختلف فرقوں اور اقلیتوں کو اس ملک میں اپنے اور اپنی نسل کے تحفظ کا پورا احساس اور مکمل اطمینان ہو، کسی حکومت کی ناکامی اور دستور کی خامی کی اس سے بڑھ کر مثال نہیں ہو سکتی، کہ اس ملک کا کوئی شہری تحفظ کے احساس سے محروم ہو''۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# دینی تعلیمی کونسل کی ضلعی شاخوں

# کے جلسۂ لکھنؤ میں

# خصوصی خطاب

منعقدہ

۸؍اگست ۱۹۷۱ء

www.abulhasanalinadwi.org

# ایسی قوم کا زندہ رہنا محض معجزہ ہے

''جو شخص اپنے دین کی بقاء کے لئے موہوم خطرہ بھی برداشت نہیں کرسکتا اس کو زندہ رہنے کا کیا حق ہے۔ جس جماعت میں باقی رہنے کا احساس نہیں اس کو حکومت کی سرپرستی بھی محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ اگر حکومت ہمارے دین کو باقی رکھنا بھی چاہے اور وہ ساری توقعات پوری کردے جو کسی اسلامی حکومت سے قائم کی جاسکتی ہیں تو بھی ایسی بے عمل قوم کے لئے زندہ رہنا مشکل ہے۔ کچھ نہ کرنے کا علاج آج تک دریافت نہیں ہوا اور اس وقت ہندوستان کا مسلمان اسی مرض میں مبتلا ہے۔ اس میں مالی ایثار کی صلاحیت نہیں وہ خطرہ مول لینے کو تیار نہیں محض مستقبل کے موہوم خطرہ کے پیش نظر اُردو کا فارم تک بھرنے کے لئے آمادہ نہیں پھر ایسی قوم کا زندہ رہنا محض معجزہ ہے۔''

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات!

بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس جلسہ میں اظہار خیالات کا رُخ بہت اچھا چل رہا ہے اور بڑی تعمیری باتیں پیش کی جارہی ہیں اور اس لئے میرا ارادہ کچھ کہنے کا نہیں تھا اور اس کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی تھی لیکن میرے رفقاء کار کا اصرار ہے کہ میں کچھ کہوں۔ میں کچھ صاف صاف باتیں کروں گا کام کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی خامیوں پر نگاہ رکھیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس سرگرمی کے ساتھ کام ہونا چاہئے تھا نہیں ہوا۔ مسئلہ کو جتنا حل ہونا چاہئے تھا نہیں ہوا۔ یہ کام ہونا چاہئے دینی ذہن کے ساتھ ملی فریضہ سمجھ کر، ذریعہ مغفرت سمجھ کر، ذخیرۂ آخرت سمجھ کر، یہی اس وقت کا جہاد ہے، دین کی بقاء کے لئے ہر جد وجہد جہاد ہے۔ جس مسلمان میں اعلائے کلمۃ الحق کا جذبہ نہیں اور اس کے لئے امکانی کوشش نہیں کرتا اس پر نفاق کا شبہ ظاہر کیا گیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

دنیا کے بڑے دانا اور حکیم ہر مرض کا علاج کر سکتے ہیں لیکن کسی کام کو نہ کرنے کے جذبہ کا کوئی علاج نہیں ایک شخص کچھ نہ کرنا چاہے تو اس کا کیا علاج! سوتے ہوئے کو جگایا جاسکتا ہے لیکن جو جاگ رہا ہو اور اس کے باوجود معطل ہو تو اس کا کوئی حل نہیں۔ جو شخص اپنے دین کی بقاء کے لئے موہوم خطرہ بھی برداشت نہیں کر سکتا اس کو زندہ رہنے کا کیا حق ہے جس جماعت میں باقی رہنے کا احساس نہیں اس کو حکومت کی سرپرستی بھی محفوظ نہیں رکھ سکتی، اگر حکومت ہمارے دین کو باقی رکھنا بھی چاہے اور وہ ساری توقعات پوری کردے جو کسی اسلامی حکومت سے قائم کی جاسکتی ہیں تو بھی ایسی بے عمل قوم کے لئے زندہ رہنا مشکل ہے۔

مجھے شدید کوفت ہوتی ہے جب دینی تعلیمی کونسل کے مرکزی دفتر کے کارکنوں سے یہ شکایت سنتا ہوں کہ شاخوں کے ذمہ دار خطوط کے جواب تک نہیں دیتے۔ میری قوت برداشت جواب دینے لگتی ہے، ایسی قوم کے لئے کیا کیا جاسکتا ہے، اگر اسے ذہنی فالج اور ذہنی طاعون کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا!

کچھ نہ کرنے کا علاج آج تک دریافت نہیں ہوا۔ اور اس وقت ہندوستان کا مسلمان اسی مرض میں مبتلا ہے اس میں مالی ایثار کی صلاحیت نہیں وہ خطرہ مول لینے کو تیار نہیں محض مستقبل کے موہوم خطرہ کے پیش نظر اردو کا فارم تک بھرنے کے لئے آمادہ نہیں !! پھر ایسی قوم کا زندہ رہنا محض معجزہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاص معاملہ ہے۔ علامہ اقبالؒ نے ایک مصرعہ میں بڑی حقیقت بیان کردی انہوں نے ذات رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ سچی بات تو یہ ہے کہ ہم

www.abulhasanalinadwi.org

ناکارہ ونالائق، بے عمل مسلمان آپ کی طرف نسبت کیے جانے کے قابل نہ تھے۔

"کہ ما شایان شان تو نہ بودیم"

روز نئے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں سارے زمانے کا رجحان ملت کے اجتماعی وجود کو مٹانے کے لئے آمادہ ہے جس دور میں بجلیاں بھری ہوئی ہیں وہ ہم کو ملا ہے۔ یہ تو صحابہ کرامؓ کی جیسی عالی ہمت جماعت کے لئے مناسب تھا۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کو انگلی ہلانا بھی دشوار ہے، مسلمانوں کا قومی مرض یہ رہا ہے کہ وہ بغیر کچھ کیے مسائل کا حل چاہتے ہیں۔

کام کا مسئلہ کام کرنے سے حل ہوتا ہے حکومت کی شکایت فضول ہے۔ اسلام کو خطرہ مسلمانوں کی بے عملی سے ہے۔ ہمیں تو اس سے شکایت ہے ک ہم کچھ کرنا نہیں چاہتے اور چاہتے ہیں کہ سارے مسائل حل ہو جائیں۔

اصلاح کی انجمنوں کو فعال بنانے کی ضرورت ہے۔ اس کام کو ہم وظیفہ سمجھیں، کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کریں۔ یہ کام اس وقت اعلیٰ درجہ کی تبلیغ، اعلیٰ درجہ کا جہاد اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے۔

جو کام کرنے کا ہے کرنے سے ہی ہوگا۔ ہر دور میں جد وجہد کا ایک میدان ہوتا ہے۔ بزرگوں نے جد وجہد کی ہم اس کا پھل کھا رہے ہیں۔ ہماری مثال اس ٹرالی کی سی ہے جس کو سب نے مل کر دھکا دے دیا ہو اور وہ ڈھلوان پر تیزی سے چلتی رہی ہو آج پھر مل کر ملت کی اس گاڑی کو دھکا دینے کی ضرورت ہے۔ اس وقت خطرات مول لے کر کام کرنے کی

www.abulhasanalinadwi.org

ضرورت ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ آنچ نہ آئے خواب میں بھی کوئی خطرہ نہ پیش آئے تو پھر کسی چیز کا ہمیں استحقاق نہیں۔ ہر زندہ وجود کو خطرہ مول لینا پڑتا ہے چیونٹی جو بے حقیقت ہے اس کو بھی خطرہ مول لینا پڑتا ہے حالانکہ وہ تو جانتی ہے کہ مسل دی جائے گی لیکن جب وقت پڑتا ہے تو اس کو بھی یہی فیصلہ کرنا پڑتا ہے جو اپنی مدد نہ کر سکے اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

آج مسلمان بچوں کے سرپرستوں کو ان کے لئے اردو زبان کا فارم بھرنے اور اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے مطالبہ سے اندیشہ ہے کہ ان کا کیریر خراب ہو جائے گا۔ وہ اپنے ہم وطنوں سے ملازمت میں پیچھے رہ جائیں گے۔ وہ بڑی اسامیاں حاصل نہ کر سکیں گے۔ اگر اس اندیشہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ایک زندہ اور صاحب پیغام قوم کو اپنے اور اپنے بچوں کے لئے یہ خطرہ مول لینا پڑے گا۔ ان کو ان کی بہت سی کامیابیوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ یہ تو جاہلی ذہنیت ہے جس کا مظاہرہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے کیا تھا انہوں نے توحید کی دعوت پیش کی تو ان کی قوم نے بڑی معصومیت سے کہا کہ صالح تم تو بڑے ہونہار واقع ہوئے تھے تم سے تو مستقبل میں بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ تمہارے متعلق خیال تھا کہ تم اپنے خاندان کا نام روشن کرو گے اور اپنے ماں باپ کو آرام پہونچاؤ گے "قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ" تم نے خطرناک کھیل شروع کر دیا تم نے اپنے سرپرستوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

آج بچوں کے سرپرست بھی اسی مادہ پرست اور کوتاہ نظر ذہنیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

اگر کسی ماں کی گود سے بچہ چھین لیا جائے تو کہرام مچ جاتا ہے لوگ

www.abulhasanalinadwi.org

دوڑ پڑتے ہیں پوری بستی میں ہنگامہ ہو جاتا ہے اور یہ ڈر ہو جاتا ہے کہ کہیں فساد نہ ہو جائے اس وقت ایماندار ماؤں کی گود سے نہایت اطمینان سے بچے چھینے جارہے ہیں لیکن ہمیں اس کا احساس تک نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "يَٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْٓا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا" اے ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے۔

آنکھ بند کر کے اس نظام تعلیم کے حوالہ کر دینے اور بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بچوں کو کفر وارتداد کی راہ میں ڈال دیا گیا اس کا انجام قرآن مجید کی اطلاع کے مطابق آخرت میں جہنم ہے اور دنیا میں بھی ذلت اور رسوائی۔ وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# نصابی کتابوں میں اخلاقی وتاریخی عنصر

''اگر حکومت مسلسل تجربوں سے اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ نصابی کتابوں میں اخلاقی و تاریخی عنصر ضروری ہے تو اس بارے میں وہ پوری فراخ دلی اور وسیع النظری سے کام لے اور دینی تعلیمات' اخلاقی اسباق اور تاریخی شخصیات میں کسی ایک فرقہ وتہذیب کی تعلیمات یا شخصیات پر اکتفا نہ کرے بلکہ سب فرقوں کی نمائندگی کی کوشش کرے اور ہر فرقہ کی نمائندہ اور مؤثر ومحبوب شخصیتوں کا انتخاب کرے اور ہندوستان کے کسی دور وتہذیب کو نظر انداز کئے بغیر پوری بے تعصبی اور فراخ دلی سے ہندوستان کی نمائندگی ہو۔ اس انتخاب اور نمائندگی میں اس فرقہ کے مستند اہلِ علم و اہلِ نظر کا اطمینان و اتفاق ضروری ہے اور اس بارے میں انہیں کے نقطہ نظر کا لحاظ رکھنا پڑے گا''۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## ضلع دینی تعلیمی کنونشن لکھنؤ

منعقدہ

۱۹؍مارچ ۱۹۷۲ء

www.abulhasanalinadwi.org

# ہم ایسی زندگی گذارنے پر ہرگز تیار نہیں

''ہم نے اس ملک میں رہنے کا فیصلہ کیا ہے اور چند روز نہیں بلکہ خوب سوچ سمجھ کر مستقل رہنے کا فیصلہ کیا ہے' یہ بھی نہیں کہ ہم یہاں نئے ہیں' ہم نے اس ملک میں صدیوں تک رہنمائی کا فریضہ حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیا ہے' یہاں کے ایک ایک ذرے سے ہمارا تعلق اور اس پر ہمارا حق ہے۔ ہم اس کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتے کہ ہمارے لئے ایسا پنجرہ تیار کیا جائے جس کی تیلیاں سونے کی ہوں' سونے چاندی کے برتنوں میں لذیذ کھانا ملتا رہے لیکن آزادی فکر وعمل نہ ہو' اپنے بچوں کو اپنے مذہب اور عقائد کی تعلیم دینے کی آزادی نہ ہو' ہم ایسی زندگی گذارنے پر ہرگز تیار نہیں۔''

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ مسنونہ کے بعد:

## دینی تعلیمی تحریک اور اس کی ضرورت و اہمیت:

حضرات! صوبہ میں دینی تعلیمی کونسل کے نام سے اور اضلاع میں انجمن تعلیمات دین کے نام سے دینی تعلیمی تحریک جاری ہے، جس کا مقصد مسلمانوں کو اسلامی دینی تعلیم سے روشناس کرانا، اس کی اہمیت کو ذہن نشین کرانا اور اس کا انتظام کرنا ہے، اس تحریک میں صوبے کے بہت سے ذمہ دار صاحبِ فکر اور سنجیدہ مسلمان شریک ہیں اور آج ہم آپ بھی اسی مقصد کے لیے جمع ہوئے ہیں۔

بہت سے دلوں اور دماغوں میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ آخر اس کی ضرورت کیا ہے؟ یہ سوال بجا ہے، ملک میں کوئی تعلیمی تحریک چلتی ہے، نصاب یا نظامِ تعلیم میں کوئی تبدیلی ہوتی ہے، حکومت عوام کے فائدے کے لیے اور ملک کی تعلیمی ترقی کے لیے کوئی نئی تعلیمی پالیسی اپناتی ہے تو اس سے

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں میں اضطراب کیوں پیدا ہوتا ہے؟ اور وہ اس سے کیوں پریشان ہوتے ہیں؟ بہت سے اہلِ علم اور صاحبِ فکر حضرات نے اس کو مسئلہ کیوں بنالیا ہے؟ مسلمانوں کو اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کی پوری آزادی ہے، حکومت ان میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ڈالتی اور حکومت کی مصلحت بھی نہیں کہ مسلمانوں کے مذہبی فرائض میں مداخلت کی جائے اور ان میں بے ضرورت انتشار پیدا کیا جائے، مسلمان حج کو جاتے ہیں اور بہت سے ممالک کے مقابلے میں جہاں مسلمان حاکمانہ حیثیت نہیں رکھتے ہیں، ہندوستان سے حجاج زیادہ تعداد میں جاتے ہیں اور یہ تعداد روز افزوں ہے، مساجد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے، نمازیں آزادی کے ساتھ ادا ہوتی ہیں اور نمازیوں کی بہت بڑی تعداد ہوتی ہے، رمضان میں روزوں کی بہار اور مساجد کی رونق دیکھنے کے قابل ہوتی ہے، یہاں حفاظ ہر سال بڑی تعداد میں تیار ہوتے ہیں، اس کی مثال دوسرے ملکوں میں بھی ملنی مشکل ہے، یہاں عظیم الشان عربی مدارس ہیں، جن میں دوسرے ممالک کے طلبہ بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں، یہی حال زکوٰۃ کا ہے کہ اس کے ادا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں، ان تمام آزادیوں اور سہولتوں کے باوجود تعلیم کے مسئلے کی اتنی اہمیت کیوں ہے؟ اس کو موت وحیات کا ایک مسئلہ کیوں بنالیا گیا ہے؟ بہت سے ذہنوں میں دیانت داری کے ساتھ یہ سوال پیدا ہوتا ہے، اس بات کا صاف ہوجانا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر ہماری ان کوششوں کا اصل محرک اور اس کی بنیاد سمجھ میں نہیں آتی۔

**اسلام ایک شعوری اور ارادی مذہب ہے:**

اسلام ایک شعوری وارادی مذہب ہے، یہ نسلی یا ملکی مذہب نہیں کہ

کوئی پٹھانوں کے یہاں پیدا ہو' سادات یا شیوخ کے یہاں پیدا ہو' تو آٹومیٹک طریقہ سے مسلمان ہوگا' بلکہ اس کے لیے شعور وارادہ اور فیصلہ کی ضرورت ہے کہ وہ اسلام کو بحیثیت دین کے قبول کرتا ہے یا نہیں؟ اسلام میں اور اس کے بہت سے احکام ومسائل میں عاقل' بالغ ہونے کی شرط آئی ہے' اس کا راز یہی ہے کہ ایک بچہ اور بالغ میں فرق ہے' بالغ ہونے کے بعد وہ مکلّف ہوگیا' یہ اصطلاح خود بتلاتی ہے کہ اسلام ایک شعوری مذہب ہے' اسی طرح اسلام کے احکام کی ادائیگی میں نیت شرط ہے کسی مذہبی نظام میں نیت کو یہ اہمیت نہیں دی گئی' یہاں تک کہ روزہ' نماز میں بھی نیت ضروری ہے' حدیث میں آیا ہے "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" (جس نے رمضان کے روزے رکھے اللہ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے اجر وثواب کی لالچ میں تو اس کے تمام اگلے گناہ معاف ہوگئے) بظاہر روزہ' روزہ میں فرق نہیں' دن بھر بھوکا پیاسا رہنے کو روزہ کہہ سکتے ہیں' بغیر نیت کے نماز بھی مشینی انداز میں پڑھی جاسکتی ہے' لیکن اجر وثواب کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا کہ نیت ہو' اللہ کو حاضر وناظر سمجھے اور شوق وطمع ہو' اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا پودا نیت کے بغیر پنپ ہی نہیں سکتا' زمین اسے قبول ہی نہیں کرسکتی اور اگر لگ بھی جائے تو پھول پھل نہیں لاسکتا۔

## اسلام میں علم کا مرتبہ:

اسی طرح اسلام اور علم لازم وملزوم ہیں' علم کے بغیر اسلام' اسلام ہی نہیں' ان دونوں کی رفاقت ایسی ہے کہ اگر علم کے سوتے خشک ہوجائیں تو اسلام اپنی طبعی موت مرجائے گا' یہی وجہ ہے کہ جو طاقتیں اسلام کو گوارا نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

کرتیں، یا اس کو ختم کرنا چاہتی ہیں، وہ اسلامی تعلیم پر ضرب لگاتی ہیں کہ اس کے سوتے خشک ہو جائیں، میں نہیں سمجھتا کہ دنیا کے کسی مذہب میں بھی علم کا مرتبہ اتنا بلند کیا گیا ہو، اس کو اتنی عزت دی گئی ہو جتنی اسلام میں دی گئی، نبوتِ محمدی (علیٰ صاحبها الصلوٰة والتسلیم) میں وحی کا آغاز ہی علم سے ہوتا ہے، اس اہم ترین وقت اور اس مقدس ترین ساعت میں جب صدیوں کے بعد زمین و آسمان کا اتصال ہو رہا ہے، جب دنیا کی قسمت بدل رہی ہے، جب گویا دنیا نیا جنم لے رہی ہے، اس بے نظیر، مبارک اور مسعود ساعت میں سب سے پہلا حکم ہوتا ہے اور ایک اُمّی سے کہا جاتا ہے۔ "اقرأ" "پڑھو اور آپؐ کے ذریعہ پوری امت کو حکم دیا جا رہا ہے، زمین و آسمان کا مدت کے انقطاع کے بعد پہلا تعلق وحی کے ذریعہ قائم ہوتا ہے، اس دین کا انسانیت سے پہلا تعارف علم ہی کے ذریعہ ہوتا ہے، اس موقع پر یہ نہیں کہا جاتا سجدہ ریز ہو جاؤ، یہ نہیں کہا جاتا کہ خاموش رہو، مراقبہ کرو، یہ نہیں کہا جاتا کہ ذکر کرو، یہ نہیں کہا جاتا کہ زمیں بوس ہو جاؤ بلکہ حکم ہوتا ہے تو پڑھنے کا۔

## علم اور قلم کی جہانگیری اور جہانبانی:

اس اہم ترین اور مبارک و مسعود ساعت میں خشک لکڑی کے اس حقیر ٹکڑے کو بھی جس کو قلم کہا جاتا ہے، فراموش نہیں کیا جاتا، لکڑی کے اس ٹکڑے نے جتنے انقلابات برپا کیے ہیں کہ انبیائے کرام کے علاوہ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، پوری کائنات جتنا اس کی شرمندۂ احسان ہے، شاید کسی دوسری چیز کی نہیں، انسانیت اور ساری دنیا کو جس پیغام کے ذریعہ نئی زندگی مل رہی تھی، آبِ حیات مل رہا تھا، اس میں انسان کو "اقرأ" کا حکم دیا گیا اور خدا

www.abulhasanalinadwi.org

کی صفت بیان کی گئی "اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمْ" (جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی) اللہ کی صفات بہت سی ہیں، سارے اسمائے حسنیٰ اللہ ہی کے ہیں، اس کی قدرت اور رحمت کے بے شمار مظاہر ہیں لیکن جو صفت یہاں بیان کی گئی ہے وہ "عَلَّمَ بِالْقَلَمْ" ہے۔

اس سے صاف اشارہ تھا کہ اب جو دور شروع ہو رہا ہے، وہ تعلیم اور خواندگی کا دور ہوگا، تصنیف و تالیف کا دور ہوگا، اس دور میں علم کا رشتہ قرأت کے ساتھ قائم ہوگا، اس میں علم اور قلم کی جہانگیری و جہانبانی ہوگی، یہ نہیں ہوسکتا کہ علم رہے، خواندگی اور قلم نہ ہو۔

دنیا میں قلم کو یہ سرافرازی کس نے عطا کی ہوگی، جو نبوتِ محمدیؐ اور اسلام نے عطا کی، اب علوم و انکشافات بھی اس کے محتاج ہیں، ممالک اور حکومتیں بھی اس کی ضرورت مند اور اس کی دست نگر، مذاہب اور دعوتیں اور تحریکیں بھی اس کا سہارا لینے کے لیے مجبور، یہ مذہب (اسلام) بھی قرأت وقلم کے تعاون کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، یہ سمجھنا غلط ہے کہ مسلمانوں کو نماز، روزہ کی آزادی ہے، ان کی مساجد اور ان کے مدارس میں فرائض کی ادائیگی پر کوئی قدغن نہیں، تو کوئی بھی نظامِ تعلیم رائج ہو، کسی طرح کا بھی نصاب تیار کیا جائے، انہیں کوئی فکر نہ ہونی چاہیے۔

## اسلام کے لیے جہالت خطرہ اور علم طاقت وحصار:

دنیا کے بعض مذاہب کے نمائندے علم کی نشر و اشاعت اور ترقی سے خطرہ محسوس کرتے ہیں، ان کا خیال یہ ہے کہ وہ جہالت کے سایہ میں زیادہ محفوظ اور بے خطر زندگی گزار سکتے ہیں، جتنا علم پھیلے گا اور لوگ جس قدر غور کرنے کے عادی ہوں گے اور حقائق سے آگاہ، اتنا ہی ان کو اپنے مذاہب

www.abulhasanalinadwi.org

اور عقاید کے بارے میں شبہات پیدا ہوں گے' اور ان کی گرفت ڈھیلی ہوگی' لیکن اسلام کا معاملہ اس کے برعکس ہے' اس کے لیے جہالت خطرہ ہے اور علم طاقت وحصار' اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس نے ماقبلِ اسلام دور کو جس میں ہزاروں اخلاقی خرابیاں تھیں' کسی اور نام سے یاد کرنے کے بجائے ''جاہلیت'' کے نام سے یاد کیا ہے' اور قرآن میں' حدیث میں' تاریخ میں یہی اس کا مشہور نام ہے' گویا اس کی سب سے بڑی خرابی اور اس کی تمام کمزوریوں کا سرچشمہ جہالت تھی' قرآن شریف تفکّر وتدبّر کی آیتوں سے بھرا ہوا ہے "اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" "اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ" "يَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" ہر جگہ عقل ودماغ سے کام لینے کی ہدایت کی گئی ہے' اور عقل ودماغ کو معطل کرنے' اور آنکھ کان بند کرلینے کو کہیں سراہا نہیں گیا ہے' بلکہ ایک جگہ فرمایا: "وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا" (سورۃ الفرقان آیت ۷۳) (اور وہ کہ جب ان کو پرودگار کی باتیں سمجھائی جاتی ہیں تو ان پر اندھے اور بہرے ہوکر نہیں گرتے (بلکہ غور سے سنتے ہیں)) بعض مذاہب کا فلسفہ ہے کہ جتنا آدمی علم سے محروم ہوگا خدا سے زیادہ ڈرے گا اور اسلام کا فلسفہ ہے کہ جتنا آدمی حقائق سے آگاہ' آفاق وانفس کی وسعت سے آشنا اور قدرت کی نشانیوں سے باخبر ہوگا' اور زیورِ علم سے آراستہ' اسی قدر اس کے اندر خوفِ الٰہی اور خدا کی عظمت وکبریائی کا احساس ہوگا بلکہ ایک جگہ خشیت الٰہی کو علم کی خصوصیت اور اس کو علم ہی پر منحصر بتایا گیا ہے "اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا" (سورۃ فاطر آیت ۲۸) (خدا سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔)

www.abulhasanalinadwi.org

## اسلام ایک زندہ مذہب ہے جو متاثر بھی ہوتا ہے اور مؤثر بھی:

بعض لوگ مسلمانوں کی دینی کمزوری کی ذمہ داری علم پر ڈالتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ علم کی اتنی فراوانی نہ ہوتی تو مسلمانوں میں مذہبی جذبہ زیادہ ہوتا، یہ صحیح اسلامی فکر نہیں، اسلام اسے تسلیم نہیں کرتا، عالموں کی فضیلت میں کثرت سے قرآن کی آیات اور حدیثیں آئی ہیں، آپ نے علماء کی زبان سے سنا ہوگا کہ ایک عالم ہزار عابدوں سے بہتر ہے اور شیطان ایک عالم سے جتنا ڈرتا ہے، ہزار عابدوں سے نہیں، عالم کا سونا اور عابد کا جاگنا برابر ہے، وغیرہ وغیرہ، صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جو طلب علم کے لیے نکلتا ہے فرشتے اس کے لیے پَر بچھاتے ہیں، خدا کی برکت اور سکینت اس پر سایہ فگن ہوتی ہے، نیک بات کی تعلیم دینے والوں کے لیے چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں، چڑیاں اپنے آشیانوں میں اور مچھلیاں پانی میں دعائیں کرتی ہیں، وغیرہ وغیرہ، تو جو مذہب علم وقلم کو یہ اہمیت دے وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور بحیثیت اس مذہب کے متبع اور داعی کے ہم پر اور ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ ملک کی تعلیمی تبدیلیوں کا بغور جائزہ لیتے رہیں اور ہر وقت ان پر نظر رکھیں اور یہ دیکھتے رہیں کہ ان کا اثر ہمارے مذہب، ہماری نسلوں کے دل ودماغ اور ان کے دینی واخلاقی مستقبل پر کیا پڑے گا، میں یہ صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا مذہب بہت سے دوسرے مذاہب کے برخلاف بہت جلد متاثر ہوتا ہے اور بہت زیادہ متاثر کرتا ہے اور یہ اس کا نتیجہ ہے کہ وہ ایک زندہ اور ذی شعور مذہب ہے، زندہ ہستی متاثر بھی ہوتی ہے اور مؤثر بھی، جو وجود زندگی کھو چکا ہوتا ہے یا زندگی کے میدان سے کنارہ کش ہو جاتا ہے، وہ نہ متاثر ہوتا ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور نہ مؤثر، ہم اپنے مذہب کے لیے یہ پوزیشن قبول کرنے کے لیے تیار نہیں کہ دنیا چاہے جتنی ہی بدل جائے، زندگی کے چاہے کیسے ہی نقشے بنیں، نئی نسلوں کو ڈھالنے کے لیے کیسے ہی سانچے تیار ہوں، ہمارے مذہب پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ہم بدستور مذہبی فرائض ادا کرتے رہیں گے اور انسان اور خدا کا رشتہ اسی طرح قائم رہے گا، ہمارا مذہب ایک پورا نظامِ حیات ہے، وہ زندگی کے ہر شعبہ کے لیے متعین ہدایات اور احکام دیتا ہے، اس لیے ہمیں ہر ملک اور ہر دور میں چوکنا رہنا چاہیے اور یہ دیکھتے رہنا چاہیے کہ کیا ہمیں اپنے ذہنی، اخلاقی اور روحانی نشو ونما کے لیے مناسب فضا اور سازگار ماحول میسر ہے یا نہیں اور ہماری آئندہ نسلیں صحیح معنوں میں مسلمان رہ سکیں گی یا نہیں۔

## ایک غلط اندازِ فکر:

پھر یہ بھی یاد رکھیے کہ اسلام صرف چند رسوم اور تقریبات کا نام نہیں، چند عبادات تک بھی مخصوص نہیں بلکہ یہ مکمل زندگی گزارنے کا طریقہ اور کامل دین ہے، ایک مختصر جملہ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مستقل تہذیب ہے، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا کوئی مخصوص طرزِ زندگی اور اس کی کوئی مستقل تہذیب نہیں، چودہ سو سال پہلے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا، ان کی جو عادات تھیں اور ان کی جو تہذیب تھی، وہی اب تک چلی آرہی ہے، لہٰذا دوسری قومیں اور دوسرے ممالک کے لوگ اسلام قبول کریں تو اسلامی عقائد کو لے لینا ہی کافی ہے، تہذیبی اقدار کو لینے اور اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔

میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ غیر اسلامی طرزِ فکر ہے، اسلام کو اصرار ہے کہ عقائد واعمال کے ساتھ اس کا

www.abulhasanalinadwi.org

مخصوص طرزِ زندگی بھی اپنایا جائے۔ قرآن و سنت سے منصوص طریقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایک خاص طرح کی زندگی اور خاص طرح کی معاشرت چاہتا ہے، اسلام میں سونے جاگنے، کھانے پینے سے لے کر نکاح و طلاق اور وراثت تک کے متعین ضوابط و احکام ہیں اور اسلام کا مطالبہ ہے کہ انہیں کے مطابق زندگی گزاری جائے، اس کی خلاف ورزی نہ ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی باتوں سے لے کر انتہائی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں تک کی تعلیم دی اور صحابہ کرامؓ نے انہیں سیکھا اور برتا۔

ایک بار ایک یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتے ہوئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا "عَلَّمَکُمْ نَبِیُّکُمْ کُلَّ شَیْءٍ حَتّٰی الْخُرَاءَۃ" یعنی تمہارے کیسے نبی ہیں کہ بالکل معمولی اور بچکانہ باتوں کی بھی تعلیم دی ہے، یہاں تک کہ قضائے حاجت کے آداب بھی تم کو سکھائے ہیں، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی ترقی یافتہ تہذیب و تمدن کے نمائندہ تھے، ایرانی تہذیب کے گہوارہ میں ان کی نشو ونما ہوئی تھی، ان کی رگِ حمیت بھڑک سکتی تھی، وہ یہودی کو ڈانٹ سکتے تھے کہ کیسی باتیں کرتے ہو، میرا تعلق تو اس تہذیب سے ہے جو لطافت و نزاکت کی انتہائی بلندیوں کو چھو رہی ہے، لیکن انہوں نے ایک بڑی تہذیب سے تعلق رکھنے کے باوجود اس پر کوئی احتجاج نہیں کیا، کوئی شکایت نہیں کی بلکہ اس کے برخلاف انہوں نے بڑے اعتماد اور فخر کے ساتھ کہا ''ہاں'' اور قضائے حاجت سے متعلق اسلامی آداب کی تفصیلات اسے سنا دیں۔

## اسلامی تعلیم اور بنیادی معلومات کی ضرورت اور اہمیت:

خیال فرمایئے کہ جو دین ایک مکمل تہذیب ہو، جس کے سیکھنے اور

www.abulhasanalinadwi.org

برتنے کے لیے مخصوص قواعد وآداب ہوں' جس میں کھانے پینے' سونے جاگنے' اٹھنے بیٹھنے' اور پہننے اوڑھنے اور قضائے حاجت کے آداب بتلائے گئے ہوں' کھانے میں حلال وحرام کی تفریق' جانوروں اور چڑیوں میں فرق وامتیاز کہ کون حلال ہے اور کون حرام' کپڑوں کے حدود' سونے چاندی کے برتنوں پر پابندی وغیرہ' یہ چند سرسری اور ابتدائی باتیں میں نے بیان کی ہیں' تو جس مذہب کی تعلیمات اور اس کے قواعد وآداب اتنے وسیع اور ہمہ گیر ہوں' وہ دین اسلامی تعلیم اور بنیادی معلومات کے بغیر ایک دن بھی کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔

یہ کوئی وسوسہ اندازی نہیں' ہم وہم کے شکار نہیں بلکہ یہ ہمارے دین کا تقاضا ہے کہ ہم دنیا میں کسی جگہ بھی رہیں' ہمارے وسائل کچھ بھی ہوں' ہماری سیاسی حیثیت جیسی بھی ہو' ہمارا فرض ہے کہ ہم وہ میدان محفوظ کرلیں جس میں دینی زندگی گزارنے' جس میں اپنے مذہب اور تہذیب کے مطابق جاگنے' چلنے پھرنے' اور مذہبی احکام پر عمل کرنے اور ان کو باقی رکھنے کی آزادی ہو' صرف یہ کافی نہیں کہ فراغت کے ساتھ دو وقت' تین وقت کا کھانا ملتا رہے' امن وچین کی زندگی گزار سکتے ہوں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے سکتے ہوں اور اپنے دین وتہذیب کے قیام وبقا کی ضمانت حاصل کرسکتے ہوں۔

ہم نے اس ملک میں رہنے کا فیصلہ کیا ہے اور چند روز نہیں بلکہ خوب سوچ سمجھ کر مستقل رہنے کا فیصلہ کیا ہے' یہ بھی نہیں کہ ہم یہاں نئے ہیں' ہم نے اس ملک میں صدیوں تک رہنمائی کا فریضہ حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیا ہے' یہاں کے ایک ایک ذرہ سے ہمارا تعلق اور اس پر ہمارا حق ہے'

www.abulhasanalinadwi.org

ہم اس کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتے کہ ہمارے لیے ایسا پنجرہ تیار کیا جائے، جس کی تیلیاں سونے کی ہوں، سونے چاندی کے برتنوں میں لذیذ کھانا ملتا رہے، لیکن آزادیٔ فکر وعمل نہ ہو، اپنے بچوں کو اپنے مذہب اور عقائد کی تعلیم دینے کی آزادی نہ ہو، ہم ایسی زندگی گزارنے پر ہرگز تیار نہیں، ہم اس ملک میں برابر کے شریک ہیں، ہم ووٹ دیتے ہیں، ٹیکس ادا کرتے ہیں، قانون سازی میں دخیل ہیں، تو ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے کہ ہمارا یہ حق ہم سے چھین لیا جائے، ہم اپنے بچوں کی دینی تعلیم کو ان کی عمومی تعلیم سے، ان کی خوراک سے اور ان کی دوا سے زیادہ ضروری سمجھتے ہیں۔

## یہ ایک فطری جذبہ ہے کہ بیٹا باپ کا جانشین اور نمائندہ ہو:

ہر مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ مرنے سے پہلے وہ اس کا اطمینان کر لے کہ اس کی اولاد کا عقیدہ کیا ہوگا، وہ خدا کو کس طرح مانیں گے اور کن صفات کے ساتھ مانیں گے، یہی انبیاء کرام کا طریقہ رہا ہے اور یہی ایک مسلمان کا کردار ہے، ہمارا عقیدہ ہے کہ توحید ورسالت اور آخرت کے عقیدہ کے بغیر جو مرے گا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی اور وہ جنت کا مستحق نہیں ہوگا، اس لیے ہر محبت کرنے والے باپ کو اپنی اولاد کے متعلق یہ اطمینان کر لینا چاہیے کہ وہ کہاں تک اس عقیدہ پر مستحکم ہیں، قرآن کے پہلے ہی پارہ میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے، پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو مرتے دم اسی کی وصیت کی:

اور اسی طریقہ پر چلنے کی ہدایت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی

www.abulhasanalinadwi.org

اولادکو کی تھی، اور اسی کی وصیت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو کی، انہوں نے کہا تھا کہ میرے بچو! اللہ نے تمہارے لیے یہی دین پسند کیا ہے، لہٰذا مرتے دم تک مسلم ہی رہنا" وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ" (البقرہ آیت ۱۳۲)

اور حضرت یعقوبؑ بستر مرگ پر تھے، خدا سے ملنے میں شاید چند لمحوں کا فاصلہ رہا ہو، اس وقت ان کو سکون نہیں تھا، انہوں نے اپنی اولاد کو بلا کر یہ تصدیق کر لینی چاہی کہ ان کے بعد اولاد کی زندگی اور ان کا طرز عمل کیا ہوگا، اس کے بغیر شاید ان کی روح کو قرار نصیب نہ ہوتا۔ قرآن میں ہے:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (البقرہ آیت ۱۳۳)

"کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا تب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تم کس کی عبادت کرو گے، انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے معبود اور آپ کے آبا و اجداد ابراہیمؑ و اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے جو اکیلا معبود ہے اور ہم اس کے سامنے سر جھکاتے رہیں گے۔"

اور جب بیٹوں نے اس کا یقین دلا دیا کہ ان کے بعد وہ انہیں کے طریقے اور دین حق کی پیروی کرتے رہیں گے تو ان کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا، ان کی روح کو سکون حاصل ہو گیا اور آخرت کا سفر آسان ہو گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

## ہر مسلمان کے لئے سب سے بڑی فکر:

ایک مسلمان کو مرتے وقت جس بات کی سب سے زیادہ فکر ہوتی ہے اور جس کی ضمانت اور اطمینان چاہتا ہے وہ یہی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد اس کی صحیح جانشین ہو اس کے مذہب اور اس کی تہذیب کی امین ہو اور اس کے افکار و عقائد کا تسلسل باقی رہے دنیا کے تمام مفکروں نے اسے ایک اہم حق کے طور پر تسلیم کیا ہے یہ ایک فطری جذبہ ہے کہ بیٹا باپ کا صحیح جانشین اور اس کا نمائندہ ہو عہد افلاطون سے لے کر آج کے مہذب دور تک سب نے باپ کا یہ حق تسلیم کیا ہے کسی نے یہ حق چھینا نہیں اور دنیا کا جو نظام قائم ہے اور اس کی ہم رنگی چلی آرہی ہے اولاد آدم آدم سے باغی نہیں ہورہی ہے اس کی وجہ یہی ہے اس نظام کو ڈھانا بہت بڑا ظلم ہے۔

## جس طرح بیٹا باپ کے مال کا وارث ہے اسی طرح عقائد و افکار کا بھی وارث ہے:

کسی کو یہ حق نہیں کہ باپ اور بیٹے کے درمیان دیوار بن کر کھڑا ہو جائے اور دانستہ یا نادانستہ ایسے اقدامات کرے کہ بچہ باپ کا وارث نہ ہونے پائے یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ بچہ باپ کی جائداد کا وارث تو ہو لیکن اس کے عقائد جو اسے مال و دولت سے کہیں زیادہ عزیز ہیں ان کا وارث نہ ہو یہ ہر باپ کا فطری حق اور اس کا مذہبی فریضہ ہے کہ وہ اطمینان کر لے کہ اس کے افکار و عقائد کا تسلسل باقی رہے گا یا نہیں؟

## ہمارا طریقۂ کار اور جدوجہد:

جب ہم نے ہندوستان کے حالات کا جائزہ لیا تو ہمارے ذہن پر

www.abulhasanalinadwi.org

بہت بڑا بوجھ پڑا' جب سے حکومت نے تعلیم کا پورا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور یہ تصور کام کرنے لگا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو تعلیم نہ دے بلکہ حکومت اس کو تعلیم دے' اس وقت سے اس فکری تسلسل کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے' جو قدیم زمانہ سے چلا آ رہا تھا اور اسی نے ہمیں اور ہمارے رفقاء اور احباب کو مجبور کیا کہ مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کے لیے جد و جہد کریں' یہ مسئلہ ہماری مذہبی زندگی میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے' ہم نے کسی وہم یا جذباتیت کی بناء پر یہ کام نہیں شروع کیا' نہ اس سے کوئی سیاسی مفاد وابستہ ہے' بلکہ یہ ہمارا مذہبی فریضہ ہے اور اگر ہم اپنی ذمہ داری پوری نہ کر سکے تو خدا کے سامنے مجرم ہوں گے۔

☆☆☆

# خطبۂ صدارت

## صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس لکھنؤ

منعقدہ

۲۲،۲۳/جون ۱۹۷۵ء

# آخری اور فیصلہ کن مرحلہ

''دینی تعلیمی کونسل کے اسٹیج، اس کی ضلعی وریاستی کانفرنسوں اور اس کے مؤثر لٹریچر کے ذریعہ یہ مسئلہ پوری وضاحت کے ساتھ ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے آگیا ہے کہ ان کو اپنے اور اپنی آئندہ نسل کے دین و ایمان کے بچانے اور اس نسل کا رشتہ اسلام سے قائم رکھنے کی کوشش کا آخری اور فیصلہ کن مرحلہ درپیش ہے۔ اس کے لئے ان کو آئینی جدوجہد بھی کرنی ہے۔ حکومت کو اس کی معقولیت کا قائل اور اصلاحِ حال پر آمادہ کرنا ہوگا۔ اس کو ان تمام مسائل ومشاغل پر ترجیح دینی ہوگی جن کو اس مسئلہ سے کچھ بھی نسبت ہے''۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لخت لخت کو ‏ عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کئے ہوئے

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق ‏ سامانِ صد ہزار نمک داں کئے ہوئے

حضرات! ریاستی دینی تعلیمی کانفرنس کے اسٹیج سے خطبہ صدارت کے عنوان اور پیرایہ بیان میں آخری بار مجھے ۱۴رجون ۱۹۶۹ء کو مرادآباد میں اپنے جذبات وخیالات کو آپ کے گوش گذار کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ تخاطب اس لیے نہیں کہتا کہ میں اس وقت جسمانی طور پر آپ کے درمیان موجود نہ تھا، آج پورے چھ سال کے بعد آپ سے شرف مخاطبت حاصل ہو رہا ہے، انسان فطری طور پر سہولت پسند، پُر امید، رجائی (Optimist) واقع ہوا ہے۔ وہ فطرتاً مسائل وواقعات کا روشن اور درخشاں پہلو دیکھنے کا عادی بھی ہے اور متمنی بھی، امید وخوشی، فتح وکامیابی، سکون واعتدال، تعمیر وترقی، خیر سگالی وہمدردی، تعاون واشتراکِ عمل، حق و

www.abulhasanalinadwi.org

صداقت کا اعتراف اس کے خمیر وضمیر میں ودیعت اور اس کی فطرت کے ساز کے حقیقی نغمے ہیں، اسی جوہر انسانیت اور اسی فطری شرافت کی وجہ سے انسانی علوم وفنون، تہذیب وتمدن، نظام مملکت اور مذاہب واخلاقیات دنیا میں نہ صرف باقی رہ سکے، بلکہ ان کو پھلنے پھولنے، نئے برگ وبار لانے اور نئے شگوفے کھلانے کا موقع ملا اور انسانوں کی یہ بستی مستقل طور پر رزم گاہ اور میدانِ جنگ بننے سے محفوظ رہی، مقابلہ وکشمکش، تلخی وترشی، شکوہ وشکایت، بدگمانی اور بے اعتمادی، زندگی کی مجبوریوں اور ناخوشگوار ضرورتوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، انسانی نفسیات وفطرت کے لیے وہ محض ایک عارضی اور مصنوعی صورت حال ہے، کوئی صحیح الفطرت انسان نہ اس کا قائم ودائم رہنا پسند کرتا ہے اور نہ اس سے لطف اندوز ہوسکتا ہے۔

پھر جب معاملہ اپنے ہی ملک ومعاشرہ کا ہو، جس میں بظاہر جینا ومرنا اور پھلنا وپھولنا ہے اور جس سے آئندہ نسلوں کا مستقبل بھی وابستہ ہے، تو وہاں انسان طبعاً یاس وقنوط سے اور بھی زیادہ گریزاں، مقابلہ وکشمکش سے مجتنب اور اپنے وقت، قوت اور صلاحیت وذہانت کو منفی ودفاعی اور عارضی ووقتی مسائل پر صرف کرنے میں محتاط ہوجاتا ہے، کسی ملک کی یہ بڑی بدقسمتی اور ''سلطانی جمہور'' کی بڑی ناکامی ہے کہ آبادی کے ایک بڑے عنصر اور ایسے عنصر کی جس کی فطری صلاحیتیں ماضی وحال میں ملک کو چار چاند لگا چکی ہیں، اپنے تحفظ ودفاع اور اپنے حقوق کی بازیابی اور جسمانی یا معنوی نسل کشی (Genocide) کے خطرہ سے بچنے میں صرف ہوں، اس میں اس کی عمر عزیز اور طاقت کے اس ذخیرہ سے جو ایک ملک کی قسمت پلٹ دینے کے لئے کافی ہے اور جو خالص تعمیری کاموں میں لگنے سے دنیا کے حالات پر بھی اثر

www.abulhasanalinadwi.org

انداز ہوسکتا ہے۔ سال دو سال نہیں پوری چوتھائی صدی لگ جائے اور اس کے بعد بھی اس کو اپنے تحفظ کا وہ احساس اور مستقبل کی ضمانت کا وہ اعتماد حاصل نہ ہو، جو ایک آزاد جمہوریہ میں ایک آزاد شہری کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا حق ہے اور جس کے بغیر اس ملک کی تمام ترقیاں اور خوشحالیاں آزادی و جمہوریت ایک سراب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔

اس بنیادی و فطری حقیقت کے پیش نظر میری قدرتی خواہش تھی کہ میں آپ کو اس اسٹیج سے جو آزاد ہند میں مسلمانوں کے تعلیمی مسئلے سے مخصوص ہے، اس غیر فطری اور غیر جمہوری صورت حال کے ختم ہو جانے کی نوید مسرت سناؤں اور کم سے کم آپ کو یہ بشارت دے سکوں کہ ۳۰ دسمبر ۱۹۵۹ء کو ہم نے اسی ریاست کے ایک ضلع (بستی) سے جو سفر شروع کیا تھا، وہ سولہ برس کے بعد اسی ریاست کے دارالحکومت میں کامیابی اور اطمینان پر ختم ہوا، اب ہندوستان کی سب سے بڑی اقلیت جو اپنے حجم اور معنویت، کمیت و کیفیت میں سب سے بڑی اقلیت ہے جس کو ہم صرف ہندوستان کی دستوری اور آئینی زبان میں اقلیت کہہ رہے ہیں، ورنہ وہ بہت سے مسلمان ملکوں کی پوری پوری آبادی سے زیادہ تعداد و صلاحیت رکھنے والی ایک ملت ہے، اپنے اس ناگزیر دفاعی فرض سے فارغ ہو چکی ہے جو ارباب اقتدار کی کوتاہ نظری اور غلط اندیشی سے اس پر عائد ہوا تھا، اب وہ اپنے محبوب وطن میں اپنے پورے روحانی، ذہنی، اعتقادی اور تہذیبی خصوصیات کے ساتھ جو اس کی شخصیت کا جزء لاینفک ہیں اور اپنی امنگوں، آرزوؤں کے ساتھ جو ایک آزاد قوم کا فطری حق اور ایک آزاد ملک کا سب سے بڑا تحفہ اور انعام ہے نہ صرف باقی رہ سکے گی بلکہ ملک کی قیادت و رہنمائی کا فرض بھی

www.abulhasanalinadwi.org

انجام دے سکے گی جو کسی فرقے اور آبادی کے کسی عنصر کے ساتھ مخصوص نہیں لیکن سخت افسوس اور قلق ہے کہ میں اور میرے رفقاء اپنے کو اس پوزیشن میں نہیں پاتے، واقعات کی سنگینی اور بے رحم منطق اور حقائق کی بے نیازی و بے لحاظ عدالت اس کی اجازت نہیں دیتی اور مجھے پھر واقعات سے مغلوب ہو کر غالبؔ کے اس شعر کو سنانا پڑتا ہے جس کو میں نے زیب عنوان بنایا ہے۔

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق
سامانِ صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

لیکن حضرات! دل کو یہ جراحت دو طرف سے لگی ہے اور دونوں غیر نہیں، اپنے ہیں، ایک اپنی حکومت، دوسرے اپنی ملت، حیران ہوں کہ پہلے شکوہ کس کا کروں، میں اپنے ضمیر کے ساتھ شرمندہ اور اپنے خدا کے حضور میں خطا کار اور شرم سار بنوں گا، اگر حکومت کے احتساب کو ملت کے احتساب پر مقدم رکھوں، جس صحیفہ کو میں خدا کا آخری صحیفہ مانتا ہوں، وہ کہتا ہے:

اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا۔

اپنا نامہ اعمال پڑھو، تمہارے ہوتے ہوئے کسی دوسرے محاسب اور محتسب کی ضرورت نہیں۔

مسلمانوں کے لئے ارادی واختیاری اور علمی وشعوری طور پر اسلامی عقائد وحقائق اور ابراہیمی ومحمدی تہذیب کی خصوصیات وشعائر پر قائم رہنا، ان پر جینے و مرنے کا عزم کرنا اور ان کو اپنے جیتے جی اپنی اولاد و اخلاف تک منتقل کرنا، ان کو ان کی عملی زندگی میں کارفرما اور جلوہ گر دیکھنا اور مرنے سے پہلے ان تعلیمات کے تسلسل اور ان کے نسلاً بعد نسلٍ قائم رہنے کا اطمینان کر لینا مسلمان کا جزو ایمان، اور اس کے وفادار مسلمان ہونے کی

www.abulhasanalinadwi.org

علامت اور پہچان ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جو قرآن مجید کی آیت "وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ" (تو دیکھو! دنیا سے نہ جانا مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو (یعنی خدا کے فرمانبردار ہو)) اور "قُوْا اَنْفُسُکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا" (اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ) اور ان آیتوں سے بالکل عیاں ہے، جن میں اس ملت کے داعیِ اول حضرت ابراہیمؑ اور ان کے فرزند اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ کی دعاؤں، خواہشوں، کوششوں اور نصیحتوں و وصیتوں کا تذکرہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اس اطمینان کا حاصل کرنا ضروری سمجھا کہ ان کی اولاد ان کی آنکھ بند ہو جانے کے بعد بھی توحید خالص، خدا کی بندگی اور دین حق سے وابستگی پر پورے عزم و استقامت کے ساتھ قائم رہے گی اور اس شمع کو ان کے بعد بھی روشن رکھے گی۔ انہوں نے زبان حال وقال سے بہتے ہوئے آنسوؤں، متکلم نگاہوں اور سینہ میں حمیت ایمانی کے امنڈتے ہوئے طوفان کے ساتھ یہ بات کہی کہ جب تک ان کو اس بات کا اطمینان حاصل نہ ہوگا اور ان کی اولاد پورے خلوص اور پورے عزم کے ساتھ اس بات کا وعدہ نہ کرے گی، وہ نہ اطمینان کے ساتھ نہ دنیا سے رخصت ہوں گے اور نہ ان کی پیٹھ قبر سے لگے گی۔

وَوَصّٰی بِهَا اِبْرَاهِیْمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ یَا بُنَیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ۔ اَمْ کُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَکَ وَاِلٰهَ آبَائِکَ اِبْرَاهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور پھر اسی طریقہ کی ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور (اس کے پوتے) یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی؛ انہوں نے کہا: اے میرے بیٹو! خدا نے تمہارے لئے اس دین (حقیقی) کی راہ پسند فرمائی ہے؛ تو دیکھو! دنیا سے نہ جانا مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو (یعنی فرمانبردار ہو) پھر کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کے سرہانے موت آ کھڑی ہوئی تھی اور اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے پوچھا تھا' میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا: اسی خدائے واحد کی جس کی تو نے عبادت کی ہے اور تیرے بزرگوں ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ نے کی ہے اور ہم اس کے حکموں کے فرمانبردار ہوئے۔ (سورۃ البقرہ ۱۳۲۔۱۳۳)

اور اس سے پہلے حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی مشترک دُعا گزر چکی ہے؛ جس میں دونوں (باپ بیٹے) نے کہا کہ:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔

اے ہمارے پروردگار! (اپنے فضل و کرم سے) ہمیں ایسی توفیق دے کہ ہم سچے مسلم (یعنی تیرے حکموں کے فرمانبردار) ہو جائیں اور ہماری نسل میں سے بھی ایک ایسی امت پیدا کر دے جو تیرے حکموں کی فرماں بردار ہو؛ خدایا! ہمیں ہماری عبادت کے (سچے) طور طریقے بتا دے اور ہمارے قصوروں سے درگزر کر؛ بلاشبہ تیری ہی ذات ہے جو رحمت سے درگزر کرنے والی ہے اور جس کی رحیمانہ درگزر کی کوئی انتہا نہیں۔ (سورۃ البقرہ: ۱۲۸)

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کی یہ تڑپ اور روح

www.abulhasanalinadwi.org

کی بے قراری قرآن میں محفوظ کر دی گئی ہے کہ:

وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔

بارِالٰہا مجھے اور میری (جسمانی و معنوی) اولاد کو (ہر قسم کی) بت پرستی سے بچائیو۔

جہاں تک ملت اسلامی کا تعلق ہے اور جس کا کنبہ اور خاندان مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک پھیلا ہوا ہے، اس کا نام "مسلم" ہی بتلاتا ہے کہ اس کی بنیاد کسی قومیت و وطنیت، یہاں تک کہ کسی جلیل القدر پیغمبر اور خود اپنے نبی برحق یا اس کے وطن و شہر یا اس کے خاندان و نسل پر نہیں رکھی گئی، دنیا کی ساری مذہبی ملتوں میں جن میں یہودی اور عیسائی بھی شامل ہیں، اسی کا نام اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ اس کا وجود محض ایک عقیدہ، ایک مسلک زندگی، اور ایک عہد و پیمان اور ایک رشتۂ وفاداری (اسلام) پر قائم ہے اس کا دامن مستقل طور پر علم سے باندھ دیا گیا ہے اور ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے بلکہ اس کا تصور بھی علم کے بغیر نہیں کیا جا سکتا، اسی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے پیغمبر پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں نہ صرف علم، بلکہ اس کے سب سے بڑے وفادار خادم اور ترجمان "قلم" کو بھی فراموش نہیں کیا گیا اور فرمایا گیا:

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ۔

پڑھو اور تمہارے پروردگار کا بڑا اکرم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔ (سورۃ العلق: ۳۔۴۔۵)

www.abulhasanalinadwi.org

کیا ایسی ملت کے لئے کسی وقت اور کسی جگہ بھی اس کا جواز ہے کہ وہ اپنی بقدر ضرورت دینی واقفیت اور اپنی آئندہ نسل کے شعوری و علمی طور پر اسلام پر باقی رہنے کی جدوجہد اور اس کے تحفظ کے مسئلہ سے زیادہ کسی اور مسئلہ پر اپنی توجہ اور دلچسپی، اپنی سعی و جدوجہد اور اپنی ایثار و قربانی کا اظہار کرے۔ اور اس تعلیمی محاذ پر دفاع اور اقدام اور ہر اس منفی و مثبت تدبیر کو کام میں نہ لائے جو وقت کا تقاضہ اور مسئلہ کا مطالبہ ہے؟ کم سے کم ہندوستان کی آزادی کے بعد سے جس کو اب پوری چوتھائی صدی ہوگئی اور اس سے بھی احتیاط سے کام لوں تو کہوں گا کہ اس سولہ برس کے عرصہ میں دینی تعلیمی کونسل کے اسٹیج، اس کی ضلعی و ریاستی کانفرنسوں اور اس کے مؤثر لٹریچر کے ذریعہ یہ مسئلہ پوری وضاحت کے ساتھ ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے آگیا ہے کہ ان کو اپنے اور اپنی آئندہ نسل کے دین و ایمان کے بچانے اور اس نسل کا رشتہ اسلام سے قائم رکھنے کی کوشش کا آخری اور فیصلہ کن مرحلہ درپیش ہے، اس کے لئے ان کو آئینی جدوجہد بھی کرنی ہے۔ حکومت کو (جو اس وقت تک کوئی قدم نہیں اٹھاتی جب تک کہ اس کو کسی مطالبہ کے متعلق اس کا اطمینان حاصل نہیں ہو جاتا کہ اس کے پیچھے مطالبہ کرنے والوں کی آواز، اجتماعی فیصلہ اور ہر طرح کی قربانی کا عزم ہے) اس کی معقولیت کا قائل اور اصلاح حال پر آمادہ کرنا ہوگا، اس کے لئے ان کو اپنے وقت اور سرمایہ کا ایک وافر حصہ صرف کرنا ہوگا، اس کو ان تمام مسائل و مشاغل پر ترجیح دینی ہوگی جن کو اس مسئلہ سے کچھ بھی نسبت نہیں۔

لیکن کیا واقعات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے اس مسئلہ کی اہمیت پورے طور پر سمجھ لی ہے؟ کیا انہوں نے سیاسی و

www.abulhasanalinadwi.org

اقتصادی مسائل سے قطع نظر اس کو اتنی بھی اہمیت دی ہے جتنی ان مشاغل کو بھی دے رکھی ہے جو بچکانہ وطفلانہ ذہنیت کے مظاہروں سے زیادہ نہیں، کیا اس عرصہ میں جس میں کاتب تاریخ نہیں بلکہ کاتب تقدیر اس ملک میں مسلمانوں کے مستقبل کی پیشین گوئی ثبت کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے کسی سنجیدگی، حقیقت پسندی، واقعات وتجربات سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت اور عام انسانی عقل کا بھی مظاہرہ کیا ہے؟ کیا ان میں کسی بیدار مغز ہوش گوش رکھنے والی قوم کی علامت پائی جاتی ہے؟ نمود ونمائش میں جو وقت، قوت اور دولت صرف ہوتی ہے اس کا کیا تناسب ہے؟ اور اس کا حالات وحقائق سے کیا جوڑ ہے؟ کیا اس زندہ دلی، جذبہ مسابقت اور جوش و ولولہ کا جو ان مشاغل میں نظر آتا ہے، کوئی حصہ بھی اس تعمیری، ٹھوس، انقلاب آفریں اور حیات بخش کام میں صرف ہو رہا ہے، جس پر مسلمانوں کی بحیثیت ملت ابراہیمی، اور امت محمدی کے وجود وبقاء کا انحصار ہے۔ ایسے کسی موقع پر جب مسلمان اپنے ان جذبات کی تسکین کا سامان کر رہے ہوں اور دنیا و ہمسایہ قوموں کو یہ تاثر دے رہے ہوں کہ ان سے زیادہ مطمئن، فارغ البال، خوشحال، مسرور اور شادماں قوم کوئی نہیں، آپ ہندوستان کے اُفق پر ایک ملت کے زوال کی روشن تحریر پڑھ سکتے ہیں اور یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس ملت کا جو اپنی عمر کے کہولت کے دور میں ہے، دینی شعور دماغی سطح اور افتادِ طبع اس کم سن بچہ کی ذہنیت سے بہتر نہیں، جو گھر پھونک تماشا دیکھنا چاہتا ہے اور جو اپنے مریض جاں بلب باپ کو گھر میں اکیلا چھوڑ کر شہر کا چراغاں اور گاؤں کا میلہ دیکھنے چلا جاتا ہے، بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھا کر کہتا ہوں کہ اس جاں بلب باپ یا ماں کے لئے اس کے پاس جو چند پیسے ہیں، ان کو بھی تماش بینی

کے شوق یا اپنے ہمجولیوں کی واہ واہ کے ذوق میں داؤں پر لگا دیتا ہے' ان رونقوں کی حیثیت اس سے کچھ زیادہ نہیں "وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا"۔

حضرات! جراحتِ دل پر اس سے زیادہ نمک پاشی کی نہ مجھ میں جرأت ہے اور نہ آپ میں تحمل' اگر اس تلخ نوائی میں کچھ بے اعتدالی پیدا ہو گئی ہو تو میں غالبؔ ہی کی زبان میں آپ سے معافی چاہوں گا۔

رکھیو غالبؔ مجھے اس تلخ نوائی میں معاف

آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

اب ذرا جراحتِ دل کے اس شکوہ کو بھی سن لیجیے جس کا تعلق ملک کے انتظامی ادارے اور وطن عزیز کی سب سے بااختیار اور صاحب اقتدار جماعت اور حکومت کی مشینری سے ہے۔ ہندوستان کی اقلیتوں' بالخصوص مسلم اقلیت کے تحفظ کی سب سے بڑی ضمانت دستور ہند کے آرٹیکل ۳۰(۱) کا یہ اعلان تھا کہ "اقلیتوں کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے نجی تعلیمی ادارے قائم کریں اور ان کو اپنی مرضی کے مطابق چلائیں"۔ دستور ہند کی تصریحات کے مطابق اقلیتوں سے مراد تمام لسانی و مذہبی اقلیتیں ہیں اور ان کو بغیر کسی شرط وقید کے اپنے نجی تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کو اپنی پسند کے مطابق چلانے کا حق ہے' ریاستوں کی عدالت ہائے عالیہ اور ہندوستان کی آخری عدالت (Supreeme Court) کے فاضل ججوں اور دستور ہند کے مستند ترین شارحین کے بیان کے مطابق ان میں وہ تمام ادارے شامل ہیں' جو کسی بھی اقلیت' یا اس کے کسی فرد نے قائم کیے ہوں اور ان کے قیام کا مقصد اقلیتی فرقے کو فائدہ پہنچانا ہو' دستور ہند کا یہ اعلان عقل سلیم' فطرت انسانی اور

www.abulhasanalinadwi.org

انسان کے مسلمہ بنیادی حقوق سے پوری مطابقت رکھتا ہے' اقوام متحدہ (جس کا ہندوستان بھی ایک ممبر ہے) نے حقوق انسانی کا جو منشور (Charter of Human Rights) شائع کیا ہے' اس کی دفعہ ۶ (۳) میں بالاعلان کہا گیا ہے کہ ''والدین کو اس کا سب سے پہلے حق پہونچتا ہے کہ وہ تعلیم کا وہ طریقہ انتخاب کریں جس کے مطابق وہ اپنے بچے کو تعلیم دینا چاہتے ہیں۔'' اس لئے حقیقت میں مسئلہ اقلیت اور اکثریت کا نہیں' والدین اور اولاد کا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دستور ہند کی یہ دفعہ ایسی منصفانہ' دانشمندانہ اور حقیقت پسندانہ دفعہ تھی' جس پر ہندوستان کے دستور سازوں کو اور اس ملک کو بجا طور پر فخر کرنے کا حق حاصل ہے ایک ایسے ملک میں جو صرف ایک جغرافیائی وحدت ہے' اور اس سے زیادہ اس کو سیاسی وحدت بھی کہہ سکتے ہیں اور جو تقدیر کے فیصلہ کے مطابق مختلف مذہبی فرقوں' مکاتب خیال اور رنگا رنگ تہذیبوں اور ثقافتوں کا قدیم زمانہ سے مرکز رہا ہے اور اس نے ان کو نہ صرف رہنے کی اجازت دی ہے بلکہ پھلنے پھولنے کا بھی موقع دیا ہے۔ اقلیتوں کے لئے اس سے بہتر ضمانت اور اس سے زیادہ محفوظ اور بے خطر راستہ نہیں ہوسکتا۔ ہندوستان کی تاریخ میں وہ ساعت بڑی مبارک تھی جب اس کے دستور سازوں نے یہ فیصلہ کیا اور اپنے اس فیصلہ اور عزم کے اظہار کے لئے یہ قانونی الفاظ جو آسانی سے ہلائے نہیں جاسکتے انتخاب کئے۔ ہندوستان جیسے ملک کے لئے جو سیاسی انتشار' اقتصادی مسائل' تعلیمی پستی' اور اخلاقی بے ترتیبی کے بحران سے دوچار ہے۔ یہی طریق کار مناسب تھا' اس کو تمام غیر ضروری کشمکشوں'

www.abulhasanalinadwi.org

اور نئے نئے مسائل سے دامن بچا کر اپنی سالمیت واستحکام کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے تھی اور خدا کی بخشی ہوئی ذہانت اور کام کرنے کی مہلت و فرصت پوری احتیاط کے ساتھ انہیں چیزوں پر لگانی چاہئے تھی، جو ملک کی تعمیر وترقی اور پیدا ہونے والے مسائل کے حل میں مفید اور کارآمد ثابت ہوسکیں، یہاں اقلیتوں کے دل میں نہ صرف اعتماد، بلکہ گرم جوشی، خوش دلی اور کام کرنے کی توانائی پیدا کرنے کی سب سے زیادہ ضرورت تھی، جو اس کے بغیر نہیں حاصل ہوسکتی کہ ان کو اپنی خصوصیات کے باقی رہنے کا اطمینان حاصل ہو اور ان کو اپنی روحانی، ذہنی واخلاقی، نیز تہذیبی ولسانی امنگوں وآرزوؤں کی تکمیل اور اپنے ان خوابوں کی تعبیر پوری ہوتی نظر آتی ہو جو جنگ آزادی کے موقع پر انہوں نے دیکھے تھے۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اس ملک کے رہنماؤں کو جن کو نظم و نسق ہی سپرد نہیں ہوا تھا بلکہ اس ملک کی صورت گری کا نازک کام بھی حوالہ ہوا تھا، اس ملک کے مخصوص حالات کا لحاظ نہیں رہا اور انہوں نے دنیا کے ان ملکوں کی تقلید ونقل ضروری سمجھی جہاں پہلے سے مذہبی، تہذیبی اور لسانی وحدت پائی جاتی تھی، وہاں تعلیمی وحدت کا نفاذ نہ صرف ممکن تھا بلکہ مستحسن بھی۔ اگرچہ ان ترقی یافتہ ملکوں میں بھی تعلیم کے بہت سے نجی اداروں کی گنجائش اب بھی باقی ہے، ہمارے ملک کے رہنماؤں نے اس بارے میں اس ذہانت، حقیقت پسندی اور عملیت کا ثبوت نہیں دیا جس کی ان سے توقع تھی اور یہ قوموں، تہذیبوں اور مملکتوں کی تاریخ کا پرانا المیہ ہے کہ بارہا انہوں نے اپنی سیاسی یا فوجی طاقت کے اعتماد پر حقائق سے گریز اور آبادی کے کمزور طبقوں کے مطالبات سے چشم پوشی کی، یونان و

www.abulhasanalinadwi.org

روما، ایران اور خود عرب وترکی سلطنتیں اپنے اپنے دور میں اس غلطی کا شکار ہو چکی ہیں اور انہوں نے ان اقلیتوں کو غیر مطمئن اور شاکی بنا کر اپنے لئے غیر ضروری مشکلات پیدا کر لیں، ان کی بے جا ضد نے بعض اوقات خود اپنے مقاصد کو بڑا نقصان پہنچایا ہے اور ملک کی ترقی کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ فرد کے فیصلہ اور اقدام میں ذہانت، اجتہاد اور حقیقت پسندی کا عنصر اتنی اہمیت اور دور رس نتائج کا حامل نہیں، جتنا قوموں اور مملکتوں کے فیصلے اور اقدام میں۔ تاریخ کی گواہی ہے کہ افراد ہی ذہانت کی کمی کا شکار نہیں ہوتے، قومیں اور مملکتیں بھی ہوتی ہیں۔ تاریخ افراد کو معاف کر دیتی ہے، قوموں اور مملکتوں کو معاف نہیں کرتی۔

حضرات! عصر حاضر کے عظیم مغالطوں میں سے ایک مغالطہ یہ بھی ہے کہ لسانی، ثقافتی اور معاشرتی وحدت اتحاد کا سب سے بڑا سر چشمہ اور ہر مرض کی دوا ہے۔ یہ مقلدانہ ذہنیت ہمارے ملک کے اعلیٰ دانشور طبقے میں بھی گھر کر چکی ہے اسی بنا پر تعلیمی وحدت کے وہ سب انتظامات سوچے جاتے ہیں، نجی اداروں کو ختم کرنے کی سفارش کی جاتی ہے، اقلیتوں (خواہ وہ لسانی ہوں، خواہ مذہبی) کے قائم کئے ہوئے اداروں کے نظم و نسق کو حکومت کی تحویل میں لینے کے لئے تجاویز پیش کی جاتی ہیں، نجی اداروں کو ختم کر دینے اور ان کو حکومت کے انتظام میں لینے کے لئے وہ دانشمندانہ راہیں پیدا کی جاتی ہیں، اور پڑوسی اسکول (Neighbour School) کے حدود کو اتنا وسیع کیا جاتا ہے کہ عملاً کسی اقلیت، کسی فرقہ اور کسی مذہبی گروہ کو اپنی مرضی، پسند اور عقیدہ و مسلک کے مطابق اپنے جگر گوشوں اور اپنے نسلی و معنوی وارثوں کو بنانے، سنوارنے اور اپنے روحانی

www.abulhasanalinadwi.org

وتہذیبی ورثہ کا امین وحقدار بنانے کا موقع نہیں ملتا' اس کی جھلکیاں آپ کوٹھاری کمیشن کی رپورٹ میں آسانی سے دیکھ سکتے ہیں' لیکن یہ محض عصر حاضر کا ایک چلا ہوا مغالطہ ہے کہ ہر طرح کی وحدت حقیقی اتحاد کے لئے ضروری ہے' یہاں تک کہ اب یکساں عائلی قانون یونی فارم سول کوڈ (Uniform Civil Code) کا نعرہ بھی پورے زور شور سے بلند کیا گیا اور وقتاً فوقتاً وہ سامنے آتا رہتا ہے لیکن واقعات وتجربات' یورپ کی دوخوں آشام عالمگیر جنگوں اور ملکوں کی طبقاتی کشمکش نے اس مغالطہ کا پردہ چاک کردیا ہے کہ تہذیبی' معاشرتی حتیٰ کہ مذہبی وحدت بھی اتحاد کی ضامن اور خوشگوار دوستانہ تعلقات کے لئے کافی ہے۔ سوسائٹی میں جب تک سیاسی برتری کا شوق' ذاتی اغراض' دولت کمانے کا جنون و سرسامی کیفیت اور اخلاقی پستی موجود رہے گی' خداشناسی اور خداترسی' احترام آدمیت' سچی ہمہ گیر اور مثبت حب الوطنی اور اخلاقی تعلیم کا فقدان رہے گا۔ ساری وحدتوں کے باوجود یہ ملک انتشار و تصادم' وحشت و بربریت' منافرت اور ظلم و استحصال کا شکار رہے گا' ایک ہی وحدت کے رشتہ میں پروئے ہوئے افراد آج بھی ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں' ایک دوسرے کا خون پی رہے ہیں' بھائی بھائی پر ظلم کررہا ہے' گاؤں والا گاؤں والے کو لوٹ رہا ہے' محلہ والا اپنے پڑوسی پر ظلم کرنے سے دریغ نہیں کرتا' رشوت کا بازار گرم ہے اور کوئی لسانی' تہذیبی اور تعلیمی وحدت اس کی راہ میں مزاحم اور اس انسان کشی' ملک دشمنی اور مردم آزاری میں آڑے نہیں آرہی ہے۔ اس لئے یہ سمجھنا کہ ملک میں اول سے آخر تک ایک نصاب و نظام تعلیم جاری ہونے' تعلیم گاہوں کا ایک ہی نظم ونسق قائم

www.abulhasanalinadwi.org

ہو جانے' مذہبی و نجی اداروں کے ختم ہو جانے سے ہر درد کا درماں ہو جائے گا' اور وہ حقیقی اتحاد قائم ہو جائے گا' جو اس ملک کو امن و سکون کا گہوارہ اور حسین و مہکتے ہوئے پھولوں کا گلدستہ بنا دے گا' محض ایک ایسا طریق فکر ہے جس میں اجتہاد کم' نقالی زیادہ' عملی تجربہ مفقود اور تخیل آرائی غالب ہے۔

حضرات اب اس داستان کو جس میں شکوہ و شکایت کا حصہ زیادہ ہے' مختصر کرتے ہوئے کہوں گا کہ ایک آزاد جمہوری حکومت کا جس کی بنیاد خالص حب الوطنی' رضا کارانہ جذبہ خدمت اور اس مشترک جنگ آزادی پر پڑی ہو جس میں ملک کے تمام شہری اور اکثریت و اقلیت کے افراد دوش بدوش شریک رہے ہوں' سب سے عظیم و مقدس فرض یہ ہے کہ اس کی آبادی کے تمام عناصر اور اس کے مختلف فرقوں اور اقلیتوں کو اس ملک میں اپنے اور اپنی نسل کے تحفظ کا پورا احساس اور مکمل اطمینان ہو' کسی حکومت کی ناکامی اور دستور کی خامی کی اس سے بڑھ کر مثال نہیں ہوسکتی کہ اس ملک کا کوئی شہری تحفظ کے احساس سے محروم ہو اور واضح رہے کہ ایک حقیقت پسند انسان کی حیثیت سے میں جب تحفظ کا لفظ بولتا ہوں' تو اس سے مراد جسمانی و معنوی' نسلی و روحانی ہر طرح کا تحفظ ہوتا ہے' کہ محض جسمانی تحفظ' جسم و جان کی سلامتی اور قتل و غارت گری سے حفاظت پر کوئی باشعور' باضمیر' صاحب عقیدہ اور صاحب تہذیب جماعت قانع اور مطمئن نہیں ہوسکتی' ایسا تحفظ تو جنگل کے بعض جانوروں اور پرندوں کے لئے بھی کیا جاتا ہے اور وقتاً فوقتاً ان کی نسل و نوع کی حفاظت کے لئے سخت قوانین بنائے جاتے ہیں' مجھے معاف کیا جائے' مسلمانوں کا

www.abulhasanalinadwi.org

معیار اس بارے میں اور زیادہ بلند اور ان کی حس اس سلسلہ میں اور زیادہ تیز ہے، اس کا تعلق ان کے مذہبی معتقدات، ان کے اصول زندگی اور ان کے اس فہم وفکر اور نقطۂ نظر سے ہے جو دین و دنیا، فوز وفلاح، اور فرد و جماعت کی کامیابی وسعادت کے بارے میں وہ رکھتے ہیں، اس کا تقاضا ہے کہ ایک طرف اس ملک کے مسلمان آئینی جدوجہد کے تمام طریقوں سے کام لے کر اور اجتماعی عزم وفیصلہ کی پوری طاقت سے اس ملک میں اپنے لئے حقیقی اور کامل تحفظ کی فضا پیدا کریں جس کے بغیر مجھے کہنے کی اجازت دی جائے کہ وطن وطن نہیں، مسافرت، آزادی آزادی نہیں، غلامی، اور گھر اور چمن نہیں قید خانہ اور قفس ہے۔ دوسری طرف حکومت کو بھی اپنے رویہ اور اس رجحان پر نظر ثانی کرنی چاہئے جو نجی تعلیمی اداروں کو ختم کرنے اور مختلف فرقوں اور اقلیتوں کو ان کی آزادی اور ان بنیادی شہری حقوق سے محروم کرنے کی شکل میں جو دستور ہند نے ان کو دئے ہیں، نمایاں ہو رہا ہے بلکہ اس سے ایک قدم آگے دستور ہند میں تبدیلیوں کا خطرناک قدم بھی اٹھایا جاچکا ہے اور اس طرح اقلیتوں کے لئے وہ آخری پناہ گاہ بھی ختم ہو رہی ہے، جو کسی دستوری اور جمہوری ملک میں پائی جاتی ہے، یہ ملک کو ایسی خطرناک منزل کی طرف لے جانے کا اقدام ہے جس کے تصور سے ایک محب وطن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کی راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔ انہیں خطرات کی نشاندہی انہیں حقائق کو واضح اور دل نشین کرنے اور انہیں مقاصد کے حصول کے لئے آخری جد وجہد کرنے کی خاطر یہ دینی تعلیمی کونسل وجود میں آئی اور اسی عزم سفر کو تازہ اور پختہ اور اسی پیغام کو وسیع اور موثر بنانے کے لئے یہ کانفرنس منعقد

www.abulhasanalinadwi.org

کی جارہی ہے جس میں پہلی مرتبہ اسی ریاست کے دردمند و حساس مسلمان نہیں، دوسری ریاستوں کے زندہ دل اور بلند نظر اصحاب بھی جن کو مسلمانوں کے تعلیمی مسئلے اور ان کے مستقبل سے دلچسپی ہے، ملک کے دور دراز حصوں سے زحمت سفر برداشت کر کے کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی صحیح رہنمائی فرمائے اور ہم کو اپنی نصرت سے سرفراز کرے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# قوت وعزت کا سرچشمہ

"آپ کو بتانا چاہیئے کہ مسلمان کے نزدیک اس کے عقائد اور اس کا مسلکِ زندگی اس کے جسم وجان اور اس کی عزت وناموس سے زیادہ بیش قیمت ہے۔

اگر آپ یہ ثابت اور واضح کردیں گے کہ موجودہ نصاب تعلیم ان عقائد اور ان عزیز حقائق کی بنیادوں پر تیشہ چلاتا ہے تو وہ سب آپ کی تائید کے لئے جمع ہو جائیں گے جو کسی قوم کے معابد ومقدسات اور اس کی عزت و ناموس پر حملہ برداشت نہیں کرتے اور یقین فرمایئے کہ ان شریف النفس اور نیک طینت انسانوں کی اس ملک میں بہت بڑی تعداد ہے اور وہی اس ملک کی قوت وعزت کا سرچشمہ ہیں"۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس (بہرائچ)

منعقدہ

۱۷/۱۸/اپریل ۱۹۸۲ء

www.abulhasanalinadwi.org

# آپ نے فیصلہ کیا یا نہیں؟

"میں آپ کے دلوں پر دستک دے رہا ہوں، بلکہ آپ کے دل میں چٹکی لے رہا ہوں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے فیصلہ کیا یا نہیں؟ کیا آپ کے اور آپ کے فیصلہ کے درمیان دینی تعلیم کے تحفظ اور اس کے انتظام کے درمیان اس سے زیادہ فاصلہ ہے جو بہرائچ اور غزنی کے درمیان تھا اور جس کو غزنی کے ایک مردِ مجاہد نے ایک جست میں طے کرلیا..... وہ خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے اتنا بڑا فاصلہ طے کر کے آئے، ایک ہم اور آپ ہیں کہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم کے انتظام کے سلسلے میں تھوڑا سا خطرہ بھی مول نہیں لے سکتے"۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات! اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طاقت کے بعد (جو اصل طاقت ہے) دنیاوی لحاظ سے سب سے بڑی طاقت جو زندگی کے پہیے کو رواں دواں رکھے ہوئے ہے جو مختلف وقتوں میں دنیا میں تبدیلیاں لاتی رہتی ہے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے کھسکا دیتی ہے دریاؤں کے رُخ موڑ دیتی ہے سلطنتوں کے چراغ گل کر دیتی ہے ایسے واقعات کو جن کا تصور بھی مشکل ہوتا ہے وجود میں لے آتی ہے وہ انسانی فیصلہ ہے اس فیصلہ نے بارہا افراد کی اور خاندانوں کی نہیں قوموں کی اور انسانیت کی تقدیر بدل دی ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کا موقع دیا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کا اظہار اور زندگی کا استحقاق ثابت کر کے باآبرو زندگی گزارنے کی مہلت لے لے اور اس کے برعکس اپنی نا اہلی کفرانِ نعمت اور ظلم و فساد کا مظاہرہ کر کے زندگی کے حق اور اللہ کی نعمتوں سے محرومی کا فیصلہ کرالے اسی کا نام ہے تقدیر کا بدل جانا "اِنَّ اللّٰہَ لَایُغَیِّرُ مَابِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ" اللہ فرماتا ہے کہ وہ کسی قوم کو دی ہوئی نعمت اس وقت تک نہیں چھینتا اور اس کی تقدیر نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے حالات میں تبدیلی

www.abulhasanalinadwi.org

پیدا کر کے اور ناشکری کر کے نعمت خداوندی سے محرومی اور عزت کے بعد ذلت کا فیصلہ نہ کرا لے۔

## انسانی فیصلہ کی طاقت:

انسانی فیصلہ کی طاقت اور کرامت کی ایسی مثالیں ہیں، جن کا باور کرنا مشکل ہے، اس کی ایک شہادت آپ کا شہر پیش کرتا ہے کہ خدا کا ایک بندہ (سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ) غزنی افغانستان سے رفقاء کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ اس ملک میں جو ایک تختی بر اعظم (Sub Continent) ہے، داخل ہوتا ہے، وہ توحید کا پیغام پہنچانے اور انسانوں کو انسانیت کا سبق سکھانے کے لئے سر ہتھیلی پر رکھ کر آئے، عقل کا فیصلہ صریحاً اس کے خلاف تھا، کوئی آدمی صحیح الحواس ہونے کے ساتھ اس کی ہمت نہیں کرسکتا تھا کہ اتنے لمبے چوڑے ملک میں ساتھیوں کی اتنی تھوڑی تعداد کے ساتھ قدم رکھے اور یہ اس وقت کی بات ہے، جب سفر اور ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل وحرکت کی یہ آسانیاں نہیں تھیں، لیکن وہ اس دور دراز مقام سے منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا، راستہ میں اپنے سفر کی نشانیاں چھوڑتا ہوا اس خطہ میں آ کر اپنے کام کو ختم کر دیتا ہے یا اس سے اس کام کو ختم کرا دیا جاتا ہے، آج وہ یہاں آسودۂ خاک ہے، ایک فرد کے فیصلہ کی طاقت کا یہ ایسا روشن ثبوت ہے جس کی مثال دور دور تک نہیں ملتی۔

اس دنیا میں انسان نے جو کچھ کیا ہے، وہ اپنے فیصلہ سے کیا ہے، آسان سے آسان کام بھی بغیر ارادہ اور فیصلہ کے انجام نہیں پاتا، روٹی کا لقمہ جو آپ توڑ کر اپنے منھ میں ڈالتے ہیں یہ بھی آپ کے فیصلہ کے بغیر نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

ہو سکتا' کاشت کار کی محنتوں کو چھوڑیئے کہ وہ گرمی کی چلچلاتی دھوپ میں اور کڑاکے کی سردی میں بستر سے اٹھ کر اپنے کھیت پر پہونچ جاتا ہے' دوپہر کو توے کی طرح دہکتی زمین پر کس طرح اپنا کام انجام دیتا ہے' اس کی اس جانفشانی کے نتیجہ میں روٹی کا جو ٹکڑا آپ کے ہاتھ میں آتا ہے' وہ بھی آپ کے منھ تک اس وقت تک نہیں پہونچ سکتا جب تک آپ یہ فیصلہ نہ کرلیں کہ آپ کو کھانا ہے' اگر آپ سوچتے ہی رہیں کہ میں اپنے منھ تک روٹی کا ٹکڑا لے جاؤں یا نہ لے جاؤں تو دن گزر جائے گا اور رات بیت جائے گی اور وہ لقمہ ہاتھ کا ہاتھ ہی میں رہے گا' اگر آپ روزے سے ہیں اور آپ نے روزہ کھولنے کا فیصلہ نہیں کیا' جس کے لئے آپ سارے دن گھڑی کے منٹ اور سکنڈ گنتے رہے تو دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں جو آپ کو افطار کرا سکے یہی افراد کا معاملہ ہے' یہی قوموں کا معاملہ ہے۔

جو قوم خود فیصلہ نہیں کرسکتی' دنیا کی ساری تدبیریں' حکمت و سائنس بلکہ طاقت ور سلطنتیں بھی اس قوم کی مدد نہیں کرسکتیں' جن قوموں نے اپنے ضمیر کے ساتھ اپنے عقیدہ اور اپنے ایمان کے ساتھ ان اصولوں کے ساتھ جو ان کو جان سے زیادہ عزیز تھے' دنیا میں باقی رہنے کا فیصلہ نہیں کیا' ان کا نام حرفِ غلط کی طرح لوحِ جہاں سے مٹا دیا گیا' دنیا جس کو تاریخ کہتی ہے' یہ سلطنتوں کی تاریخ نہیں ہے' تہذیبوں کی تاریخ نہیں ہے' علم و دانش کے فروغ و ترقی کی تاریخ نہیں ہے' ذہانتوں کی تاریخ نہیں ہے' ایک جملہ میں یہ انسانی فیصلوں کی تاریخ ہے' فیصلوں نے سلطنتیں قائم کی ہیں اور مٹا دی ہیں' فیصلوں نے تہذیبیں پیدا کی ہیں اور تہذیبوں کا گلا گھونٹ دیا ہے' فیصلوں نے قوموں کو دنیا کے ایک سرے سے اٹھا کر دنیا کے دوسرے سرے

www.abulhasanalinadwi.org

پر پہونچا دیا ہے اور عزم وفیصلہ کی غیر موجودگی نے جیتی جاگتی، دوڑتی بھاگتی، زندہ اور توانا قوم کو بے جان جسموں کی طرح باقی رکھا اور مردوں کی طرح دفن کر دیا۔

## دینی تعلیمی کونسل:

جب کبھی ہندوستانی مسلمانوں کی ذہنی وفکری وتعلیمی تاریخ بلکہ ان کی ملی تاریخ دیانت داری کے ساتھ لکھی جائے گی تو اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکے گا کہ اس ۲۰-۲۵ سال کی مدت میں دینی تعلیمی کونسل نے کیا فکر دیا، کیا لٹریچر پیدا کیا، کس طرح ہندوستانی مسلمانوں کے دینی تعلیمی مقدمہ کو مضبوط دلائل سے ثابت کیا، آپ صرف اس کی سالانہ کانفرنسوں کے خطبہ ہائے صدارت کی ورق گردانی کر لیجئے، ابھی جو دو پُر مغز اور فکر انگیز مقالے پڑھے گئے ہیں، ایک محترم سید حامد صاحب (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کا خطبۂ افتتاحیہ اور دوسرا جناب ریاض الدین احمد صاحب جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل کی سالانہ رپورٹ، وہی مسلمانوں کے تعلیمی مسئلہ کو سمجھنے اور اس کی سنگینی اور نزاکت کا احساس کرنے کے لئے کافی ہیں، لیکن اس مقدمہ کے اندر بھی جان آپ کے فیصلہ سے آئے گی، انسان کی ساری کمزوریوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر عزم وفیصلے کی وہ طاقت رکھی ہے کہ پہاڑ اور دریا اس کا راستہ نہیں روک سکتے، یہ طارق بن زیاد کا فیصلہ تھا جس نے اندلس (اسپین) میں آٹھ سو برس تک نہ صرف اسلامی سلطنت کو قائم رکھا بلکہ اسلامی تہذیب اور اسلامی علوم وفنون کے دریا بہا دیئے اور یورپ تک اس کا فیض پہونچا، یہ محمد بن قاسم کا ایک فیصلہ تھا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

وہ سندھ میں آیا اور اس نے نہ صرف فتوحات اور کامیابی حاصل کی بلکہ قبولیت ومحبوبیت کا مقام حاصل کرلیا' ہمیں عرب مؤرخ بتاتے ہیں کہ عراق کے گورنر حجاج بن یوسف نے جب اس کو اس مہم پر مامور کیا تو فوج کی رسد کے لئے نسخہ بتایا کہ روٹیوں کو سرکہ میں تر کر کے خشک کرلو اور ان روٹیوں کا گٹھر اپنے ساتھ باندھ کر لے جاؤ' جہاں کھانے کو کچھ نہ ملے ان روٹیوں کو پانی میں ڈال دینا ان میں سرکہ کا مزہ پیدا ہو جائے گا اور سالن کی ضرورت نہ ہوگی' دنیا میں اس طرح بھی کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوئی ہیں کہ لشکر کے ساتھ نہ رسد ہے نہ کمک' نہ رہبر ہے نہ سواریوں کا انتظام' یہ سب فیصلہ' انسانی کی کارفرمائی اور عزمِ محکم کی مسیحائی ہے بقول شاعر ؎

اولو العزمانِ دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر پاٹتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

بڑے کاموں کے لئے فرہاد کا جگر اور قیس کا جنون چاہئے' خدا جانے انسانی نسل میں کتنے قیس وفرہاد گزرے ہیں' جہاں پانی کا قطرہ نہیں تھا' وہاں انہوں نے دریا بہادیئے' جہاں ایک پتا نہیں تھا' وہاں انہوں نے گلستاں پیدا کردیئے ؎

عزمِ محکم ہے نشانِ قیس و شانِ کوہ کن
عشق نے آباد کرڈالے ہیں دشت وکوہسار

میرے دوستو اور بھائیو!

آپ نے ابھی فیصلہ ہی نہیں کیا ہے کہ آپ کو اس ملک میں ہر حال میں مسلمان بن کر رہنا ہے' آپ ایسی زندگی سے بیزار ہیں' جس میں سب کچھ ہو لیکن عقیدہ اور ایمان کا تحفظ نہ ہو' آپ نے یہ فیصلہ نہیں کیا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

آپ ان پالتو اور ناز پروردہ جانوروں اور پرندوں کی طرح زندگی نہیں گزاریں گے، جن کو راتب کا ملنا کافی ہے، ہم محض ''راتب'' پر اسی ملک میں نہیں، کسی عرب یا خالص مسلمان ملک کی سرزمین پر بھی رہنے پر تیار نہیں، جہاں ''راتب'' کے سوا ہم کو باعزت آزاد اور اپنے ضمیر و عقیدہ کے مطابق زندگی گزارنے کی دولت میسر نہیں، سارا شکوہ اور سارا گلہ اسی بات کا ہے کہ ہم ہندوستانی مسلمانوں نے ابھی اچھی طرح سے سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ نہیں کیا کہ ہم ہر چیز کی قربانی کے لئے تیار ہیں، ایمان اور عقیدہ کی قربانی کے لئے تیار نہیں، اس آدھی رات [1] کو جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جس میں جھوٹ بولنے والا بھی جھوٹ بولنے سے ڈرتا اور پناہ مانگتا ہے، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس دن آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ کو ایمان سب سے بڑھ کر عزیز ہے، ایمان کے بغیر بچوں کا جینا بھی آپ کو مطلوب نہیں، اسی وقت سے حالات میں تبدیلی آجائے گی، اور مشکلات کے پہاڑ (اگر وہ مشکلات خیالی نہیں بلکہ واقعی ہیں) اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔

تاریخ اسلام میں مرد تو مرد ماؤں نے بھی اپنی اس ایمانی طاقت اور عزم و فیصلے کا ثبوت دیا ہے، انہوں نے اپنے لڑکوں کو اپنے ہاتھ سے کفن پہنا کر میدانِ کارزار کے لئے رخصت کیا اور کہا کہ بیٹا پیٹھ پھیر کر اور میدانِ کارزار سے بھاگ کر ہم کو منھ نہ دکھانا، یہ اس وقت کی باتیں ہیں، جب حق و انصاف کے لئے میدانِ کارزار میں جانا پڑتا تھا، مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ اگر وہ خواب میں دیکھ لے کہ اس کا بچہ ایمان سے محروم ہو کر دنیا میں چل پھر رہا ہے کھا کما رہا ہے تو سوتے سوتے اس کی چیخ نکل جائے، لوگ پوچھیں کہ کیا بات

---

[1] (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی (حدیث) تقریر کے وقت آدھی رات ہو چکی تھی)

www.abulhasanalinadwi.org

ہے خیریت ہے؟ تو وہ کہے میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ میرا بچہ وقت کا بہت بڑا سرمایہ دار، عہدہ دار بن گیا لیکن ایمان سے محروم ہے، دین کی دولت ایسی نہیں کہ انگلی ہلائے بغیر مل جائے، خدا کے پیغمبروں نے بھی جن سے بڑھ کر فیاض اور انسانیت کا دردمند کوئی ہو نہیں سکتا، ان لوگوں سے کہہ دیا جو ایمان کی نعمت سے استغناء برت رہے تھے اور زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ ہم کو اس کی ضرورت نہیں "اَنُلْزِمُكُمُوهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كَارِهُونَ" (کیا ہم ایمان کی دولت زبردستی تمہارے گلے لگائیں اور سر منڈھ دیں جب کہ تم کو اس کی قدر نہ ہو اور تم کہتے رہو کہ نہیں نہیں) یہ خدا کے ان پیغمبروں کے متعلق آتا ہے، جن کے ایک فرد فرید (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کہا گیا ہے "لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَنْ لَّايَكُونُوا مُؤْمِنِيْنَ" (کیا آپؐ ان ناقدروں کے پیچھے کہ ایمان نہیں لاتے اپنی جان دے دیں گے۔)

صاحبو! میں دس باتیں حکومت سے شکایت کی کر سکتا ہوں، مجھے خدا کے فضل سے دنیا کی کسی حکومت سے سچی بات کہنے میں کوئی باک نہیں، اس لئے کہ مجھے کسی حکومت سے لینا دینا نہیں، لیکن میں غلط سمجھتا ہوں کہ ساری ذمہ داری حکومت کے سر ڈال دوں، یہ میرے ضمیر، میرے علم و مطالعہ اور دیانت داری کے خلاف ہے، جب مجھے حکومت ہی سے کہنا ہوگا تو مجھے وہ زبان آتی ہے اور میں اپنے اندر وہ جرأت پاتا ہوں کہ اس سے کہوں لیکن جب آپ سامنے ہوں گے تو میں آپ کا گریبان پکڑوں گا، آپ نے اجتماعی طور پر اور ملی سطح سے صفائی سے ابھی تک یہ بات نہیں کہی ہے کہ ایمان و عقیدہ کے تحفظ کے بغیر اور اس اطمینان کے بغیر کہ ہماری آئندہ نسل بھی مسلمان رہے گی، ہم ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہنا چاہتے اور یہ تحفظ اور انتظام

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارے لئے پانی اور بجلی کی سپلائی، راشن کی دکانوں، حفظان صحت اور علاج کی سہولتوں اور جان و مال کی حفاظت سے بھی زیادہ ضروری ہے کہ ان کا تعلق صرف جسمانی زندگی اور تحفظ سے ہے اور عقیدہ و ایمان کی بقاء اور ان کی تعلیم وتلقین کی سہولتوں کا تعلق ایمانی زندگی اور روح سے ہے، جس کا اثر ابدالآباد تک باقی رہے گا ہم نے ابھی تک اس حقیقت کو نہیں سمجھا کہ خدا کے یہاں وہ زندگی زندگی نہیں کہلاتی وہ مسلمان مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں جو ایمان سے محروم ہو اور اس کا رشتہ ملت ابراہیمی، تعلیمات محمدیؐ اور صحیفۂ آسمانی (قرآن) سے مربوط نہ ہو، قرآن ایسے انسانوں کو "اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ" کہتا ہے (وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں) کہیں کہتا ہے "فَذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا" (ان کو چوپایوں کی طرح کھانے پینے دو)

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا" (اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ) جو زندگی ایمان سے محرومی، خدا کی نافرمانی، خدا کے خلاف سرکشی اور خدا کے پیغمبروں کی تعلیمات سے سرتابی کے ساتھ گزرتی ہے، وہ حقیقت میں ایک طویل تدریجی خودکشی ہے اور اگر اس کا تعلق آئندہ نسل سے ہے تو وہ ایمانی اعتبار سے ایک وسیع نسل کشی (Genocide) ہے۔

میں آپ کے دلوں پر دستک دے رہا ہوں، بلکہ آپ کے دل میں چٹکی لے رہا ہوں، آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے فیصلہ کیا یا نہیں؟ کیا آپ کے اور آپ کے فیصلہ کے درمیان دینی تعلیم کے تحفظ اور اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

انتظام کے درمیان اس سے زیادہ فاصلہ ہے جو بہرائچ اور غزنی کے درمیان تھا اور جس کو غزنی کے ایک مرد مجاہد نے ایک جست میں طے کرلیا' وہ بڑے عالی خاندان تھے' وہ کیا چیز تھی' جوان کو اپنے ملک میں نہیں ملتی تھی' وہ اجر وثواب حاصل کرنے اور خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے اتنا بڑا فاصلہ طے کر کے آئے' ایک ہم اور آپ ہیں' کہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم کے انتظام کے سلسلہ میں تھوڑا سا خطرہ بھی مول نہیں لے سکتے ہیں' میں جنرل سکریٹری صاحب کی رپورٹ سن رہا تھا اور شرم کے مارے پانی پانی ہوا جا رہا تھا کہ بچوں کے والدین کہتے ہیں کہ آپ ہمارے لڑکوں کا کیریر خراب کرنا چاہتے ہیں' یہ اردو پڑھیں گے تو اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جائیں گے' دینی تعلیم میں وقت صرف کریں گے تو مقابلہ کے امتحانوں میں ان لوگوں سے پیچھے رہ جائیں گے' جنہوں نے ہندی کے ذریعہ تعلیم حاصل کی ہے اور مذہبی تعلیم پر وقت صرف نہیں کیا ہے" یہ اندیشہ ہائے دور دراز" محض ذہن کی خلاقی ہیں' اس کی نوبت بھی آئے گی کہ نہیں؟ آپ جانتے ہیں' اگر خدا نے کسی بچہ کو ذہانت اور محنت کا جوہر اور مادہ دیا ہے تو کیسی اردو اور کہاں کی ہندی؟ زبانوں کا فرق باقی نہیں رہتا لیکن یہ سوچ کر کہ ہوسکتا ہے کہ اس کو ۲۰ کے بجائے ۱۹ نمبر ملیں' والدین کی تیوری چڑھ جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ صاحب یہ ہمارے بچے کے گلے پر چھری پھیرنا ہے' یہ ہے ہمارے یہاں ایمان کی قیمت۔

۱۹۷۷ء میں ٹورنٹو (Torento) کناڈا میں ایک تعلیم یافتہ مجمع کے سامنے جس میں ہندوستانی پاکستانی اور عرب سب تھے' میری تقریر تھی' میں نے کہا کہ میں آپ سے کہتا ہوں کہ اگر آپ کو کسی دن یہ شبہہ ہو جائے کہ آپ کی نسل (آپ نہیں' آپ تو جوان یا ادھیڑ عمر کے ہیں اور جو کچھ آپ کو تعلیم حاصل

www.abulhasanalinadwi.org

کرنی تھی حاصل کر چکے ہیں) دین پر قائم نہیں رہ سکے گی اس لئے یہاں اس کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں اور ماحول اسلام دشمن اور ایمان کش ہے تو آپ کے لئے یہاں رہنا حرام ہے، آپ قافلہ بنا کر اگر پیدل چلنا ہو تو پیدل یہاں سے رخت سفر باندھ لیجئے لوگ مرتے جائیں اور آپ ان کو راستہ میں دفن کرتے جائیں، یہاں تک کہ یہاں سے چلے تھے تو ہزاروں کی تعداد میں تھے، اپنے ملک میں پہونچے تو درجنوں کی تعداد میں رہ گئے، یہ ادا خدا کو پسند آئے گی اور آپ آخرت کے مواخذہ سے بچ جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ ...... عَفُوًّا غَفُوۡرًا (سورۂ نساء۔۱۵) ترجمہ: جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں تم کس حال میں تھے؛ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز و ناتواں تھے! فرشتے کہتے ہیں کیا خدا کا ملک فراخ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے، ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے بے بس ہیں کہ نہ تو کوئی چارہ کر سکتے ہیں اور نہ راستہ جانتے ہیں قریب ہے کہ خدا ایسوں کو معاف کر دے اور خدا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے"۔

اگر آپ اس کی تحقیق کریں گے تو معلوم ہوگا کہ جن لوگوں نے "کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ" (ہم اپنے ملک میں عاجز و ناتواں تھے) کہا تھا، آپ ان سے یقیناً زیادہ آزادی اور قدرت رکھتے ہیں، میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ ہم ہندوستانی مسلمان اتنے لاچار اور مجبور اور دست و پابستہ ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو اپنے عقیدہ و ایمان اور اپنی تہذیبی خصوصیات کے مطابق مسلمان باقی رہنے کا سامان نہیں کر سکتے، سید حامد صاحب نے بجا طور پر کہا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمان اس ملک میں دوسری بڑی اکثریت ہیں، وہ آئینی طریقہ پر اپنا یہ حق تسلیم کرواسکتے ہیں کہ وہ اس ملک میں اپنے دینی و اعتقادی امتیاز اور ملی تشخص کے ساتھ رہیں گے، اس ملک کا دستور بھی اس کی ضمانت دیتا ہے، پھر مسلمانوں کو بطور خود اس کا انتظام کرنے، گھروں میں صحیح دینی تعلیم دینے اور دینی تعلیم اور اردو زبان سکھانے کے لئے مکاتب و مدارس قائم کرنے، مساجد میں اور خارجی اوقات میں دینی تعلیم دلانے سے کوئی نہیں روکتا، میں کہتا ہوں کہ اگر آپ اس ملک میں اس واضح (اقلیتی) اکثریت اور سیاسی وزن کے ساتھ رہے اور آپ نے اپنے بچوں کے ایمان کے بچانے کا انتظام نہ کیا تو ڈر ہے کہ مرتے وقت ہم سے کہا جائے "فِيْمَ كُنْتُمْ" (تم کس حال میں تھے، کس حال میں تم آرہے ہو) اگر ہم سے نہیں تو ہماری اولاد سے سوال ہوگا اور آپ جانتے ہیں کہ ان کا کیا جواب ہوگا؟ قرآن مجید میں وہ جواب بھی منقول ہے:

"وَقَالُوْا رَبَّنَآ .... وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا۔" (سورۂ احزاب۔۸)

ترجمہ: وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہم کو رستہ سے گمراہ کردیا، اے ہمارے پروردگار ان کو دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر"۔

آخر میں پھر کہتا ہوں کہ سارا انحصار آپ کے فیصلہ پر ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ فیصلہ کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ آپ نے پورے عزم و ارادے سے، ہوش و حواس کی سلامتی اور ایک شریف و باعزت، با اصول و باضمیر ملت کے احساس ذمہ داری کے ساتھ یہ فیصلہ کیا ہے، اسی فیصلہ پر ہمارے حال اور مستقبل کا انحصار ہے اور یہی ملی مسائل کا اصل حل ہے اور دین کا مطالبہ۔

www.abulhasanalinadwi.org

# مسلمانوں کا ملی وجود اسی پر منحصر ہے

''ہم خدا اور اس کے بندوں اور اپنی آئندہ نسلوں کے سامنے جواب دہ ہیں۔ ہم اپنی جد وجہد میں پورے طور پر کامیاب ہو جائیں اور نصاب تعلیم حقیقی معنی میں غیر مذہبی و سیکولر ہو جائے پھر بھی ہمیں اپنے بچوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا انتظام کرنا ہوگا۔ مسلمانوں کا ملی وجود اسی پر منحصر ہے کہ ان کی ہر نسل نہ صرف صحیح العقیدہ بلکہ راسخ العقیدہ ہو۔ اس کی فکر صحیح، اس کا شعور بیدار، اس کے اخلاق صالح اور اس کا عمل مکمل ہو، اس میں خیر امت بننے کی صلاحیت ہو''۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## علاقائی دینی تعلیمی کانفرنس بستی

منعقدہ

۲۷؍فروری ۱۹۸۳ء

www.abulhasanalinadwi.org

# نہ گھروں میں ماحول نہ محلّہ اور بستی میں فضا

''کیا دین کے منافی ماحول میں دین وایمان سے محروم ہوجانے کے احتمالات، جانی خطرات کے احتمالات سے زیادہ قوی نہیں ہیں۔ ہمارے بچے جو پڑھ رہے ہیں، جن کو آپ نے ایک دن نہیں بتایا کہ توحید کیا ہے؟ آپ نے کوئی انتظام اپنے شہر میں دینی مکاتب کا نہیں کیا، جہاں بچے پڑھ کر پھر اسکولوں میں جاتے اور اپنا ایمان بچانے کے قابل ہوجاتے'' نہ گھروں میں وہ ماحول نہ محلّہ اور بستی میں یہ فضا، اسکولوں کو میں کیا کہوں۔ میں عربی مدرسوں کا آدمی ہوں وہاں یہ حالت ہے کہ اب جو بچے آرہے ہیں وہ بھی ایسی بنیادی باتوں سے ناواقف ہیں جن کا ہمارے بچپن میں خیال بھی نہ ہو سکتا تھا کہ کوئی مسلمان بچہ ان سے ناواقف ہوگا۔''

www.abulhasanalinadwi.org

أعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

وَاَنْفِقُوْا فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (بقرہ۔۱۹۵)

حضرات! میں نے آپ کے سامنے قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی ہے اس میں مومنوں کو مخاطب کر کے خدا فرماتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنی جان خود سے ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو اللہ نیکی کرنے والوں کو چاہتا ہے۔

اس آیت سے متعلق میں آپ کو اصل واقعہ سنا دوں۔ ایک جہاد کے موقع پر بعض مسلمان ایسے تھے جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے کو خطرہ میں ڈال کر اور نتائج سے بے پروا ہو کر اسلام کی خدمت کر رہے تھے مسلمان تو قرآن شریف پڑھے ہوتے ہی ہیں اور اس زمانہ کے مسلمانوں کو قرآن اور زیادہ یاد تھا۔ کسی کی زبان سے نکلا کہ یہ لوگ مفت میں جان دے رہے ہیں اور اس طرح سے گویا خودکشی کر رہے ہیں جو اسلام میں حرام ہے قرآن کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ قرآن میں آیا ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

www.abulhasanalinadwi.org

اُس موقع پر ایک جلیل القدر صحابی سیدنا ابو ایوب انصاری بھی تشریف رکھتے تھے جو بقول علامہ شبلی میزبان عالم تھے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے میزبان ہیں، ساری دنیا کو آپ سے اسلام کی ہدایت کی نعمت ملی اور حضرت ابو ایوب انصاری کو اللہ نے حضورؐ کی میزبانی کا شرف عطا فرمایا تو حضرت ابو ایوب موقع پر موجود تھے وہ برداشت نہ کر سکے انہوں نے کہا اس آیت کا مطلب و مصداق ہم سے پوچھو کیوں کہ ہم انصاریوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اور اسے ہم جتنا سمجھتے ہیں اتنا کوئی دوسرا نہیں سمجھتا کیونکہ یہ ہم پر گزری ہے۔ قصہ یہ پیش آیا کہ جب اسلام مدینے میں آیا اور ہم لوگوں نے اس کے لیے قربانیاں دینا شروع کیں۔ اپنا سارا وقت اس کی نذر کیا، اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں سب اس کے سپرد کر دیں تو قدرتاً ہمارے کاروبار متاثر ہونے لگے۔ باغوں میں پانی دینے کا وقت نہیں، دکانوں پر بیٹھنے یا مکانات کی تعمیر کی فرصت نہیں ملتی تھی، کاروبار بڑھانے کا وقت نہیں ملتا تھا اس وقت ہمارے ذہن میں یہ خیال آیا کہ ہم لوگوں نے آنکھ بند کر کے اور ذاتی نفع و نقصان سے بے فکر ہو کر اسلام کی خدمت ایک مدت تک کی اور اب خدا کا شکر ہے کہ اسلام کے بہت سے سپاہی پیدا ہو گئے ہیں اور ہر محاذ پر جی جان سے لگے ہوئے ہیں۔ اب ہم لوگ کچھ دن کے لیے چھٹی لے لیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں کہ کچھ دنوں کے لیے ہم لوگوں کو چھٹی مل جائے۔ اس کے بعد ہم پھر حاضر ہیں ہمیشہ کے لیے چھٹی نہیں لے رہے ہیں۔ بس یہ خیال آنا تھا اور شاید بات زبان پر آئی بھی نہیں تھی، حضورؐ کی خدمت میں پیش کرنے کی نوبت کیا آتی کہ قرآن شریف کی یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور خرچ کرنے کا یہ

www.abulhasanalinadwi.org

مطلب نہیں کہ صرف مال خرچ کرو بلکہ جان و مال سے لے کر وقت' صلاحیت' توانائی اور توجہ سب صرف کرو اور اپنے آپ کو خود اپنے ہی ہاتھوں ہلاکت کے خندق میں مت ڈھکیلو' یا یوں سمجھئے کہ اپنے ہی ہاتھوں اپنے گلے میں پھانسی کا پھندہ مت ڈالو۔ دین کی خدمت وجاں نثاری سے یک سو ہو کر ذاتی دنیاوی کاروبار میں مت لگو چاہے وہ تھوڑی مدت کے لیے ہو۔ اس آیت نے انصار کو چونکا دیا۔ آیت کیا تھی ایک تازیانہ تھا جس سے وہ تڑپ گئے' بے قرار ہو گئے۔

معلوم ہوا کہ اسلام کی خدمت پر اپنے کاروبار سے آنکھیں بند کر لینا خودکشی نہیں' خودکشی ہے اسلام کی خدمت کے مقابلے پر اپنے کاروبار کو ترجیح دینا اور دین کے تقاضوں کے مقابلے میں اپنے مادی تقاضوں کا زیادہ لحاظ کرنا۔ آپ کو معلوم ہے کہ فرد کی خودکشی اسلام میں حرام ہے۔ یہ مسئلہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ اگر کوئی زہر کھا کر مرنا چاہے خواہ اس کو کتنی ہی تکلیف اور کتنی ہی اذیت کیوں نہ ہو' اسلام میں اس کو حرام قرار دیا گیا ہے پھر وہ پوری قوم کی' ایک جماعت کی خودکشی کو کیسے جائز قرار دے سکتا ہے؟ اور پھر اس ملت کی خودکشی جو آخری ملت ہے' جس کے ساتھ دوسری قوموں کی اور دوسری ملتوں کی زندگی وابستہ ہے جو ساری انسانیت کے لیے نجات کی کشتی ہے کہ یہ ڈوبی تو سارا عالم ڈوبا اور اگر وہ بچ گئی تو سارا عالم اگر ڈوب رہا ہوگا جب بھی بچ جائے گا اور آج ڈوبے گا تو کل ابھر آئے گا فطرت کا قانون اور سنت اللہ یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طریقے سے انسانیت کی گاڑی چلاتا رہا ہے اور چلاتا رہے گا۔ لیکن خدانخواستہ اگر اس ملت کا بیڑہ غرق ہوا اور اس امت نے اپنے گلے میں پھندا ڈال کر اپنی زندگی ختم کر دی تو یہ صرف

اجتماعی خودکشی نہیں، ملی خودکشی نہیں بلکہ انسانیت کی خودکشی ہوگی۔

میرے دوستو اور بھائیو! آپ نے تقریریں سنیں، تجاویز سنیں، نئی نسل کو درپیش خطرے کی تفصیلات سنیں اور خطرے کا علاج بھی سنا، اب سوال یہ ہے کہ اس دنیا میں کوئی غیرت دار اور غیرت دار تو کیا کوئی بھی انسان اس کا تصور بھی کر سکتا ہے کہ ایک پوری ملت جس نے ہندوستان میں انسانیت کا پیغام پہونچایا، اسلام کی روشنی پھیلائی، یہاں کے باشندوں کو توحید کا سبق سکھایا ان کو آدمی بن کر زمین پر چلنا سکھایا وہ ملت اپنے موہوم خطروں کی وجہ سے اور حقیر فائدوں کی وجہ سے اجتماعی خودکشی، ملی خودکشی کا ارتکاب کرے گی۔

آج مسلمانوں کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ خطرے سے آگاہ ہوتے ہوئے بھی اپنے مفادات کو، مصلحتوں کو، تن آسانی کو، تھوڑی سی آمدنی کو یا اپنے بچے کے مستقبل کو یا جس کو Career کہتے ہیں اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے ایمان کی کمزوری یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ باپ جا کر اسکول میں یہ کہہ دے کہ میرا بچہ اردو کے ذریعہ تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اردو پڑھنا چاہتا ہے۔ اس کے اردو پڑھنے کا انتظام کیا جائے۔ اتنے کے لیے بھی وہ خود تیار نہیں، اس کا ضمیر تیار نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میرا بچہ ہندی پڑھ کر اردو پڑھے گا تو اس کا مستقبل روشن نہیں رہے گا۔ اس کا Career نہیں بن سکے گا، وہ اپنے ساتھیوں کے مقابلہ میں جو ہندی کے ذریعہ پڑھ رہے ہیں پیچھے رہ جائے گا اور اس کو کوئی بڑی نوکری نہیں مل سکے گی۔

آپ بتلائیں کیا ایمان کے ساتھ یہ بات جمع ہو سکتی ہے؟ میں نے صبح کہا تھا اور دوسری جگہ بھی کہہ چکا ہوں کہ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ کوئی

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمان خواب میں بھی یہ دیکھے کہ اس کا بچہ اسلامی اصطلاح کے بجائے کوئی غیر اسلامی اصطلاح استعمال کر رہا ہے، تبرک کی جگہ پرشاد استعمال کر رہا ہے وہ جلسہ سیرت نہیں سمجھتا تھا بلکہ کتھا سمجھتا ہے، انتقال کے بجائے دیہانت کا لفظ اس کی زبان سے ادا ہو رہا ہے۔ اگر کوئی مسلمان خواب میں بھی یہ دیکھے تو اس کے ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ چیخ پڑے اس کی نیند غائب ہو جائے اور گھر والے پریشان ہو جائیں کہ کیا مصیبت آ گئی؟ سانپ نے کاٹ لیا، بچھو نے ڈنک مار دیا، یہ کیا؟ تو مسلمان کہے کہ میں نے خواب دیکھا کہ میرا بچہ غیر اسلامی اصطلاحات استعمال کر رہا تھا ظاہر ہے کہ آدمی خواب میں جو کچھ دیکھتا ہے وہ ہمیشہ صحیح نہیں ہوتا لیکن ''عشق است و ہزار بدگمانی'' جب کسی چیز سے نسبت ہوتی ہے، کسی چیز کی اہمیت دل میں بسی ہوتی ہے تو اس کے ضائع ہونے کے خیال اور وہم سے بھی انسان پریشان ہو جاتا ہے اور نیند حرام ہو جاتی ہے اور یہ تو اسلام کا ابتدائی درجہ ہے کہ مسلمان اپنے بچے کے ایمان کے لیے موہوم سے موہوم خطرہ بھی برداشت کرنے کے لیے تیار نہ ہو، کفر کا، شرک کا، بت پرستی کا اور عقائد کی خرابی کا خطرہ اسے تڑپا دے، بے قرار کر دے، دن کا سکون اور رات کا چین غارت کر دے، اگر یہ بات نہیں تو سچ پوچھیے تو ہمارا ایمان قابل اطمینان نہیں، ایمان کی شان تو یہ ہے کہ ایک مسلمان اس تصور سے کہ پھر کفر و شرک کی طرف چلے جانے کا امکان ہے وہ اتنا ڈرے جیسے کسی آدمی کو آگ میں جھونک دیئے جانے سے ڈر معلوم ہوتا ہے حدیث میں آیا ہے کہ جس میں یہ بات پیدا ہو گئی اس نے ایمان کا بہت بڑا درجہ پا لیا۔

ایک مسلمان ماں باپ کو اپنے بچے کے بارے میں اس تصور سے

www.abulhasanalinadwi.org

کہ وہ کبھی اسلام کی دولت سے محروم ہو جائے گا وہ کبھی ارتداد کے راستہ پر پڑ جائے گا' اتنا ڈرنا چاہئے کہ وہ پریشان ہو جائے' راتوں کی نیند اڑ جائے اس کا دم نکل جائے جیسے کہ ایک بڑا الاؤ جل رہا ہو اور اس کے بچہ کو اس میں پھینکا جا رہا ہو۔ اس تصور یا اس منظر کو کوئی ماں اور کوئی باپ برداشت نہیں کر سکتا۔ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے اور اگر اتنا بھی نہیں ہے تو بھی اپنے اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے۔ ہم کتنی بھی نمازیں پڑھیں' تسبیحات میں مشغول رہیں' چاہے جتنی مسجدیں بنائیں' کتنا ہی صدقہ خیرات کریں بلکہ میں اور آگے بڑھ کر یہاں تک کہتا ہوں کہ دس دس حج کر چکے ہوں اور ہم نے کوئی عربی مدرسہ بھی قائم کر رکھا ہو اور بڑے علماء اور بزرگوں کے معتقد بھی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہم اس کو بھی گوارا کرتے رہیں۔ اس امکان کو تسلیم کرتے رہیں کہ ہمارا بچہ اسلام سے بالکل محروم ہو جائے تو کوئی حرج نہیں اس کو بڑی تنخواہ ملے گی وہ بڑے عہدے پر ہوگا تو میں دین کے ایک طالب علم کی حیثیت سے صاف کہتا ہوں کہ قیامت کے دن وہ نیکیاں کام نہ آئیں گی آپ کے اعمال آپ کو بخشوا نہ سکیں گے۔

آپ پانچ وقت کی فرض نمازیں پڑھیں' سنن مؤکدہ ادا کر لیں' حج فرض ہے تو ایک بار حج کر لیں' زکوٰۃ فرض ہے تو زکوٰۃ دے دیں۔ اس کے بعد آپ سے کوئی نفلی کام نہ ہوتا ہو آپ تسبیح نہ پڑھتے ہوں تو بھی میں صاف کہتا ہوں اور دین کے ایک طالب علم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ اگر آپ کے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ ایمان کے لیے سب کچھ گوارا ہے۔ ہر دنیاوی نقصان برداشت ہے تو یہ بہت بڑی دولت ہے ایمان کے لیے بڑی سے بڑی قربانی گوارا ہو یہاں تک کہ بیٹے کی موت گوارا ہو سخت

www.abulhasanalinadwi.org

مشکل اور بڑی ناگواری کے ساتھ یہ بات میں اپنی زبان سے ادا کر رہا ہوں خاص طور سے جب کہ یہاں بہت سے بچوں کی مائیں بھی موجود ہیں لیکن مجھے جو دین کا تھوڑا سا فہم ملا ہے وہ مجھ سے کہلوا رہا ہے۔ تھوڑی سی امانت جو میرے سینے میں ہے وہ مجھ سے بلوا رہی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اسلام کی علامت یہ ہے کہ آدمی اپنے بچے کی جسمانی موت کو اس کی روحانی موت پر ترجیح دے اور ایک مرتبہ نہیں چار مرتبہ اور دس مرتبہ ترجیح دے معنوی اور روحانی موت سے ابدالآباد تک جہنم میں بچہ جلتا پھنکتا رہے گا اس پر سخت عذاب ہوگا، اس موت وعذاب کے مقابلے پر جسمانی موت بہتر ہے۔ یہ بڑا سخت لفظ بڑی مشکل سے میری زبان سے ادا ہو رہا ہے اور میں صاحب اولاد والدین سے معافی چاہتا ہوں مگر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی دعا کرے خدا سے کہ اے اللہ میرے بچے کا اگر ایمان سلامت رہنا ہے۔ اگر اس کو اسلام کے راستے پر چلنا ہے اگر اس کو کل حشر کے دن اللہ کے رسولؐ کے سامنے مسلمان بن کر اٹھنا ہے اور ان کی شفاعت کا مستحق ہونا ہے تو اسے زندہ رکھ ورنہ اسے دنیا سے اٹھالے۔

یہ تھا ایمان کا تقاضا لیکن ہم کس حالت میں ہیں؟ اتنا خطرہ بھی ہم نہیں برداشت کر سکتے کہ ہمارے لڑکے کو دو ہزار تنخواہ کے بجائے ڈیڑھ ہزار تنخواہ ملے اس لیے کہ اس نے اردو پڑھی ہے۔ اردو سے ہم بیزار ہیں اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، دینیات سے ہمیں کوئی سروکار نہیں، نماز روزہ کی کوئی فکر نہیں، اسلام کے جو بنیادی عقائد ہیں خدا کی وحدانیت، رسولؐ کی رسالت، قیامت اور حشر پر ایمان کسی چیز سے ہمیں کوئی خاص وابستگی نہیں ہمیں دلچسپی ہے تو اس سے کہ ہمارا بچہ پڑھ کر کسی عہدہ پر پہونچ جائے حالانکہ اس کے

بعد جو حشر ہوتا ہے وہ ہمیں اور آپ سب کو معلوم ہے کہ بچہ ماں باپ کی کتنی خدمت کرتا ہے؟ لیکن ہم نے اسے والدین کی خدمت کا سبق ہی کب پڑھایا تھا؟ ہم نے اس کے دین کو داؤں پر لگایا اس لیے کہ یہ ہمارے کام آئے گا اور اب وہ ٹھوکر مارتا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

یاد رکھئے اگر آپ نے اپنے لڑکے کی دنیا کو اس کے دین پر ترجیح دی تو خطرہ ہے کہ اللہ آپ کو زندگی ہی میں دکھا دے کہ آپ اس کے ایک پیسے کو ترسیں، اس کی روٹی کے ایک ٹکڑے کو ترسیں آپ اس کے منتظر رہیں کہ وہ آپ کو سلام کرے اور وہ کترا کر نظر بچا کر نکل جائے گا۔ خدا کی طرف سے یہ تو پہلی اور فوری سزا ہے اور جو سزا اس کے بعد آخرت میں ملے گی وہ بھی خدا نے بیان کردی ہے۔ اولاد وہاں کہے گی۔ رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا۔ یہ سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن اولاد کی ایک پلٹن اور پلٹن کیا ایک دنیا ہوگی اور وہ یہ کہہ رہی ہوگی کہ ہمارے پروردگار ہم نے اپنے بڑوں کی، اپنے سرداروں کی اور اپنے ماں باپ کی بات مانی۔ بات ماننے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جس راستے پر لگایا ہم لوگ لگ گئے انہوں نے ہم کو کہیں کا نہ رکھا ہم کو گمراہ کردیا ہم اپنے دین تک سے محروم ہوگئے۔ "رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا" اے اللہ ان کو دوگنا عذاب دے اور ان پر اچھی طرح لعنت برسا۔

آپ کی وہ اولاد جو دین سے دور ہو کر، دین سے محروم ہو کر دنیا کمائے گی وہ نہ دنیا میں آپ کے کام آئے گی نہ آخرت میں کام آئے گی۔

www.abulhasanalinadwi.org

کام وہی اولاد آئے گی جو ایمان کی دولت سے محروم نہ ہو بلکہ اس سے مالا مال ہو۔ ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بچے کی فاقہ کشی، بچے کے پاس کچھ نہ ہونا اس کی جیب کا خالی ہونا اور ہر طرح کی دنیاوی عزت اور دولت سے محروم ہونا گوارا ہو۔ شکر کے ساتھ گوارا ہو، پر یہ گوارا نہ ہو کہ وہ ایمان کی دولت سے محروم ہو جائے، وہ ارتداد کے راستے پر پڑ جائے۔ دیو مالا کے چکر میں پھنس جائے، بت پرستی پر اس کا یقین ہو جائے۔ اگر یہ نہیں تو اپنے ایمان کی خیر منایئے اور عالموں اور مولویوں سے پوچھئے کہ ایمان رہا یا نہیں؟

میں اپنی ماؤں اور بہنوں سے کہتا ہوں کہ حضرت خنساءؓ جن کے کئی بیٹے تھے انہوں نے سب کو بلایا اور کہا کہ کفر اور اسلام کی لڑائی ہو رہی ہے۔ مسئلہ نوکریوں کا نہیں تھا، مسئلہ جان کا، جگر گوشوں کی جان کا جس کے لیے مائیں راتوں کی نیند حرام کرتی ہیں، کھانا پینا بھول جاتی ہیں، لیکن اس اللہ کی بندی نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور کہا دیکھو اب وقت آیا ہے کہ تم اسلام پر اپنی جان قربان کر دو، اللہ کا نام لو اور میدان میں جاؤ اس نصیحت کے ساتھ ان کو رخصت کیا، گویا کفن پہنا کر ان کو رخصت کیا اور اس کے بعد ایک ایک لڑکے کی شہادت کی خبر آتی رہی جب آخری لڑکے کی بھی شہادت کی خبر آ گئی تو کہا الحمدللہ میں اس خدا کی شکر گزار ہوں جس نے ان کی شہادت سے میرا رتبہ بڑھایا۔

ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے کس میں ہے یہ ہمت؟ آج یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ میدانِ جنگ کے لیے اپنے بچوں کو رخصت کیجئے آج جنگ ہو بھی کہاں رہی ہے؟ آج تو صرف اتنا کہا جا رہا ہے کہ اپنے بچوں کا ایمان بچانے کے لیے کچھ قربانی دیجئے بلکہ یہ تو قربانی کے لفظ کی توہین

www.abulhasanalinadwi.org

ہے۔ یہ قربانی کیا ہے بس ذرا سا ایمان کا مظاہرہ کیجیے کچھ تو ایمان کا ثبوت دیجیے۔ اتنا کیجیے کہ اپنے بچے کو قرآن پاک اور اردو کے ذریعے دینیات پڑھنے کے لیے مکتب بھیجیے اور خود مل جل کر مکتب قائم کیجیے۔ سرکاری اسکولوں میں اگر بچے کو بھیجیے تو اردو مادری زبان پر اصرار کیجیے۔ یہاں بڑے سے بڑا خطرہ کچھ ہے تو معاشی خطرہ ہے یا عزت کا خطرہ ہے اور کون سی بڑی عزت حاصل ہے اس ملت کو اس ملک میں جس میں بڑا فرق پڑ جائے گا؟ کون سا بڑے سے بڑا معزز فرد آپ کے یہاں معزز ہے جس میں فرق پڑنے کا اندیشہ ہے؟ پھر افراد کی عزت کوئی عزت نہیں جب جماعت معزز ہوتی ہے' ملت معزز ہوتی ہے تو افراد بھی معزز ہوتے ہیں۔ انگریز جب یہاں صاحب اقتدار تھا تو اس کی فوج کے لوگ جن کو ہم لوگ بچپن میں گورے کہا کرتے تھے یہ دو ٹکے کے لوگ جن کو اب کوئی پوچھتا بھی نہیں کہ کہاں گئے وہ انگریز جن کا بڑا کروفر تھا جب ان کا اقتدار تھا تو ایک معمولی سا تھوڑی تنخواہ پانے والا گورا جسے شاید انگریزی کے دو حروف پڑھنا بھی نہ آتا رہا ہو وہ بھی بادشاہ بنا ہوا تھا جب اس قوم کی عزت تھی تو اس معمولی سپاہی کی بھی عزت تھی اور ملتوں کو عزت ملتی ہے ان کے کردار سے ان کی قربانیوں سے۔

اگر آپ موہوم خطرات کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے' دور دراز کی امیدوں اور موہوم توقعات کی بھی قربانی نہیں دے سکتے تو ہمارا قومی کردار کہاں؟ بلکہ ہمارا ایمان کہاں ہے؟

آج صبح سے یہاں جو کانفرنس اور مجلسیں ہو رہی ہیں ان کا حاصل اور دینی تعلیمی کونسل اور انجمن تعلیمات دین ضلع کا پیغام اور اس کی دعوت یہی ہے کہ ایمان کی قدر و قیمت پہچانیں اور ایمان کا ابتدائی ادنیٰ تقاضا پورا

www.abulhasanalinadwi.org

کریں۔ وہ یہ کہ ہر قیمت پر اولاد کے ایمان کو بچانا ہے اور اپنی آئندہ نسل کو مسلمان باقی رکھنا ہے۔ ہم پوری طاقت اس پر لگا دیں کہ ہمارے جیتے جی ہمارے بچوں کو ارتداد کا خطرہ نہ لاحق ہو جب تک اس کا اطمینان نہ حاصل ہو جائے ہم چین سے نہ بیٹھیں۔ ہم اپنے بچوں کی تعلیم کا خود بندوبست کریں۔ ایک مسلمان کو سب سے بڑی فکر اسی کی ہونی چاہیے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹوں' پوتوں اور نواسوں کو جمع کیا اور کہا کہ میرے بچو! یہ تو بتاؤ کہ میرے بعد تمہارا ایمان کس پر ہوگا؟ تم کس کی عبادت کرو گے؟ میری پیٹھ زمین سے نہیں لگے گی اور میں قبر میں بھی سکون سے نہ رہ سکوں گا جب تک مجھے یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ تم کس راہ پر چلو گے اور کس کی عبادت کرو گے؟

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِىْ.

(کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی۔ جب انہوں نے اپنی اولاد سے کہا میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟)

وہ سب نبی کی اولاد تھے انہوں نے کہا ابا جان' نانا جان یا دادا جان! آپ کیوں گھبرا رہے ہیں۔ ہم لوگ آپ کے والد اسحاقؑ آپ کے چچا اسماعیلؑ اور آپ کے دادا ابراہیمؑ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں گے۔ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ آبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهاً وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ. (البقرہ ۱۳۳) تب جا کر انہیں اطمینان ہوا۔ حضرت یعقوبؑ نے یہ نہیں کہا کہ فلاں جگہ اتنا پیسہ گاڑ دیا ہے' فلاں جگہ

www.abulhasanalinadwi.org

میرا قرضہ ہے۔اتنی زمین اور اتنا کھیت چھوڑ کر جا رہا ہوں تم یہ سب لے لینا یہ بھی نہیں کہا کہ تم سب محبت اور اتحاد کے ساتھ رہنا جیسا کہ بہت سے مشفق باپ کہتے ہیں یہ سب کچھ نہیں ان کو فکر صرف ایک بات کی تھی کہ میرے بعد عبادت کس کی کروگے اور انہوں نے اس کی ہمیں تعلیم دی۔

دینی تعلیمی کونسل کی بھی یہی دعوت اور یہی پیغام اور اس کا مطالبہ صرف اتنا ہے کہ ضلع میں چند ہزار روپیوں کا انتظام کریں۔ایک یا دو آرگنائزر رکھیں۔دفتر کے لیے جگہ حاصل کرلیں اور کونسل کے کاموں میں اور اس کی ضلعی شاخ انجمن تعلیمات دین کے کاموں میں اور اس کی سرگرمیوں میں خود بھی دلچسپی اور حصہ لیں۔

بس اسی پر ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہمیں ایمان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## ضلع دینی تعلیمی کانفرنس گورکھپور

منعقدہ

۳۰/اکتوبر ۱۹۸۳ء

www.abulhasanalinadwi.org

# مسلمانوں کے ایمان کی کمزوری

"آج مسلمانوں کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ خطرے سے آگاہ ہوتے ہوئے بھی اپنے مفادات کو، مصلحتوں کو، تن آسانی کو تھوڑی سی آمدنی کو یا اپنے بچے کے مستقبل کو یا جس کو Career کہتے ہیں، اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے ایمان کی کمزوری یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ باپ جا کر اسکول میں یہ کہہ دے کہ میرا بچہ اُردو کے ذریعہ تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اردو پڑھنا چاہتا ہے اس کے اردو پڑھنے کا انتظام کیا جائے، اتنے کے لئے بھی وہ خود تیار نہیں، اس کا ضمیر تیار نہیں وہ کہتا ہے کہ میرا بچہ اُردو پڑھے گا تو اس کا مستقبل روشن نہیں رہے گا اس کا Career نہیں بن سکے گا"۔

www.abulhasanalinadwi.org

# صحیح دینی تعلیم وتربیت کے انتظام کے سلسلہ میں والدین
# اور
# سرپرستوں کی ذمہ داری

الحمد للّٰہ وکفیٰ سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ أما بعد

فأعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَاراً وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّایَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ (سورۃ التحریم۔۶)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو ایسی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ بجالاتے ہیں۔“

حضرات! میں نے آپ کے سامنے قرآن شریف کی ایک آیت

www.abulhasanalinadwi.org

پڑھی ہے جو اس سے پہلے بارہا آپ کے سامنے پڑھی گئی ہوگی اور قرآن شریف کی تلاوت میں آپ کی نظر سے گزری ہوگی لیکن ضروری نہیں ہے کہ جو چیز بار بار نظر کے سامنے آئے اس پر آدمی غور بھی کرے، آپ سڑکوں پر سے گزرتے ہیں، سائن بورڈ برسوں سے لگے ہوئے ہیں، آپ کی نظر بھی پڑتی ہے، لیکن آپ خود سوچئے کہ آپ نے کتنی بار غور سے پڑھا اور آپ کو یاد رہا، اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ جس سڑک سے گزر کر آتے ہیں، اس میں اہم اہم سائن بورڈ کس چیز کے ہیں تو کم لوگ بتا سکیں گے۔

آیت بڑی چونکا دینے والی ہے۔ اور ایسی ہے کہ اگر اس کا خطرہ نہ ہو کہ بار بار جو چیز سامنے ہوتی ہے اس پر سے توجہ ہٹ جاتی ہے، وہ روزمرہ کی چیزوں میں سے سمجھی جانے لگتی ہے، تو میں عرض کرتا اور اصرار کرتا کہ یہ آیت جلی حروف سے لکھوا کر دیواروں پر لگوا دی جائے، مسجدوں میں بھی آویزاں کردی جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے وہ لوگوں جو خود ایمان لا چکے ہو "يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" یہ "اٰمنوا" ماضی کا صیغہ ہے، ہر لفظ پر غور کیجئے، قرآن مجید کا کوئی لفظ اتفاقی یا بھرتی کا نہیں ہوتا، یہ کوئی شاعری نہیں "يَاأَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ" کہا جا سکتا تھا "أَيُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ" کہا جا سکتا تھا، اے مسلمانو! اے جماعت مومنین! لیکن فرمایا "يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" اے وہ لوگو جو خود ایمان لا چکے ہو "يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" بچاؤ اپنی جانوں کو، اپنے گھر والوں کو، اپنے متعلقین کو، اپنے ماتحتوں کو آگ سے جس کا ایندھن ہے آدمی اور پتھر" اس آیت کے مخاطب مسلمان تھے، وہ صحابہؓ تھے، جو قرآن مجید کے نزول کے

وقت موجود تھے وہ اولین مخاطب تھے یوں قیامت تک کی تمام مسلمان نسلیں اور جو بھی پیدا ہو اور اپنے کو مسلمان کہے وہ سب مخاطب ہیں لیکن پہلے مخاطب اس کے وہ لوگ تھے جو رسول اللہ کے ہاتھ پر ایمان لا چکے تھے آپ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا تھا جن کو شرفِ صحابیت حاصل تھا اور اس میں یقیناً وہ لوگ بھی تھے جو بیعتِ رضوان میں شریک رہے ہوں گے جنہوں نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے جان دینے پر بیعت کی تھی اور جن کے متعلق ارشاد ہے "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْيُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَافِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَعَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحاً قَرِيْبًا۔ (سورۃ الفتح۔۱۸) (اے پیغمبرؐ) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو خدا ان سے خوش ہوا اور جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کر لیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔

جن کو یہ انعام ملا تھا اور جن کو قیامت تک کے لئے سند دی گئی ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوا ایسے سند یافتہ اور بلند مرتبہ لوگ بھی اس آیت کے مخاطب ہیں جو بیعتِ رضوان میں شریک ہوئے تھے اور عشرۂ مبشرہ بھی اس میں یقیناً شامل ہیں اور کبارِ صحابہؓ بھی اس میں شامل ہیں اور بدر اور اُحد کے ''زندہ شہید'' بھی مخاطب ہیں۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی آدمی جان بوجھ کر اپنے لڑکوں کو اپنے گھر والوں کو آگ میں جھونکتا ہے آگ میں گھسنے دیتا ہے؟ اس کا کیا مطلب کہ اللہ کہتا ہے کہ اے وہ لوگو جو خود ایمان لا چکے ہو اب تمہارا کام یہ ہے کہ اپنی جانوں کو بچاؤ اپنے گھر والوں کو بچاؤ دوزخ کی آگ سے

کیا کوئی واقعہ آپ نے سیرت میں ایسا پڑھا ہے کہ صحابۂ کرام نے (معاذ اللہ) ارادہ کیا تھا کہ اپنے بچوں کو آگ کے حوالہ کر دیں، یا بچے آگ میں کودنا چاہتے تھے اور صحابۂ کرام اور اس وقت کے مسلمان خاموش بیٹھے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے اور اس صورت حال پر راضی تھے، کیا ایسا کوئی واقعہ آپ کی نظر سے گزرا ہے؟ تو کیا بے ضرورت یہ بات کہی گئی ہے کہ اے وہ لوگو جو خود ایمان لا چکے ہو تمہارا کام یہ ہے کہ اپنی جانوں کو، اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ یہ کون سی آگ تھی اور کب یہ واقعہ پیش آیا تھا، یا پیش آنے والا تھا کہ مسلمانوں کے گھروں کے بچے آگ میں کودنا چاہتے تھے اور ماں باپ سو رہے تھے، فکر نہیں کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس وقت وحی نازل کی، سب چونک گئے اور سب اپنے بچوں کی فکر میں لگ گئے کہ آگ میں چھلانگ نہ لگائیں، پھر اس آیت کا مطلب کیا ہے؟

کیا اس آیت کا مطلب اس کے سوا اور کچھ ہو سکتا ہے کہ اپنے بچوں کو، اپنے گھر والوں کو ایسی چیزوں سے بچاؤ جو آگ تک لے جانے والی ہیں، جن کا انجام یہ ہونے والا ہے کہ دوزخ میں جائیں، ورنہ وہ کون سے انسان ہیں جو اپنے بچوں کو آگ کی طرف جاتے ہوئے دیکھیں اور ان کو روک نہ لیں؟ خطرہ صرف اس بات کا ہے کہ آدمی یہ نہ جانتا ہو کہ اس کے نتیجہ میں جلنا ہوتا ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ ایسے اسباب سے بچاؤ جو دوزخ کی آگ تک پہونچانے والے ہیں، اس کو فقہ کی زبان میں ''اسباب مؤدّیہ'' کہتے ہیں، یعنی وہ اسباب جو کسی نتیجہ تک پہونچانے والے ہوں، فقہاء کے نزدیک وہ بھی نتائج کے حکم میں داخل ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو ایسی دوا دے رہا ہے جس کے نتیجہ میں موت ہوتی ہے، چاہے وہ دیر سے ہو، یہ عمل قتل

www.abulhasanalinadwi.org

ہی کے مرادف ہے اس لئے کہ اس نے وہ سبب اختیار کیا' جس کے نتیجہ میں موت کا آنا یقینی ہے تو قانون بھی اس کو قاتل کہے گا' حکیم صاحبان ڈاکٹر صاحبان بھی اس کو قاتل ہی سمجھیں گے' یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ ایسی چیزوں سے بچاؤ جو آگ تک پہونچا دینے والی ہیں۔

اب میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ صورت حال اس وقت یہی ہے' بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام نہ کرنا بچوں کو اس ماحول کے بالکل حوالہ کر دینا اور ان کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا جو اس بات کا نہ مکلف ہے' نہ اس بات کا مدعی' نہ اس بات کا اہل کہ وہ بچوں کو وہ تعلیم دے گا جس پر نجات موقوف ہے' پیغمبروں کی لائی ہوئی وہ تعلیم جس سے ناواقفیت کے نتیجہ میں ایمان کا خطرہ ہے' آخرت کی ہلاکت ہے' تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اس بات کو بچے کے لئے کیسے گوارا کیا جا رہا ہے؟ موجودہ تعلیمی نظام صرف لادینی (Secular) نہیں' وہ ایک مثبت و معین نظام تعلیم (Positve System of Education) ہے' ہندو دیو مالا (Hindu Mythology) اس میں شامل ہے' انگریزوں کے زمانہ میں تعلیم سیکولر تھی' بلّی' کتّے کے قصے ہوتے تھے اور ہم میں سے بہت سے لوگوں نے انگریزوں کے عہدِ حکومت میں انگریزی پڑھی ہے' اس وقت زبان سکھانے والی ابتدائی کتابوں سے نہ کسی کے عقیدہ پر اثر پڑتا تھا' نہ کسی مخلوق کا تقدس پیدا ہوتا تھا' اور نہ اس کائنات میں کسی مخلوق کا تصرف و اختیار معلوم ہوتا تھا' اس وقت بھیڑیئے' چیتے' بندر اور لومڑی اور بلّی کتّے کے قصے بچے پڑھتے تھے' ویسے کے ویسے ہی گھر آتے تھے جیسے جاتے تھے لیکن اب صورت حال یہ نہیں ہے' سرکاری نصابی کتابوں میں عقیدہ پر اثر ڈالنے والے اسباق' قصے کہانیاں اور مضامین ہوتے ہیں اور

www.abulhasanalinadwi.org

جو کسر کتابوں میں رہ جاتی ہے وہ ماسٹر صاحبان پوری کرتے ہیں، بچوں کو کچھ اجتماعی کام ایسے کرنے پڑتے ہیں، جو اسلام کے عقیدۂ توحید کے منافی ہیں۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ڈھلوان راستہ ہو، جس پر پاؤں بھی نہ جمتے ہوں اس پر کوئی بچہ سائیکل پر بیٹھا ہوا جا رہا ہو آگے کھائی ہو، سائیکل کا بریک بھی ٹھیک کام نہ کرتا ہو، باپ دیکھ رہا ہے کہ بچہ سائیکل پر بیٹھا ہے اور اس سے بھی واقف ہے کہ بریک نہیں ہے، اس سے بھی واقف ہے کہ کوئی اور ترکیب نہیں کہ وہ سائیکل پر جاتے ہوئے کھائی سے بچ سکے گا تو کیا یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس باپ نے جانتے بوجھتے اپنے بچے کو کھائی میں گرنے دیا، کیا کوئی صاحب اس سے انکار کر سکتے ہیں؟

اگر اس سے انکار نہیں کر سکتے تو اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ موجودہ نظامِ تعلیم سے بچے کا ایمان کیسے سلامت رہے گا اگر خارجی واضافی دینی تعلیم کا انتظام نہیں ہے (جس کو سائیکل میں بریک کا قائم مقام کہا جا سکتا ہے) جس میں تحفظ کا انتظام ہے کہ اسکول میں بچہ جو کچھ پڑھ کر آتا ہے، اس کی اصلاح کی جاتی ہے اور اگر اس کو کوئی ایمانی توحیدی (Dose) دیا جاتا ہے، صباحی یا شبینہ مکتب ہیں، تعلیمی حلقے ہیں، کوئی دینی کتاب سنائی جاتی ہے، ماں باپ دین کی تلقین کرتے ہیں، اچھے اچھے شوق انگیز اور دین آموز قصے سناتے ہیں، گھر کا ماحول دینی ہے، تب تو یہ کسی درجہ میں بریک کے قائم مقام ہیں، اگر ایسا نہیں تو آپ نے گویا اپنے بچوں کے کان میں کہہ دیا ہے کہ ''اسکول کی ہر بات مان لینا'' یہ کان میں کہنے ہی کے مرادف ہے کہ آپ نے بچہ کا نام کسی اسکول میں لکھایا اور باہر سے کوئی انتظام نہیں کیا، گویا آپ نے اپنے بچہ کو ایک طرح کی ترغیب دی ہے کہ وہ ہر غیر اسلامی بات مانتا چلا

www.abulhasanalinadwi.org

جائے اب اگر وہ ماننا چلا گیا اور باہر سے کوئی انتظام نہیں ہے نہ اردو جانتا ہے کہ دینی کتابیں پڑھ سکے نہ محلّہ میں کسی مکتب کا انتظام ہے تو آپ بتایئے کیا آپ "قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً" کے مخاطب نہیں ہیں؟

لکھنؤ کے ایک زنانہ جلسہ میں خواتین کی بڑی تعداد تھی میں نے کہا ایک ماں کا قصہ آپ کو سناتا ہوں ایک تعلیم یافتہ خاتون ایک دعوت میں شریک تھیں بیبیوں نے دیکھا کہ وہ کچھ بے چین اور متفکر سی ہیں باتوں میں ان کا دل نہیں لگ رہا ہے ان کی عزیز بیبیاں اور سہیلیاں سب بیٹھی دل چسپی کی باتیں کر رہی ہیں بہت دن کے بعد وہ اکٹھا ہوئی تھیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان خاتون کا دل و دماغ کہیں اور ہے وہ کہیں اور دیکھ رہی ہیں ان سے پوچھا گیا کہ بہن کیا بات ہے؟ طبیعت کچھ خراب ہے؟ کوئی اندرونی تکلیف ہے؟ بہت پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں میں گھر ماچس کی ڈبیا چھپانا بھول گئی بچہ وہاں ہے مجھے یہ کھٹکا لگا ہوا ہے کہ کہیں وہ اس میں سے تیلی نکال لے اور مسالہ سے رگڑ کر اپنے کپڑوں میں آگ لگا لے بیبیوں نے پوچھا اللہ رکھے بچہ کی کیا عمر ہے؟ خاتون نے جواب دیا یہی دو سال کی! خیال کیجیے بچہ ماچس کے بکس کو کھولنا جانتا ہے یا نہیں؟ اگر جانتا ہے اور کھولے گا تو الٹی تیلی رگڑے گا یا سیدھی رگڑے گا جدھر مسالہ ہے مگر۔

عشق است و ہزار بدگمانی

محبت یہ سب چیزیں پیدا کر دیتی ہے وہ چونکہ ماں ہیں اللہ نے مامتا دی ہے محبت دی ہے بچہ کی اس لئے وہ باتیں جو بہت بعید از قیاس ہیں اور کہیں برسوں میں ہوتی ہیں سب ان کے سامنے نقشہ کی طرح ہیں بچہ کھیلتے کھیلتے وہاں پہونچا ماچس کی ڈبیا اٹھائی اس کو کھولا اس نے کبھی دیکھا تھا اپنی

بڑی بہن کو یا بھائی کو کس طرح اس سے کام لیا جاتا ہے' اس نے اس کی نقل کی اور اپنے کپڑوں میں آگ لگالی' جب گھر گئے تو معلوم ہوا کہ (خدانخواستہ) یہ واقعہ پیش آیا' اتنے دور کے احتمالات کی وجہ سے وہ بی بی وہاں اس طرح بے چین نظر آتی تھیں کہ جیسے کوئی آدمی دہکتے ہوئے گرم پتھر پر کھڑا ہو یا کوئی کانٹوں پر بیٹھا ہوا ہو۔

کیا دین کے منافی ماحول میں دین وایمان سے محروم ہو جانے کے احتمالات' جانی خطرات کے احتمالات سے زیادہ قوی نہیں ہیں' جو اس چاہنے والی ماں کے دل میں پیدا ہوئے؟ ہمارے بچے جو پڑھ رہے ہیں' جن کو آپ نے ایک دن نہیں بتایا کہ توحید کیا ہے؟ آپ نے کوئی انتظام اپنے شہر میں دینی مکاتب کا نہیں کیا' جہاں بچے پڑھ کر پھر اسکولوں میں جاتے اور اپنا ایمان بچانے کے قابل ہو جاتے' نہ گھروں میں وہ ماحول نہ محلّہ اور بستی میں یہ فضا' اسکولوں کو میں کیا کہوں' میں عربی مدرسوں کا آدمی ہوں' وہاں یہ حالت ہے کہ اب جو بچے آرہے ہیں وہ بھی ایسی بنیادی باتوں سے ناواقف ہیں' جن کا ہمارے بچپن میں خیال بھی نہ ہو سکتا تھا کہ کوئی مسلمان بچہ ان سے ناواقف ہوگا۔

اس صورت حال کا نتیجہ کیا ہوگا؟ نسل کی نسل دین سے بالکل ناآشنا ہوگی' اردو پڑھ نہیں سکے گی' آج یہ حالت ہو رہی ہے کہ ایک بڑے طبیہ کالج کے جس کی ایک تاریخ ہے' ایک طالب علم سے کوئی مضمون لکھوانا تھا یا خط لکھوانا تھا' تو سوچا کہ یہ صاحب تو طب کی کتابیں پڑھتے ہیں جو عام طور پر عربی' فارسی میں ہیں' بہت نیچے اتریئے تو اردو میں ہیں' ان سے کہا آپ لکھئے' وہ لکھتے رہے' لوگ سمجھتے رہے کہ لکھ لیا' دیکھا تو وہ ہندی میں تھا' ان

سے کہا گیا کہ آپ یونانی طب پڑھتے ہیں، اور اردو نہیں لکھ سکتے؟ انہوں نے کہا ہمیں تو یہی پڑھایا گیا ہے، تو ایک ایسی نسل تیار ہونے کا محض اندیشہ نہیں، مشاہدہ میں آرہا ہے، دین کی بنیادی چیزوں سے ناواقف، بنیادی عقائد سے ناواقف، اللہ ورسول کا ہمارے دل ودماغ میں جو عقیدہ بسا ہوا ہے، اس سے ناواقف، یہ نسل پیدا ہوگئی ہے، اور جوانی کے قریب اب پہونچ رہی ہے، شروع ہونے کا زمانہ تو گیا آنکھوں سے دیکھا گیا ہے کہ سیرت پر تقریر کرنی ہے، اسلامیہ اسکول ہے، کالج ہے، جامعہ ہے، اور ایک مسلمان نوجوان طالب علم کو کسی نے سیرت کا مضمون دیا، وہ ہندی میں لکھ کر لایا، اور اردو میں پڑھا، الفاظ تو اردو اور رسم الخط ہندی اور یہ رسم الخط تو وہ چیز ہے کہ آرنلڈ ٹوائن بی (Arnold Toynbee) جو اس زمانہ کا بڑا فلسفی مؤرخ (Philospher Historian) ہے، اس نے لکھا ہے کہ اب کسی کتب خانہ کو آگ لگانے کی ضرورت نہیں، رسم الخط (Script) بدل دینا کافی ہے، اس سے اس قوم کا رشتہ اپنے ماضی سے بالکل ٹوٹ جائے گا اور اس کی پوری تہذیب اس کے لئے بے معنی ہو کر رہ جائے گی اور پھر جس طرف چاہو لے جاؤ، جو چیز کسی ملت کو اس کے ماضی سے، اس کے مذہب سے، اس کی تہذیب سے، اس کے کلچر سے ملاتی ہے، وہ رسم الخط ہے، رسم الخط بدلا، نسل بدل گئی، آج ہندوستان میں یہی ہو رہا ہے، فرقہ وارانہ فسادات محض ملک کو بدنام کرتے ہیں، فائدہ ان کا کچھ نہیں ہے، تعلیم کا نظام بدلنا کافی ہے، آج سے ساٹھ برس پہلے اکبر مرحوم نے کہا تھا ؎

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

www.abulhasanalinadwi.org

ایک طویل المیعاد منصوبہ بندی ہے ذرا دیر لگے گی تیس برس چالیس برس میں خود ایک ایسی نسل تیار ہو جائے گی جس کے نزدیک کفر و ایمان کا فرق، توحید و شرک کا فرق، عقائد و مذاہب کا فرق سب بے معنی باتیں ہو جائیں گی، کچھ کرنا نہیں پڑے گا۔

مسلمان ماں باپ اس ڈر سے کہ ہمارے بچے کا کیریر خراب ہو جائے گا، اس کی مادری زبان اردو نہیں لکھاتے، اس کی دینیات کی تعلیم کا انتظام نہیں کرتے، بھلا ایمان کے ساتھ یہ بات جمع ہو سکتی ہے؟ مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ اگر کسی طریقہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے بچہ کی تقدیر میں اسلام نہیں ہے یا یہ خدانخواستہ مسلمان نہیں رہے گا تو دعا کرے کہ اللہ اس کو خیر و عافیت سے اٹھا لے، یہ مسلمان کی شان ہے۔

حضرت خنساءؓ ایک صحابیہ اور اپنے زمانہ کی ایک بڑی شاعرہ خاتون ہیں، وہ بڑا دردمند دل رکھتی ہیں، انہوں نے ساری عمر اپنے دو بھائیوں کے مرثیے کہے، جو ان کو داغِ مفارقت دے گئے تھے، کہا جا سکتا ہے کہ کسی زبان میں عورت کے کہے ہوئے مرثیوں کا اتنا بڑا ذخیرہ نہیں جو انہوں نے اپنے بھائیوں کی یاد میں یادگار چھوڑا ہے، ان کا پورا دیوان صرف بھائیوں کے مرثیے سے بھرا ہوا ہے، ایسا دردمند دل رکھنے والی خاتون ایک معرکۂ جہاد میں اپنے ایک بیٹے کو بلاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ بیٹا جاؤ، تم کو میں نے اسی دن کے لئے پالا تھا، جاؤ اللہ کے راستہ میں جان دے دو، پھر دوسرے بیٹے کو بلاتی ہیں، تیسرے بیٹے کو بلاتی ہیں، اور جب سب کی شہادت کی خبر آتی ہے تو کہتی ہیں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَکْرَمَنِیْ بِشَهَادَتِهِمْ" اس خدا کا شکر ہے جس نے ان کی شہادت کے ذریعہ میری

www.abulhasanalinadwi.org

عزت بڑھائی، یہ ایمان کی شان ہے کہ اسلام پر سب کچھ قربان۔

آج مسئلہ یہ ہے کہ اس نسل کو کیسے بچایا جائے، کیسے مسلمان رکھا جائے، سرکاری تعلیم کی اصلاح کی کوشش کے ساتھ دینی تعلیم کا کوئی متوازی نظام بھی ہونا چاہیے، اسی بنیاد پر دینی تعلیمی کونسل قائم ہوئی ہے، ہم خدا کے یہاں اس نسبت کے ساتھ اس نام کے ساتھ جانا چاہتے ہیں کہ اس کے بندوں کی آئندہ نسل کے ایمان کو کچھ بچانے کی کوشش کرنے کے لئے تھوڑی سی ہماری شرکت تھی، ہمارا نام بھی اس دفتر میں لکھا جائے، اسی شوق میں ہم سب کر رہے ہیں، ورنہ ہم میں کوئی ایسا آدمی نہیں جو گھر سے فاضل اور کام سے فارغ ہو، ہم لوگ بہت مصروف لوگ ہیں، کم حیثیت ہیں لیکن کم حیثیت آدمی بھی مشغول ہوتا ہے، پنساری کی دکان، کرانہ کی دکان بہت مصروف ہوتی ہے، اور رکشا اور اسکوٹر چلانے والے بھی بہت مصروف ہوتے ہیں، ہم کوئی بڑے آدمی نہیں ہیں، لیکن مصروف ہیں، بہت کام ہمارے کرنے کے ہیں لیکن اس کام کو نجات کا ذریعہ، مغفرت کا وسیلہ اور خدا کے یہاں سرخروئی کا بہانہ سمجھ کر انجام دے رہے ہیں، آپ بھی آیئے اور ہمارا ہاتھ بٹایئے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# مسلمانوں کے لئے وجہِ شکایت

''واقعہ یہ ہے کہ اگر اس ملک میں وہ سیاسی تلخی جو گذشتہ واقعات کا نتیجہ اور ملک کی علمی و ذہنی پسماندگی کا کرشمہ ہے' نیز اندھا دھند جذبات کی وہ تیز رو نہ ہوتی جو نفرت سے لے کر قتل و غارت گری پر آمادہ کر دیتی ہے اور اس سب کے ماسوا اور اس سب سے بڑھ کر صاحب اقتدار پارٹی کی یہ اخلاقی کمزوری نہ ہوتی کہ وہ اپنے رائے دہندوں کو کسی حال میں ناراض کرنے اور الیکشن کی کامیابی کو مشکوک بنانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی اور اپنی پارٹی کو برسرِ اقتدار رکھنے کے لئے وہ دنیا کی بڑی سے بڑی بے اصولی اور ناانصافی کا ارتکاب کر سکتی ہے تو نظامِ تعلیم کو مکمل طریقہ پر سیکولر' نامذہبی اور غیر جانب دار بنانے اور ان تمام داخلی و خارجی عناصر و اجزاء کو خارج کرنے میں ذرا بھی دیر نہ لگتی جو مسلمانوں کے لئے وجہِ شکایت ہے''۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## علاقائی دینی تعلیمی کانفرنس الہ آباد

منعقدہ

۱۷؍فروری ۱۹۸۵ء

www.abulhasanalinadwi.org

# "مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ"

"اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ ملت کے لئے صرف ایک پوسٹر بنانا ہے اور صرف ایک جملہ کی گنجائش ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں تو میں کہوں گا کہ

"مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ"

لکھ دو، پوسٹر کے نیچے لکھو کہ ہر مسلمان اپنی اولاد سے دنیا سے جانے سے پہلے سوال کرے اور جب تک دنیا میں ہے اپنا جائزہ لے، محاسبہ کرے کہ اس کے نزدیک اس کی اہمیت ہے یا نہیں؟ وہ اپنے بچوں کے لئے اپنی آئندہ نسل کے لئے یہ اطمینان کرنا ضروری سمجھتا ہے یا نہیں کہ "مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ" میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے، میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہم اور آپ سب اپنے اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور یہ دیکھیں کہ واقعی اس سوال کی ہمارے یہاں اہمیت ہے یا نہیں۔"

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَاتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَبَارِكْ وَسَلَّمْ تَسْلِيْماًكَثِيْراً كَثِيْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَيَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰـهاً وَّاحِداً وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔

(سورۃ البقرہ۔۱۳۳)

بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم و

www.abulhasanalinadwi.org

اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔

حضرات! جہاں تک مسلمان کا تعلق ہے اس کے لئے دینی تعلیم اور دین کی بنیادی واقفیت کی وہی حیثیت ہے، جو ایک انسان کی زندگی کے لئے ہوا اور پانی کی ہے، ایک مسلمان کو مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہنے کے لئے، مسلمان کہلانے کے لئے اور پھر آخرت میں خدا اور اس کے رسولؐ کو منہ دکھانے اور نجات حاصل کرنے کے لئے بنیادی دینی عقائد کے جاننے کی ویسی ہی ضرورت ہے جیسے کہ ایک انسان کو زندہ رہنے کے لئے، ہوا اور پانی کی ضرورت ہے۔ اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں، اس لئے کہ مسلمان کسی نسلی تسلسل کا نام نہیں ہے، کسی قومیت کا نام نہیں ہے، کسی تہذیب کا نام نہیں ہے، (تہذیب اس میں شامل ہے، تہذیب اس کے تقاضوں اور اس کی معاون چیزوں میں سے ہے) لیکن اسلام محض ایک تہذیب، ایک کلچر نہیں، کسی ذات برادری کا نام نہیں، کسی برہمن کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہو جائے تو وہ بہرحال برہمن ہے، چاہے نہ مانے، اس کے لئے اس کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مسلمانوں میں بھی بہت سی پشتیں اور خاندان ہیں جن پر مسلم معاشرہ میں فخر کیا جاتا ہے اور لوگ ان کی وجہ سے عزت کرتے ہیں۔

لیکن اصل نسبت صحیح عقیدہ، اللہ سے صحیح رشتۂ غلامی و عبودیت ہے اور اس کا صحیح طریقۂ تعلیم ہے، یہی وہ نسبت ہے جس کا حضرت یعقوب علیہ السلام دنیا سے کوچ کرتے وقت (حالت احتضار) میں اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے، انہوں نے اپنے سب فرزندوں، پوتوں، نواسوں کو جمع کر کے (اور

www.abulhasanalinadwi.org

وہ ماشاء اللہ کثیر الاولاد تھے) دریافت فرمایا کہ "مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ" میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ یہ بات انہوں نے کس سے کہی تھی ان سے کہی تھی، جو نبی زادے تھے، نبی کے پوتے تھے، نبی کے پرپوتے تھے، اسی موقع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا ہے، کسی نے پوچھا کہ "مَنْ هُوَالْكَرِيْمُ" کہ کریم کون ہے، معزز آدمی کون ہے؟ آپ نے فرمایا "اَلْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنُ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ ابْنُ اِسْحَاقَ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ"۔ اگر خاندانی عزت کے بارے میں پوچھتے ہو تو یوسف علیہ السلام سے بڑھ کر کون معزز آدمی ہوگا؟ کہ نبی کے بیٹے، نبی کے پوتے، نبی کے پرپوتے تھے، پیغمبروں کے اس خاندان کا سرپرست اپنے بچوں کو جمع کرتا ہے، بیٹوں، پوتوں کو جمع کرتا ہے، قرآن مجید تعداد کا موضوع نہیں ہے، توراۃ، انجیل، بائبل میں گنتیوں کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور بہت بڑے حصہ میں گنتیاں پھیلی ہوئی ہیں، لیکن قرآن مجید گنتیوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا، بہرحال افراد خاندان بڑی تعداد میں تھے، اللہ نے ان کو عمر طویل بھی عطا فرمائی تھی، برکت بھی عطا فرمائی تھی، ان کو بنی اسرائیل کی پوری ملت کا مورث اعلیٰ ہونا تھا، ظاہر ہے کہ ان کے سامنے کتنے پوتے نواسے اور ان کی اولاد ہوگی، آپ نے ان سب کو جمع کیا، ان سے زیادہ کون جانتا تھا کہ یہ کس کی اولاد ہیں، ان کی رگوں میں کن کا خون ہے، اس خون کے کیا خصائص ہیں اور اس خاندان کی کیا تاریخ ہے، اس کا تاریخ عالم میں کیا کردار رہا ہے، یہ ان کے بیٹے ہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا (سورۃ النحل۔۱۲۰) (ابراہیمؑ بذات خود ایک امت تھے) اور فرمایا "مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَسَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ" (سورۃ

الحج۔ ۷۸) وہ خدا کا پہلا گھر بنانے والا ابراہیمؑ وہ توحید کا پہلا اعلان کرنے والا ابراہیمؑ وہ جس نے توحید کے عقیدہ کے لئے ہجرت کی، جس نے خطرات مول لئے، جس نے اپنے باپ سے پہلی لڑائی مول لی، اس کا باپ صرف یہ نہیں کہ وہاں کا ایک معزز آدمی تھا، وہاں کے سب سے بڑے معبد (عبادت گاہ) کا سب سے بڑا آدمی تھا، ان کی جو پہلی گفتگو ہوئی اور پہلے جو مسلک کا اظہار واعلان ہوا وہ باپ کے سامنے ہوا، پھر اپنے زمانہ کے غالباً سب سے بڑی، سب سے بڑی نہیں تو ایک بڑی متمدن سلطنت کے فرمانروا سے ان کا مقابلہ ہوا، ابراہیم کی اولاد کو ابراہیم ہی کا جانشین (حضرت یعقوب علیہ وعلیہما السلام) اپنے بیٹوں، پوتوں کو جمع کر کے کہتا ہے۔

"پیارے بیٹو، پوتو، نواسو! اب میں تم سے رُخصت ہونے والا ہوں لیکن میری پیٹھ قبر سے نہیں لگے گی، جب تک یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ تم خدائے واحد ہی کی عبادت کرو گے؟ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، یا لوگوں کو جیسا کرتے دیکھو گے تم بھی کرنے لگو گے اور انہیں کی بولیاں بولنے لگو گے؟ تم ایک نہیں تین تین پیغمبروں کی اولاد ہو، تمہاری رگوں میں نوع انسانی کے موحدِ اعظم (سیدنا ابراہیمؑ) کا خون ہے جس نے توحید خالص کی اس وقت صدا لگائی، جب دنیا میں وہ بالکل نامانوس ہو چکی تھی، اس نے اللہ کے نام پر اس وقت گھر تعمیر کیا جب دنیا میں اس کے نام کا کوئی گھر نہیں رہ گیا تھا، اس نے اس کے لئے اپنے باپ اور گھر والوں سے ناتہ توڑا، آگ میں ڈال دیا جانا گوارا کیا، اس کے لئے گھر بار اور محبوب و عزیز چھوڑا اور ملک ملک کے سفر کئے لیکن میں اتنا کافی نہیں سمجھتا میں نے بڑے بڑے خداپرستوں اور بُت شکنوں کے

www.abulhasanalinadwi.org

خاندانوں کا حشر دیکھا ہے کہ وہ کس قدر جلد صحیح راستہ چھوڑ کر بھٹک گئے۔

عزیزو! اس وقت کہنے کی پچاس باتیں ہو سکتی ہیں، مل کر رہنا، اتحاد کے ساتھ رہنا، اپنی محنت سے حق حلال کی کمائی کھانا، شریفانہ زندگی گزارنا، کسی کو تکلیف نہ پہونچانا، سب کے کام آنا، پچاس باتیں کہی جا سکتی ہیں، لیکن میں صرف ایک بات پوچھتا ہوں "مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ"؟ یہ بتادو کہ میرے بعد تم بندگی کس کی کروگے؟

اللہ اکبر! یہ وہ وقت ہے کہ آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے، ہمارے سامنے اگر صرف وصیتوں کا لٹریچر جمع کیا جائے یعنی کوئی ریسرچ اسکالر دین کا کوئی طالب علم اس پر کام کرے کہ لوگوں نے اپنی اپنی اولاد اور پسماندگان کو کیا وصیتیں کی ہیں، دنیا سے جاتے وقت اپنے دوستوں اور عزیزوں کو کیا ہدایت کر کے گئے ہیں تو ایک جلد نہیں ایک چھوٹا سا کتب خانہ تیار ہو جائے گا لیکن اللہ کے اس مومن بندہ کو فکر صرف یہ ہے کہ کیا میری اولاد اس دولت کو اپنے سینے سے لگائے رکھے گی جس پر خدا کی ہر مدد، خدا کی ہر رحمت، خدا کے ہر بہتر فیصلے اور خدا کی نصرت، فرد وامت کی نجات اور انسانیت کے مستقبل کا دارومدار ہے، وہ ایک ہی چیز ہے "مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ تم یہ بتادو کہ میری آنکھ بند ہونے کے بعد بندگی کس کی کروگے؟

یہ ہے مسلمانوں کے ذہنوں کو ڈھالنے والا سانچہ، ایمان کی قیمت پہچاننے کا امتحان و معیار، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر کر کے اس کے قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا کہ ہر نسل کا مسلمان بلکہ ہر نسل کا انسان پڑھے اور اس سے سبق لے، اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بیان کر کے تاریخ نہیں سنائی ہے، قرآن تاریخ کی کتاب نہیں ہے، تاریخ ہے لیکن وہ

www.abulhasanalinadwi.org

تاریخ کے لئے نہیں، یہاں پر ہمیں بتایا کہ اس طرح مسلمان کے ذہن کو کام کرنا چاہئے۔

اب مسئلہ اس وقت فرد کا نہیں ملت کا ہے، میں مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ ملت کیا اس ذہن سے کام کر رہی ہے۔ کیا اپنی اولاد کے بارے میں اسے یہ فکر ہے کہ "مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ" ہم میں سے کتنے آدمی ہیں جن کے دل پر اس بات کا اثر ہے، جن کے دماغوں میں اس بات کی اہمیت بیٹھی ہوئی ہے؟ اپنے دل کو ٹٹولیں اپنے دماغوں کا جائزہ لیں۔

اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ ملت کے لئے صرف ایک پوسٹر بنانا ہے، اور صرف ایک جملہ کی گنجائش ہے، اور اس کے علاوہ کچھ نہیں تو میں کہوں گا کہ "مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ" لکھ دو، پوسٹر کے نیچے لکھو کہ ہر مسلمان اپنی اولاد سے دنیا سے جانے سے پہلے سوال کرے اور جب تک دنیا میں ہے اپنا جائزہ لے، محاسبہ کرے کہ اس کے نزدیک اس کی اہمیت ہے یا نہیں؟ وہ اپنے بچوں کے لئے اپنی آئندہ نسل کے لئے یہ اطمینان کرنا ضروری سمجھتا ہے یا نہیں کہ "مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ" میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے، میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہم اور آپ سب اپنے اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور یہ دیکھیں کہ واقعی اس سوال کی ہمارے یہاں اہمیت ہے یا نہیں؟ اور یہ سوال افراد کے پیمانہ پر، خاندان کے پیمانہ پر، برادری کے پیمانہ پر، معاشرہ کے پیمانہ پر، محلّہ کے پیمانہ پر، قصبہ کے پیمانے پر اور آخر میں کہتا ہوں کہ ملت کے پیمانہ پر اور ملتِ ہندیہ اسلامیہ کے پیمانے پر ہمارے دلوں پر نقش ہے یا نہیں؟ ہماری آئندہ نسل ہمارے بعد کس راستہ پر چلے گی، وہ کس گروہ و ملت کی پیرو ہوگی، کس کی پرستش کرے گی، کن عقائد کو مانے گی۔ یہ

www.abulhasanalinadwi.org

خدائے واحد کی پرستار ہوگی یا سیکڑوں ہزاروں لاکھوں کروڑوں خداؤں اور دیوتاؤں کی؟ یہ اس وسیع کائنات میں اور اپنی محدود زندگی میں کس کے دست قدرت کو کام کرتا ہوا دیکھے گی اور مانے گی؟

یہ سب سے بڑا اطمینان ہے اس کے بغیر میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا، جب تک وہ کسی نہ کسی درجہ میں یہ اطمینان نہ کرلے کہ میری نسل اسلام کے صحیح راستہ پر رہے گی، صحیح عقیدہ پر قائم رہے گی، خواہ اس کو اس کے لئے کتنی قربانیاں دینی پڑیں، آج ہماری اصل کمزوری یہ ہے کہ ہم اس کے لئے معمولی قربانی دینے کے لئے تیار نہیں، ہم اپنے بچوں کے لئے اس خطرے کے تصور سے نہیں لرزتے کہ وہ صحیح دین وعقیدہ سے بے خبر اور آخرت میں نجات پانے اور خدا ورسولؐ کے سامنے سُرخرو ہونے سے محروم رہیں گے، لیکن اس سے خائف اور لرزہ براندام ہوتے ہیں کہ ہمارے بچے کمپٹیشن میں کامیاب ہونے یا اپنا تعلیمی کیریر بنانے میں ناکام ہوں گے، اگر بچہ نے اردو کو اپنی زبان قرار دیا، اس کو اپنی مادری زبان ڈکلیر کیا، تو اس کے نتیجہ میں ان کے کیریر پر اثر پڑے گا، حالانکہ یہ بالکل موہوم خطرہ اور ''اندیشۂ دور دراز'' کی حیثیت رکھتا ہے، اب نوبت یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ مسلمان اپنے دین کی بقاء کے لئے ایک فی ہزار خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں، مسلمان گارجین اس کے لئے تیار نہیں ہیں کہ وہ اسکولوں میں یہ لکھا دیں کہ ہمارے بچے کی زبان اردو ہے، اس کی مادری زبان اردو ہے، جب ملت کی اپنے دین کے ساتھ وابستگی کی قیمت ادا کرنے کی اتنی بھی اہمیت نہیں ہے کہ میرے بچہ کو کہیں دس برس میں اردو لینے کی قیمت ادا کرنی پڑے، حالانکہ اس کی سیکڑوں، ہزاروں مثالیں مل سکتی ہیں کہ

www.abulhasanalinadwi.org

اردو کے ذریعہ سے لوگوں نے پڑھا اور اپنی ذہانت سے، اپنی محنت سے اپنی صلاحیت سے بڑے بڑے امتحان میں کامیابی و امتیاز حاصل کیا، بڑی سے بڑی اسامی اور بڑے سے بڑے عہدہ پر فائز ہوئے، اس کے لئے ہزاروں مثالیں مل جائیں گی، آپ بتایئے کہ اس ملت کی نگاہ میں اپنے ایمان کی کتنی قیمت ہے، اپنے دین کی کتنی قیمت ہے؟ اس کے متعلق، آپ دنیا کی کسی عدالت سے پوچھ لیجئے، مت پوچھئے علماء سے، آپ ماہرین نفسیات سے پوچھ لیجئے، آپ تقابلِ ادیان کے استادوں سے پوچھ لیجئے کہ جو ملت اتنا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں ہے، ایک فیصدی اس کا خطرہ ہے کہ بچہ ایک بڑے امتحان میں نہ آئے، امتیاز نہ حاصل کر سکے، کسی بڑے اسامی پر نہ جائے، اسی لئے میں نے اسکول میں جا کر یہ نہیں لکھوایا کہ بچہ کی مادری زبان اردو ہے، مَیں نے ہندی لکھوادی، اس ملت کے متعلق آپ غیر مسلموں سے پوچھئے جیسا کہ ابھی ہمارے محترم مہمان سید حامد صاحب (سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے فرمایا کہ "اقلیتی کمیشن کے ایک ہندو ذمہ دار نے یہ لکھا ہے کہ "ہندوستان ہی کی یہ خصوصیت ہے کہ یہاں اقلیت اتنی محنت نہیں کرتی جتنی اکثریت کرتی ہے، حالانکہ اس کو اس سے زیادہ محنت کرنے کی ضرورت ہے"۔ میں اس سے زیادہ آگے قدم بڑھا کر اپنی زبان میں کہتا ہوں، ایک دین کے طالب کی زبان میں کہتا ہوں کہ امت اپنے دین و ایمان کے لئے اتنی بھی قربانی دینے کے لئے تیار نہیں جتنی ملک کو آزاد کرانے کے لئے، جتنی اپنی تہذیب کو باقی رکھنے کے لئے، جتنی ہندی زبان کو رائج کرنے کے لئے ہندو اکثریت نے دی ہے، امریکہ کے یہودیوں کا ذکر فضول ہے، جنہوں نے اپنی شخصیت و امتیاز ثابت کردیا اور اپنے ملی

www.abulhasanalinadwi.org

وتہذیبی مطالبات منوا لئے، خود ہندوستان میں ملک کو آزاد کرانے کے لئے اور اپنے بہت سے مطالبات کو منوانے کے لئے یہاں مختلف فرقوں نے جو قیمت ادا کی ہے، اس کا دسواں حصہ بھی یہ ملت اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لئے ادا کرنے کو تیار نہیں، اپنے بارے میں آپ خود فیصلہ کیجئے، یہ فیصلہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں، جب ملت کی ذہنی کیفیت، جب ملت کی شکست خوردگی، جب ملت کی اپنے دین کی قیمت سے ناواقفیت اس درجہ کو پہونچ جائے کہ وہ موہوم سے موہوم خطرہ بھی اپنے بچے کے لئے مول لینے کے لئے تیار نہ ہو، دنیاوی ترقیات اور معاشی مسئلہ کے لئے دین وایمان کو خطرہ میں ڈال دے بلکہ دین وایمان کو زد پر لگادے تو اس کا کیا مقام رہ جاتا ہے؟

اس وقت دنیا میں وہ طریقے نہیں ہیں جو نسل کشی کے پرانے طریقے تھے اور جس کے لئے اس زمانہ کے مطلق العنان فرماں روا بدنام ہیں، میں آپ ہی کے شہر الٰہ آباد کے شاعر نہیں بلکہ اپنے دور کے سب سے بڑے شاعر اور لسان العصر اکبر الٰہ آبادی کے شعر کا حوالہ دیتا ہوں، وہ انگریزوں کا دور تھا، انہوں نے اس دور کو سامنے رکھ کر کہا ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا — افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اس شعر میں انہوں نے ایک پوری کتاب کا مضمون بیان کردیا ہے، میں ان کا دوسرا شعر پڑھتا ہوں ؎

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے — دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

آج سے ساٹھ ستر برس پہلے انہوں نے یہ شعر کہا ہوگا، لیکن آج بھی یہی حقیقت ہے اور حقیقتوں کی عمر نہیں ہوتی، برسوں کے حساب سے ان کی عمر نہیں ناپی جاتی، ابدی صداقتیں سیکڑوں، ہزاروں برس تک اور سیاسی

www.abulhasanalinadwi.org

وثقافتی اور تہذیبی تبدیلیوں کے ساتھ باقی رہتی ہیں، اس تعلیمی انقلاب اور معنوی نسل کشی سے ملت اپنے ماضی ہی سے نہیں، وہ اپنے دین سے، اپنی دینی شخصیت سے، اپنے دینی حقائق وعقائد سے نہ صرف یہ کہ بیگانہ ہوگی، بلکہ بے زار ہوگی، اپنے اسلاف سے نہ صرف ناواقف ہوگی، بلکہ ان کے نام پر شرماتی ہوگی اور ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہوگی، ہمارے چھوٹے سے اسکولوں کے بچے بتاتے ہیں کہ اٹھتے بیٹھتے ہم سے کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب ظالم تھا اور جب تک کہ ایک من "جنیو" جلا نہیں دیتا تھا، اس وقت تک ناشتہ ہی نہیں کرتا تھا، اسلام تلوار سے پھیلایا گیا ہے، اس دنیا کا کارخانہ دیوی، دیوتا چلاتے ہیں، یہ آج ہمارے اسکولوں میں پڑھایا جارہا ہے۔

میرے بھائیو اور دوستو! سیدھی بات یہ ہے کہ خالص مسلم اکثریت کے ملک میں بھی مسلمانوں کو مسلمان رہنے کے لئے، اپنی آئندہ نسل کو مسلمان رکھنے کے لئے سخت جانفشانی اور سخت قربانی کی ضرورت ہے، وہاں بھی بغیر جانفشانی اور قربانی کے مسلمان اپنی آئندہ نسل کے دین وایمان کا تحفظ نہیں کرسکتے، وہاں بھی "مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ" کا سبق ہمارے سامنے ہے، چہ جائیکہ ایک ایسے ملک میں جہاں ہم اقلیت میں ہیں اور اس اقلیت کے ساتھ ارادی اور غیر ارادی شعوری یا غیر شعوری طریقہ پر ایک ایسی تاریخ اور ایک ایسا دور وابستہ ہے کہ جائز یا ناجائز حق بجانب ہو یا غیر حق بجانب، اس کے متعلق نہ صرف یہ کہ غلط فہمیاں ہیں بلکہ بدگمانیاں بھی ہیں اور شکایتیں بھی، یعنی ہماری ملت کی یہاں صحیح پوزیشن یہ ہے کہ ایک تو وہ اقلیت میں ہے، پھر اس کی ایک بڑی آزمائش یہ ہے کہ اس نے آٹھ سو برس تک اس ملک میں حکومت کی ہے، اس شکل سے چھٹکارا نہیں، اب اس سے خلاصی

www.abulhasanalinadwi.org

حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں، تاریخ جب ایک مرتبہ بن جاتی ہے تو اس کو مٹایا نہیں جاسکتا، دوسری بات یہ ہے کہ انگریزوں نے (اپنے انتظامی و سیاسی مصالح سے) اپنے دور میں اقلیت واکثریت کے مسائل پیدا کئے، اس میں خلیج پیدا کی، پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ اس ملک کے پڑوس میں ایک اسلامی مملکت بنی اور وہ قائم ہے، ہم کو اور آپ کو ان سب حقائق کو سامنے رکھنا پڑے گا، یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن پر پردہ ڈالنے سے کام نہیں چلے گا، آپ ہزار کہیں کہ ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ سائے اور ذہنی اثرات ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں، پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ ہم نے اپنے ہم وطنوں کو اپنے دین کی حقیقت سے اور صحیح تاریخ سے باخبر نہیں کیا، ہم نے انسانیت کی جو خدمت انجام دی، اس ملک کو چار چاند لگائے، عالمگیر انسانی تمدن پر اس ملت کے جو احسانات ہیں اور اس کے جو اثرات پڑے ہیں، ان سے ہم نے ابھی تک ان کو آگاہ نہیں کیا ہے، انھیں میں سے کسی کو خدا نے توفیق دی تو اس نے کچھ لکھ دیا۔

یہ ملک جمہوری ہے اس نے جمہوری سیکولرزم کو پسند کیا ہے، اس لئے یہاں پر تعداد ایک اہمیت رکھتی ہے، ہماری تاریخ ایک بیرونی قوم کی تاریخ نہیں ہے، ایک ایسی قوم کی تاریخ ہے جو ایک ہزار برس سے رہ رہی ہے، اس طویل سفر میں نشیب وفراز آئے ہیں، زندہ قوموں کی تاریخ میں نشیب وفراز آتے ہی ہیں لیکن ان کو رنگ آمیزی کے ساتھ نمایاں کیا گیا ہے اور اب ان کو خاص طور سے زندہ کیا جارہا ہے۔ زندہ اور حکومت کرنے والی قوموں کی تاریخ میں ساری چیزیں خوشگوار اور ساری چیزیں بالکل ہموار نہیں ہوتیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اب آپ خود فیصلہ کیجئے کہ آپ کے لئے اپنی دینی تعلیم کا تحفظ' اس کے انتظامات اور اپنی آئندہ نسل کو مسلمان باقی رکھنے کی جد وجہد کتنی ضروری ہے؟ اس کو زبان قال سے بھی اور زبان حال سے بھی اس حقیقت کا اطمینان کر لینا ضروری ہے کہ ہمارے بچے خدائے واحد کے پرستار ہوں گے' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا اور آخری پیغمبر سمجھتے ہوں گے' یہ قرآن ہی کو اپنا دستورِ حیات سمجھیں گے کتاب وسنت نے مسلمانو ں کو عائلی قانون کا جو نقشہ دیا ہے' نکاح وطلاق' ترکہ ومیراث' موت وحیات کے لئے جو ہدایت دی ہیں' ان کو وہ اپنے دین کا جزء سمجھیں گے' نمازوں کے پابند ہوں گے' فرائض کے پابند ہوں گے اور اللہ اور رسولؐ سے محبت رکھتے ہوں گے اور اللہ ورسولؐ کے نام پر اپنی عزت اور جان ومال کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔

حضرات! یہی دینی تعلیمی کونسل اور اس کی اس دینی تعلیمی تحریک کا حاصل ہے' آپ اپنی اولاد سے زبان حال سے پوچھیں یا زبان قال سے پوچھیں کہ کل وہ کس دین وملت کے پیرو ہوں گے؟ اور آپ کے پاس جو وسائل اور امکانات ہیں ان سب کو اس مقصد کے حصول کے لئے استعمال کریں کہ یہ خدائے واحد کے پرستار ہوں اور مختصر لفظوں میں صحیح مسلمان ہوں' موحّد ہوں' اس زندگی کے بعد دوسری زندگی پر ایمان رکھتے ہوں' اس پر یقین رکھتے ہوں کہ "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" (سورۂ آل عمران:۱۹) اللہ کے یہاں جو دین مقبول ہے وہ اسلام ہے۔

ہم اپنی پوری دینی خصوصیات کے ساتھ اور پوری اسلامی شخصیت کے ساتھ آزادی اور عزت کے ساتھ اس ملک میں رہیں گے' راتب اور جان

www.abulhasanalinadwi.org

کے تحفظ کی ضمانت پر محض جانوروں کی زندگی نہیں گزاریں گے، عزت وآبرو کے ساتھ اس ملک کے نظم ونسق میں شریک ہوتے ہوئے اور اس ملک میں اپنی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے اس ملک کی تعمیر وترقی میں مساویانہ حصہ لیتے ہوئے اور اس ملک کی حفاظت کرنے کے ساتھ اور اس ملک کا نام اونچا کرنے کے ساتھ اور اس ملک کی دنیا کے دوسرے ملکوں میں عزت بڑھانے کے ساتھ ہم اس ملک میں اپنے عقائد وخصوصیات کے ساتھ رہیں گے، خدا نے اور ہمارے دین نے جو تعلیم دی ہے اور ہمارے پاس جو تاریخ ہے اس سے ہم اس ملک کو اخلاقی گراوٹ سے، کرپشن سے اور اس اخلاقی دیوالیہ پن سے بچا سکتے ہیں، جو اس ملک کے لئے اس وقت سب سے بڑا خطرہ ہے، ہم اپنی نسلوں کے بھی ایمان واسلام کی حفاظت کا بندوبست کریں گے، ان کی دینی تعلیم کے لئے اسلامی مکاتب قائم کریں گے، ہماری آئندہ نسل کی زبان اردو ہوگی، اس لئے کہ یہ اس کے لئے دین سے واقفیت کا سب سے آسان ذریعہ ہے اور یہ اس کی تہذیب کا نشان ہے، اس کا کلچر ہے، اس کے لئے اول تو قومی فیصلہ کی ضرورت ہے، اس کے بعد تھوڑی سی قربانی کی ضرورت ہے، ہمیں امید نہیں یقین ہے کہ ایک خوددار، صاحبِ ضمیر وعقیدہ اور صاحبِ دعوت اور ایک شاندار تاریخ رکھنے والی زندہ ملت کی حیثیت سے آپ اس کے لئے تیار ہیں۔

وَمَا التَّوْفِیْقُ اِلَّا مِنْ عِنْدِاللّٰہِ۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# قوتِ عمل، ذوقِ علم اور عقیدہ و مقصد

”حکومت کو (اگر وہ اس بات کے لئے فکرمند اور حریص ہے کہ ملک کی آبادی کا زیادہ سے زیادہ حصہ خواندہ و تعلیم یافتہ بن جائے) ان مکاتب کو تسلیم کرنے میں عذر نہیں ہونا چاہئے یہ اس کا بہت بڑا مالی بار ہلکا کرنے کا ذریعہ بن سکتے ہیں اور بالکل ممکن ہے کہ بعض اوقات اساتذہ کی قوتِ عمل، ذوقِ علم اور عقیدہ و مقصد ان سرکاری اسکولوں سے بہتر نتائج پیدا کرسکے جہاں کے اساتذہ اکثر اوقات صرف ملازمانہ ذہنیت رکھتے ہیں اور صرف ضوابط کے پابند اور دعوت و خدمت کی روح سے خالی ہیں“۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

# خطبۂ صدارت

## صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس بنارس

منعقدہ

۲۲، ۲۳ / نومبر ۱۹۸۶ء

www.abulhasanalinadwi.org

## دینی تعلیمی کونسل سے برابر رابطہ رہے گا

"اگر آپ نے یہ فیصلہ کرلیا کہ اپنے اخراجات میں سے دینی مکاتب کے لئے بھی حصہ رکھیں گے تو یہ ایک تاریخ ساز فیصلہ ہوگا۔ آپ یہ طے کرلیں گے کہ ہر جگہ مکاتب کا جال بچھا دیا جائے گا، دفاتر قائم کئے جائیں گے، تعلیمی معائنہ کا سلسلہ ٹوٹنے نہیں پائے گا اور دینی تعلیمی کونسل سے برابر رابطہ قائم رہے گا، چنگی کے نظام کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، آپ امکانی حد تک اس مقصد کے لئے تمام مادّی وسائل اختیار کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد ہوگی اور

"یَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ"

(تمہاری قوت میں اللہ تعالیٰ قوت کا اضافہ فرمادے گا)

کا ظہور ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے آپ اپنی سی کوشش کرگذریں"۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ!

حضرات! وقت کے اہم ترین مسئلہ نے ہم کو آپ کو پچھلے کام کا جائزہ لینے اور آئندہ کے لئے نقشۂ کار مرتب کرنے کے لئے جمع کر دیا ہے، وقت کی نزاکت اور کام کی وسعت کا تقاضا ہے کہ رسوم و روایات کی پابندی کے بغیر ہمارا سارا وقت اصل موضوع پر صرف ہو اور مغز کی بات بغیر کسی تمہید و تکلف کے شروع کر دی جائے۔

حضرات! دو لفظ ہماری زبان اور دینی تحریروں اور تقریروں میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں، وہ ''فرد'' اور ''ملت'' کے الفاظ ہیں، آپ ان کے معنی سمجھتے ہیں، فرد اکائی کا نام ہے، یہاں جتنے حضرات بیٹھے ہوئے ہیں، وہ سب اپنی اپنی جگہ پر فرد اور ایک اکائی ہیں، ان سے مل کر ملت تیار ہوتی ہے، ملت اسلامیہ بھی اسی مجموعہ کا نام ہے اور اسی طرح ملتِ موسویہ اور ملتِ عیسویہ بھی افراد کے مجموعہ ہی کا نام ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون قدرت (سنت اللہ) افراد اور ملت دونوں کے لئے ہے، فرد کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ انتظام ہے کہ اس نے اپنے قانون کے مطابق اس انسانی جسم میں جان اور روح ڈالی، اس کے بعد پھر اس کی حفاظت فرمائی، وہ شکم مادر سے اس دنیا میں آیا، اللہ تعالیٰ نے جس کے رہنے اور زندہ رکھے جانے کا فیصلہ کیا، اس میں زندہ رہنے کی صلاحیت پیدا کی، اس میں موسمی اثرات کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھی، اس کے اندر سمجھ پیدا کی، ہاتھ پاؤں میں طاقت دی اور اس کو بہت کچھ اختیارات عطا کئے اور صلاحیتیں بخشیں، لیکن اس فرد کے ذمہ بھی کچھ فرائض کئے ایک تو یہ کہ وہ اپنے وجود کی حفاظت کرے، موسم کے اثرات سے اپنے جسم کو بچائے، غذائی ضروریات اور سامان خوراک مہیا کرے جس سے جسم و جان کا رشتہ باقی رہے، دشمنوں سے اپنی حفاظت کرے، رہنے کے لئے مکان بنائے، اپنے کو خطرات سے محفوظ رکھے اور زندگی کی دوسری ضروریات کی تکمیل کرے، اس میں تعلیم، زراعت، تجارت، صنعتیں، ہنر پیشے حفاظتِ خود اختیاری کا سامان، دوا علاج اور طب کے فن سے لے کر اپنی اپنی ضرورت اور زمانہ کے مطابق سائنس اور ٹکنالوجی سب علوم وفنون آتے ہیں، اپنی اپنی ضرورت اور حالات کے مطابق یہ سب کام فرد کو انجام دینے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس فرد کو وجود بخشا، اس کے وجود کے لئے جتنی بنیادی ضرورتیں تھیں، وہ اس نے فرد کو عطا کیں لیکن اب وہ فارغ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو بے دست و پا نہیں چھوڑا ہے، اب آگے اس کا کام یہ ہے کہ اپنے وجود، جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرے، اسی کے ساتھ اپنی آئندہ نسل کے تسلسل اور اس کی حفاظت و تعلیم کا سامان مہیا کرے، یہ سب

www.abulhasanalinadwi.org

فرد کا کام ہے، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وجود حاصل کرنے کے بعد فرد کی ذمہ داری ختم ہوگئی اب وہ جانے اور اس کا پیدا کرنے والا جانے، اب اس کا کوئی کام نہیں، ہم اور آپ اس قانون کو جانتے ہیں اور ہزاروں برس سے یہ دنیا اس قانون پر چل رہی ہے، ہم اپنی خوراک بھی مہیا کرتے ہیں، اس کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں، دوڑ دھوپ کرتے ہیں، اپنی جان کی حفاظت کے لئے ہزار جتن کرتے ہیں، جاڑے، گرمی اور برسات کے موسم کے مطابق کپڑے استعمال کرتے ہیں، مکان اپنی ضرورت کے مطابق بناتے ہیں، پھر ہم آسائش اور آرام کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہیں، ہم یہی نہیں چاہتے کہ ہمارا وجود باقی رہے بلکہ ہم یہ بھی کوشش کرتے ہیں کہ راحت و آسائش کے ساتھ ہمارا وجود باقی رہے، اچھا کھائیں، اچھا لباس استعمال کریں، یہ سب فطری تقاضے ہیں، شریعت، عقل، تمدن، معاشرہ، حکومت، قانون، کوئی بھی اس کا مخالف نہیں، بلکہ اس میں اعانت کرنا اور اس کے لئے سہولتیں مہیا کرنا اپنے فرائض میں سمجھتے ہیں، بلکہ ان فرائض و ضروریات زندگی کو راحت و سہولت کے ساتھ پورا کرنے کو فطرت کا تقاضا اور انسان کا قدرتی حق سمجھتے ہیں۔

حضرات! بالکل یہی معاملہ ملت کا ہے، ہم فرد کے معاملہ میں جن حقیقتوں کو تسلیم کرتے ہیں، ملت کے معاملہ میں ہم ان کو صاف بھول جاتے ہیں، یہ ہماری زندگی کا عجیب وغریب تضاد ہے کہ ہم فرد کو حق ہی نہیں دیتے بلکہ فرد پر فرض عائد کرتے ہیں، اگر وہ فرد اس فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے تو دنیا کے تمام عقلاء اور تعلق رکھنے والے انسان اس کو قابلِ ملامت بلکہ ایک حد تک اس کو مجرم بلکہ کسی حد تک خودکشی کا مرتکب سمجھتے ہیں، ایک

www.abulhasanalinadwi.org

شخص دنیا میں پیدا ہو گیا' اب وہ فرد جانے اور اس کا پیدا کرنے والا جانے لیکن کوئی اس فرد کی کوتاہی کو معاف نہیں کرتا' حد یہ کہ وہ ماں باپ بھی اس کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے جن کی شفقت ضرب المثل ہے' وہ اپنے فرزند اور جگر گوشہ سے یہ نہیں کہتے کہ اب تم پیدا ہو گئے' اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت گھر میں آ گئی' اب تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں' بلکہ ماں باپ بعض اوقات اجنبیت اور ایسی بیگانگی سے لڑکوں سے مطالبہ کرتے ہیں جیسے ان سے خون کا کوئی رشتہ نہیں کہ مکتب جا کر پڑھو' بلکہ وہ استاد سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر ضرورت ہو تو جائز حدود میں اس کی سرزنش کریں اور اس کو محسوس کرا دیں کہ تعلیم کا حصول ضروری ہے اس کے بغیر وہ نہ گھر میں رہ سکے گا نہ کھا سکے گا' یہ سب کام وہ ماں کرتی ہے' جس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے بعد کوئی ہستی رحم دل نہیں ہے' ایسی شفیق ماں بھی پڑھنے میں بچوں کی رعایت نہیں کرتی اور صبح کو دل پر پتھر رکھ کر بچے کو اٹھاتی ہے کہ وہ مکتب جا کر پڑھے' اس کو یہ محسوس کراتی ہے کہ ان بچوں میں جو محنت کرتے ہیں اور جو محنت نہیں کرتے فرق ہے' حالانکہ ان سب کی ماں ایک ہے' ہم سب ہزاروں برس سے اس اصول و قانون کو مانتے آئے ہیں اور دنیا کا سارا نظام اسی پر چل رہا اور زندگی کا پہیہ اسی پر گھوم رہا ہے۔

لیکن آپ ذرا دیانت داری سے سوچئے کہ ہم نے فرد کو جس نظر سے دیکھا اور اس کے ساتھ جو معاملہ کیا ہے' وہ ہم ملت کے معاملہ میں کیوں بالکل بھول جاتے ہیں' جس طرح فرد کو اللہ تعالیٰ نے وجود بخشا' جسم عطا کیا' صلاحیتیں اور توانائیاں بخشیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ملت کو ایمان بخشا' رحمۃ للعالمین جیسا نبی بخشا' آسمانی کتاب عطا فرمائی' ایک مکمل مرتب اور

www.abulhasanalinadwi.org

مدوّن نظامِ شریعت اور نظامِ معاشرت وتمدن عطا کیا' اسی کے ساتھ نصرتِ الٰہی اور توفیق الٰہی بھی شامل ہے' لیکن اب اس کے بعد ملت کا کام یہ ہے کہ فرد کی طرح اپنے وجود کی حفاظت کرے' جیسے فرد کا یہ کام تھا کہ اپنے جسم کو جلنے نہ دے' اس کو ڈوبنے سے بچائے' اگر کوئی زہر دے تو اس کو نہ کھائے اور اگر لاعلمی اور غفلت میں کھالیا ہے تو اس کے اثر سے بچنے کی امکانی کوشش کرے' بے پڑھا رہ کر جاہل کا نام سننے نہ پائے' ذلت اٹھانے نہ پائے' کم کما کر آدھا پیٹ کھانے کی تکلیف نہ اٹھائے اور اپنے ہم عصروں اور اپنے محلّہ والوں کی نگاہ میں ذلت کی نگاہ سے دیکھا نہ جائے' یہ سب آپ نے فرد کے فرائض تسلیم کیے تھے' بالکل یہی معاملہ ملّت کی سطح کے مطابق ہونا چاہیے' وہ فرد تھا جس کے ختم ہونے یا بھوکے ننگے رہنے اور ذلیل وحقیر ہونے سے یا کم کھانے سے دنیا کا کوئی نقصان نہیں تھا' اس کے ذلیل ہونے سے نسل اور معاشرۂ انسانی اور تہذیب انسانی کے لئے کوئی خطرہ پیدا نہیں ہوتا' لیکن یہ ملت ہے' اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا:

اَلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ
(سورۃ الانفال۔۷۳)

اگر تم یہ (کام) نہ کروگے تو ملک میں فتنہ برپا ہوجائے گا' اور بڑا فساد مچے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس ملت کے بہت تھوڑے افراد کے لئے جو مدینہ ہجرت کرکے آئے تھے یہ کہا تھا کہ اگر تم نے نظامِ ''مواخاۃ'' (بھائی چارہ) قائم نہ کیا تو زمین میں فتنۂ عظیم اور فساد کبیر برپا ہوگا' انسانیت کا مستقبل تاریک ہوجائے گا اور اس کی قسمت پھوٹ جائے گی' اگر یہ نظامِ

www.abulhasanalinadwi.org

مواخاۃ قائم نہ ہوا تو انسانیت کی قسمت میں ناکامی اور تباہی و بربادی لکھی ہوئی ہے' یہ ان مومنوں سے کہا گیا تھا جن کی تعداد دو چار ہزار سے زیادہ نہ تھی۔

اب یہ نکتہ آپ سمجھ لیجئے کہ ملت کو جو چیزیں دینے کی تھیں' وہ اللہ تعالیٰ نے پوری فیاضی اور ''رب العالمینی کی'' پوری صفت کے ساتھ عطا کر دیں لیکن انسان کے ذمہ جو چیزیں کرنے کی تھیں' وہ اسکے ذمہ ہیں' جیسے فرد کو اللہ تعالیٰ نے معطل نہیں کیا' نہ اللہ نے اس کو معاف کیا نہ اس کو معاشرہ اور خاندان نے معاف کیا' نہ قانون اور ماں باپ نے معاف کیا اور نہ اس کے ضمیر نے اس کو معاف کیا' اسی طرح ملت کو معاف کرنے والا کون ہے؟ کس نے ملت کے نام یہ معافی نامہ لکھ دیا ہے کہ خدا نے تم کو جو کچھ دینا تھا دے دیا' اب تم بیٹھو' تمہارے ذمہ اب کوئی کام نہیں' تم جس طرح چاہو رہو' ملک میں کیسا ہی قانون بنے' کیسا ہی نظامِ تعلیم ہو' وہاں تمہاری شریعت اور عقائد کے لئے کیسے ہی خطرات ہوں بلکہ ان کو ختم کرنے والے منصوبے ہوں' تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں' سب ہم کریں گے' یہ معاملہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ ترین پیغمبر کے ساتھ بھی نہیں کیا' ورنہ مدینہ طیبہ سے ایک ہزار آدمیوں کے مقابلہ میں صرف تین سو تیرہ آدمیوں کو ساتھ لے کر نکلنے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ یہ بات سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنا کام کر چکا' اب ہمارے کرنے کا کام ہے' اللہ تعالیٰ نے دین دیا' ایمان کی دولت دی' آخرت کا یقین دیا' اپنی محبت دی' شریعت دی' نماز روزہ سب کچھ عطا کیا' لیکن اس ملت کو بچانے کی ذمہ داری ہماری ہے اس پیغام کو جو انسانیت کے لئے روح کا درجہ رکھتا ہے بچانے کی ذمہ داری ملت کی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات! ہندوستان میں ملت کے تشخص (Identity) کو بچانے کی ذمہ داری آپ کی ہے، جیسے فرد کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس مٹ جانے والے مٹی کے جسم کو بچائے، بالکل اسی طرح اس پیغام کو جو انسانیت کے لئے روح کا درجہ رکھتا ہے، بچانے کی ذمہ داری ملت کی ہے، ملت کو ملت کہلانے کے استحقاق کو بچانے اور ملت کو اللہ تعالیٰ کی نصرت کا حق دار بنانے کی ذمہ داری آپ کی ہے، آپ اس ملک میں مسلمانوں کے تشخص کو بچانے اور اس کی آئندہ نسل کو مسلمان رکھنے کی ذمہ داری قبول کریں اور اس کے لئے وہ قربانیاں دیں جو مطلوب ہیں، فرد ایک ہے اور ایک فرد کی حیثیت سے قربانی دینا ہے لیکن ملت کی تعداد ہندوستان میں کم سے کم دس کروڑ بتائی جاتی ہے، تو اس کی قربانیوں، کوششوں، جانفشانیوں، اس کی قوتِ مقابلہ اور اس کے انتظامات کی مقدار بھی اسی سطح کی ہونی چاہئے۔

اس کے ساتھ یہ بھی آپ نظر انداز نہ کیجئے کہ آپ ایسے ملک میں ہیں، جس میں اکثریت غیر مسلموں کی ہے، وہ جمہوری ملک ہے اور وہاں قانون ساز مجلسیں قانون بناتی ہیں، جب یہ ملک جمہوری ہے تو پارلیمنٹ ہی قانون بنائے گی اور جمہوریت کا یہ قاعدہ ہے کہ اکثریت کی رائے اور تائید سے قانون بنتا ہے، اس لئے ہر وقت اس کا خطرہ ہے کہ ایسے قوانین بنیں جو ہمارے بنیادی عقائد، مسلمات، ہمارے جذبات اور ہماری ضرورتوں کے خلاف (بدنیتی سے کم اور ناواقفیت سے زیادہ) بنیں، یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ وہاں مذہبی، تہذیبی اور لسانی بنیادوں پر جارحانہ احیائیت (Aggressive Revivalism) اور ''کلیت پسندی'' (Totalitarianism) کی تحریکیں بھی زور شور سے چل رہی ہیں، اب آپ

www.abulhasanalinadwi.org

کا کام یہ ہے کہ ایسے سکولر اور جمہوری ملک میں اپنے ملی تشخص کی حفاظت آئینی طریقہ پر کریں، آپ ہندوستان کے وفادار، مفید، کارآمد اور اس کے ضروری جزء ہونے کی حیثیت سے اپنی افادیت اور اہمیت ثابت کریں اور مطالبہ کریں کہ کوئی قانون ہماری شریعت، آسمانی کتاب اور ہمارے عقائد کے خلاف نہیں بننا چاہئے، آپ اسی کے ساتھ یہ بھی ثابت کریں کہ خلاف شریعت قانون بننے سے آپ کو اس سے زیادہ اذیت ہوتی ہے اور آپ کا ملی وجود اس سے زیادہ خطرہ میں پڑ جاتا ہے جتنا کھانا روکنے سے، کوئی جمہوری حکومت کسی اقلیت اور کسی فرقہ کی غذائی ضرورتوں کو نہیں روک سکتی اور کوئی حکومت چاہے کتنی ہی طاقت ور ہو، یہ قانون نہیں بنا سکتی کہ فلاں فرقہ کو غلہ کی فراہمی روک دی جائے، یا بازار میں اس کو دکان کھولنے کی اجازت نہ دی جائے یا اس کے بچوں پر تعلیم اور تعلیم گاہوں کے دروازے بند کر دیئے جائیں، ایسا اگر ہونے لگے تو آپ قیامت برپا کر سکتے ہیں، آپ ثابت کریں کہ اس قانون اور اس نئے نظامِ تعلیم سے آپ کو گھٹن ہو رہی ہے، جیسے مچھلی کو پانی سے نکال کر باہر رکھنے سے اس کا دم گھٹتا ہے، آپ کے چہروں کے اتار چڑھاؤ، حرکات وسکنات سے معلوم ہو جائے کہ آپ کی صحت اور توانائی اور کارکردگی پر اثر پڑا ہے اور یہ محسوس کرلیا جائے کہ آپ کی صحت اور توانائی اور کارکردگی پر اثر پڑا ہے، اور یہ محسوس کرلیا جائے کہ یہ ایک مغموم قوم کے افراد ہیں، اس نئے قانون سے ان کا دم گھٹ رہا ہے اور یہ ان کی آئندہ نسل کے قتل کے مرادف ہے، یہ کام آپ کے خلوص کے ساتھ عملی طور پر ایسی کیفیات کے ساتھ کرنا ہوگا کہ ہر شخص اسٹیشنوں، پارکوں اور بسوں میں آپ کی بے چینی کو محسوس کرے، اگر آدھا نہیں تو کم از کم اس کا چوتھائی

www.abulhasanalinadwi.org

حصہ ثابت کرنا ہوگا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایک ہفتہ بھی ایسا قانون نہیں چل سکتا‘ میں نے دنیا کے آئین اور دستورِ حکومت کا مطالعہ کیا ہے اور جمہوریتوں کی تاریخ پڑھی ہے‘ اس لئے میں یہ بات کہہ رہا ہوں۔

لیکن یہ سب کام مرصّع اور سیاسی الفاظ کے ساتھ نہیں ہوگا‘ اس کے لئے جذباتی‘ حِسّی اور جسمانی طور پر اپنے کرب کا اظہار کرنا پڑے گا‘ آپ کو بتانا ہوگا کہ ہم اس ملک میں رہیں اور ایسا نظامِ تعلیم رائج کیا جائے جس سے مسلمان بچے مسلمان نہ رہنے پائیں‘ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ نے ہم کو زندگی کی حقیقی لذت وعزت سے محروم کردیا ہے۔

آپ کو ایک طرف آئینی طور پر کوشش کرنی ہوگی اور اس کے لئے جلسے‘ جلوس‘ تنظیمیں‘ انجمنیں‘ احتجاج اور وہ سب کچھ کرنا ہوگا جو دستوری وآئینی طریقہ پر کسی جمہوری ملک میں کسی چیز کو منوانے کے لئے کیا جاتا ہے‘ میں توڑ پھوڑ اور تشدد کو نہیں کہتا اور نہ میں اس کا قائل ہوں‘ میں تو برادرانِ وطن کو بھی ''تشدد'' (Violence) سے روکنا چاہتا ہوں پھر میں آپ کو اس کا مشورہ کیسے دوں گا لیکن دستوری حدود میں رہتے ہوئے ایک جمہوری ملک میں جس طرح اپنی بے چینی کا اظہار کیا جاسکتا ہے وہ کرنا چاہئے۔

دوسری طرف آپ کو ہر وقت چوکنا رہنا ہوگا‘ آپ کو اخبارات پڑھنے ہوں گے اور وہ کتابیں پڑھنی ہوں گی جو دینی تعلیمی کونسل نے اس موضوع پر تیار کردی ہیں اور جن سے کوئی چیز ڈھکی چھپی نہیں رہی‘ ان سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اس وقت کون سا قانون بن رہا ہے‘ جس سے آپ کی آئندہ نسل خطرات میں گھر گئی ہے؟ اگر حالات کا یہی رُخ رہا اور یہی لیل و نہار رہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ذہنی وتہذیبی ہی نہیں‘ اعتقادی ارتداد کا

www.abulhasanalinadwi.org

خطرہ ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ اسلام کی لغت میں کوئی لفظ اتنا رونگٹے کھڑے کرنے والا اور وحشت ناک نہیں جتنا کہ ''ارتداد'' کا لفظ ہے حد یہ ہے کہ کفر بھی مسلمان کے اندر اتنا کپکپی نہیں پیدا کرتا جتنا کہ ارتداد کا لفظ' حدیث میں آتا ہے کہ تین باتیں وہ ہیں کہ اگر آدمی ان کو جمع کرے تو اس نے ایمان کی صفات کو جمع کرلیا' ان میں سے ایک یہ کہ "مَنْ يَكْرَهُ اَنْ يَعُوْدَ اِلَى الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُقْذَفَ فِيْ النَّارِ" (اس تصور سے کہ میں کفر کی طرف لوٹ جاؤں گا اسے ایسی وحشت ہو کہ جیسے اس کو آگ میں ڈالے جانے پر وحشت ہوتی ہے) اگر اس طرح حالات باقی رہے' جارحانہ احیاء پرستی (Agressive Revivalism) اسی طرح بڑھتی اور ترقی کرتی رہی تو اس ملک میں ارتداد کا خطرہ ہے یہ آسانی سے کہنے والی بات نہیں تھی' لیکن دل پر پتھر رکھ کر میں نے کہہ دی۔

دوسرا راستہ یہ ہے جس کو انجمن تعلیمات دین نے اختیار کیا ہے' وہ یہ کہ مکاتب کا جال بچھا دیا جائے' ہر مکتب خود کفیل ہو' باہر کے چندوں پر بالکل نظر نہ ہو' یہ کام ملت کے لحاظ سے آپ پر فرض ہے' تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن ملتوں نے اپنا فریضہ ادا نہیں کیا وہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں' ترجمانِ حقیقت اقبالؔ نے صحیح کہا ہے۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

ہمیں یقین ہے کہ یہ ملک اسپین نہیں بنے گا' جو اس کا خواب دیکھ رہا ہے وہ ہوش میں آئے' لیکن ہمیں اور آپ کو یہ محسوس کرنا چاہئے کہ اسپین سے کم درجہ کے ممالک چین اور روس اور بلغاریہ ہیں جہاں کروڑوں کی تعداد

www.abulhasanalinadwi.org

میں مسلمان آباد ہیں، ان کی مسجدیں ہیں، وہاں انہیں نماز پڑھنے کی اجازت ہے، لیکن دینی تعلیم دینے اور مذہب و اسلامی تہذیب پر آزادی کے ساتھ عمل کرنے کی اجازت نہیں اور نہ اسلامی دعوت کی اجازت ہے، اسپین تو آخری درجہ ہے، اقبالؔ کے بقول صدیوں سے اس کی فضا بے اذان اور اس کی زمین بے سجود ہے، آپ کو یہ کوشش کرنی ہے کہ یہ ملک روس اور چین اور بلغاریہ کی طرح بھی نہ بن جائے، میرا یقین ہے کہ اگر آپ اپنے اندرونی کرب و بے چینی کا اظہار کریں گے تو دوسرے بھی متاثر ہوں گے اور ہزاروں کی تعداد میں آپ کو ایسے ہم نوا اور ہمدرد مل جائیں گے جو آپ کو اس احتجاج میں حق بجانب قرار دیں گے اور اس کو سچی جمہوریت اور آزادی کا تقاضہ سمجھیں گے، اس کے ساتھ آپ کا فرض ہوگا کہ وسیع پیمانہ پر مکاتب قائم کریں، میں قرآن و حدیث کے ایک طالب علم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ کسی ضلع کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہاں دنیا کے سارے کام ہوتے ہوں، شادیاں دھوم دھام سے ہوتی ہوں، باراتیں نکلتی ہوں اور لاکھوں کے جہیز دیئے جاتے ہوں، رسمیں ہوتی ہوں، حکام کی خوشامدیں ہوتی ہوں اور انتخاب میں حصہ لیا جاتا ہو اور وہ ضلع تین آرگنائزر نہیں رکھ سکتا، اگر آپ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ یہ سوال کرے تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا، آپ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتے کہ لاکھوں کی آمدنی والے شہروں میں مسلمان دینی تعلیم کے لئے کوئی انتظام محض پیسے کی کمی کی بنا پر نہیں کر سکے، آج آپ اس جلسہ سے فیصلہ کر کے جائیں کہ اس کام میں کوتاہی نہ ہونے دیں گے، اگر آپ نے فیصلہ کرلیا کہ اپنے اخراجات میں سے دینی مکاتب کے لئے بھی حصہ رکھیں گے تو یہ ایک تاریخ ساز فیصلہ ہوگا، آپ یہ طے کرلیں گے کہ ہر

www.abulhasanalinadwi.org

جگہ مکاتب کا جال بچھا دیا جائے گا' دفاتر قائم کیے جائیں گے' تعلیمی معائنہ کا سلسلہ ٹوٹنے نہیں پائے گا اور دینی تعلیمی کونسل سے برابر رابطہ قائم رہے گا' چیکنگ کے نظام کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا' آپ امکانی حد تک اس مقصد کے لئے تمام مادی وسائل اختیار کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد ہوگی اور "یَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ" (تمہاری قوت میں اللہ تعالیٰ قوت کا اضافہ فرما دے گا) کا ظہور ہوگا' لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے آپ اپنی سی کوشش کر گزریں۔

آپ کو معلوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی کہتا کہ حضور! کھانے کو نہیں' تو آپ وہ تھوڑا منگواتے جو موجود ہوتا' پھر اس میں برکت کے لئے دعا فرماتے' آپ تو وہ نبی تھے کہ اگر ہاتھ اٹھا کر دعا فرما دیتے تو حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان سے کھانے کا خوان (مائدہ) نازل ہوتا' اسلام کی تعلیمات اور اس کی روح یہ ہے کہ موجود میں ترقی دی جائے نہ کہ ہمیشہ معدوم کو وجود میں لایا جائے گا' یہی حال حدیبیہ کے موقع پر ہوا کہ لوگوں نے پانی کی کمی کی شکایت کی کہ لشکر ٹھہرا ہوا ہے' آپؐ نے وہ تھوڑا پانی منگوایا' جو لوگوں کے پاس تھا' اس کے بعد برکت کی دعا فرمائی اور پانی سب کے لئے کافی ہوگیا' یہی اسلام کی روح اور اس امت کے شایان شان ہے جس کو قیامت تک کے لئے نمونہ اور معیار بنایا گیا ہے کہ آپ کے پاس جو کچھ ہے وہ پہلے پیش کر دیجئے پھر اللہ تعالیٰ سے اس میں برکت کی دعا کیجئے۔

وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ الفتح۔۷)

اور آسمانوں اور زمین کے لشکر خدا ہی کے ہیں۔

اس طرح اُمت کے تشخص کی حفاظت کی ذمہ داری خود ملت کا

www.abulhasanalinadwi.org

فرض ہے، قرآن مجید نے صرف فرد کو مخاطب کر کے نہیں فرمایا ہر "فرد" اور ہر "ملت" کے لئے قانون خداوندی یہی ہے کہ:

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ثُمَّ يُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى (سورۃ النجم۔۳۹۔۴۰۔۴۱)

انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی سی کوشش کرنے اور امکانی سعی کو کام میں لانے والے کو بشارت بھی دی ہے کہ نہ صرف اس کی سعی کا نتیجہ نکلے گا بلکہ اس کی سعی مقبول ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس میں اپنی طرف سے برکت اور اضافہ فرمائے گا "ثُمَّ يُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى"۔

حضرات! بحیثیت اس مذہب کے متبع اور داعی کے ہم پر اور ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ ملک کی تعلیمی تبدیلیوں کا بغور جائزہ لیتے رہیں اور ہر وقت ان پر نظر رکھیں اور یہ دیکھتے رہیں کہ ان کا اثر ہمارے مذہب، ہماری نسلوں کے دل و دماغ اور ان کے دینی و اخلاقی مستقبل پر کیا پڑے گا، میں یہ صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا مذہب بہت سے دوسرے مذاہب کے برخلاف بہت جلد متاثر ہوتا ہے اور بہت زیادہ متاثر کرتا ہے اور یہ اس کا نتیجہ ہے کہ وہ ایک زندہ اور ذی شعور مذہب ہے، زندہ ہستی متاثر بھی ہوتی ہے اور مؤثر بھی، جو وجود زندگی کھو چکا ہوتا ہے، یا زندگی کے میدان سے کنارہ کش ہو جاتا ہے، وہ نہ متاثر ہوتا ہے اور نہ مؤثر، ہم اپنے مذہب کے لئے یہ

www.abulhasanalinadwi.org

پوزیشن قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ دنیا چاہے جتنی ہی بدل جائے' زندگی کے چاہے کیسے ہی نقشے بنیں' نئی نسلوں کو ڈھالنے کے لئے کیسے ہی سانچے تیار ہوں' ہمارے مذہب پر کوئی اثر نہیں پڑتا' ہم بدستور مذہبی فرائض ادا کرتے رہیں گے اور انسان اور خدا کا رشتہ اسی طرح قائم رہے گا' ہمارا مذہب ایک پورا نظامِ حیات ہے' وہ زندگی کے ہر شعبہ کے لئے متعین ہدایات اور احکام دیتا ہے' اس لئے ہمیں ہر ملک اور ہر دور میں چوکنا رہنا چاہئے اور یہ دیکھتے رہنا چاہئے کہ کیا ہمیں اپنے ذہنی' اخلاقی اور روحانی نشوونما کے لئے مناسب فضا اور سازگار ماحول میسر ہے' یا نہیں اور ہماری آئندہ نسلیں صحیح معنوں میں مسلمان رہ سکیں گی یا نہیں؟

پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ اسلام صرف چند رسوم اور تقریبات کا نام نہیں' چند عبادات تک بھی مخصوص نہیں' بلکہ یہ مکمل زندگی گزارنے کا طریقہ اور کامل دین ہے' ایک مختصر جملہ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مستقل تہذیب ہے' بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا کوئی مخصوص طرز زندگی اور اس کی کوئی مستقل تہذیب نہیں' لہٰذا دوسری قومیں اور دوسرے ممالک کے لوگ اسلام قبول کریں تو اسلامی عقائد کو لے لینا ہی کافی ہے' تہذیبی اقدار کو لینے اور اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔

میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ غیر اسلامی طرز فکر ہے' اسلام کو اصرار ہے کہ عقائد و اعمال کے ساتھ اس کا مخصوص طرز زندگی بھی اپنایا جائے' قرآن و سنت سے منصوص طریقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایک خاص طرح کی زندگی اور خاص طرح کی معاشرت چاہتا ہے' اسلام میں سونے جاگنے' کھانے پینے سے لے کر نکاح و

www.abulhasanalinadwi.org

طلاق اور وراثت تک کے متعین ضوابط واحکام ہیں اور اسلام کا مطالبہ ہے کہ انھیں کے مطابق زندگی گزاری جائے، اس کی خلاف ورزی نہ ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی باتوں سے لے کر انتہائی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں تک کی تعلیم دی اور صحابہ کرامؓ نے انہیں سیکھا اور برتا۔

حضرات! اس غلط وناقص نصاب تعلیم کی اصلاح کا مطالبہ اور اس کے لئے ہر طرح کی جدوجہد ہمارا آئینی حق اور وطنی وقومی فرض ہے، اگر ہم اس کو جرأت اور استقامت کے ساتھ انجام دیں گے تو ہم اس ملک کے ساتھ حقیقی وفاداری اور صحیح حب الوطنی کا ثبوت بھی دیں گے، اس نصاب اور اس کے غلط اندیش وکوتاہ نظر مرتبین نے ہندوستان کی سب سے بڑی اقلیت کو جو صلاحیتوں سے معمور ہے، ایک ذہنی انتشار واضطراب میں مبتلا کردیا ہے جو اس ملک کی قومی یکجہتی اور جذباتی ہم آہنگی کے لئے سخت مضر اور ہندوستان کی مجموعی ترقی وخوش حالی میں حارج ہے اس لئے اس کی اصلاح اور اس نقص کا ازالہ وہ سب سے بڑی خدمت ہے، جو کوئی ہندوستانی انجام دے سکتا ہے، البتہ مذہبی طور پر یہ آپ کا فریضہ ہے اور اس میں کوتاہی یا اس سے روگردانی مذہبی گناہ اور اسلام سے دشمنی ہے۔

لیکن اس کام کو جاری رکھتے ہوئے آپ کو وہ کام بھی کرنا ہے جس میں کسی حکومت کے کسی اقدام یا کارروائی کے انتظار کی ضرورت نہیں، آپ کو اپنی نسل کے دینی تحفظ اور اسلام سے اس کے ربط وتعلق کا انتظام کرنا ہے اور یہ ذمہ داری غذا، لباس، دوا علاج، تعلیم اور معاش سے بدرجہا زیادہ ضروری ہے، آپ کو ہر حال میں اپنے بچوں کی اس ضروری دینی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا ہے، جس کے بغیر وہ مسلمان نہیں رہ سکتے، یہی آیت قرآنی:

www.abulhasanalinadwi.org

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔
(التحریم۔٦)

مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ کا مفہوم اور تفسیر ہے اور یہی حدیث "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ" (تم میں سے ہر ایک صاحبِ اختیار ہے، اور اس سے اس کے ماتحتوں اور حلقہ اثر کے بارے میں سوال ہوگا) کے حکم کی تعمیل ہے، اس کے لئے آزاد مکاتب، صباحی وشبینہ مدارس، دینی مجالس، گھر کی تلقین ونگرانی، ماحول کی اصلاح، صحیح اور مفید کتابوں کی اشاعت اور ایسے بہت سے ذرائع ہو سکتے ہیں، خصوصاً مدارس ومکاتب کا قیام اس وقت اتنا ضروری ہوگیا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت نئی نسل کی اسلامیت کی بقاء وتحفظ کے لئے کوئی اور تدبیر اتنی مؤثر ہو سکتی ہے، اس سب کے لئے آپ کے قومی فیصلہ اور اجتماعی عزم کی ضرورت ہے۔

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طاقت کے بعد (جو اصل طاقت ہے) دنیاوی لحاظ سے سب سے بڑی طاقت جو زندگی کے پہیئے کو رواں دواں رکھے ہوئے ہے، جو مختلف وقتوں میں دنیا میں تبدیلیاں لاتی رہتی ہے، پہاڑوں کو اپنی جگہ سے کھسکا دیتی ہے، دریاؤں کے رُخ موڑ دیتی ہے، سلطنتوں کے چراغ گل کر دیتی ہے، ایسے واقعات کو جن کا تصور بھی مشکل ہوتا ہے، وجود میں لے آتی ہے، وہ انسانی فیصلہ ہے، اس فیصلہ نے بارہا افراد کی اور خاندانوں کی نہیں، قوموں کی اور انسانیت کی تقدیر بدل دی ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کا موقع دیا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کا اظہار اور زندگی کا استحقاق ثابت کر کے باآبرو زندگی گزارنے کی مہلت لے لے اور اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

برعکس اپنی نااہلی، کفرانِ نعمت اور ظلم وفساد کا مظاہرہ کر کے زندگی کے حق اور اللہ کی نعمتوں سے محرومی کا فیصلہ کرالے اسی کا نام ہے تقدیر کا بدل جانا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔

(سورۃ الرعد۔۱۱)

''اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدل دیتے۔''

اللہ فرماتا ہے کہ وہ کسی قوم کی دی ہوئی نعمت اس وقت تک نہیں چھینتا اور اس کی تقدیر نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے حالات میں تبدیلی پیدا کر کے اور ناشکری کر کے نعمت خداوندی سے محرومی اور عزت کے بعد ذلت کا فیصلہ نہ کرالے۔

حضرات! مسائل ومشکلات کی نہ تعداد مقرر ہے، نہ نوعیت متعین، کوئی بڑے سے بڑا مبصر اور مؤرخ بھی نہ ان کی تعداد بیان کر سکتا ہے، نہ اقسام متعین کر سکتا ہے لیکن ایک ''شاہ کلید'' (Master Key) ہوتی ہے، جو سارے قفلوں کو کھول سکتی ہے اور ساری رکاوٹوں کو دور کر سکتی ہے، اس کے لئے زمان ومکان کی بھی قید نہیں اور اسباب ووسائل کی بھی شرط نہیں، وہ شاہ کلید جس سے ہر قفل کھل سکتا ہے، وہ ہے ملی عزیمت اور اجتماعی فیصلہ، اگر اس ملک کے مسلمان یہ فیصلہ کر لیں کہ ان کو اپنی آئندہ نسلوں کے مستقبل کا تحفظ اور ان کی تعلیم کے مسئلہ کا حل ہر مسئلہ، ہر مفاد، ہر سہولت، ہر عزت، ہر خوش حالی اور ہر کامیابی سے زیادہ عزیز ہے، تو یہ مسئلہ ایک دن میں حل ہو سکتا ہے، اس کے لئے ان کو ہر وہ قربانی دینی ہوگی جس کی اس جمہوری ملک کے اندر اور دستور کے ماتحت گنجائش ہے اور جو اس ملک کے حقیقت پسندوں پر اور دنیا

www.abulhasanalinadwi.org

کے دوسرے ممالک پر ثابت کردے کہ مسلمانوں کو اپنا دین وایمان اور اپنی اولاد کا اسلام پر قائم رہنا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے، یہ کام بغیر کسی تخریب، کسی جارحانہ اقدام، کسی معاندانہ ذہنیت، کسی حریفانہ کشمکش، کسی شر پسندی اور انتشار کے بغیر ہوسکتا ہے، لیکن اس کے لئے ذاتی مفادات، ذاتی جذبات، اور ذاتی وابستگیوں کی قربانی کی ضرورت ہوگی، اس قربانی کے بغیر کسی چھوٹی سی چھوٹی قوم کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ شعار، اس کی کوئی چھوٹی سی چھوٹی نشانی اور حقیر سے حقیر مفاد بھی محفوظ نہیں رہتا، ایک ملت کا مستقبل اور اس کی شہ رگ اس کی ورید حیات کیسے محفوظ رہ سکتی ہے۔ اس کا صرف ایک ہی حل ہے اور وہ ہے ملی عزیمت اور اجتماعی فیصلہ اور میں اسی کو درد کی آخری دوا سمجھتا ہوں اور اقبالؔ کے الفاظ میں اپنی گزارش کو ختم کرتا ہوں

خودی سے مرد خود آگاہ کا جمال و جلال
کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں
حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
ورائے عقل ہیں اہل جنوں کی تدبیریں

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

آزاد دینی مدارس و مکاتب کا کارنامہ، ان کی

ضرورت و افادیت اور نئے چیلنج

جائزہ، مشورہ، آگاہی

# خطبہ استقبالیہ

## کل ہند دینی تعلیمی کنونشن لکھنؤ

منعقدہ

یکم/۲/جون ۱۹۸۹ء

www.abulhasanalinadwi.org

# یہی جماعت زیادہ کام آنے والی ہے

''انگریزوں سے نفرت اور حکومت انگریزی کی مخالفت میں ہر طرح کی سختیاں اور مصائب کے برداشت کرنے کی جس صلاحیت اور ہمت کا ثبوت جماعت علماء نے دیا، اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا ہر طرح سے حق بجانب ہوگا کہ دینی تعلیم اور آزاد مدارس میں قربانی وایثار کا جذبہ، عزیمت و عالی ہمتی اور بلند نگاہی پیدا کرنے کی زیادہ صلاحیت ہے اور ملک وقوم کو درپیش مصائب وخطرات کے موقع پر یہی جماعت زیادہ کام آنے والی ہے۔ ذمہ دارانِ حکومت صحیح معنیٰ میں حقیقت پسند اور محب وطن ہوں تو ان کو یہ کوشش اور ہر ایسے ادارہ کو نہ صرف باقی رہنے کی اجازت دینی چاہیے بلکہ اس کی ہمت افزائی اور قدر دانی کرنی چاہیے''۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم

حضرات!

میں آپ کا اس قدیم علمی و تعلیمی شہر لکھنؤ میں مسلمانانِ شہر، محبانِ علم اور دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کے ارکان کارکنوں اور داعیوں کی طرف سے پُرخلوص طریقہ پر استقبال کرتا ہوں، آپ ایک اہم اور نازک، ملتِ اسلامیہ ہندیہ کے علم و دین سے ربط و تعلق اور ملی تشخص کے دوام و بقا (خدانخواستہ) یا زوال وفنا کے ایک فیصلہ کن مرحلہ پر یہاں جمع ہوئے ہیں، میں اس نازک مرحلہ اور اس وقیع اور بیش قیمت اجتماع کے موقع پر (جو بار بار اور جلد جلد میسر نہیں آتا) حقائق و واقعات، ماضی کے تجربات، اور مستقبل کے کھلے اشارات کی روشنی میں کچھ معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں، امید ہے کہ آپ توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ سماعت اور ان پر غور و فکر فرمائیں گے کہ مسئلہ کی

www.abulhasanalinadwi.org

نزاکت حقائق کی سنگینی اور زمانہ کی تیز رفتاری ایسی ہے کہ اندیشہ معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کے ایک قدیم شاعر کا بیان کیا ہوا تجربہ حقیقتِ حال نہ بن جائے ؎

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل بودم وصد سالہ راہم دور شد

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ علم و تعلیم کی اشاعت و عمومیت کی تحریک اور اس کی سعی وجد وجہد تقریباً ہر ملک میں اور تاریخ کے ہر دور میں کسی نہ کسی درجہ میں خلوص و ایثار، سادگی اور جفاکشی اور عملی نمونہ و کردار کے ساتھ متصف و مربوط رہی ہے اور اسی میں ناسازگار حالات، سلطنت و معاشرہ کے انقلابات، جابر حکومتوں کی موجودگی، طبعی مرغوبات، معاشی ضروریات، اور ہر زمانہ میں "معیارِ زندگی" بے رحم فرماں روائی کے باوجود تعلیم اور ثقافت (کلچر) کا ہر دور میں کام ہوتا رہا، نوشت وخواند کا دائرہ وسعت اور ترقی اختیار کرتا رہا اور زندگی اور مذہب کی بہت سی حقیقتیں اور صداقتیں ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی رہیں، اس تاریخی حقیقت کے امتحان و تصدیق کے لئے کہ تعلیمی خدمت کا ہر ملک اور ہر دور میں کسی نہ کسی درجہ میں خلوص و ایثار اور سادگی اور جفاکشی سے ربط و تعلق اور باہمی رفاقت رہی ہے، روایتی و عرفی (Traditional) تاریخوں کے بجائے جو سرکار دربار، جنگوں اور انقلاباتِ سلطنت اور (سیاسی وانتظامی طور پر) سر برآوردہ اشخاص سے تعلق رکھتی اور انہیں کے گرد گھومتی ہیں، ماہرین علم وفن اور سماجی خدمت گاروں اور مذہبی پیشواؤں کی سوانح حیات اور تذکرے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

ہزاروں برس سے انسانی نسلوں میں (زبان وتہذیب اور مذاہب وعقائد کے اختلاف کے باوجود) جو احساسات وتاثرات نسل در نسل منتقل ہوتے رہے ہیں، ان میں ایک ''پیشہ ور'' (Proffessional) اور ''غیر پیشہ ور'' (Non-proffessional) میں فرق وامتیاز ہے، آخر الذکر (غیر پیشہ ور) کے ساتھ ہمیشہ احترام واعتراف اور عقیدت ومحبت کا تاثر اور تقلید و اتباع کا (خواہ اس پر عمل نہ ہو سکے) جذبہ اور شوق وابستہ رہا ہے، فطرتِ انسانی کے اسی دائمی تاثر ورد عمل اور مسلّمہ حقیقت کے پیشِ نظر، ہر دور اور ہر امت میں مبعوث کیے جانے والے پیغمبر نے اپنی قوم میں ہدایت وتبلیغ کا کام شروع کرتے وقت اس کی وضاحت ضروری سمجھی کہ وہ کسی دنیاوی منفعت، مال ودولت اور معاوضہ واُجرت کا طالب نہیں، قرآن مجید کی سورۂ شعراء میں حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ میں سے کسی کے تذکرہ میں بھی ان کے اس بیان اور اطمینان دہانی کو نظر انداز نہیں کیا گیا کہ ''میں تم سے کسی دنیاوی منفعت کا امیدوار نہیں'' ہر ایک کے تذکرہ میں اس کا بیان واعلان نقل کیا گیا ہے کہ:

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

میں تم سے (اس دعوت ونصیحت اور محنت وسعی پر) کسی معاوضہ و منفعت کا طالب نہیں، میرا معاوضہ وانعام رب العالمین کے ذمہ ہے۔[1]

پھر جب خدا کا آخری دین اسلام دنیا میں آیا تو اس نے صحیح تعلیم کے کام کو اعلیٰ درجہ کی عبادت اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ اور اس کو انبیاء کی

---

[1] (ملاحظہ ہو سورۂ شعراء رکوع ۶۔ آیت ۱۰۹ اور رکوع ۷ آیت ۱۲۷۔ ورکوع ۸ آیت ۱۴۵ ورکوع ۹۔ آیت ۱۶۴۔ ورکوع ۱۰ آیت ۱۸۰)

www.abulhasanalinadwi.org

نیابت کا منصب قرار دیا' اس کے نتیجہ میں پورے عالمِ اسلام میں آزاد دینی تعلیم کا نظام جاری ہوا اور آزاد دینی مدارس و مکاتب کا ایک جال بچھ گیا' عالم اسلام کے چپہ چپہ' شہر' قصبات اور دیہاتوں میں مدرسے اور مکتب قائم ہوئے اور بالعموم مسجدیں قرآن مجید اور ابتدائی دینیات کی تعلیم کا مرکز بن گئیں' سلاطینِ وقت کی علمی قدردانی و سرپرستی اور شوق و کوشش کے باوجود اکثر یہ مدارس اور تعلیمی مراکز آزاد رہے اور ان کا براہ راست عوام سے ربط و تعلق رہا اور عوام سے ربط و تعلق کا گہرا نفسیاتی اثر اور فائدہ ظہور میں آیا جو بالکل قدرتی و منطقی ہے۔ انسان کی فطرت ہے کہ جب وہ کسی ادارہ یا تحریک کی امداد میں براہ راست حصہ لیتا ہے (خواہ وہ کتنا ہی حقیر ہو) تو اس کو اس سے ایک نفسیاتی اور جذباتی تعلق اور لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے' اس کا نتیجہ تھا کہ مستحکم اور طویل المیعاد اسلامی سلطنتوں کی موجودگی اور شاہانِ وقت کی فیاضی اور بعض اوقات دینداری کے باوجود اس تحتی برّ اعظم کے مسلمانوں کی اسلام سے ارادی و شعوری وابستگی' بقدرِ ضرورت دینی معلومات اور دینی احکام پر عمل کرنے کا جذبہ' اس آزاد دینی نظامِ تعلیم اور انھیں آزاد مدارس کے ایثار پیشہ اور مخلص فضلاء کی سعی و جہد کا نتیجہ ہے' جس میں مسلم سلطنتوں اور فرماں رواؤں کا تقریباً کچھ حصہ نہیں' تاریخ و حقائق کی روشنی میں بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت تک نہ صرف اس برصغیر کے مسلمانوں کا بلکہ بیشتر یا تمام حتیٰ کہ عرب ممالک تک کے مسلمانوں کا دین و شریعت سے ربط و تعلق اور ان کی دینی باخبری اور اسلامی ثقافت و تہذیب سے نہ صرف واقف ہونا' بلکہ اس کا حامل اور پُرجوش حامی ہونا' انھیں ایثار پیشہ' رضا کار اور کسی حد تک زاہد و متوکل فضلائے مدارس اور ناشرین علم و دین کا رہین منت ہے۔

ان مدارس کے اساتذہ وفضلاء میں سے متعدد اگرچہ اپنے فن کے ماہر اور یگانۂ روزگار عالم ہوتے تھے، لیکن وہ پورے اعتماد وافتخار کے ساتھ یہ کہنے کے اہل تھے کہ ؎

کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں میں غلامِ طغرل و سنجر نہیں میں
جہاں بینی مری فطرت ہے لیکن کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

اِس آزاد دینی تعلیم کا ایک فائدہ یہ تھا کہ سلاطین وقت کے غلط اور بعض اوقات مخالف اسلام اور ماحیِ دین رجحانات، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر دین کی بیخ کنی اور استیصال کی باعزم اور منظم کوششوں کا اثر مسلم معاشرہ پر بالکل نہیں پڑ سکا اور درباریوں اور خوشامدیوں کے ایک مختصر حلقہ میں محدود ہو کر رہ گیا، اس کا ایک روشن ثبوت یہ ہے کہ شہنشاہ اکبر کی (جو سلطانِ ترکی کے بعد اپنے وقت میں دنیائے اسلام کا سب سے طاقت ور اور وسیع المملکت بادشاہ تھا) تحریک وحدتِ ادیان، تعطیلِ شریعت اسلامی، بلکہ تنسیخِ دین محمدی ؐ کی منظم اور منصوبہ بند کوشش جس میں اس عہد کے بعض ذکی ترین بلکہ عبقری (Genius) افراد شریک تھے، مسلم معاشرہ پر قطعاً کوئی اثر نہیں ڈال سکی اور جیسا کہ بعض یورپین مؤرخین نے اعتراف کیا ہے، وہ چند درباری اشخاص تک محدود رہی اور مسلمان عوام اس سے کلی طور پر غیر متاثر رہے اور یہ نتیجہ ان حقانی، ربانی علماء و مصلحین اور داعیانِ دین کا فیض تھا، جن کا اثر عامّۃ المسلمین پر نہ صرف سرکاری درباری علماء سے زیادہ بلکہ سلاطین و حکام سے بھی زیادہ تھا اور جن کے بعض افراد کے متعلق یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ؎

جہانے را دگر گوں کرد یک مردِ خود آگاہے[1]

حکومت سے اسی بے نیازی، عامۃ المسلمین سے ربط و تعلق، اور ایثار و جذبہ قربانی کا نتیجہ تھا کہ جب ۱۸۵۷ء میں مغلیہ سلطنت کا چراغ گل ہوا اور مسلمان اقتدار اور اس کے منافع و مواقع سے محروم ہو گئے تو اس دینی تعلیم کے نظام و مراکز پر کوئی گہرا و انقلاب انگیز اثر نہیں پڑا، بلکہ ان میں مدارس کے قیام کا ایک نیا جوش و ولولہ پیدا ہو گیا، جو نہ صرف مسلمانوں کو دینی، ذہنی و تہذیبی ارتداد سے محفوظ رکھ سکیں، بلکہ (نظم مملکت کو چھوڑ کر) ہر طرح سے اسلامی سلطنت کی قائم مقامی کر سکیں۔[2]

انگریزی حکومت نے اپنے اقتدار و تسلط اور تعلیمی نظام اور سوچے سمجھے منصوبہ کے ذریعہ مسلمانوں کے تعلیمی مراکز کی بقا و حیات کے سرچشموں کو خشک کرنے کی ایسی منظم کوشش کی جس کے بعد ان مدارس اور اس دینی تعلیم کے نظام کا باقی رہ جانا ایک معجزہ سے کم نہیں اور وہ (تاریخی تجزیہ اور فلسفۂ حیات کی رو سے) محض مسلمانوں کے عزم و قوتِ ایمانی اور شروع سے دینی تعلیم کے آزاد رہنے کا نتیجہ تھا، انگریزی حکومت کے ان انتظامات اور اقدامات کی بعض کڑیاں پیش کی جاتی ہیں جو ایک طویل اور آہنی زنجیر کا جزء ہیں، جو کسی نظامِ تعلیم کے ختم کرنے کے لئے بھی کافی ہے۔

---

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم السطور کی تصنیف ''تاریخ دعوت و عزیمت'' کا حصہ چہارم و پنجم مشتمل بر تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ و حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

۲۔ ملاحظہ ہو دارالعلوم دیوبند کے قیام کے مقاصد کے بارے میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے مطمحِ نظر کی ترجمانی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کی زبانی، مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانیؒ کی کتاب ''سوانح قاسمی'' حصہ دوم میں ص ۲۲۳۔۲۲۴

www.abulhasanalinadwi.org

۲۸۔ ۱۸۱۳ء میں آنریبل مسٹر الفنسٹن اور ایف وارڈن نے مسئلۂ تعلیم پر ایک یادداشت مرتب کی جس میں حسب ذیل اعتراف موجود ہے:

''ہم نے ہندوستانیوں کی ذہانت کے چشمے خشک کردیئے اور ہماری فتوحات کی نوعیت ایسی ہے کہ اس سے نہ صرف یہ کہ تعلیمی ترغیب نہیں ہوتی بلکہ اس سے قوم کا علم سلب ہوا جاتا ہے اور علم کے پچھلے ذخیرے نسیاً منسیا ہوئے جاتے ہیں'' (حکومت خود اختیاری' از مولوی سید طفیل احمد صاحب منگلوری علیگ ایم ایل سی ص ۹۵)

ڈبلو۔ڈبلو ہنٹر (W.W.Hunter) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' (The Indian Musalmans) میں ہندوستانی مسلمانوں کی جائز شکایتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے اور ان کو بجا قرار دیا ہے:

''ان (مسلمانوں کو) شکایت ہے کہ ہم نے مسلمانوں سے مذہبی فرائض کو پورا کرنے کے ذرائع چھین لیے اور اس طرح روحانی اعتبار سے ان کے ایمان کو خطرہ میں ڈال دیا' ہمارا بڑا جرم ان کے نزدیک یہ ہے کہ ہم نے مسلمانوں کے مذہبی اوقاف میں بددیانتی سے کام لیتے ہوئے ان کے سب سے بڑے تعلیمی سرمایہ کا غلط استعمال کیا'' (ہمارے ہندوستانی مسلمان' مترجمہ ڈاکٹر صادق حسین صاحب مطبوعہ اقبال اکیڈمی لاہور ص ۲۱۹)

سر ولیم ہنٹر نے اپنی اس کتاب میں مسلمانوں کے نظامِ تعلیم و مدارس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''انگریزوں کے ہندوستان پر قابض ہونے سے پہلے' وہ ملک کی سیاسی ہی نہیں' بلکہ دماغی قوت بھی تسلیم کیے جاتے تھے' اس ہندوستانی

www.abulhasanalinadwi.org

مدبّر کے الفاظ میں جوان سے بخوبی واقف تھا' ان کا تعلیمی نظام اگرچہ اس نظامِ تعلیم کے مقابلہ میں کم درجہ پر ہے جسے ہم نے رائج کیا ہے لیکن پھر بھی اس کو حقارت کی نظر سے دیکھنا غلطی ہے' کیونکہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ دماغی تعلیم وتربیت کا اہل تھا' اس کی بنیادیں بالکل ہی ناقص اصولوں پر نہ تھیں' گو ان کے پڑھانے کا طریقہ بہت پرانا تھا لیکن یقینی طور پر وہ ہر اس طریقہ سے برتر تھا جو اس وقت ہندوستان میں رائج تھا' مسلمان اس طریق تعلیم سے اعلیٰ قابلیت اور دنیاوی برتری حاصل کرتے'' (ایضاً ص ۲۵۹)

ڈاکٹر ہنٹر کی اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ آزاد اور غیر سرکاری تعلیم گاہوں کا ذریعہ آمدنی کیا تھا اور وہ کیوں ہر طرح کے ناسازگار حالات کے باوجود نہ صرف زندہ بلکہ مفید اور کارآمد رہے وہ لکھتا ہے:

''ہم نے ان کے (مسلمانوں کے) طریقہ تعلیم کو بھی اس سرمایہ سے محروم کردیا' جس میں اس کی بقاء کا دارومدار تھا' مسلمانان بنگال کا ہر اعلیٰ خاندان ایسے اسکول کا خرچ بھی برداشت کرتا تھا جس میں خود اس کے اور غریب ہمسایوں کے بچے مفت تعلیم حاصل کرسکتے تھے' جوں جوں صوبہ کے مسلمان خاندانوں پر ادبار چھاتا گیا' یہ خاندانی اسکول کم ہوتے گئے اور ان کے اثرات بھی کم ہوتے گئے زمانہ قدیم سے ہندوستانی شہزادوں کا دستور چلا آتا تھا کہ وہ نوجوانوں کی تعلیم اور خدا کی رضاجوئی کے لئے زمین کے قطعات وقف کردیئے'' (ایضاً ص ۲۶۷)

www.abulhasanalinadwi.org

حکومت برطانیہ کی اس منظم و مسلّح معنوی و ثقافتی نسل کشی (Cultural Genocide) اوقاف کی ضبطی، سرکاری ملازمتوں کے لئے فضلائے مدارس کی نااہلی کے قانون اور اس سب سے بڑھ کر قدیم دینی تعلیم کے متوازی پرائمری اور ہائی اسکولوں کی سطح سے لے کر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ملک گیر نظام کے قائم کرنے اور ان میں ہر طرح کی کشش اور ترغیب کے پہلو کے موجود ہونے کے باوجود مسلمان اپنے دین اور اس کی ثقافت (کلچر) اور تہذیب و معاشرہ سے وابستہ ہیں اور وہ کسی بڑے پیمانہ پر بلکہ قابل ذکر سطح پر بھی دینی، تہذیبی وثقافتی ارتداد کا اس طرح شکار نہیں ہوئے، جس طرح اسپین کے مسلمان زوال حکومتِ اسلامی کے بعد شکار ہوئے، یہ تنہا آزاد دینی تعلیم اور آزاد مدارس و مکاتب اور ان کے فضلاء، وہاں سے تعلیم پا کر نکلنے والے مفتیوں، قاضیوں، واعظوں اور ائمۂ مساجد کا فیض تھا اور انھیں کی وجہ سے نہ صرف علوم دینیہ بلکہ قرآن مجید پڑھنے اور یاد کرنے کی صلاحیت، اردو میں نوشت وخواند کی قابلیت اس نسل تک باقی رہی، اسی بنا پر عہدِ جدید کے نامور ترین مفکر اور ترجمانِ حقیقت علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے مدارس عربیہ و دینیہ پر تنقید کرنے والے ایک مسلمان صاحب قلم کی تنقید پر یہ فرمایا کہ "ان دینی مدارس کو کچھ نہ کہو، اگر یہ باقی نہیں رہے تو ہندوستان بھی اسپین بن جائے گا"

ان مدارس اور ان کے فضلاء کی اس خصوصیت اور اس ملک میں اسلام سے واقفیت اور وابستگی کے تسلسل و بقا میں ان کے عظیم کارنامہ کا بقدر ضرورت اور اضطراراً تذکرہ کرنے کے بعد، ہم ایک دوسرے پہلو کی طرف بھی سامعین وقائدین اور حقیقت پسند اور منصف مزاج محبان

www.abulhasanalinadwi.org

وطن کی توجہ منعطف کرانا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ ہندوستان کی جنگ آزادی میں سب سے پہلا اور سب سے بڑا حصہ اسی قدیم نظامِ تعلیم کے ساختہ پرداختہ فضلاء اور علمائے دین کا تھا' آزاد مسلم مفکرین و قائدین میں سرِ فہرست علماء دین ہی تھے' جو سیاسی اور قومی تحریکات میں حصہ لینے کے نہ صرف قائل بلکہ داعی تھے اور سیاست کو مسلمانوں کے لئے (بعض جدید تعلیم یافتہ قائدین کی طرح) ''شجرۂ ممنوعہ'' نہیں سمجھتے تھے' انھیں علماء نے برطانوی حکومت کی مخالفت اور اس کے خلاف جدوجہد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا' اس کے نتیجہ میں مولانا یحیٰی علی' مولانا احمد اللہ عظیم آبادی' مولوی عبدالرحیم صادق پوری' اور مولوی محمد جعفر تھانیسری کو پورٹ انڈمان روانہ کردیا گیا' مولانا یحیٰی علی اور مولانا احمد اللہ صاحب کا انڈمان میں انتقال ہوگیا اور مولوی محمد جعفر اٹھارہ سال کی قید بامشقت اور جلاوطنی کے بعد اپنے وطن واپس ہوئے' ان کے علاوہ دوسرے ممتاز اور جلیل القدر علماء کو بھی انڈمان میں جلاوطنی کی سزادی گئی' جن میں مولانا فضلِ حق خیرآبادی' مفتی عنایت احمد کاکوروی اور مفتی مظہر کریم دریابادی کے نام قابل ذکر ہیں' مولانا فضل حق خیرآبادی کا وہیں انتقال ہوا اور بقیہ دو عالم طویل عرصہ کے بعد وطن واپس ہوئے۔

پھر جب ہندوستان میں تحریکِ خلافت اور اس کے ساتھ آزادئ ہند کی تحریک شروع ہوئی تو اس میں بھی علماء ہی پیش پیش تھے' اس طویل و نورانی فہرست میں یہاں صرف شیخ الہند مولانا محمود حسن' قیام الدین مولانا عبدالباری فرنگی محلی' مولانا معین الدین اجمیری' مولانا ابوالکلام آزاد' مفتی کفایت اللہ دہلوی' مولانا احمد سعید' ابوالمحاسن مولانا محمد

سجاد بہاری، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مسعود علی ندوی، مولانا حفظ الرحمٰن سوہاروی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا نام لینا کافی ہے، ان میں شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا عزیر گل، مولانا حکیم نصرت حسین اور مولوی سید وحید احمد کو ۱۹۱۷ء میں مالٹا جلاوطن کردیا گیا، یہ جماعت ۱۹۲۰ء تک وہیں رہی۔

انگریزوں سے نفرت اور حکومت انگریزی کی مخالفت میں ہر طرح کی سختیاں اور مصائب کے برداشت کرنے کی جس صلاحیت اور ہمت کا ثبوت جماعت علماء نے دیا، اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا ہر طرح سے حق بجانب ہوگا کہ دینی تعلیم اور آزاد مدارس میں قربانی و ایثار کا جذبہ، عزیمت و عالی ہمتی اور بلند نگاہی پیدا کرنے کی زیادہ صلاحیت ہے اور ملک وقوم کو درپیش مصائب وخطرات کے موقع پر یہی جماعت (جو مادی ترقیات، معاشی آسودگی اور عزت واقتدار کے حصول سے زیادہ آسانی کے ساتھ صرفِ نظر کرسکتی ہے) زیادہ کام آنے والی ہے۔

اس کے ساتھ ضمناً اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علم وتحقیق کی آبرو ذوق مطالعہ اور علم وتصنیف کی راہ میں خود فراموشی اور محنت کوشی انھیں عربی و دینی مدارس سے قائم ہے، ان میں سے ایک ایک آدمی نے اکیڈمی کا کام کیا ہے، اس سلسلہ میں ان مصنفین کے تصنیفی کارناموں کا ذکر موجب طوالت وملالِ طبع کا باعث ہوگا۔[1]

---

[1] (اس کے لئے راقم کی کتاب "ہندوستانی مسلمان" جو اس کی عربی تصنیف "المسلمون فی الہند" کا ترجمہ ہے کا باب "علمائے ہند کے علمی کارنامے" ص ۳۵۔۵۰ ملاحظہ فرمایا جائے)

www.abulhasanalinadwi.org

ان آزاد دینی مدارس و مکاتب کا یہ احسان اور کارنامہ بھی کچھ کم اہم نہیں ہے کہ اس دور میں اب اردو انھیں کے ذریعہ نئی نسل کی طرف منتقل ہو رہی ہے اور اس نسل میں اردو نوشت وخواند اور قدیم دینی وعلمی ذخیرہ سے ربط وتعلق واستفادہ کی صلاحیت انھیں مدارس و مکاتب کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے، ورنہ جدید تعلیم گاہوں میں تعلیم پانے والا (اسکولوں سے لے کر یونیورسٹی کے طلبہ تک) اردو میں تحریر وتصنیف کا کیا ذکر؟ اردو پڑھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہوتے جارہے ہیں اور اپنے والدین اور سرپرستوں سے ہندی یا انگریزی میں خط وکتابت کرنے پر مجبور ہیں۔

حضرات! گزشتہ بیان اور معروضات سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ کسی ملک میں دین سے وابستگی اور ملت کے تشخص کی بقا حکومت کی ان پابندیوں سے آزاد رہنے اور ان قوانین سے مستثنیٰ ہونے میں مضمر ہے، جو ملک کی مادی ضرورتوں کی تکمیل اور عام نظم ونسق کے شعبوں کے لئے ضروری یا مفید ہو سکتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اگر ذمہ دارانِ حکومت صحیح معنیٰ میں حقیقت پسند اور محب وطن ہوں تو ان کو ہر ایسی کوشش اور ہر ایسے ادارہ کو نہ صرف باقی رہنے کی اجازت دینی چاہئے بلکہ اس کی ہمت افزائی اور قدردانی کرنی چاہئے، جو ملک میں علم و خواندگی اور ثقافت وتہذیب کی اشاعت وترقی اور ان کی توسیع میں مدد دے کہ اس وسیع، طویل وعریض اور کثیر آبادی کے ملک میں اگر کوئی شخص درخت کے نیچے بیٹھ کر جسم وجان کا رشتہ قائم رکھنے والی خوراک اور بقدر ستر پوشی پوشاک پر قناعت کرتے ہوئے تعلیم وتربیت کا کام کرے تو ہر محب وطن انسان اور علم کے ہر قدردان کو اس کا نہ صرف خیر مقدم کرنا چاہئے بلکہ اس کا شکر گزار ہونا اور اس پر فخر کرنا چاہئے کہ تمام تر سرکاری وسائل اور زیادہ سے زیادہ تعلیم گاہوں کے قیام

www.abulhasanalinadwi.org

اوران کے لئے اساتذہ کی فراہمی کے باوجود اس ملک کی آبادی کے بڑے حصہ کو خواندہ و تعلیم یافتہ نہیں بنایا جاسکتا' چہ جائیکہ اخلاق و سیرت کی تعمیر ہو اور باکردار شہری پیدا ہوں۔

اسی بنا پر ہم حکومت کے ان قوانین و ضوابط کے خلاف احتجاج کرنے پر مجبور ہیں جو آزاد دینی تعلیم اور آزاد مدارس و مکاتب کے قیام اور ان کے آزادی سے تعلیمی خدمت اور علم و ثقافت کی اشاعت اور مسلمانوں کو اپنے دین سے اس درجہ واقف کرانے کے کام میں خلل انداز ہوں جو ان کے لئے مذہبی طور پر ضروری ہے اور وہ تعلیم گاہیں یا تو قائم نہ ہوسکیں' یا اگر قائم ہیں تو باقی نہ رہ سکیں مثلاً کم سے کم تنخواہ و معاوضہ (Minimum Wage) کا قانون' یا مدارس و مکاتب کے لئے اپنے قیام و جواز کے لئے لائسنس لینے کی پابندی جو حکومت کے دوسرے شعبوں جن کا نظم و نسق (Administration) یا محنت (Labour) سے تعلق ہے' کے لئے موزوں ہیں لیکن دینی مدارس و مکاتب کے لئے جن کا شعار اور طاقت و خصوصیت زمانۂ قدیم سے لے کر اس وقت تک ایثار و قناعت رہی ہے اور ہمیشہ رہنا چاہئے' ناموزوں اور سخت مضرت رساں ہیں۔ ہم اپنا جمہوری' مذہبی' اخلاقی اور شہری حق سمجھتے ہیں کہ اس کے خلاف آواز بلند کریں کہ ملک کے دستور نے ہر اقلیت اور ہر اکائی کو اس کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنی پسند کے مدارس قائم کرے اور اپنی پسند اور صوابدید کے مطابق ان کو چلائے۔ ہم خالص حب الوطنی اور ہندوستان کے لئے اس کو باعث فخر سمجھنے کی بنا پر بھی یہ کہتے ہیں کہ تعلیم و تربیت اور ثقافت و تہذیب کے پھیلانے میں ایثار و قربانی کی اس روایت کو جو ہندوستان کی قدیم تاریخ کا بھی طرۂ امتیاز رہا ہے' باقی رہنا چاہئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

آخر میں بڑی معذرت کے ساتھ ایک تلخ حقیقت کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ان مدارس و مکاتب کے سرکاری الحاق اور سرکاری امداد قبول کر لینے کے بعد یہ اندیشہ ہے (جو واقعہ بن کر سامنے آ گیا ہے) کہ ان مدارس کا عوام سے رابطہ بھی ٹوٹ جائے اور وہ مقصد بھی حاصل نہ ہو جس کے لئے سرکاری امداد اور ایڈ قبول کی گئی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے پٹنہ کے ایک جلسہ میں شرکت کے موقع پر جو امارت شرعیہ بہار کے قائم کردہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب کی یادگار میں اسپتال کے افتتاح کے لئے منعقد کیا گیا تھا اور جس میں بہار کے چیف منسٹر بھی شریک تھے' ایک عربی مدرسہ کے ذمہ دار نے تقریر میں کہا کہ چھ مہینے سے ہم کو سرکاری امدادی رقم نہیں ملی' ہمارے بچے فاقہ کر رہے ہیں' یہ بہار کا حال تھا جہاں اکثر مدارس عربیہ سرکاری امداد قبول کر چکے ہیں' ابھی چند ہی دن پہلے ۱۳ مئی کے ''قومی آواز'' (لکھنؤ) میں جھانسی کے ایک دینی مدرسہ کے صدر مدرس یا مہتمم صاحب کا مراسلہ شائع ہوا ہے' اس میں صاف لکھا گیا ہے کہ پانچ مہینے سے ہم کو سرکاری امداد نہیں ملی اور ہمارے بچے فاقہ کر رہے ہیں' ایسی حالت میں بڑے ٹوٹے کا سودا ہوگا کہ ہمارا رشتہ عوام سے بھی ٹوٹ جائے اور ہم ان کی ہمدردی اور اعانت سے بھی محروم ہو جائیں اور حکومت کے تغافل یا اس کے نظم و نسق کی طوالت کا بھی شکار ہوں' اس طرح (بہت معذرت کے ساتھ) صرف اس مصرعہ پر اکتفا کروں گا کہ

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

میں ایثار و قربانی کی اس دعوت کے ساتھ جو کسی نہ کسی درجہ میں دینی تعلیم کی بقا و ملت کے تشخص کی حفاظت کے لئے ضروری ہے' حقائق اور

زندگی کی طبعی وفطری بلکہ شرعی ضروریات سے چشم پوشی نہیں کرسکتا' مدارس و مکاتب کے اساتذہ ومنتظمین کے لئے بقدرضرورت وباعزت معاشی انتظام کی بیشک ضرورت ہے' مدارس کے ذمہ داروں کو اس پر ہمدردانہ غور کرنا اور اس تقاضہ کو اپنے وسائل اور دائرۂ اختیار میں رہ کر پورا کرنا ضروری ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اساتذہ اور مدارس و مکاتب کے کارکنوں اور خدمت گذاروں کو کسی نہ کسی درجہ میں ایثار وقناعت سے کام لینے اور ایمان واحتساب (اللہ کے وعدوں پر یقین اور اس کے اجر وثواب کی امید میں کام کرنے) کے ساتھ اس چراغ کو روشن رکھنے اور اس کی روشنی دور دور اور دیر دیر تک پہونچاتے رہنے کی کوشش و جانفشانی بھی جاری رکھنی چاہیئے کہ اس دین کا ماضی' حال اور مستقبل ایمان ویقین' ایثار وتوکل اور عزم وہمت سے وابستہ رہا ہے اور رہے گا اور یہی جوہر ہر طرح کے بدلے ہوئے حالات اور تیز وتند آندھیوں میں بھی اس چراغ کو گل ہونے سے بچاتا رہا ہے اور بچاتا رہے گا ؎

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

میں اقبالؒ کے ان اشعار پر گذارش کا اختتام کرتا ہوں کہ ؎

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک — اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا وجم
دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامانِ موت — فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# تعلیم کا چراغ بے تیل بتی کے جل سکتا ہے

"تعلیم کا چراغ بے تیل بتی کے جل سکتا ہے۔ بادِ صرصر کے جھونکوں میں اور طوفان کے تھپیڑوں میں فروزاں رہ سکتا ہے اور تعلیم کی تاریخ بتاتی ہے کہ ہمت والوں اور انسانیت کا درد رکھنے والوں نے برسوں بے تیل بتی کے اپنا چراغ روشن رکھا، انہوں نے پیٹ پر پتھر باندھ کر مسلسل فاقے کر کے بغیر کسی عمارت کے، درختوں کے نیچے بیٹھ کر جنگلوں اور بیابانوں میں کڑاکے کے جاڑوں کی راتوں میں، تپتی ہوئی دوپہروں میں تعلیم دی اور بڑے بڑے عالم، مصلح اور معلّم پیدا کیے۔ ان کی حیرت انگیز قوتِ عمل کی بنیاد یہ تھی کہ وہ انسان کو دستِ قدرت کا شاہکار سمجھتے تھے"۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## علاقائی دینی تعلیمی کانفرنس مرادآباد

منعقدہ

۱۲؍جنوری ۱۹۹۲ء

www.abulhasanalinadwi.org

# مؤرّخانہ نہیں متعصّبانہ انداز

"ملک کی بڑی بدقسمتی اور ملک کے مختلف فرقوں کے لئے بڑی آزمائش کی بات ہے کہ تعلیم کا نصاب و نظام کا نازک اور مقدس کام ان لوگوں کے سپرد کیا گیا جو ایک فرقہ (اکثریت) اور اکثریت میں سے بھی ایک طبقہ (آرین و برہمن) کے عقائد مذہبی روایات، دینی شخصیتوں اور ان کے تقدس و تصرف کے واقعات سے نصابی کتابوں کو پُر کردینے کے جذبہ سے مغلوب تھے جنہوں نے مسلمانوں کے دور، ان کی عظیم شخصیتوں، ان کے تعمیری و انتظامی کارناموں کو نظر انداز کیا...... ان کے پیش کرنے کا انداز بھی مؤرّخانہ یا عالمانہ نہیں عامیانہ و متعصّبانہ ہے"۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

حضرات!

۱۴ر و ۱۵ر جون ۱۹۶۹ء کو آپ کے اس شہر مرادآباد میں ریاستی دینی تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی تھی، آج بائیس برس کے بعد اسی تاریخی شہر اور دینی و علمی ماحول میں اسی موضوع پر دوبارہ خطاب کرنے اور معروضات پیش کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

میں اپنے خطبہ کا آغاز قرآن شریف کی ایک چونکا دینے والی آیت سے کروں گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَمْ کُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَائِكَ

www.abulhasanalinadwi.org

اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

(سورۃ البقرہ۔۱۳۳)

''بھلا جس وقت یعقوبؑ وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔''

باوجود اس کے کہ یہ پیغمبر اور پیغمبر زادوں کا گھرانہ تھا، جس میں توحید اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کے سوا نہ کوئی اور تعلیم تھی نہ عمل، نہ ماحول اور فضا، پھر بھی عقیدہ اور عمل اور توحیدِ خالص کی اہمیت اور فکر اور اپنی نسل کے اس عقیدہ و عمل سے دائمی وابستگی کے خیال سے کہ

عشق است و ہزار بدگمانی

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں کو جمع کر کے دریافت کیا کہ عزیزو! میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ ان فرزندوں اور نبی زادوں نے اس کے جواب میں یقیناً یہ کہا ہوگا کہ ابا جان، دادا جان، نانا جان آپ نے ابھی تک ہم کو تعلیم ہی کیا دی؟ اور کس چیز کا پابند بنایا؟ یہی توحیدِ خالص اور عبادتِ الٰہ واحد، پھر آپ کو ہمارے مستقبل کے بارے میں کیوں شک ہے؟ کہ ہم آپ کی آنکھ بند ہوتے ہی دوسرے راستہ پر پڑ جائیں گے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے (زبان حال سے) یہی کہا ہوگا کہ فرزندو! میری پیٹھ قبر سے نہیں لگے گی جب تک دنیا سے یہ اطمینان

www.abulhasanalinadwi.org

لے کر نہ جاؤں کہ میرے بعد بھی تم سب خدائے واحد کے پرستار اور دین ابراہیمی کے علم بردار ہو گے۔

حضرات!

آپ سلسلہ ابراہیمی سے تعلق رکھتے ہیں، اس خاندان کا شیوہ اور شعار یہ رہا ہے کہ دنیا سے جانے سے پہلے اپنی نسل کے بقائے ایمان اور تعلق باللہ کا اطمینان اور ضمانت کر لی جائے اور دنیا سے جانے سے پہلے اولاد سے یہی عہد و پیمان لے لیا جائے کہ دنیا میں جب تک رہنا ہے مسلمان بن کر رہنا ہے اور جب جانا ہے تو مسلمان کی حیثیت سے جانا ہے:

وَوَصّٰی بِهَاۤ اِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يَا بُنَيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

(سورۃ البقرہ:۱۳۲)

اور یہی وصیت کر گئے ابراہیمؑ اپنے بیٹوں کو اور یعقوبؑ اے بیٹو! اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو دین، پس نہ مرنا مگر مسلمان۔

نہ صرف یہ عہد و پیمان ضروری ہے بلکہ اس کے لئے وسائل کا مہیا کرنا، اس کو ممکن اور آسان بنانے کی تدبیریں اختیار کرنا اور اس کا اطمینان حاصل کر لینا بھی ضروری ہے، اسی لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کا امتحان لیا اور اپنا پڑھایا ہوا سبق سنا۔

یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعلیم و تربیت کی پوری کوشش کے بغیر اولاد کو اسلام پر جینے اور مرنے کی وصیت نہیں فرمائی ہوگی اور یقیناً حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی تفہیم و تعلیم اور نگرانی کے بغیر اپنے بچوں کا یہ امتحان نہیں لیا ہوگا جس کا قرآن نے ذکر کیا ہے، یہی عہد و پیمان اور یہی

www.abulhasanalinadwi.org

انتظام واطمینان اس کانفرنس کے انعقاد کا مقصد اور اس کا پیغام ہے جس کو لے کر آپ یہاں سے واپس جایئے اور اس کی تکمیل میں تن من دھن سے لگ جایئے۔

اس آیتِ مبارکہ کی روشنی میں آپ کو اپنی نسل کے دینی تحفظ اور اسلام سے اس کے ربط و تعلق کا انتظام کرنا ہے اور یہ ذمہ داری غذا' لباس' دوا علاج تعلیم و معاش سے بدرجہا زیادہ ضروری ہے' آپ کو ہر حال میں ان کی اس ضروری دینی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا ہے جس کے بغیر وہ مسلمان نہیں رہ سکتے۔

یہی اس آیتِ مبارکہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔

(سورۃ التحریم:٦)

اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے۔

کا مفہوم اور تفسیر ہے اور یہی حدیث "اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ" (صحیح بخاری شریف) (خبردار ہو جاؤ کہ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت افراد کے بارے میں پوچھا جائے گا) کے حکم کی تعمیل ہے' اس کے لئے آزاد مکاتب' صباحی و شبینہ مدارس' دینی مجالس' گھر کی تلقین و نگرانی' ماحول کی اصلاح' صحیح اور مفید کتابوں کی اشاعت اور ایسے بہت سے ذرائع ہو سکتے ہیں' خصوصاً مدارس و مکاتب کا قیام اس وقت اتنا ضروری ہو گیا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت نئی نسل کو اسلامیت کی بقاء و تحفظ کے لئے کوئی اور تدبیر اتنی مؤثر ہو سکتی ہے' اس سب

www.abulhasanalinadwi.org

کے لئے آپ کے قومی فیصلہ اور اجتماعی عزم کی ضرورت ہے، آپ کے اس عقیدہ اور یقین کی ضرورت ہے کہ بچہ کا دنیا سے چلا جانا اور والدین کا اولاد سے محروم ہونا اس سے بہتر ہے کہ بچہ غیر اسلامی زندگی اور جہنم کا راستہ اختیار کرے۔

ہمارا کام اس وقت تک قابلِ اطمینان نہیں ہوگا جب تک مسلمان اپنے بچوں کی تعلیم کو ان کی غذا اور دوا سے زیادہ اہم نہ سمجھیں گے اور دینی مکاتب و مدارس کو اس سنجیدگی اور اسی ذوق وشوق سے قائم نہ کریں گے، جس سنجیدگی اور ذوق وشوق سے وہ مساجد کی تعمیر کرتے ہیں (اس لئے کہ ان مساجد کی آبادی ان مکاتب کے بغیر ممکن نہیں) جب تک ہم اس راہ کے مصارف کو اپنا اہم ترین اور مقدس ترین فرض نہ سمجھیں گے اور اس میں صدیقی ذوق اور عثمانی جذبہ کے ساتھ حصہ نہ لیں گے، جب تک ہم اس راہ کی کوشش کو عبادت کا درجہ نہ دیں گے، ہماری آئندہ نسل کا اسلام پر باقی رہنا مشکوک ہے۔

لیکن اس ملک میں ان کی ذمہ داری دوہری اور نہایت شدید ہوجاتی ہے جہاں لازمی طور پر کوئی ایسا نظامِ تعلیم و نصابِ تعلیم جاری ہو جو اسلام کے بالمقابل عقائد کی تعلیم دیتا ہو اور جس کے مضامین اور مندرجات توحید ورسالت کے بنیادی اسلامی عقائد کے منافی اور شرک کے علانیہ داعی اور مبلغ ہوں، جہاں مسلمان بچے بھی کسی دوسری مذہبی قوم کی دیومالا (Mythology) پڑھنے پر مجبور ہوں جس کا یقین کرنے سے کوئی مسلمان (تاویل وتکلف کے ساتھ بھی) مسلمان نہیں رہ سکتا، جہاں مسلمانوں کی اس محبوب شخصیت کا جس کی محبت و تعظیم مسلمانوں کا ایمان ہے، تذکرہ وتعارف

www.abulhasanalinadwi.org

ایسے نازیبا اور خلاف واقعہ انداز میں کیا جائے، جس کا پڑھنا مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی روحانی اذیت اور ایمانی خطرہ ہے، جہاں مسلمانوں کی تاریخی شخصیتوں کو ایسے حقیر اور داغدار طریقہ پر پیش کیا جائے کہ مسلمان بچوں میں ان کی حقارت اور اپنے ماضی سے نفرت پیدا ہو، جہاں مسلمانوں کو جو اس ملک کے برابر کے شہری اور ہندوستانی جمہوریہ کا ایک ضروری عنصر ہیں، ان الفاظ سے یاد کیا جائے جو پردیسیوں، نیچ ذات اور ملیچھ اقوام کے لئے بولے جاتے ہیں، ایسے حالات میں مسلمانوں پر دو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ایک اس نامناسب صورتِ حال کی اصلاح و تبدیلی کی کوشش، دوسرے جب تک وہ قائم ہے اس کے مضر اثرات سے حفاظت کا سامان اور خواہ وہ قائم ہو یا دور ہو جائے دونوں حالتوں میں مسلمان بچوں کی اسلامی تعلیم کا مستقل بندوبست۔

پھر یہ بھی واضح و مسلّم ہے کہ مسلمان کا تصور اسلام کے بغیر ممکن نہیں اور اسلام کسی ذات، برادری اور کسی قومیت یا وطنیت کا نام نہیں جس میں انسان کے ارادے اور اختیار کو کچھ دخل نہیں ہوتا وہ ایک سوچا سمجھا فیصلہ، ایک پسندیدہ مسلکِ زندگی اور ایک قبول کیا ہوا عقیدہ ہے، جس کے لئے شعور، ارادۂ صحیح، علم اور کوشش کی ضرورت ہے۔

ایک ایسی ملت جس کا ظہور اور جس کا وجود تمام تر ایک خاص عقیدہ اور مسلکِ زندگی کا رہینِ منت ہے، ایک ایسی تعلیم کے بغیر اس کے وجود و بقا کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا ہے، جس کے ذریعہ وہ اپنے اصول و عقائد سے واقفیت پیدا کر سکے، اپنے فرائض کو ادا کرنے کے قابل بنے جو اس دین کے قبول کرنے کی بنا پر اس پر عائد ہوتے ہیں اور ان اعتقادی گمراہیوں اور ان عملی غلطیوں سے

www.abulhasanalinadwi.org

محفوظ رہ سکے جن کا صحیح علم نہ ہونے کی صورت میں خطرہ ہے؛ اسلام نے علم کو جو اہمیت جو عظمت اور جو تقدس بخشا ہے وہ اسی یقین کا نتیجہ ہے

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

اسی لئے قرآن اور تاریخ اسلام میں جاہلیت (غیر اسلام) کی اصطلاح پائی جاتی ہے؛ جس سے جہل کا خطرناک اور مہلک ہونا اور اسلام کے منافی ہونا آسانی سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔

حضرات!

ہم نے جب اس ملک میں اپنی ملی خصوصیات؛ دینی عقائد اور اسلامی تہذیب کے ساتھ رہنے اور ترقی کرنے کا عزم اور عہد کیا ہے تو ہم نے لازماً اس کی تمام ذمہ داریوں کو بھی قبول کر لیا ہے؛ ہمیں ایک ایسے ملک میں جہاں ہم اقلیت میں ہوں اور جہاں کی پچھلی تاریخ کا مطلع غبار آلود ہو عقیدۃً عملاً مسلمان بن کر رہنے کی نظیر قائم کرنی اور دوسرے ملکوں کے لئے اعتماد و حوصلہ کی شمع روشن کرنی ہے؛ ہمیں اپنے جرأت و اعتماد؛ صلاحیت و قوتِ کار اور ذہانت و اجتہاد کا ایک نمونہ قائم کرنا ہے؛ دنیا کے وہ ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور اپنے دینی مستقبل کی تشکیل کے کارِ عظیم سے دوچار ہیں؛ ہماری رہنمائی کے منتظر ہیں؛ اس لئے کہ ہم دنیا کی سب سے بڑی اسلامی اقلیت ہیں؛ جو کسی ملک میں پائی جاتی ہے اور ہم نے ماضی میں بارہا عالمِ اسلام کی رہنمائی کی ہے؛ ہمیں نہ صرف اپنی آئندہ نسلوں کی اسلامیت کا غیر مشکوک اطمینان حاصل کرنا ہے؛ نہ صرف اپنے دینی مستقبل کی تابناکی کا یقین پیدا کرنا ہے بلکہ اپنی ذہانت؛ اپنی عبقریت (Genious) اپنی صحیح اور غیر متزلزل حب الوطنی؛ اپنی بے پایاں شرافت؛ اپنی صلاحیتِ کار کا غیر فانی

www.abulhasanalinadwi.org

نقش قائم کرنا ہے' ان تمام صلاحیتوں کے ساتھ جو خدا نے ہم کو بخشی ہیں اور اسلام نے ان کی پرورش کی ہے' ہمیں جدید ہندوستان کی تعمیر و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ہے اور اس کو چار چاند لگانا ہے' ہمیں دنیا پر یہ ثابت کر کے کہ ہم اس ملک میں اپنی ملی خصوصیات' اپنے عقائد اور اپنی اسلامی تہذیب کے ساتھ ترقی کر سکتے ہیں' دنیا میں ہندوستان کا نام روشن کرنا اور اس کے جمہوری و نامذہبی ہونے کا ناقابلِ تردید ثبوت فراہم کرنا ہے' نیز یہ ثابت کرنا ہے کہ اسلام میں زمان و مکان کے تغیرات سے عہدہ برآ ہونے' وقت کی مشکلات کو حل کرنے' دنیا کی تمام قوموں اور ملکوں کو یکساں فیض پہنچانے اور بلاتفریق مذہب وملت انسان کی خدمت کرنے کی کتنی عظیم طاقت وصلاحیت ہے۔

حضرات!

داستان طویل ہوگئی لیکن عرض یہ کرنا تھا کہ ملک کی بڑی بدقسمتی اور ملک کے مختلف فرقوں کے لئے بڑی آزمائش کی بات ہے کہ تعلیم کا نصاب و نظام کا نازک اور مقدس کام ان لوگوں کے سپرد کیا گیا جو ایک فرقہ (اکثریت) اور اکثریت میں سے بھی ایک طبقہ (آرین و برہمن) کے عقائد' مذہبی روایات' دینی شخصیتوں اور ان کے تقدس و تصرف کے واقعات سے نصابی کتابوں کو پُر کر دینے کے جذبہ سے مغلوب تھے' جنھوں نے مسلمانوں کے دور' ان کی عظیم شخصیتوں' ان کے تعمیری و انتظامی کارناموں کو یا تو نظر انداز کیا یا اس دور میں سے ان واقعات و اشخاص کو انتخاب کیا جو اپنے مذہب اور تاریخ سے واقفیت اور محبت رکھنے والے مسلمانوں کے نزدیک معیاری و مستند نہیں' پھر ان کے پیش کرنے کا انداز بھی مؤرخانہ یا عالمانہ نہیں'

www.abulhasanalinadwi.org

عامیانہ ومتعصبانہ ہے۔ اس طرح مسلمانوں کی آئندہ نسل و دماغ میں ان تصورات وعقائد کی تخم ریزی کی جارہی ہے جن کو قبول کرنے یا صحیح سمجھنے کے بعد کوئی مسلمان، مسلمان نہیں رہ سکتا؛ اسلام میں کسی انسان کو مافوق البشر، غیر جسمانی غیر محدود طاقت اور غیر محدود علم رکھنے والی ہستی، کائنات میں متصرف، سب کچھ کر سکنے والی، مختلف روپوں اور مظاہر میں ظاہر ہونے والی ذات تسلیم نہیں کیا جا سکتا، اس میں توحید ورسالت کے عقیدہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور ان کی صرف وہی تشریح معتبر ہے جو خدا کے پیغمبروں نے کی اور ابراہیمی سلسلہ میں چلی آرہی ہے۔

ایک ایسے ملک میں جو اپنے رقبہ میں بجائے ایک ملک کے ایک برکوچک (Sub-Continent) اور اپنی آبادی کے لحاظ سے دنیا کے آباد ترین ملکوں میں ہے، کسی حکومت کو اپنے انتظامات پر انحصار اور اصرار نہیں کرنا چاہئے، یہاں انگریزوں کے عہد سے پہلے نجی مکاتب اور مدارس کا ایک جال بچھا ہوا تھا، ان سے علم کی اشاعت اور ملک کو شائستہ وتعلیم یافتہ بنانے میں جو مدد ملی اس کا انگریز مؤرخین نے بھی اعتراف کیا ہے، ہماری گزشتہ نسل جو شائستگی اور انسانیت میں شاید ہم سے بڑھی ہوئی ہے، اِنھیں مکاتب و مدارس کی فیض یافتہ ہے، انگریزوں نے بھی اپنے دورِ حکومت میں ان مکاتب و مدارس کو برقرار رکھا اور بعض اوقات ان کی ہمت افزائی کی، ہم کو حکومت سے مطالبہ کرنا چاہئے کہ وہ پھر ان مکاتب و مدارس کی ہمت افزائی کرے جو ضروری شرعی مضامین کی تعلیم کا بندوبست کریں اور ملک کے تعلیمی معیار پر پورے اتریں، حکومت کو (اگر وہ اس بات کے لئے فکرمند اور حریص ہے کہ ملک کی آبادی کا زیادہ سے زیادہ حصہ خواندہ وتعلیم یافتہ بن جائے) ان

مکاتب کو تسلیم کرنے میں عذر نہیں ہونا چاہئے' یہ اس کا بہت بڑا مالی بار ہلکا کرنے کا ذریعہ بن سکتے ہیں اور بالکل ممکن ہے کہ بعض اوقات اساتذہ کی قوتِ عمل؛ ذوقِ علم اور عقیدہ و مقصد ان سرکاری اسکولوں سے بہتر نتائج پیدا کر سکے' جہاں کے اساتذہ اکثر اوقات صرف ملازمانہ ذہنیت رکھتے ہیں اور صرف ضوابط کے پابند اور دعوت وخدمت کی روح سے خالی ہیں۔

دوسرا حصہ وہ ہے جو خود ہم سے متعلق ہے اور اس کے بارے میں ہم خدا اور اس کے بندوں اور اپنی آئندہ نسلوں کے سامنے جواب دہ ہوں گے' ہم اپنی پہلی جد وجہد میں پورے طور پر کامیاب ہو جائیں اور نصابِ تعلیم حقیقی معنی میں غیر مذہبی وسیکولر ہو جائے' پھر بھی ہمیں اپنے بچوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا انتظام کرنا ہوگا' مسلمانوں کا ملی وجود اسی پر منحصر ہے کہ ان کی ہر نسل نہ صرف صحیح العقیدہ بلکہ راسخ العقیدہ ہو' نہ صرف مذہب کی عامل بلکہ اسلام کی دعوت وپیغام کی حامل ہو' وہ نہ صرف جاہلیت اور اس کے افکار وعقائد وتصورات سے غیر متفق ہو بلکہ ان سے متنفر ہو' اس کا فکر صحیح' اس کا شعور بیدار' اس کے اخلاق صالح اور اس کا عمل مکمل ہو' وہ خلافِ اسلام فلسفوں اور دعوتوں' نفس کی ترغیبات اور زمانہ کے اثرات کا مقابلہ کر سکے اور اس میں خیر امت بننے کی صلاحیت ہو۔

ظاہر ہے کہ ایک ایسی ملت کو جس کی زندگی کا اتنا بلند معیار ہو' ایک ایسے نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم کے حوالہ نہیں کیا جا سکتا' اور زمانہ کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا جس میں اس کی تکمیل کا نہ صرف یہ کہ سامان نہیں' بلکہ بعض اوقات وہ ان مقاصد سے متصادم ہے' اس کے لئے مسلمانوں کو ایسا ہی انتظام کرنا ہوگا جیسے ان کو اپنی نمازوں اور دینی فرائض کی ادائیگی کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

معابد و مساجد اور روح و جسم کے رشتہ کو برقرار رکھنے کے لئے ضروریات زندگی کا انتظام کرنا پڑتا ہے اور اس سلسلہ میں وہ کسی حکومت کی امداد کا انتظار نہیں کرتے، اس کے لئے ان کو مساجد میں وعظ و تلقین، گھروں میں اصلاح و تربیت اور مکتبوں اور مدرسوں میں دینی تعلیم کا انتظام کرنا ہوگا، اس کے لئے ان کو سارے ملک میں صباحی و شبینہ مکاتب کا ایک ایسا جال بچھا دینا ہوگا، جس سے کوئی قریہ اور کوئی محلہ محروم نہ رہے۔

اس سلسلہ میں قدرتاً تین کام اور ضروری ہیں۔ ایک ایسے نصاب کی ترتیب جو بچوں کی دینی ضروریات اور ضروری معلومات پر حاوی ہو، بہترین تعلیمی اصول اور تجربات اور بچوں کی نفسیات کے مطابق لکھا گیا ہو اور مسلمانوں کی اکثریت کے لئے قابلِ قبول ہو، دوسری ضرورت اساتذہ کی فراہمی اور ان کی تربیت کی ہے، جو اس نصاب کو کامیابی، دلچسپی اور ذوق و خلوص کے ساتھ پڑھا سکیں، تیسرے اردو زبان کی تعلیم، جو دینی معلومات اور اسلامیات کے مطالعہ کا سب سے آسان ذریعہ ہے۔

حضرات!

قوموں کے اجتماعی فیصلوں نے دنیا کے نقشے اور قوموں کی تقدیریں بدل دی ہیں، آج جس چیز کی ہم کو سب سے زیادہ ضرورت ہے اور جو تمام موانع اور رکاوٹوں پر غالب آسکتی ہے اور جس کے سامنے حالات کو سپر ڈالنی پڑے گی، وہ ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کی دینی تعلیم کو ہر تعلیم پر مقدم رکھیں گے اور بغیر اس ضروری دینی تعلیم کے جس سے وہ اپنے پیدا کرنے والے کو، اپنے پیغمبر کو اور اپنے عقیدہ اور فرائض دینی کو پہچان سکیں،

www.abulhasanalinadwi.org

خالص رواجی یا معاشی تعلیم دلانا گناہ اور اپنے مذہب سے بغاوت سمجھیں گے' اگر ہمارا یہ فیصلہ ہے اور ہم اس میں سچے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت' کوئی ترغیب کوئی مصلحت کوئی تعزیر ہم کو اس صراطِ مستقیم سے ہٹا نہیں سکتی اور ہماری نسلوں کو اسلام کی نعمت سے محروم نہیں کر سکتی' اور اگر ہمارا یہ فیصلہ نہیں تو حکومت کی کوئی رعایت' کوئی استثناء' کوئی تحفظ' کوئی انتظام ہم کو اس فساد و الحاد اور اس انحراف وارتداد سے بچا نہیں سکتا' جسکی طرف دنیا تیزی سے بڑھ رہی ہے' جو قومیں اپنے بارے میں خود فیصلہ نہ کر سکیں ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا اور جو قومیں خود فیصلہ کر لیں ان کے فیصلہ کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

عام انسانی تاریخ اور خاص طور پر اسلامی تاریخ اس کے لئے شہادتیں فراہم کرتی ہے اور قرآن مجید اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی کسی قوم کے حالات میں اس وقت تک تبدیلی نہیں فرماتا جب تک وہ قوم اپنے حالات میں خود تبدیلی نہ پیدا کرے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

(سورۃ الرعد:۱۱)

خدا اس (نعمت) کو جو کسی قوم کو (حاصل) ہے نہیں بدلتا
جب تک کہ وہ اپنی حالت کو نہ بدلے۔

حضرات! آزاد مکاتب و مدارس صباحی و شبینہ حلقہائے تعلیم اور گھر کی دینی تعلیم و تربیت' اسلامی اصول و اخلاق کی پابندی' راست گوئی وراست روئی' اور سیرت و تعلیماتِ نبوی سے واقفیت کے عمومی و مؤثر

www.abulhasanalinadwi.org

انتظامات سے صرف ملت ہی کو فائدہ نہیں پہونچے گا، ملت کی نئی نسل کا دین و شریعت سے رابطہ ہی قائم نہیں رہے گا اور مسلمانوں کو آئندہ نسل کے (جو جمہوریۂ ہند کی آبادی کا ایک اہم اور کثیر التعداد عنصر ہے) اپنے خصائص و امتیازات کے ساتھ باقی رہنے کا انتظام ہی نہیں ہوگا بلکہ یہ پورے ملک اور جمہوریۂ ہند کے مفاد میں بھی ہے، جو تیزی سے اخلاقی زوال، خود پرستی، دولت پرستی اور عمومی بدنظمی کی طرف تیزی سے جارہا ہے، اس اسلامی تعلیم و تربیت کے اثر سے بڑی تعداد میں وہ طبقہ پیدا ہوگا جو اس حد تک دولت کا پجاری نہیں ہوگا جس حد تک یہ وبا ملک میں پھیل گئی ہے، اس کو کسی نہ کسی درجہ میں خدا کا خوف اور خدا کے سامنے جواب دہ ہونے کا عقیدہ اس انتہاء تک پہونچنے سے باز رکھے گا جس انتہاء تک خالص مادی تعلیم نے پہونچا دیا ہے۔

اسی کے ساتھ اس نسل کے سامنے ملک کو عام تباہی اور خودکشی سے بچانے کے لئے اپنے محبوب پیغمبر کا یہ نمونہ رہے گا کہ آپ نے وحی و نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے اور ہجرت سے پیشتر قریش کے اس مشورہ اور معاہدہ میں شرکت فرمائی، جو عبداللہ بن جدعان کے مکان پر ہوا تھا، جس میں عہد کیا گیا تھا کہ ''ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے'' ''مسافروں کی حفاظت کریں گے'' ''غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے'' ''زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے'' ''حق حقدار تک پہونچائیں گے'' سیرت کی کتابوں میں اس معاہدہ کا ذکر آتا ہے (ملاحظہ ہو سیرت ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۸) آپ نبوت کے بعد بھی فرماتے تھے کہ اب بھی اگر کوئی

www.abulhasanalinadwi.org

اس کے نام اور حوالہ سے دہائی دے گا تو میں اس کی مدد کے لئے تیار ہوں، دینی تعلیم وتربیت حاصل کرنے والی مسلمان نسل کو یہ واقعہ اور اپنے محبوب نبی کا یہ نمونہ ملک کو تباہی سے بچانے کی ذمہ داری کو یاد دلانے میں ہمیشہ چراغِ راہ اور مہمیز کا کام دے گا، اور ان کو اس کا احساس ہوتا رہے گا کہ وہ اس نبی رحمۃ للعالمین کی امت ہیں، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری موجودگی میں اور لوگوں کا اللہ سے معافی مانگتے رہنے کی حالت میں خدا عذاب بھیجنے والا نہیں ہے، نبی رحمت کی امت کو اپنے ملک، ماحول اور سماج کے لئے امتِ رحمت اور اس کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچانے کے لئے ایک فرض شناس، رحم دل اور ماہر ملاح (کشتی بان) کا کردار (پارٹ) ادا کرنا ہے اور اس کی موجودگی میں اس ملک کو تباہ ہونا اور اس کشتی کو ڈوبنا نہیں چاہئے۔

حضرات! قوموں کے سیاسی وتعلیمی تغیرات، قوموں کے اجتماعی وباہمی تعلقات، انسانی گروہوں کی افسردگی وزندہ دلی، زمانہ کے تیور، واقعات کے اشارے، مشکلات کے پہاڑ اور وقت کے دھارے، ان میں سے کوئی چیز بھی تقدیر الٰہی اور مشیتِ خداوندی کی طرح آخری اور مبرم اور لاعلاج وغیر تغیر پذیر نہیں، نصرتِ الٰہی اور اہلِ ایمان کے صدق واخلاص اور اہلِ یقین کے عزم وفیصلہ نے بارہا ان میں تغیر وانقلاب پیدا کردیا ہے، اور تاریخ کے دھارے کو موڑ دیا ہے، زندہ قوموں کی کوئی چیز آخری اور ابدی نہیں، آپ ایک زندہ اور صاحب عزم قوم کی طرح ہندوستان میں اپنا مقام بنانے، اپنی راہ نکالنے اور ہندوستان کو ایسا آزاد جمہوریہ بنانے کی کوشش کیجئے جو اس کے اعلان اور دستور کے مطابق اور آپ کے حالات اور ضروریات کے مناسب

www.abulhasanalinadwi.org

ہوا اپنے اس تعلیمی مسئلہ کو اپنے ایمان و یقین، اپنے عزم و فیصلہ، جوشِ عمل اور ولولۂ کار سے حل کرنا ہے، اگر آپ نے اس کی شرطیں پوری کر دیں تو ہر مشکل آسان اور عقدہ حل ہے۔

نشاں یہی ہے زمانہ میں زندہ قوموں کا — کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
کمالِ صدق و مروت ہے زندگی ان کی — معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں
خودی سے مردِ خود آگاہ کا جمال و جلال — کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں

حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
ورائے عقل ہیں اہلِ جنوں کی تدبیریں

☆☆☆

# روشن دماغ افراد موجود ہیں

''اس ملک میں ایسے انسانیت دوست، دردمند، حق گو، دلیر، شریف النفس اور روشن دماغ افراد موجود ہیں جنہوں نے انسانیت کی پستی اور انسانوں کی درندگی کے خلاف پوری طاقت کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی۔ درحقیقت کسی ملک کی قدر و قیمت اور اس بات کا فیصلہ کہ اس کو زندہ رہنے اور عزت پانے کا حق حاصل ہے، اس ملک کی آبادی کی کثرت اور عام تعداد پر نہیں ہے۔ اس کا فیصلہ ایسے حق پرست اور حق گو انسانوں کے وجود پر ہے جو غلطی کو بے تامّل غلطی کہہ سکیں۔ قطعِ نظر اس بات سے کہ وہ کس سے صادر ہوئی جو زیادتی کرنے والے کا ہاتھ پکڑ سکیں جن کی رائے غیر جانب دار اور جن کا فیصلہ بے لاگ ہو''۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## ضلع دینی تعلیمی کانفرنس لکھنؤ

منعقدہ

۱/۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء

www.abulhasanalinadwi.org

# یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملت ہے

''میں دینی تعلیمی کونسل کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کو یہ پیغام دیتا ہوں کہ اپنے بچوں کے دین وایمان کی حفاظت دین وایمان کی معرفت اور پھر اس کی حفاظت اور پھر اس کی غیرت اور پھر اس پر زندگی گذارنے اور اس پر دنیا سے رُخصت ہونے کے کام کو سب سے زیادہ اہمیت دیں۔ یہ بات جتنی دل سے لگی ہونی چاہئے مسلمانوں کے دل سے نہیں لگی ہے۔ سارا خطرہ اس بات کا ہے کہ اس کی جو اہمیت ہونی چاہئے تھی وہ مسلمانوں میں نہیں ہے''۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِىْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ آبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهاً وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔

میرے معزز و عزیز بھائیو، دوستو اور حاضرین مجلس! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی ہے قرآن مجید پڑھنے کی سعادت آپ میں سے اکثر حضرات کو کہنا چاہیے اور کہنے کا حق ہے، آپ سب حضرات کو حاصل ہوتی رہتی ہے اور بہت سے بھائی اس کا ترجمہ بھی دیکھتے رہتے ہیں، لیکن بعض مرتبہ جو چیز بار بار نظر سے گذرتی ہے اس کا معاملہ بھی اگر بے ادبی نہ ہو تو کہوں کہ یہی ہے اور دوسرے مشاہدات کا بھی معاملہ یہی ہے کہ جو چیز سامنے بار بار آتی ہے، کتنی دکانوں کے سائن بورڈ ہیں جو ہر وقت نظر سے گذرتے رہتے ہیں اگر پوچھا جائے کہ فلاں بازار سے جس سے آپ روزانہ گذرتے ہیں اور کئی کئی بار گذرتے ہیں اس میں دائیں طرف کی دکان پر ایک سائن بورڈ لگا ہوا ہے وہ کیا ہے؟ تو آپ کہیں گے کہ ہم نے کبھی غور سے پڑھا نہیں یہ اکثر ان چیزوں کے

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھ پیش آتا ہے جس سے واسطہ پڑتا رہتا ہے اور نگاہیں جس کی عادی ہو جاتی ہیں۔

قرآن مجید کی یہ آیت جو پہلے ہی پارے کی آیت ہے اور اس کا ترجمہ عام طور پر قرآن مجید کے ترجمے میں موجود ہے، خدا کے فضل سے اللہ تعالیٰ ان مترجمین کو جزائے خیر دے وہ ان ترجموں کے ذریعے سے پڑھتے ہیں اور جو براہ راست عربی زبان سے واقف ہیں وہ خود ان کو پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ لیکن بہت کم غور کرنے کی نوبت آئی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس اہتمام کے ساتھ اگر یہ لفظ غیر شایان شان اور بے ادبی کے نہ ہوں تو میں کہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو بیان کرنے کو کیوں ترجیح عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ جس کی شان یہ ہے کہ جو چیز بھی اس سے نسبت رکھتی ہے وہ ضروری ہے، معنوی ہے، مناسب حال ہے، مناسب وقت ہے اور فطرت کا تقاضہ ہے اس میں اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جا سکتا ہے اور بہت سے خطروں سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص غور نہ کرے تو کہے گا کہ ایک پیغمبر کے انتقال کے وقت کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے اس کی قانونی، علمی، تاریخی، تہذیبی اور معنوی طور پر کیا اہمیت ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس چیز کا انتخاب فرمائے اور اپنے اس کلام میں جس کو قیامت تک باقی رہنا ہے اور دنیا کے تمام کلمہ گو انسانوں کو ہی نہیں بلکہ جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ باتوفیق انسان کو پڑھنا ہے، بار بار پڑھنا ہے تو اللہ تعالیٰ انہی چیزوں کا ذکر فرمائے گا جن میں غور کرنے کا مواد ہے، غور کرنے کا سامان ہے اور جن میں ہزاروں عبرتیں اور حکمتیں ہیں دنیا میں سبھی دنیا سے جاتے ہیں سب

www.abulhasanalinadwi.org

جانے والے ہیں، جن کی جتنی بھی زندگی ہے بہرحال اس کو دنیا کو الوداع کہنا ہے، پیغمبروں کے لئے بھی یہی ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ: حضور ؐ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد کون ہیں؟ اللہ کے رسول ہیں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ آپ سے پہلے جو پیغمبر تھے وہ دنیا سے چلے گئے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو بھی ایک مرتبہ دنیا کو الوداع کہنا ہے اور رُخصت ہونا ہے اور اس مقام قرب میں جانا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مقدر اور مختص فرمادیا ہے۔ اللہ کے ایک پیغمبر کے انتقال کا ایک واقعہ اس کو قیامت تک کے لئے کیوں دوام اور عمومیت بخشی جارہی ہے اور اس کو قابل توجہ قرار دیا گیا ہے، یہ سوچنے کی بات ہے مگر بہت سی چیزیں جو بہت آسان معلوم ہوتی ہیں اور ان میں کوئی ایسی عقدہ کشائی نہیں ہوتی تو ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے، ہم میں سے اکثر لوگوں کا معاملہ بھی یہی ہے کہ ہم نے غور نہیں کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو کیوں بیان فرمارہا ہے۔ مسلمانوں کو خطاب کر کے قرآن مجید کے پڑھنے والوں کو خطاب کر کے (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) ام کنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا یہ قرآن مجید کا طریقۂ بیان اور خاص اسلوب ہے۔ جب کسی چیز کو مستحضر کرنا اور اسے آنکھوں کے سامنے لانا چاہتا ہے تاکہ وہ مشاہدہ بن جائے تو اس طرح خطاب فرماتا ہے کہ تم اس وقت تھے جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا، ان کا دم واپسیں تھا۔ اذ قال لبنيه ماتعبدون من بعدی۔ جب کہ انہوں نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ تم مجھے یہ بتادو کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ اب

یہیں سے آپ سوچئے کہ معاملہ ہے حضرت یعقوبؑ کا اور یعقوبؑ کون ہیں؟ یعقوبؑ ابن اسحٰقؑ ابن ابراہیمؑ نبی کے بیٹے اور نبی کے بھتیجے اور حضرت اسمٰعیلؑ کے بھتیجے اور حضرت اسحٰقؑ کے بیٹے ہیں، یعقوبؑ ابن اسحٰقؑ، اسحٰقؑ ابن ابراہیمؑ اور ان کے والد نبی ہیں ان کے چچا نبی ہیں ان کے دادا نبی ہیں اور وہ کیسے نبی ہیں۔ ابراہیم خلیل اللہ جن کو اللہ اپنا دوست کہتا ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ کے پوتے ہیں۔ اسمٰعیل جو سید الانبیاء، سید المرسلین، خاتم النبیین رسول اللہ کے جدّ امجد ہیں ان کے بھتیجے ہیں اور خود پیغمبر ہیں اور خود پیغمبر کے باپ بھی ہیں اور پیغمبر کی اولاد بھی ہیں، یوسف خدا کے پیغمبر ہیں ان کے صاحب زادے ہیں کیا ماحول ہے اس گھر کا اس کا آپ ذرا خیال کیجئے۔ کسی عالم کے کسی شیخ وقت، کسی مصلح یہاں تک کہ کسی واعظ کے کسی پڑھے لکھے مسلمان کے متعلق بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ وہ اپنے انتقال کے وقت یہ بات پوچھے گا اللہ تعالیٰ کا نام ان کو سکھلایا گیا ہے، کلمہ پڑھتے ہیں، اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، سب کے نام مسلمان کے سے ہیں اور پھر اس میں جو لوگ بلوغ کو پہنچ گئے ہیں یا اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے، گھروں کے ماحول پر دینی فضا چھائی ہوئی ہے وہ مسجدوں میں جاتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور کچھ نہیں تو کم از کم اپنے ماں باپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اپنے گھر میں اللہ اور رسولؐ ہی کا ذکر سنتے ہیں تو انؑ سے اس کے پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ پوچھنے کی باتیں بہت ہیں اور سب جانتے ہیں اگر دنیا میں وصیت ناموں کو جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑا کتب خانہ تیار ہو جائے تاریخ اور ادبیات اور انسانی ضروریات اور انسانی تقاضوں کا ایک بہت بڑا مرقع سامنے آجائے یہ کام اگر کسی کو فرصت ہو تو یہ کر سکتا ہے کہ کتابوں میں موقر

www.abulhasanalinadwi.org

طبقہ کے لوگوں کی جو وصیتیں درج ہیں ان کو جمع کر دے علماء مشائخ و مصلحین اور داعیوں والیان ریاست اور اہل حکومت کی وصیتوں کو یکجا جمع کرے تو انسانی احساسات اور انسانی عقل و دانائی کا اور اپنی اولاد سے ورثاء سے تعلق کا ایک ایسا نقشہ سامنے آجائے کہ اس سے نفسیات انسانی کے بڑے عجائبات کے انکشافات سامنے آجائیں اور معلوم ہو کہ انسان میں قدر مشترک کتنا ہے ان کی وصیت اکثر نہیں سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں نے کی۔ یہی دیکھے گا بچوں کو جمع کیا اور کہا کہ دیکھو سب سے زیادہ جو کان میں پڑی ہے اور کتابوں میں دیکھی ہوئی ہے کہ جانے والے باپ نے صبر کرنے والے باپ نے جو دنیا سے رخصت ہونے والا ہے اور پابہ رکاب ہے اس نے اپنے بچوں کو جمع کیا سب شریف زادے سب اچھے خاندان کے لوگ اور ان میں کئی پڑھے لکھے اور ان میں کئی تربیت یافتہ ان سے عام طور پر ہم نے جو کتابوں میں دیکھا وہ یہ کہ ان سے کہہ دو کہ بیٹو لڑنا جھگڑنا نہیں اتحاد اور شرافت کے ساتھ رہنا یا یہ ملتا ہے کہ دیکھو بیٹو فلاں جگہ میں نے رقم دبا رکھی ہے تمہارے لئے ابھی تک بتایا نہیں تھا۔ فلاں جگہ تم کھودنا تم کو وہاں خزانہ ملے گا۔ وہاں دفینہ ہے یا یہ کہا کہ دیکھو ہمارا اتنا قرض دوسروں پر آتا ہے لکھ لو اس کو فلاں فلاں آدمیوں کے ذمہ ہماری اتنی اتنی رقم ہے اس کو وصول کر لینا اور یہ دستاویز ہے ان کا اقرار نامہ یہ دکھانا یا بہت زیادہ اگر احتیاط اور تقویٰ ہوا تو یہ کہا کہ دیکھو بیٹو میرے بچو اور میری آنکھوں کے تارو! اور پیارو! مجھ پر تمہارے باپ پر اتنے لوگوں کا مطالبہ ہے قرض ہے اور اس کو بھولنا نہیں جن کو بہت خدا کا ڈر ہے متقی لوگ ہیں وہ یہ کہتے ہیں یہ کس طرح کی وصیت ہے سوچئے آپ ذرا سا اپنے ذہن کو حاضر کر کے اور اس وقت کو سامنے لا کر

یہ ہیں کون جن سے بات ہو رہی ہے۔ یہ نبی زادے ہیں ولی زادے نہیں ولی زادے بڑی چیز سمجھے جاتے ہیں' بزرگ زادے بڑی چیز سمجھے جاتے ہیں' عالم زادے بڑی چیز سمجھے جاتے ہیں۔ تو اس پر ہمارا ایمان ہونا چاہئے اگر ہمارا ایمان اس پر نہیں تو ہمارا ایمان ناقص ہے کہ پیغمبر زادے ہیں ان سے بڑھ کر اس وقت نوع انسانی میں کسی کو نہیں کہا جا سکتا ہے اور پوری روئے زمین پر ان سے بڑھ کر قابل احترام قابل محبت اور قابل اعتماد کوئی اور انسانی مجموعہ نہیں ہو سکتا۔ نبی کے بیٹے' نبی کے بھتیجے' نبی کے پوتے سب کے سب ہیں۔ اور انہوں نے اپنے گھروں میں دیکھا کیا ہے۔ اپنے گھروں میں دیکھا ہے کہ نمازیں ہو رہی ہیں' اللہ تعالیٰ کا نام لیا جا رہا ہے' ذکر ہو رہا ہے' دعاؤں میں رویا جا رہا ہے' اپنی ماؤں کو دیکھا انہوں نے کہ بڑے رگو رگوا کر اپنے لئے' ان کے لئے دعائیں کر رہی ہیں اور ان کے گھروں میں خدا کے نام کے سوا کوئی نام نہیں لیا گیا۔ سنا ہی نہیں انہوں نے کہ دنیا میں کوئی اور بھی ہے اور اس کائنات پر اثر رکھتا ہے اور وہ نفع وضرر کا مالک ہے اور اس سے کچھ مانگا جا سکتا ہے' کچھ اس سے امیدیں کی جا سکتی ہیں' توحید کے سوا کوئی عقیدہ نماز روزہ کے سوا کوئی عبادت اور اللہ کے خوف ومحبت کے سوا انہوں نے کوئی دعوت سنی ہی نہیں لیکن کیا بات ہے

عشق است و ہزار بدگمانی

جب یقین ہوتا ہے' آدمی کو اہمیت ہوتی ہے کسی چیز کی تو وہ پھر معقولات اور عقلی چیزوں اور مفروضات اور قیاسات پر عمل نہیں کرتا یہی فرق ہے اگر آدمی بیمار ہے واقعی بیمار ہے تو وہ ساری احتیاطیں اٹھ جاتی ہیں کتنا ہی وہ غیور ہو اور کتنا ہی وہ خوددار ہو' کتنا ہی وہ ضابطہ ہو' کتنا ہی صابر اور

www.abulhasanalinadwi.org

متحمل ہو وہ کہہ دیتا ہے اپنے لڑکوں سے اپنے عزیزوں سے کہ ہمیں یہ تکلیف ہے ڈاکٹر کو بلاؤ حکیم کو دکھاؤ اسی طریقے سے اگر کوئی بھوکا ہوتا ہے واقعی اگر بھوک ہے تو پھر وہاں پر غیرت نہیں چلتی کہ ہم کس منہ سے کہیں کہ کھانا لاؤ' کھانے کا وقت ہوگیا ہے بڑے بڑے امیر زادے امیر اور نواب زادے اور والیان ریاست اور حکماء جو ان سب چیزوں سے بالاتر سمجھے جاتے ہیں وہ بھی ایسے موقع پر اپنی بھوک کا احساس ظاہر کر دیتے ہیں تو سارا معاملہ اہمیت کے احساس کا ہے تو بتایئے کہ حضرت یعقوبؑ نے کیوں اپنے لڑکوں کو جمع کیا اور کیا ان سے پوچھا۔

آخری وقت اور تھوڑا ہی وقت ہے بات کرنے کا۔ اس کو اس دنیا سے جانے والے خود بھی سمجھتے ہیں اور وہ خدا کا پیغمبر ملہم من اللہ ہوتا ہے جس پر وحی نازل ہوتی ہے اس کو کیوں نہ اس کا احساس ہوگا کہ بس اب چند ہی منٹ کے بعد دنیا سے رُخصت ہونے والا ہوں' ان بیٹوں' پوتوں کو بلا کر ان سے بات کرنے کی بات کیا ہو سکتی تھی تو ہماری سمجھ میں تو یہی آتی ہے اور یہ ہم نے دیکھا کہ کتابوں میں وصیت ناموں میں جانے والے کے گفتگو کے ریکارڈ اگر ہوں تو ریکارڈ ورنہ جن لوگوں نے دیکھا ہے جن کو اتفاق ہوا ہے سب جانتے ہیں کہ یہی کہا گیا ہے کہ دیکھو بھائی مِل جُل کر رہنا صلح و آشتی کے سلیقے اور تہذیب کے ساتھ رہنا اپنی ماں کا حق جو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں خیال رکھنا' عزیزوں کا خیال رکھنا' صلہ رحمی کا خیال رکھنا ہے۔

ہزاروں برس سینکڑوں برس سے یہ دور چل رہا ہے کہ ایسے موقع پر ان باتوں کا اطمینان حاصل کیا جاتا ہے لیکن کیا بات ہے بات یہی ہے کہ جو دل سے لگی ہوتی ہے جس کی اہمیت ہوتی ہے اور جس کو آدمی فیصلہ کن سمجھتا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے جس کو سمجھتا ہے کہ یہ چیز دائمی سعادت یا دائمی شقاوت کا سبب ہے اس کی طرف پہلے توجہ کرتا ہے' سارا معاملہ کسی چیز کے انتخاب میں اہمیت کے احساس کا ہے' ہماری پوری زندگی اس پر چل رہی ہے اور یہ دینی تعلیمی کونسل خود اس حقیقت شناسی پر قائم ہوئی ہے۔ اور پچاس کام ہیں ملت کے ہم ان میں سے کسی کی اہمیت کا انکار نہیں کرتے' میں گنہگار جو آپ سے بات کر رہا ہوں۔ خود بھی میری زندگی ایسی ہے جس سے لوگ واقف ہیں میں کتنی انجمنوں کا ذمہ دار ہوں بعض میں شریک ہوں۔ تعریف کے لئے میں نہیں کہتا رابطہ ادب اسلامی ہے' مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ہے اور سب سے بڑھ کر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ ہے اور ایسے اور بھی کئی ہندوستانی اور ہندوستان سے باہر کی تنظیمات سے میرا تعلق ہے لیکن میں دینی تعلیمی کونسل اور انجمن تعلیمات دین کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کو یہ پیغام دیتا ہوں کہ اپنے بچوں کے دین وایمان کی حفاظت' دین وایمان کی معرفت اور پھر اس کی حفاظت اور پھر اس پر غیرت اور پھر اس پر زندگی گذارنے اور اس پر دنیا سے رُخصت ہونے کے کام کو سب سے زیادہ اہمیت دیں اس کے لئے اس سے بہتر واقعہ نہیں ہو سکتا جو میں نے آپ کو سنایا۔ یعقوبؑ نے اپنے بچوں کو ان کے پوتے بھی ہوں گے اس لئے کہ بڑی عمر میں ان کا انتقال ہوا ہوگا اور اس زمانے میں بھی لمبی عمریں ہوتی تھیں گھر بھرا ہوگا اس میں بیٹے' پوتے' نواسے' بھانجے اور بھتیجے ان سب کو شامل سمجھئے عربی کا لفظ لبنیہ جو ہے ان سب پر مشتمل ہے تو اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ کیا اے قرآن کے پڑھنے والو! کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا اور موت اُن کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی گویا بالکل دم

www.abulhasanalinadwi.org

واپسیں تھا (اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ) انہوں نے اپنے بچوں سے کہا کہ بیٹو! میرے جگر کے ٹکڑو! لختِ ہائے جگر! نورِ نظر! یہ بتادو ایک بات میں سننا چاہتا ہوں ایک بات کا اطمینان لے کر دنیا سے جانا چاہتا ہوں کوئی بات قرآن میں اس کے علاوہ کہی نہیں گئی اور ان کی تاریخ اور سیرت میں بھی نہیں ملے گی اور صحف سماوی میں بھی نہیں ملے گی کہ انہوں نے اس وقت جب بالکل یہ سمجھئے کہ چند سانسوں کا معاملہ تھا کتنی سانسیں اور باقی ہیں مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ کہ تم میرے بعد عبادت کس کی کروگے سر کس کے سامنے جھکاؤ گے میں آپ سے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ گویا بالکل دیکھ رہا ہوں اور سن رہا ہوں کہ دنیا میں یہ بات کوئی شخص بھی کہیں کہے گا لیکن یعقوبؑ نے یہ بات کہی تو قرآن مجید نے اس کا ذکر کیا تو اس میں بڑی حکمتیں ہیں اس کے جواب میں پہلے انہوں نے یہ کہا ہوگا لیکن غیرت توحید نے اور نبوت کے شرف اور اعزاز نے اس کی وجہ سے اس کا محل نہیں تھا کہ کوئی بیچ میں بات اور آتی، اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کا جواب نقل کر دیا یعنی خدا کی خود سے جو توحید کی وحدانیت ہے اس نے گوارہ نہیں کیا کہ ان کے سوال اور ان کے جواب کے درمیان کوئی اور بات آجائے مگر میں قیاساً کہتا ہوں کہ بالکل ممکن ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہوگا کہ ابا جان دادا جان نانا جان یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے آپ نے ہمیں سکھایا کیا تھا اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کیا اور اس گھر میں ہوتا کیا ہے اور ہم کس کی اولاد ہیں۔ ہماری رگوں میں کس کا خون ہے بتایئے آپ میں سے کون سا خاندان ہے دنیا میں ایشیاء افریقہ اور یورپ، امریکہ کا کیا ذکر ہے خالص اسلامی ممالک میں حجاز میں یہاں تک کہ میں کہتا ہوں کہ حرمین شریفین میں اور خاص مکہ معظمہ میں

www.abulhasanalinadwi.org

اور خاص بیت اللہ کے سائے میں اور خاص مدینہ طیبہ میں اور مسجد نبوی کے سائے میں کون سا خاندان اس کو اس سے زیادہ یہ کہنے کا حق تھا کہ ہم سے پوچھنے کی بات ہے یہ معمولی معمولی خاندان والے کہہ سکتے ہیں' حضرت یعقوبؑ کا خاندان کیوں نہ کہتا تو بالکل ہمارے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ انہوں نے کہا ہوگا کہ ابا جان دادا جان نانا جان آپ ہم سے یہ پوچھتے ہیں' آپ نے ہمیں سکھایا کیا ہے ہمارے متعلق خطرہ کیوں آپ کو پیدا ہوا لیکن بھائی

عشق است و ہزار بدگمانی

جب کسی کو کسی چیز کی اہمیت ہوتی ہے تو وہ عقلیات مفروضات پر نہیں چلتا اور پھر وہ رسم و رواج پر بھی نہیں چلتا وہ بالکل اس وقت کے قرائن اور اس وقت کے قیاسات سب سے بالاتر ہو کر وہ بات کرتا ہے جو اس کے دل سے لگی ہوتی ہے سارا معاملہ دل سے لگے ہونے کا ہے اور آج مسلمانوں میں جو کمی ہے اور جس کی وجہ سے دینی تعلیمی کونسل قائم ہوئی جس کی وجہ سے یہ جلسہ بلایا گیا اور جس کی وجہ سے جا بجا جلسے اور دورے ہوتے ہیں وہ سب اس وجہ سے کہ یہ بات جتنی دل سے لگی ہونی چاہیے مسلمانوں کے دل سے نہیں لگی ہے سارا خطرہ اس بات کا ہے کہ اس بات کی جو اہمیت ہونی چاہیے تھی وہ مسلمانوں میں نہیں ہے یہ بات میری طرف منسوب کر کے کہی گئی ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے کہا کہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ اگر مسلمان اپنے بیٹے کو (اور میں نے کہیں کہا بھی ہے) اپنے بیٹے کو معاف کیا جائے' مجھے کسی دوسرے مذہب کی عبادت گاہ کی طرف جاتے ہوئے کسی پیڑ کے نیچے جھکتے ہوئے' کسی بڑے مجسمے کے سامنے بڑے ادب کے ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

کھڑے ہوتے ہوئے اور سر جھکائے ہوئے دیکھے خواب میں تو چیخ اٹھے اور سارا گھر جمع ہو جائے اور ایک ہنگامہ برپا ہو جائے خیریت ہے خیریت ہے کیا دیکھا آپ نے کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا یا آپ نے کوئی بھوت پریت وغیرہ دیکھا نہیں نہیں میں نے کچھ نہیں دیکھا میں نے یہ دیکھا کہ میرا بیٹا غیر اللہ کے سامنے سر جھکا رہا ہے' غیر اللہ کے آگے ایسے ادب سے کھڑا ہوا ہے جو توحید کے خلاف ہے اور غیرت اسلامی کے خلاف ہے یہ ہونا چاہئے سارا معاملہ اس وقت یہ ہے جس کے لئے ساری کوشش کی جارہی ہے میں اس بارے میں معتبر گواہ تسلیم کیا جا سکتا ہوں کہ شروع سے اس کے کارکنوں میں اور خادموں میں ہوں اور اس کا نقشہ بنانے والوں میں ہوں کہ سارا ڈر جو اس وقت پیدا ہو گیا ہے جو اصل اس کوشش کا باعث ہے اس پریشانی اور فکر مندی کا وہ یہ کہ مسلمانوں کے دل سے یہ بات جتنی لگی ہونی چاہئے کہ ہماری اولاد اب کس کے سامنے سر جھکائے گی اور کس کو اس کائنات کا خالق و مالک مانے گی کس کو نفع و ضرر کا مالک مانے گی' کس کو قسمتوں کا بنانے اور بگاڑنے والا مانے گی اور کس سے حقیقی طور پر سب سے زیادہ ڈرے گی' یہ بات جتنی مسلمانوں کے دل سے لگی ہونی چاہئے تھی لگی ہوئی نہیں ہے اور سارا خطرہ اس کا ہے اور سارا معاملہ دل کے تأثر کا اور دل کو اہمیت دینے کا ہے' یہ ساری کائنات' ساری سیاست سارا نظم مملکت اور یہ ساری جو سرگرمیاں ہیں انسانوں کی وہ سب درجے کے پہچاننے پر لگی ہوئی ہیں ان سب کا جو مرکزی نقطہ ہے کہ کون سی چیز کتنی اہم ہے کون سی چیز کتنی توجہ کی مستحق ہے تو صاف آپ سے کہتا ہوں کہ سارا ڈر ہندوستان میں جو پیدا ہو گیا ہے وہ اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے دل سے یہ بات جتنی لگی ہونی چاہئے تھی وہ لگی ہوئی

نہیں ہے ہماری اولاد، ہمارے بیٹے، ہمارے پوتے، ہمارے بھتیجے، بھانجے ہمارے خاندان کے افراد کس دین پر رہیں گے اور کس کو خدائے واحد مانیں گے اور ان کے کیا عقائد ہوں گے اور کیا وہ اسلام پر زندگی گذاریں گے اور اسلام پر وہ دنیا سے جائیں گے اور ان کی وفات ہوگی یا وہ کسی اور دین کو کسی اور عقیدہ کو اختیار کریں گے سچی بات ہے کہ جتنی فکر ہونی چاہئے تھی نہیں رہی۔ سارا خطرہ اس کا ہے اور یہی مضر ہے۔ یہی وہ دہانہ ہے کہ جس سے سارے فتنے آسکتے ہیں، ساری اعتقادی گمراہیاں آسکتی ہیں، ساری بداعمالیاں آسکتی ہیں اور ارتداد آسکتا ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور یہ لفظ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئے لیکن اسی راستے سے ارتداد آیا ہے اور اسی راستے سے ارتداد آسکتا ہے کہ وہ اہمیت وہ مقام اس کو نہیں دیا گیا، آئندہ نسل کے مستقبل اور آئندہ نسل کی سیرت واخلاق اور آئندہ نسل کے عقیدے اور اس کے دین کو وہ اہمیت نہیں دی گئی جو اہمیت تعلیم کو دی گئی ہے جو اہمیت امتحانات پاس کرنے کو دی گئی ہے، جو اہمیت صحت کو دی گئی ہے۔

آپ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ و خضر کے واقعہ پر غور کیجئے، یہ سوچنے کی بات ہے کہ حضرت خضر ایک بچے کو ختم کردیتے ہیں وہ ایک معصوم بچہ ہے جس کی جان لے لیتے ہیں قرآن میں کیوں بیان کیا جارہا ہے حضرت موسیٰ اس واقعہ کو دیکھتے ہیں اور یہ واقعہ ہے قرآن مجید میں یہ واقعات جو بیان کئے گئے ہیں جو اسوہ بن سکتے ہیں جس پر عمل ہوسکتا ہے لیکن کوئی فقہی مسلک (یعنی ہمارے چاروں فقہی مسلک) بھی اور حدیث وسنت بھی اور کوئی عالم کوئی مفتی اس کا جواب نہیں دے سکتا اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ آج بھی یہ ہوسکتا ہے حرام ہے کسی بچے کی جان لینا لیکن حضرت خضر جان لیتے ہیں

www.abulhasanalinadwi.org

اور موسیٰ کے سامنے جان لیتے ہیں اور قرآن مجید اس کا ذکر کرتا ہے حالانکہ اب اس پر عمل نہیں ہوسکتا ہے کیوں؟ تا کہ معلوم ہو کہ ایمان اتنی بڑی دولت ہے کہ اس کے لئے اللہ کے ایک ولی بندے نے خدا کے ایک نبی بندے کے سامنے جو صاحب شریعت ہیں اس کے سامنے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ جب انہوں نے پوچھا کہ ارے یہ تم نے کیا کیا تو کہا کہ یہ فتنہ بننے والا تھا اگر یہ زندہ رہتا تو اپنے خاندان کے لئے فتنہ بنتا اس کو کفر پر ڈال دیتا یہ سوچنے کی بات ہے یہ واقعہ کیوں اللہ تعالیٰ نے سنایا؟ اور قرآن مجید میں جو قیامت تک پڑھی جانے والی کتاب ہے اس میں کیوں بیان کیا تا کہ مسلمان یہ سمجھے کہ ایمان کی یہ قیمت ہے۔

اصل مرض جو اس وقت مسلمانوں کا ہے کہ اُن کو اپنی آئندہ نسل کے ایمان کی جو اہمیت ہونی چاہئے وہ نہیں ہے۔ دل پر پتھر رکھ کر اور دل کو تھام کر اور معذرت کے ساتھ کہ اس کو اس کی زندگی پر بھی ترجیح دے۔ واقعی ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ میں صاف کہتا ہوں کہ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ والدین اپنے لڑکے کی زندگی پر ترجیح دیں اس کے باایمان ہونے کو اور جو حضرت خضر کا میں نے واقعہ سنایا وہ یہی بتاتا ہے حضرت یعقوبؑ کا قصہ کیوں اللہ نے سنایا اور اس اہتمام کے ساتھ (أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ) کیا تم اس وقت موجود تھے یعنی اللہ تعالیٰ منظر سامنے لا رہا ہے کہ جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا تو بچوں کو جمع کیا اور کہا کہ میرے بچو یہ بتا دو کہ میرے بعد تم عبادت کس کی کرو گے تو میں کہتا ہوں کہ یقیناً کہا ہوگا کہ ابا جان دادا جان یہ بھی پوچھنے کی بات ہے ارے ہم سے آپ پوچھ رہے ہیں یہ تو کہیں کافر قبیلے سے پوچھا جائے اور ہم کون ہیں، ہم آپ کے پروردہ

آپ ہی کے جگر کے ٹکڑے آپ ہی کے جسموں کے ٹکڑے ہیں اور ہمارے متعلق تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی غیرت توحید نے اتنا فصل بھی گوارہ نہ کیا اور سوال و جواب کے درمیان فوراً نقل کر دیا کہ نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ آبَائِكَ اے بابا جان دادا جان ہم آپ کے باپ کے آپ کے چچا کے آپ کے دادا کے معبود کی عبادت کریں گے اور کس کی کریں گے۔ اور انہوں نے کہا کہ میں یہی سننا چاہتا تھا میری پیٹھ قبر سے نہ لگتی جب تک یہ اطمینان لے کر نہ جاتا بس آج مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی اولاد کے با ایمان ہونے اور توحید کے قائل ہونے' توحید خالص کا قائل ہونے صاف کہتا ہوں کہ خدا کے سوا نہ فرشتے اور نہ اولیاء اللہ نہ خدا کے پیغمبر نہ قطب ابدال کسی کا اس ملک میں اللہ کی سلطنت میں کوئی کسی کا تصرف نہیں ہے (اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ) یاد رکھو کہ اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور اسی کا کام ہے چلانا' اس دنیا کو نہ کوئی اولاد دے سکتا ہے نہ قسمت بنا بگاڑ سکتا ہے' تمام اولیاء اللہ سر آنکھوں پر ان کے حالات اور ان کے لئے دل میں جو مقام ہے وہ لوگ جانتے ہیں جنہوں نے کم سے کم میری کتابیں ہی پڑھی ہیں بزرگان دین کے حالات لکھنے کی سعادت ہوئی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ بھی ہیں' خواجہ نظام الدینؒ اولیاء بھی ہیں اور محبوب الٰہی اور پھر حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی ہیں شاہ ولی اللہ بھی ہیں اور آپ کے اس اطراف کے اودھ کے اولیاء اللہ میں سے مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی بھی ہیں اللہ نے توفیق دی ہم نے ان کے حالات و مناقب لکھے لیکن یہ عقیدہ اپنی جگہ پر ہے کہ اس دنیا کا چلانے والا واحد خدا ہے۔ (اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ) وہی نفع و ضرر کا مالک ہے وہی زندگی اور

www.abulhasanalinadwi.org

موت کا مالک ہے وہی اولاد دینے والا اور روزی دینے والا ہے اور قسمت بگاڑنے اور بنانے والا ہے سارا مسئلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے دل میں ایمان کی اور عقیدۂ توحید کی وہ اہمیت پیدا ہو جائے وہ سب گوارہ کرے اور یہ گوارہ نہ کر سکے کہ میرا بیٹا میرا بھتیجہ میرا پوتا یا جس پر میرا اختیار ہے وہ غیر اللہ کو اس مملکت میں اس دنیا کے کارخانۂ عالم میں شریک سمجھتا ہے۔ یہ بات نہ ہو اور جو کچھ خطرہ پیدا ہو گیا ہے اس وقت نصابی کتابوں سے اور میتھالوجی تک اس میں داخل ہو گئی ہے۔ ہندو دیومالا اس میں داخل ہو گئی۔ یہی خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ آپ کا بچہ نام بھی اس کا اسلامی ہو اور لباس بھی اس کا مسلمانوں کا سا ہو اور اردو زبان بھی جانتا ہو اور ادب بھی کرتا ہو اور مہذب بھی ہو اور ذہین بھی ہو لیکن توحید کے بارے میں اس کا ذہن صاف نہ ہو اور اس کے اندر کوئی نہ کوئی ہندو دیومالا کی بات بیٹھی ہوئی ہو کرشن جی بھی ایسا کر سکتے ہیں گنیش جی بھی ایسا کر سکتے ہیں اس لئے کہ وہ قصے پڑھے گا اور میں نے درسی کتابوں میں دیکھا کہ سب جمع ہوئے اور کہا کون سب سے بڑا دیوتا ہے انہوں نے کہا جو اس دنیا کا اتنی دیر میں چکر لگا لے میں نے پڑھا ہے اس دنیا کا اتنی دیر میں چکر لگا لے۔ گنیش جی اٹھے اور دنیا کا چکر لگا کر آ گئے انہوں نے کہا کہ یہ بڑے ہیں ساری ہندو میتھالوجی اور اس کے علاوہ جو گریک میتھالوجی تھی، رومن میتھالوجی تھی وہ سب مشرکانہ خیالات سے بھری ہوئی تھی تو بچوں کا یہ نصاب پڑھنا اور گھروں میں اس غیرت کا نہ ہونا اس غیرت توحید کا نہ ہونا اور اس ایمان کی قیمت کے احساس کا نہ ہونا اور آخرت میں جو کچھ پیش آئے گا اس کا علم نہ ہونا یا اس پر یقین کا نہ جمنا یہ سارا خطرہ ہے جس کے لئے یہ سب کیا گیا ہے اور آپ کو زحمت دی گئی ہے کہ سب کچھ کیجئے لیکن

www.abulhasanalinadwi.org

بالکل صاف کہتا ہوں کہ بچوں کے عید کے کپڑے بنانے سے ہزار بار زیادہ اور بچہ بیمار ہو جائے تو اس کا بہتر سے بہتر علاج کرنے سے سینکڑوں بار زیادہ اور اپنے بچوں کو نوکری کے قابل بنانے سے لاکھ بار زیادہ یہ ضرورت ہے کہ اس کو سچا پکا مسلمان بنایا جائے۔ سب گوارہ کر لے یہاں تک کہ اس کے لئے تیار ہو جائے صاف کہتا ہوں کہ اگر میری گردن اڑا دی جائے مجھے گولی سے مار دیا جائے کہ میں شرک نہیں کروں گا' میں بت پرستی نہیں کروں گا میں اس میتھالوجی کو نہیں مانوں گا یہ جب تک نہ ہوگا ہندوستان میں رہنا اسی ہندوستان میں نہیں کسی ملک میں بھی رہنا خطرناک ہے یہاں تک کہ خالص اسلامی ملکوں میں بھی رہنا خطرناک ہے میں نے اپنے ارادے اور شاید استحقاق سے زیادہ وقت لے لیا لیکن یہ میں نے چاہا کہ کم از کم یہ بات یہاں سے لے کر جائیں کہ سب سے زیادہ فکر کی چیز اور توجہ کی چیز آئندہ اپنی اولاد کا ایمان ہے' ایمان اور عقیدۂ توحید عقیدۂ رسالت حضورؐ سے صرف ایمان ہی نہیں بلکہ آپ سے عشق و محبت اور آپ کا جو خدا کے بعد آخری درجے کا احترام ہوسکتا ہے وہ احترام اور آپ کو اس دنیا کا نجات دہندہ اور دنیا کے لئے رحمۃ للعالمین سمجھنا اور آپ کی شفاعت کا شوق اور اس کا ارمان اور آپ کے ہاتھ سے جام کوثر پینے کی آرزو اور آپ کے سامنے سرخرو ہونے کی تمنا یہ کسی نہ کسی درجے میں پیدا ہو۔ یہ چیز اگر پیدا ہوگئی تو سب مسائل حل ہیں۔ اور ادھر حالیہ دنوں میں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ ناانصافیاں ہوئی ہیں اور جو واقعات پیش آئے ہیں وہ چیز مجھ سے مخفی نہیں اور ان کی جتنا ہوسکا اس دائرے میں توجہ بھی کی گئی لیکن یہ مسئلہ اولین مسئلہ ہے اسی کے لئے آپ کو یہاں بلایا گیا ہے اور یہی آپ پیغام لے کر جائیں گے

کہ پہلے بچوں کا ایمان اور ان کے ایمان کی درستگی ان کے عقیدے کی درستگی ان کا اسلام پر صرف قائم ہونا نہیں فخر کرنا اور اس پر جینے اور مرنے کی آرزو و دعاء کرنا انہی کی نہیں بلکہ والدین کا بھی دعاء کرنا کہ اے اللہ ہمارے اس بچے کو ایمان پر سلامت رکھ اور ایمان پر دنیا سے اٹھا یہ ضروری ہے یہی پیغام ہے اور یہی دینی تعلیمی کونسل اور انجمن تعلیمات دین کے قیام کا مقصد ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

☆☆☆

# غلط وناقص نصاب تعلیم

''اس غلط وناقص نصاب تعلیم کی اصلاح کا مطالبہ اور اس کے لئے ہر طرح کی جدوجہد ہمارا آئینی حق اور وطنی وقومی فرض ہے، اگر ہم اس کو جرأت اور استقامت کے ساتھ انجام دیں گے تو ہم اس ملک کے ساتھ حقیقی وفاداری اور صحیح حب الوطنی کا ثبوت بھی دیں گے، اس نصاب اور اس کے غلط اندیش وکوتاہ نظر مرتبین نے ہندوستان کی سب سے بڑی اقلیت کو جو صلاحیتوں سے معمور ہے، ایک ذہنی انتشار واضطراب میں مبتلا کردیا ہے جو اس ملک کی قومی یکجہتی اور جذباتی ہم آہنگی کے لئے سخت مضر اور ہندوستان کی مجموعی ترقی وخوش حالی میں حارج ہے اس لئے اس کی اصلاح اور اس نقص کا ازالہ وہ سب سے بڑی خدمت ہے جو کوئی ہندوستانی انجام دے سکتا ہے''۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## کل ہند دینی تعلیمی کنونشن لکھنؤ

منعقدہ

یکم و ۲؍نومبر ۱۹۹۳ء

www.abulhasanalinadwi.org

# زمانہ کا چیلنج، دیوار کا نوشتہ

''اس زمانہ کا چیلنج یہ ہے کہ اسلام کو اس کی جداگانہ تہذیب، اس کی مخصوص معاشرت، اس کے عائلی قانون، اس کے وسائل معرفت، اس ملک میں اس کے ماننے والوں کی نسلی زبان و ادب اور رسم الخط اور اس کے پورے دینی و تہذیبی ورثہ سے الگ کر دیا جائے اور اسلام چند عبادات اور چند رسوم و تقریبات (جو بعض مذاہب کا کل سرمایہ اور بعض قوموں کا واحد مذہبی نشان ہے) کا مجموعہ بن کر رہ جائے۔ اس خطرہ کو دیکھنے اور اس کو محسوس کرنے کے لئے کسی بڑی فراست اور دور بینی کی ضرورت نہیں، یہ تو دیوار کا نوشتہ ہے جس کو ہر ایک پڑھ سکتا ہے''۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

حضرات!

ہمارا آپ کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی اور تعلیم کے لئے اور اپنی ذات کی معرفت عطا کرنے اور اس کا صحیح تعارف کرانے کے لئے (جو عقل وقیاس سے ماوراء ہے اور جس کی کوئی مثال اور نظیر اس دنیا میں موجود نہیں ہے) انبیاء علیہم السلام کے گروہ کو منتخب فرمایا' اپنے کلام اور پیغام کے ذریعہ پہلے ان کو پھر ان کے ذریعہ اپنی مخلوق کو اپنی ذات وصفات کا صحیح اور مستند علم عطا فرمایا اور اپنے منشاء اور احکام اور زندگی

www.abulhasanalinadwi.org

گزارنے کے پسندیدہ طریقہ سے آشنا کیا' اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (سورۂ آل عمران:۱۷۹)

"اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم کو غیب پر مطلع کردے غیب کی باتیں بتانے کے لئے تو وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرلیتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات' اس کی بندگی کے صحیح قاعدے اور زندگی گزارنے کے پسندیدہ طریقہ کو معلوم کرنے کا ان پیغمبروں کی اطلاعات اور تعلیمات کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں' یہ عقل وذہانت' قیاس آرائی' طبع آزمائی' خواہشات اور قومی رسم ورواج کا میدان نہیں' اس کے لئے اس کے سوا کوئی طریقہ نہیں کہ اس دنیا کو پیدا کرنے والا خود اس کی خبر دے اور وہ اس کی خبر پیغمبروں ہی کے ذریعہ دیتا ہے' اس لئے اس علم وہدایت کا ذریعہ صرف انبیاء علیہم السلام ہی ہیں' قیامت تک کے انسانوں کی ہدایت' طریقۂ زندگی کی صحت' اعمال کی قبولیت اور کامیاب انفرادی واجتماعی زندگی گزارنے کی صلاحیت اسی گروہِ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے ساتھ وابستہ کردی گئی ہے' انھیں کے تعلیم کئے ہوئے عقائد' انھیں کے دیئے ہوئے حقائق' انھیں کا طریقۂ زندگی' انھیں کی تعلیم کی ہوئی معاشرت اور اخلاق واصول' افراد کی نجات ومقبولیت اور معاشروں (Societies) اور ملکوں ومعاشروں کی سلامتی اور امن وامان کے ضامن ہیں۔

اس زمانہ کا چیلنج یہ ہے کہ اسلام کو اس کی جداگانہ تہذیب' اس کی

www.abulhasanalinadwi.org

مخصوص معاشرت، اس کے عائلی قانون، اس کے وسائلِ معرفت، اس ملک میں اس کے ماننے والوں کی نسلی زبان وادب اور رسم الخط اور اس کے پورے دینی وتہذیبی ورثہ سے الگ کر دیا جائے اور اسلام چند عبادات اور چند رسوم وتقریبات کا (جو بعض مذاہب کا کل سرمایہ اور بعض قوموں کا واحد مذہبی نشان ہے) اسلام انھیں مذہبی ومعاشرتی رسوم کا مجموعہ بن کر رہ جائے، مسلمانوں سے کبھی اشارہ اور کنایہ سے اور کبھی صاف صاف کہا جاتا ہے کہ مسلمان اپنی رضا ورغبت سے اپنی جداگانہ تہذیب اور ہر اس چیز سے بے تعلقی اختیار کر لیں جو ان میں الگ ملت اور ایک مستقل تہذیب کا وارث ہونے کا احساس پیدا کرتی ہے، وہ خود ہی اعلان کر دیں کہ ہم کسی جداگانہ تہذیب کے حامل نہیں، وہ خود اپنے عائلی قانون (Personal Law) میں اصلاح وترمیم کا مطالبہ کریں، یا پیش کیا جائے تو اس کو قبول کر لیں، وہ اپنے تمام تعلیمی مرکزوں کو جو انھوں نے اپنی پسند اور ضرورت کے مطابق قائم کئے تھے، حکومت کی تحویل وانتظام میں دے دیں، اور ان کے نظم ونسق سے خود دست بردار ہو جائیں تاکہ ان سے ایک ہی طرح کے نمونے (Models) تیار کیے جائیں، اصل خطرہ نسل کشی کا نہیں معنوی ارتداد اور ذہنی وتہذیبی نسل کشی کا ہے، اس خطرہ کو دیکھنے اور اس کو محسوس کرنے کے لئے کسی بڑی فراست اور دور بینی کی ضرورت نہیں، یہ تو دیوار کا نوشتہ ہے جس کو ہر ایک پڑھ سکتا ہے اور اب تو بعض برسرِ اقتدار پارٹیوں اور علاقائی حکومتوں نے نصابِ تعلیم کی تبدیلی، ہندی زبان کو لازمی قرار دینے اور اس کی جبریہ تعلیم اور ایک نئی تاریخ ترتیب دینے کے اعلان کے ذریعہ اس کا ایک فیصلہ اور پالیسی کے طور پر اعلان بھی کر دیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

یہ "سلطانی جمہور" کا زمانہ ہے ہمارے اوپر پارلیمنٹ اور ریاستوں میں اسمبلیوں کی حکومت ہے اور ان کو آئین سازی کا پورا اختیار ہے، پھر حکومت کا دائرہ پہلے کی طرح دفاع، امن قائم کرنے اور ٹیکس وصول کرنے تک محدود نہیں، وہ زندگی کے تمام شعبوں اور تعلیم و تربیت کے تمام ذرائع پر حاوی ہے، آپ کو معلوم ہے کہ پرانی حکومتیں پرائیویٹ معاملات میں دخل نہیں دیتی تھیں، ذاتی ملکیتوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا، آزاد درس گاہوں سے ان کو کوئی سروکار نہیں تھا، پرسنل لا سے ان کا کوئی علاقہ نہیں تھا، تعلیم میں کسی خاص عقیدہ، کسی خاص فکر و مقصد پر ان کو اصرار نہ تھا، لیکن اب یہ صورت حال نہیں۔

ایک ایسے ملک کی جمہوری حکومت کے لئے جس کے باشندے اور اس کی آبادی کے مختلف عناصر نسلوں اور صدیوں سے مختلف مذاہب کے ماننے والے اور مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں (cultures) اور طرز معاشرت کے نہ صرف عادی بلکہ ان پر عقیدہ رکھتے ہوں اور وہ ان کو جان و دل سے عزیز رکھتے ہوں، نیز وہ حکومت دانشمندانہ اور تجربہ کارانہ نقطۂ نظر سے نامذہبیت (Secularism) اور عدم تشدد (Non-Violence) کے اصول کو تسلیم کر چکی ہو اور اسی کو ملک کے لئے اتحاد و باہمی اعتماد، امن و سکون اور ترقی و خوشحالی کے امکانات کے لئے ضروری سمجھتی ہو اور انہیں تینوں اصولوں (جمہوریت، نامذہبیت اور عدم تشدد) کو ملک کی آزادی کے لئے جد و جہد کرنے والوں اور اس میں کامیاب ہونے والے دانشمند رہنماؤں نے اپنے وسیع مطالعہ، عمیق فکر و نظر اور حقیقت پسندی اور حب الوطنی کی بنیاد پر اس ملک کے لئے ضروری سمجھا ہو، اور اس کو بنیادی اصول کا درجہ دیا ہو، جس کی

www.abulhasanalinadwi.org

صداقت اقوام وملل کی وسیع تاریخ اور عملی تجربہ سے ثابت ہوچکی ہو اور اس کا کوئی متبادل طریقہ کار نہ ہو یہ ضروری ہے کہ ملک کے آئین، عدالتوں کے فیصلے اور نظم ونسق (Adminstration) کی مساوات اور غیر جانب دارانہ طرزِ عمل کے ساتھ اس ملک کی تعلیم گاہوں، پرائمری اور سکنڈری (Primary & Secondary) ایجوکیشن سے لے کر کالجوں اور یونیورسٹیوں تک مروجہ نصابِ تعلیم کسی ایک فرقہ کے (خواہ وہ کھلی اکثریت میں ہو) عقائد، روایات، تہذیب وتمدن اور رسم ورواج کا ترجمان ووکیل اور انہیں کا آئینہ دار نہ ہو، اور نہ وہ ملک کی تاریخ کو اس طرح پیش کرے کہ کسی فرقہ اور مذہب کے ماننے والوں سے پڑھنے والوں میں نفرت اور کم سے کم ان کی حقارت دل ودماغ میں پیوست ہو اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اکثریت کے مابعد الطبیعاتی (Metaphysical) روایات بلکہ عقائد دیومالا (Mythology) کی تلقین اور تبلیغ ہوتی ہو، اس طرزِ تعلیم سے ملک کی آبادی کے مختلف عناصر میں جن کو اپنا مذہب عزیز ہے یا تو شدید منافرت پیدا ہوگی، یا بعض فرقوں میں احساسِ کمتری (Inferiority Complex) پیدا ہوگا، جو ملک کی ترقی وخوشحالی اور جوش وخروش سے کام کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے میں مزاحم ہوگا اور اس کا بھی اندیشہ (اور اندیشہ ہی نہیں اس کا تجربہ بھی ہو چکا) ہے کہ اقلیتی فرقہ اور ملک کے ایک بڑے باصلاحیت اور مفید طبقہ میں اس کا شدید ردِ عمل (Reaction) پیدا ہو اور بات یہاں تک پہنچے کہ جن کو اپنا مذہب، اپنی تہذیب بلکہ اپنی تاریخ بھی عزیز ہے وہ اس نظامِ تعلیم، اس کے مرکزوں کے مقاطعہ پر مجبور ہوں اور اپنی نئی نسل کی تعلیم کا متبادل انتظام کریں اور اس میں ان کی توانائیاں اور وسائلِ معیشت اور اس سے بڑھ کر

www.abulhasanalinadwi.org

ان کی توجہ اور قوت عمل کا بڑا حصہ اس پر صرف ہو۔

اس کے ساتھ اس کا بھی خطرہ ہے کہ جمہوری ملک ہونے کی وجہ سے آبادی کا کوئی ایسا عنصر اقتدار میں آجائے جس کے مذہبی عقائد اور تہذیب ومعاشرت سابق صاحب اقتدار جماعت سے اختلاف رکھتے ہوں تو وہ اس پورے نصاب کو تبدیل کرنے کا ارادہ کرلے اور اس میں ملک وقوم کی توجہ اور توانائی کا بہت بڑا حصہ (جو دوسرے میدانوں میں صرف ہونا چاہیے تھا) اس پر صرف ہو اور اس طرح ملک کا نصابِ تعلیم عہد بہ عہد تبدیلیوں اور تجربوں کا نشانہ اور اختلاف کا ایک بڑا میدان بن جائے، بلکہ اس کا اندیشہ ہے کہ وہ ''بازیچۂ اطفال'' اور تنگ نظری اور جارحانہ ذہنیت کا آلہ کار نہ ہو جائے۔

افسوس ہے کہ ملک کے آزاد ہونے کے بعد ہی اس ملک کے اقلیتی فرقوں، بالخصوص مسلمانوں کو (جو اس ملک ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے مذہبی، ثقافتی، تہذیبی، تاریخی اور سیاسی نقشہ میں کم سے کم دوسری سب سے بڑی حیثیت کے مالک ہیں) اس افسوس ناک صورتِ حال کا ۱۹۴۷ء کے بعد ہی تجربہ ہوا، اس وقت اس خطرہ سے بچنے کے لئے ایک ممتاز دانشمند و دردمند قائد و مفکر قاضی محمد عدیل عباسی صاحب مرحوم کی دعوت وتحریک پر ۱۹۵۹ء میں دینی تعلیمی کونسل کا قیام عمل میں آیا اور اس کی پہلی صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس ۳۰/۳۱/ دسمبر ۱۹۵۹ء کو بستی میں منعقد ہوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس تنظیم کے ایک بڑے مخلص اور لائق کارکن ظفر احمد صدیقی صاحب وکیل مرحوم نے اس وقت کے مروجہ نصاب کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا اور اس کے ان حصوں کو پیش کیا جو مسلمانوں کے عقائد و مسلمات اور ان کے دین و مذہب سے نہ صرف کھلا

www.abulhasanalinadwi.org

تضاد رکھتے تھے اور جن کے قبول کر لینے کے بعد (ایسی حالت میں کہ کتاب ایک بڑی سند کا درجہ رکھتی ہے اور جب کسی چیز کو حق بجانب ثابت کرنا ہوتا ہے تو اتنا کہہ دینا کافی ہوتا ہے کہ "یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے") طالب علم مسلمان نہیں رہ سکتا تھا یا کم سے کم وہ سخت ذہنی کشمکش اور اپنے فرقہ اور خاندان سے کٹ جانے پر مجبور ہوتا تھا' یہ وہ اقتباسات تھے جن کو پڑھ کر ہر انصاف پسند آدمی یہی فیصلہ کرے گا' جو ریاضی کے نتائج کی طرح ظن وقیاس اور اختلاف رائے سے دور اور بے گانہ ہے اور جس کو سن کر اس بارے میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ ان چیزوں کے مان لینے کے بعد طالب علم کا مسلمان رہنا بھی مشکوک ہو جاتا ہے اور اگر وہ نہیں مانتا اور اختلاف کرتا ہے تو اس نصاب تعلیم پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اور وہ اپنے مقاصد میں ناکام ثابت ہوتا ہے جو کسی تعلیمی نصاب اور منصوبہ کے لئے کوئی خوش آئند اور قابلِ مبارک باد نہیں بلکہ اس کی ناکامی کی دلیل ہے۔

پورے نصاب تعلیم کی تبدیلی اور ایک نئی تاریخ کی وضع وتدوین تو بڑے وسیع اور انقلاب انگیز منصوبے ہیں' رسم الخط (Script) کی تبدیلی ہی قدیم تہذیبی' علمی اور مذہبی سرمایہ سے رشتہ ختم کر دینے اور ان سے بیگانہ بنا دینے کے لئے کافی ہے' آرنلڈ ٹوآئن بی (Arnold Toyin Bee) جو اس زمانہ کا بڑا فلسفی' مؤرخ (Philosopher Historian) ہے' نے لکھا ہے کہ "اب کسی کتب خانہ کو آگ لگانے کی ضرورت نہیں رسم الخط

---

ـــ (افسوس ہے کہ یہ صورتِ حال برابر قائم ہے اور اب اس وقت کے مروجہ نصاب تعلیم پر دوبارہ نظر ڈالنے کا کام ہماری نسل کے لائق کارکن حبیب اللہ اعظمی صاحب نے انجام دیا' جو اس اجلاس میں محترم حاضرین مجلس اور سامعین کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے)

www.abulhasanalinadwi.org

(Script) بدل دینا کافی ہے' اس سے اس قوم کا رشتہ اپنے ماضی سے بالکل ٹوٹ جائے گا اور اس کی پوری تہذیب اس کے لئے بے معنی ہو کر رہ جائے گی'' پھر جس طرف چاہو اس کو لے جاؤ' جو چیز کسی ملت کو اس کے ماضی سے' اس کے مذہب سے' اس کی تہذیب سے' اس کے کلچر سے ملاتی ہے وہ رسم الخط ہے' رسم الخط بدلا نسل بدل گئی' آج ہندوستان میں یہی ہو رہا ہے' فرقہ وارانہ فسادات محض ملک کو بدنام کرتے ہیں' فائدہ ان کا کچھ نہیں ہے' تعلیم کا نظام بدلنا کافی ہے' آج سے ۶۰-۷۰ برس پہلے اکبر مرحوم نے کہا تھا ؂

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

اور اس سے زیادہ لطیف انداز میں انہوں نے اس حقیقت کو اپنے مشہور شعر میں بیان کیا ہے ؂

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

ان کے ذہن میں کالج کا وہ تصور رہا ہوگا جس میں صرف قبطی زبان پڑھائی جاتی ہو اور ایسی تاریخ جس میں فراعنہ کی الوہیت' ان کے غیر محدود و غیر مشروط اختیارات کا اور مصر کی دوسری نسلوں اور قوموں (بنی اسرائیل اور بیرونِ مصر سے آئی ہوئی قوموں) کی تحقیر آمیز تصویر اور نفرت انگیز تاریخ پیش کی گئی ہو۔

حضرات! آج ہندوستان کے مسلمانوں کے حال و مستقبل کا اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی آئندہ نسل کو کیسے بچایا جائے' کیسے مسلمان رکھا جائے؟ اس ملک کے باشندے کی حیثیت سے ہمیں یہاں آزادی و

عزت کے ساتھ رہنے کا پورا حق حاصل ہے یہ اس ملک کی جمہوریت اور دستور وآئین کا بھی فیصلہ ہے' لیکن یہ مطلب اس کا ہرگز نہیں ہے کہ اپنی خصوصیات' اپنے عقائد وشعائر' اپنی زبان' تہذیب' اور اپنی ان چیزوں کو چھوڑ کر جو ہم کو جان سے زیادہ عزیز ہیں اس ملک میں رہیں کہ اس طرح رہنے سے یہ وطن وطن نہیں رہ جاتا بلکہ ایک جیل خانہ اور قفس بن جاتا ہے' جس میں گویا پوری قوم کو زندگی کی عزتوں اور لذتوں سے محروم رکھ کر سزا دی جاتی ہے' ہمارا خمیر ضرور اس ملک کی خاک سے تیار ہوا ہے اور یہ خاک ہم کو بہت عزیز ہے' لیکن ہمارا ضمیر' اسلامی تعلیمات' اسوۂ رسول ؐ کتاب وسنت اور اسلام کی اس معیاری' قابلِ فخر اور بے نظیر تاریخ کا ساختہ پرداختہ ہے جو پوری انسانیت کا قابلِ فخر سرمایہ اور لائق تقلید نمونہ ہے' ہماری تہذیب ابراہیمی محمدی ہے' جس کی بنیاد توحیدِ خالص' خوفِ خدا' عقیدۂ آخرت' انسانیت کے احترام اور خاندان ونام ونسب' نسل ووطن کے اختلافات سے آزاد ہو کر نسلِ انسانی کی مساوات پر ہے' مسلمان جس ملک میں بھی رہے گا' اس کی وطنیت خواہ کچھ ہو' اس کی تہذیب ابراہیمی محمدی ہوگی' ہم یہاں زندہ اور باعزت انسانوں کی طرح رہنا چاہتے ہیں' ہم اس ملک میں آزاد ہیں' اس کی تعمیر وترقی میں شریک اور اس کی دستور سازی میں دخیل ہیں' اس لئے اس کا کوئی سوال نہیں کہ ہم دوسرے درجہ کے شہریوں کی طرح زندگی بسر کریں' اپنے ملک میں آزادی کے ساتھ زندگی گزارنا ہر شخص کا فطری' انسانی' اخلاقی اور قانونی حق ہے اور اس حق کو جب بھی چھیننے کی کوشش کی گئی اس کے ہمیشہ سنگین نتائج نکلے۔

جہاں تک مسلمان کا تعلق ہے اس کے لئے دینی تعلیم اور دین کی

www.abulhasanalinadwi.org

واقفیت کی وہی حیثیت ہے جو ایک انسان کے لئے ہوا پانی کی ہے' ایک مسلمان کو مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہنے کے لئے مسلمان کہلانے کے لئے اور پھر آخرت میں خدا اور اس کے رسول کو منہ دکھانے اور نجات حاصل کرنے کے لئے بنیادی دینی عقائد کے جاننے کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسے کہ ایک انسان کو زندہ رہنے کے لئے ہوا پانی کی' اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں' یہی وہ نسبت ہے جس کا حضرت یعقوب علیہ السلام دنیا سے کوچ کرتے وقت (حالتِ استحضار میں) اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے' اُنہوں نے اپنے سب فرزندوں' پوتوں' نواسوں کو جمع کر کے (اور وہ ماشاء اللہ کثیر الاولاد تھے) دریافت فرمایا کہ: "مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ" (میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟۔ (سورۂ بقرہ:۱۳۲)) یہ بات انہوں نے کس سے کہی تھی؟ ان سے کہی تھی جو نبی زادے تھے' نبی کے پوتے تھے' نبی کے پَر پوتے تھے' گویا انہوں نے زبانِ حال سے کہا کہ میری پیٹھ قبر کی زمین سے نہ لگے گی جب تک دنیا سے یہ اطمینان لے کر نہ جاؤں کہ تم خدائے واحد ہی کی پرستش کرتے رہو گے۔!!

آج اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ اس نسل کو کیسے بچایا جائے' سرکاری تعلیم کی اصلاح کی کوشش کے ساتھ دینی تعلیم کا کوئی متوازی نظام بھی چلانا چاہئے' اسی بنیاد پر دینی تعلیمی کونسل قائم ہوئی اور اس کی دعوت وجدوجہد سے ہزاروں مکاتب و مدارس قائم ہوئے' ملک کی موجودہ سیاسی تبدیلیوں' اور انتخابی نتائج اور مذہبی عصبیت پیدا کرنے کے بعض مواقع کے بہم ہو جانے یا پیدا کر لینے کی وجہ سے اس دینی' ذہنی اور تہذیبی نسل کشی کا خطرہ کئی گنا بڑھ گیا ہے' اس وقت کا اہم ترین کام نظامِ تعلیم کی اصلاح کے مطالبہ اور اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

لئے جد و جہد کے ساتھ آزاد دینی مکاتب و مدارس کے قیام اور مساجد اور گھروں میں ضروری دینی تعلیم اور مبادیٔ دین کی تلقین، اردو پڑھنے لکھنے کی صلاحیت پیدا کرنے کے مراکز اور مواقع پیدا کرنے کی جد و جہد ہے اور اس کام کو مقبول ترین عبادت، رضائے الٰہی کا ذریعہ اور اس ملک میں حفاظتِ دین کا واحد طریقہ سمجھنے کی ضرورت ہے۔

آزاد مکاتب و مدارس، صباحی وشبینہ حلقہائے تعلیم اور گھر کی دینی تعلیمی تربیت، اسلامی اصول اور اخلاق کی پابندی، راست گوئی و راست روی اور سیرت و تعلیمات نبوی سے واقفیت کے عمومی و مؤثر انتظامات سے صرف ملت ہی کو فائدہ نہیں پہنچے گا بلکہ یہ پورے ملک اور جمہوریہ ہند کے مفاد میں بھی ہے، جو تیزی سے اخلاقی زوال، خود پرستی، دولت پرستی اور عمومی بدنظمی اور کرپشن کی طرف جارہا ہے، اس اسلامی تعلیم و تربیت کے اثر سے خاصی تعداد میں وہ طبقہ پیدا ہوگا جو اس حد تک دولت کا پجاری نہیں ہوگا جس حد تک یہ وبا ملک میں پھیل گئی ہے، اس کو کسی نہ کسی درجہ میں خدا کا خوف اور خدا کے سامنے جواب دہ ہونے کا عقیدہ اس انتہا تک پہنچنے سے باز رکھے گا جس انتہا تک خالص مادی تعلیم نے پہنچادیا ہے، نبی رحمت ﷺ کی امت کو اپنے ملک، ماحول اور سماج کے لئے امت رحمت اور اس کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچانے کے لئے ایک فرض شناس، رحم دل اور ماہر ملاح (کشتی بان) کا کردار (Part) ادا کرنا ہے، جس کی موجودگی میں اس ملک کو تباہ ہونا اور اس کشتی کو ڈوبنا نہیں چاہئے، اس لئے یہ کام تنہا مسلم فرقہ کے مفاد میں نہیں، ملک کے مفاد میں ہے اور اس کو انجام پانا چاہئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات! آپ اس تعلیمی مسئلہ کو اپنے ایمان و یقین، اپنے عزم و فیصلہ، جوشِ عمل و ولولہ کار سے حل کرنے کی کوشش کریں، اگر آپ نے یہ شرطیں پوری کر دیں تو یہ مشکل آسان اور یہ عقدہ حل شدہ ہے، اقبال نے سچ کہا ہے ؎

نشاں یہی ہے زمانہ میں زندہ قوموں کا
کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں

کمالِ صدق و مروت ہے زندگی ان کی
معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں

خودی سے مردِ خود آگاہ کا جمال و جلال
کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں

حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
ورائے عقل ہیں اہلِ جنوں کی تدبیریں

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## علاقائی دینی تعلیمی کانفرنس بستی

منعقدہ

۱۲/دسمبر ۱۹۹۳ء

www.abulhasanalinadwi.org

# دعائے نیم شبی، فغانِ صبح گاہی

"اللہ تعالیٰ اس ملت اسلامیہ ہندیہ کو اس ملک میں اپنے تمام تشخصات کے ساتھ اپنے تمام امتیازات کے ساتھ سب سے بڑھ کر دین و ایمان اور عقیدہ کے ساتھ، حمیت اسلامی کے ساتھ اور نہ صرف یہ کہ ایمان کے باقی رہنے کی ضمانت کے ساتھ اور اس کے اسباب و ذرائع کی موجودگی کے ساتھ بلکہ اس کو ترقی کرنے اور دنیا کے دوسرے اسلامی ملکوں تک اسلام کا پیغام پہونچانے اور یورپ و امریکہ تک اسلام کا پیغام پہونچانے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے مدد فرمائے اور مسلمانوں کو توفیق دے کہ ان کو جو وسائل دیئے ہیں جتنی سمجھ دی ہے جتنا وقت دیا ہے اس کو وہ اس کے تحفظ میں خرچ کریں"۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات!

مجھے صرف چند باتیں عرض کرنی ہیں ایک تو یہ کہ اگر میں آپ سے کوئی معاہدہ کرتا تو یہ کرتا کہ آپ اس احساس وشعور کو زندہ رکھیں کہ ایمان جان سے زیادہ عزیز ہے' ایمان جان سے زیادہ پیارا ہے اور ہم یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ بچہ کی جان سے' اس کی صحت سے' اس کا ایمان زیادہ عزیز ہے' ایمان زیادہ قیمتی ہے' اس کے لئے میں آپ کے سامنے قرآن کریم کی دو آیتوں سے استدلال کرتا ہوں میں جب بھی پڑھتا ہوں تو مجھے حیرت ہوتی ہے اور وہ حیرت ختم نہیں ہوتی لیکن مجھے اندیشہ بلکہ میرا احساس یہ ہے کہ بہت کم لوگوں نے اس سے صحیح نتیجہ نکالا ہے' اسلاف کرام اور مفسرین عظام کا ذہن بے شک ان چیزوں کی طرف گیا ہوگا جہاں ہمارا ذہن جا نہیں سکتا' لیکن آج کے پڑھنے والے بہت کم یہ نتیجہ نکالتے ہیں' قرآن مجید کی سورۂ کہف کے آخر میں یہ قصہ بیان کیا گیا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کی جان لے لی' اور وہ بھی ایک اولوالعزم اور ایک عظیم الشان پیغمبر

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی اور رفاقت میں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے جب پوچھا کہ آپ نے بچہ کے ساتھ یہ کیسا معاملہ کیا؟ اس کا کیا جرم تھا اور کیا وہ جرم ایسا تھا کہ اس کی جان لے لی جائے؟ حضرت خضرؑ نے کہا کہ اس کے ماں باپ دونوں صاحب ایمان اور نیک تھے اور یہ بچہ فتنہ بننے والا تھا اگر یہ زندہ رہ جاتا تو اپنے ماں باپ کے ایمان کے لئے خطرہ بنتا تو میں نے اس لئے ان کو اس خطرہ سے بچالیا اور اس کی جان لے لی کہ اللہ اور اولاد دے گا، آج کہیں پوری دنیائے اسلام میں بڑی سے بڑی آزاد حکومت اور شرعی حکومت بھی اس پر عمل نہیں کر سکتی، آپ سب جانتے ہیں کہ اس پر عمل کرنا بالکل حرام اور ناجائز ہے کہ محض اس خطرے سے کہ یہ بچہ کبھی فتنہ بن جائے گا (اور بہت سے بچے فتنہ بن رہے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں) اس کی جان لینے کی اجازت نہیں اور جان لینا تو جان لینا ہے کوئی اور بہت بڑی سزا معصومیت کی حالت میں نہیں دی جاسکتی اور یہاں سوال پیدا ہوگا کہ پھر قرآن کریم نے قیامت تک کے لئے اس قصہ کو سورۂ کہف میں داخل کر کے اسے زندہ جاوید کیوں بنادیا؟ کہ قیامت تک پڑھا جائے گا تو اس نے ایسا اس لئے کیا تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ ایمان کی یہ قیمت ہے اگرچہ آج اس پر عمل نہیں ہوسکتا اور تشریعی طور پر اس پر عمل کرنا حرام بھی ہے اور قتل ناحق ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اسے قرآن مجید کی سورۂ کہف میں بیان فرمارہا ہے اسے ایک پیغمبر اور اس کے رفیق کا (جن کا کم سے کم درجہ اولیاء اللہ کا ہوگا) فعل بتایا جارہا ہے آخر اس کی حکمت کیا ہے؟ حکمت یہی ہے کہ ہم آپ سوچیں کہ ایمان وہ قیمتی چیز ہے کہ اس کے لئے حضرت خضر علیہ السلام نے (جو بڑے فقیر، بڑے عارف باللہ اور بڑے

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب بصیرت اور مقبول عند اللہ تھے ) انہوں نے یہ کام کیا کہ اس بچے کی جان لے لی' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ سنایا اور قرآن مجید میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا تا کہ پڑھنے والے یہ سمجھیں کہ ایمان اتنی بڑی چیز ہے کہ اس کے لئے جو چیز خطرہ بننے والی ہے اس خطرہ کو بھی دور کرنا چاہئے' چاہے وہ کیسی ہی پیاری اور عزیز کیوں نہ ہو مگر ہم لوگ اس طرح نہیں سوچتے۔

قرآن کریم کا یہ اعجاز اور الہامی نکتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس قصہ میں بیان فرمایا ہے' کہ حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام ایک بستی میں گئے اور وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک دیوار مسمار ہونے والی ہے' اس موقع پر وہ زبان حال سے گویا کہہ رہے تھے کہ ہم پردیسی ہیں اور ہماری ضیافت ہونی چاہئے اور زبان قال سے بھی جیسا کہ قرآن مجید سے اشارہ معلوم ہوتا ہے لیکن پوری بستی میں کسی نے خبر نہیں لی اور کھانا پیش نہیں کیا اور وہ بھوکے رہے مگر دیوار جو گر رہی تھی حضرت خضر علیہ السلام اس کے سنبھالنے میں لگ گئے اور آپ جانتے ہیں کہ گرتی ہوئی دیوار کو سنبھالنا کتنا مشکل ہوتا ہے حیرت کی بات ہے کہ کہاں سے وہ مسالہ لائے اور انہوں نے کتنی محنت کی ہوگی' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا عجب تضاد ہے' جنہوں نے کھانے تک کی خبر نہیں لی ہم سے کھانے کو نہیں پوچھا ان کا کہاں سے یہ حق تھا اور کیسا احسان تھا کہ آپ نے اس دیوار کو جس کی مرمت میں وہ مزدور لگاتے' پیسے خرچ کرتے اور خود توجہ کرتے۔ آپ نے اس دیوار کو سنبھال لیا تو انہوں نے کہا وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحاً فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (سورہ کہف)

www.abulhasanalinadwi.org

یہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی جن کا باپ نیک تھا یہ دیوار اگر گر جاتی تو جو خزانہ اندر دبا ہوا تھا وہ کھل جاتا' سامنے آجاتا اور لوگ لوٹ لے جاتے' اور ان کو غربت کا سامنا کرنا پڑتا اور ان کے پاس کچھ نہ رہتا' ایک طرف جان لی ایمان کے خطرے سے اور ایک طرف دیوار سنبھالی ایمان کی فضیلت کی وجہ سے' یعنی وہ خود بھی نہیں بلکہ ان کے باپ نیک تھے معلوم نہیں ان کے انتقال کو کتنا زمانہ ہو گیا تھا۔

لیکن حضرت خضر علیہ السلام نے اس ایمان کی اتنی قیمت جانی کہ اس دیوار کو سنبھالا اور اس کو کھڑا اور ٹھیک کر دیا اور وہ خزانہ دبا رہا' یہ دونوں واقعات اللہ تعالیٰ نے ایک ہی سورۃ میں اوپر نیچے بیان کیے تاکہ آپ کو ایمان و کفر کا فرق معلوم ہو' ایک طرف ایمان کی یہ قیمت کہ جو بچہ خطرہ بننے والا تھا اس کو ختم کر دیا اور ایک طرف ایمان کی یہ قیمت کہ جن کا باپ نیک تھا ابھی ان کا وقت نہیں آیا تھا ابھی وہ سنِ بلوغ کو نہیں پہنچے تھے اور وہ دو یتیم بچے تھے ان کا باپ چونکہ صاحب ایمان تھا اور نیک تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان کی قدر دانی میں دیوار سنبھالنے کا انتظام فرمایا اور الہام کے ذریعہ حضرت خضر علیہ السلام نے وہ دیوار سنبھال لی۔

بس میں یہ کہتا ہوں کہ اس سے آپ ایمان کی قیمت سمجھئے اب یہ حکم نہیں ہے کہ جس کو آدمی قابل خطرہ سمجھے اس کو اس طرح ختم کر دے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اگر خطرہ سمجھے تو اس کو اس دیوار کی طرح سنبھالے جو گر رہی تھی ویسے ہی اپنی اولاد کو اور آئندہ آنے والی نسل کو گرتی ہوئی دیوار کی طرح کھڑا کر دے' اس کو مضبوط بنائے' مستحکم کرے' مسئلہ صرف اتنا ہے کہ ہمارے ذہن اور ہمارے عقیدے نے اس کو قبول کر لیا کہ ایمان جان سے زیادہ عزیز

www.abulhasanalinadwi.org

ہے تو پھر علاج و معالجہ اور کپڑے بنانے اور اس کی پوشاک کا خیال کرنے اور پھر آگے بڑھ کر اعلیٰ تعلیم دلانا ان سب سے زیادہ ضروری یہ ہوگا کہ ان کے دل میں ایمان بٹھایا جائے ان کے علاج و معالجہ سے کپڑے بنانے سے انہیں دعائیں دینے سے اور انہیں دیکھ دیکھ کر خوش ہونے سے بھی زیادہ ضروری یہ ہے کہ ان کے ایمان کا تحفظ کرے اور ایسا انتظام کرے کہ ایمان جانے نہ پائے آخری بات میری طرف سے یاد رکھئے کہ ایمان جان سے زیادہ عزیز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

دوزخ کی آگ سے کس طرح بچا سکو گے ایمان کے ذریعہ سے بچا سکو گے، سب سے پہلا اور اہم ترین فریضہ ہے اپنی آئندہ نسل کے ایمان کی حفاظت کا سامان کرنا اور اسے ان جھگڑوں، ان ناکوں اور ان ٹھکانوں سے بچانا یہاں تک کہ ان تعلیم گاہوں سے بچانا جہاں ایمان کا خطرہ ہو اور اس کا بدل مہیا کرنا کہ بے علم بھی نہیں رہ سکتے، اس دنیا میں نہ پہلے اس کا جواز تھا اور نہ اب جواز ہے تو تعلیم ضرور ہونی چاہئے لیکن تعلیم اس طرح نہیں ہونی چاہئے کہ ایمان خطرہ میں پڑ جائے پھر چاہے آدمی آسمان پر اڑے اور دریا پر چلے، اور سائنس میں اور علم جدید میں اور دوسرے فنون میں کتنی ہی ترقی کرے اور بڑے سے بڑا سرمایہ دار قارونِ وقت بن جائے لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں، اس کے پیغمبروں کے یہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی حقیقی قیمت سمجھنے، اس کو دنیا کی ہر چیز پر، ہر دولت پر، ہر نعمت پر، ہر ترقی پر، ہر لذت پر، اس کو ترجیح دینے کی توفیق عطا فرمائے کہ اپنے ایمان کی بھی فکر کریں اور اپنی اولاد کے ایمان کی بھی فکر کریں۔

سب سے بڑھ کر نسل کشی عقیدہ اور ایمان کی نسل کشی ہے کہ یہ نسل رہے اور ایمان نہ رہے، دین کا امتیاز اور دین کا فرق نہ رہے اور باقی تہذیب اور کلچر اور رسم الخط اور دوسری چیزیں تو اپنی جگہ پر ہیں آج اسلام دشمن طاقتوں کا پورا ایک منصوبہ تیار ہے کہ لوگ اسلام پر قائم نہ رہیں، میں نے اسپین دیکھا ہے، غرناطہ وغیرہ دیکھا۔ وہ اسپین کہ وہاں آج کان ترستے ہیں اذانوں کے لئے اور آنکھیں ترستی ہیں نمازیوں کو دیکھنے کے لئے قرطبہ کی جامع مسجد دنیا کی عظیم ترین مسجد ہے، اس میں نماز پڑھنے کی اجازت ملی تو کچھ دیر وہاں عبادت کی توفیق ملی۔

اللہ تعالیٰ اس ملت اسلامیہ ہندیہ کو اس ملک میں اپنے تمام تشخصات کے ساتھ، اپنے تمام امتیازات کے ساتھ سب سے بڑھ کر دین و ایمان اور عقیدہ کے ساتھ، حمیت اسلامی کے ساتھ اور نہ صرف یہ کہ ایمان کے باقی رہنے کی ضمانت کے ساتھ اور اس کے اسباب و ذرائع کی موجودگی کے ساتھ بلکہ اس کو ترقی کرنے اور دنیا کے دوسرے اسلامی ملکوں تک اسلام کا پیغام پہونچانے اور یورپ و امریکہ تک اسلام کا پیغام پہونچانے اور لوگوں کو مسلمان بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے مدد فرمائے اور مسلمانوں کو توفیق دے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو وسائل دیئے ہیں، جتنی سمجھ دی ہے جتنا وقت دیا ہے اس کو وہ اس کے تحفظ میں خرچ کریں۔ اللہ تعالیٰ

www.abulhasanalinadwi.org

ہم سب کو ایمان پر قائم رہنے کی توفیق دے اور ایمان کے ساتھ ہی ہمارا خاتمہ فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

☆☆☆

# دینی تعلیمی کونسل

''ہندوستان کے جدید تعلیمی نقشہ میں ملتِ اسلامیہ کو اپنے ذہنی، اقتصادی اور تہذیبی تسلسل کو باقی رکھنے کا کہاں تک موقع ہے؟ کون سی مشکلات اس راہ میں حائل ہیں؟ ان کو دور کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ اس کے کتنے حصہ کا تعلق حکومت اور سرکاری محکمہ تعلیم سے ہے اور کتنے حصہ کا تعلق خود اپنے عزم و ارادہ، ایثار و قربانی اور تنظیم و تعاون سے ہے؟ انہیں حقائق و مقاصد نے دینی تعلیمی کونسل کو وجود بخشا اور اسی نقطہ آغاز سے اس نے اپنا سفر شروع کیا''۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## (بنیادی نکات)

علاقائی دینی تعلیمی کانفرنس گورکھپور

منعقدہ

۳۰/دسمبر ۱۹۹۶ء

www.abulhasanalinadwi.org

# صدائے حق بلند کرنے والے

''مسلمان نہ ہوئے تو صدائے حق بلند کرنے والے اور انسانیت کو جلا بخشنے والے بھی نہ رہیں گے اگر ایسا ہوا تو یہ صرف مسلمانوں کا ہی نہیں بلکہ ہندوستان کا ایک بہت بڑا نقصان ہوگا مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ ہندوستان میں اسپین جیسے حالات پیدا نہیں ہونے دے گا۔''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆ مسلمان نہ ہوئے تو صدائے حق بلند کرنے والے اور انسانیت کو جلا بخشنے والے بھی نہ رہیں گے۔

☆ علم اسمِ الٰہی سے جڑا ہوا نہیں تو علم نہیں۔

☆ وقت کی ضرورت ہے کہ ہم آئندہ نسل کو اسم الٰہی کے حقائق سے اور اس کی صداقتوں سے آشنا کریں۔

☆ آج ہندوستان میں یہ کوشش کی جارہی ہے کہ یہ نسل اس نام سے ناآشنا ہوجائے اس کا اپنا وجود ختم ہوجائے۔

☆ اگر ایسا ہوا تو یہ صرف مسلمانوں کا ہی نہیں بلکہ ہندوستان کا ایک بہت بڑا نقصان ہوگا۔

☆ ملت اگر علم سے بے نیاز ہے تو وہ اجتماعی خودکشی کی طرف راغب ہے۔

☆ روزی روٹی کو لوگ ضروری سمجھتے ہیں مگر اسلام اور ایمان کو محفوظ رکھنے کی منظم کوشش نہیں کررہے ہیں۔

☆ اسپین میں مسلمانوں کا قتل عام نہیں کیا گیا وہاں مسلمانوں کی نسل کشی نہیں ہوئی جیسا کہ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں بلکہ کلچر اور زبان کے

www.abulhasanalinadwi.org

راستے اسپین میں اسلام کی وراثت کو ختم کردیا گیا۔

☆ ہندوستان میں بھی رسم الخط ختم کیا جارہا ہے اور ایسا ماحول پیدا کیا جارہا ہے کہ کفر وشرک کی مذمت کرنے والے ادارے زندہ نہ رہ سکیں۔ ان کا پرسنل لاء باقی نہ رہ جائے۔

☆ اگر ایسا ہوا تو اس ملک میں کوئی سیدھا راستہ بتانے والا نہیں رہ جائے گا۔ کوئی غلط کاموں سے روکنے والا نہیں ہوگا۔ ملک لوگوں سے بھرا ہوگا لیکن انسانیت کی صدا دینے والا کوئی نہیں ہوگا۔

☆ دینی تعلیم سے ہمارا تغافل انتہائی خطرناک ہے۔

☆ حریف ہی نسل کشی نہیں کرتے بلکہ نسل بھی آئندہ نسل کی نسل کشی کرتی ہے۔

☆ ہمیں سیاسی حریفوں سے شکایت ہوتی ہے کہ ہمارے ساتھ ظلم کیا ہے مگر مسلمان خود اپنے ہاتھ سے مسلمانوں کی ایمانی نسل کشی کررہے ہیں۔

☆ ہم دینی تعلیم اور اپنے تشخص کو برقرار رکھیں۔

☆ مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ ہندوستان میں اسپین جیسے حالات پیدا نہیں ہونے دے گا۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## اجلاس ارکانِ دینی تعلیمی کونسل

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

منعقدہ

۸؍فروری ۱۹۹۸ء

www.abulhasanalinadwi.org

# حکومت کی بنیاد تین چیزوں پر

''حکومت کی بنیاد تین چیزوں پر ڈالی گئی تھی، جمہوری، نامذہبی اور غیر متشدد۔ جن کو یہ خیال آیا وہ بڑے بڑے دانشور اور اس ملک کے بڑے بڑے خیر خواہ تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس ملک کی بقاء انہیں تینوں اصولوں کی پابندی پر منحصر ہے۔ یہ ملک فوجی حیثیت سے، مالی حیثیت سے اور کسی پروپیگنڈہ کی حیثیت سے کتنا ہی ممتاز اور سربلند ہو جائے، یہ ملک باقی نہیں رہ سکتا اس کے لئے تقدیر الٰہی کا فیصلہ یہ ہے کہ یہاں پر مذاہب رہیں گے، قومیں رہیں گی، تہذیبیں رہیں گی، کلچر اور ثقافتیں رہیں گی۔ ہندوستان کی پرانی تاریخ یہی بتاتی ہے۔ یہ ملک عزت کے ساتھ، سلامتی کے ساتھ، ہم آہنگی کے ساتھ اور سہولت کے ساتھ اس وقت رہے گا جب تک ان تین چیزوں کی پابندی کی جائے گی۔ یہ ملک ان تین چیزوں کے بغیر باقی نہیں رہ سکتا اس لئے یہاں ملتِ اسلامیہ کے خلاف جو جارحانہ قدم اُٹھایا گیا ہے وہ مسلمانوں سے زیادہ اس ملک کو نقصان پہونچانے والا ہے''۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رفقائے کرام معاونین گرامی!

جب کسی تقریب یا کسی جلسہ میں مؤثر تقریر ہو جائے جس میں حقیقت پسندانہ ہمہ گیر اور متوازن جائزہ لیا گیا ہو حقائق و واقعات کا۔ پھر اس کے بعد کسی تقریر سے بجائے فائدے کے نقصان کا اندیشہ ہے کہ پہلے جو حقائق پیش کئے گئے ہیں اور جن پر اظہار خیال کیا گیا ان کے بارے میں کوئی تذبذب ہے، تزلزل ہے، ایک تو یہ کہ اس بات کی طرف شاید لوگوں کا ذہن نہیں گیا یا یہ بات یہاں موقع کی نہیں سمجھی گئی کہ یہاں حکومت کی بنیاد تین چیزوں پر ڈالی گئی تھی ایک تو یہ کہ جمہوری حکومت ہوگی، دوسرے یہ کہ نان مذہبی ہوگی اور تیسرے یہ کہ غیر متشدد ہوگی، ڈیموکریٹ، سیکولر اور نان وائلینٹ، جن لوگوں نے یہ طے کیا تھا اور جن کو یہ خیال آیا وہ بڑے دانشور تھے اور اس ملک کے بڑے خیر خواہ تھے اور واقعہ یہ ہے کہ اس ملک کی بقاء انہیں تینوں اصولوں کی پابندی پر منحصر ہے، یہ ملک فوجی حیثیت سے، مالی

www.abulhasanalinadwi.org

حیثیت سے اور کسی پروپیگنڈہ کی حیثیت سے کتنا ہی ممتاز اور سر بلند ہو جائے یہ ملک باقی نہیں رہ سکتا، اس کے لئے تقدیر الٰہی کا فیصلہ یہ ہے کہ یہاں پر مذاہب رہیں گے، قومیں رہیں گی، تہذیبیں رہیں گی، کلچر، ثقافتیں رہیں گی، ہندوستان کی پرانی تاریخ یہی بتاتی ہے اور اب یہ اس دنیا میں ایک مؤثر اور واضح نمونہ ہے کہ شاید کم ملک ایسے ہوں گے، اس لئے اس ملک کے متعلق یہ فیصلہ خداوندی ہے کہ یہ ملک عزت کے ساتھ، سلامتی کے ساتھ، ہم آہنگی کے ساتھ اور سہولت کے ساتھ اس وقت رہے گا، جب ان تین چیزوں کی پابندی کی جائے گی، یہ بالکل اتفاقی چیز تھی کہ یہاں اس سرزمین میں جو اولیاء پیدا ہوئے جو مصلحین پیدا ہوئے اور وہ لوگ پیدا ہوئے جن کی مثال عالم اسلام، عالم عربی میں ملنی مشکل ہے، ان کی رعایت سے، ان کے احترام میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ملک کی بقاء کے لئے ایک فیصلہ فرمایا، اس فیصلہ کے نفاذ کے لئے اور اس کو عمل میں لانے کے لئے یہ بات دلوں میں ڈالی گئی کہ ملک کے لئے تین باتیں طے کریں، یہ ملک جمہوری ہوگا، یہ ملک نا مذہبی ہوگا (سیکولر) نا مذہبی کے معنی مخالف مذہب نہیں، اس ملک کا کوئی ایک مذہب نہیں ہوگا، یہ ملک غیر متشدد ہوگا، غیر جارحانہ ہوگا، اس میں جب کبھی اس کی مخالفت کی جائے گی سارے ساز وسامان کے ساتھ تیاریوں کے ساتھ، قوتوں کے ساتھ، پروپیگنڈے کے ساتھ، صحافت کی بڑی سے بڑی طاقت کے ساتھ اور باہر کے تعلقات کے ساتھ یہ ملک تباہ ہو جائے گا، اس کو لکھ لیا جائے مؤرخ یا اس کو کوئی لکھنے والا لکھ لے کہ یہ ملک ان تین چیزوں کے بغیر باقی نہیں رہ سکتا، اس لئے یہاں ملت اسلامیہ کے خلاف جو جارحانہ قدم اٹھایا گیا ہے، وہ مسلمانوں سے زیادہ اس ملک کو نقصان پہونچانے والا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے' یہ مسلمان تو گذرتے رہے ان حالات سے' اور تاریخ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کس طرح بالکل موت کے منہ سے موت کے دہانے سے نکالا ہے۔ میں تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے اس کی بہت سی نظیریں پیش کر سکتا تھا لیکن آپ کو اس کی زیادہ ضرورت بھی نہیں اور وقت کی گنجائش بھی نہیں کہ بالکل یہ عقل سلیم کا فیصلہ تھا' کسی بڑے فراست داں اور دور اندیش کا نہیں' عقل سلیم کا بلکہ عقل عام کا کامن سنس کا فیصلہ تھا کہ اب مسلمان نہیں رہیں گے' آپ تاتاریوں پر غور کر لیجئے' انگریز مؤرخوں نے بھی لکھا ہے۔ آپ اگر ''پریچنگ آف اسلام'' Preaching of Islam پڑھیں اور تاتاری حملہ پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ کتابیں پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا اور خود مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس وقت صاف معلوم ہو رہا تھا کہ مسلمان بحیثیت ملت کے مٹ جائیں گے یا رہیں گے نہیں اور اس زمانہ میں دیکھئے ضرب المثل میں بڑی حقیقت بیانی اور حقیقت بینی ہوتی ہے' اس زمانہ کی عام ضرب المثل یہ تھی' میں نے عربی ادب کی کتابوں اور تاریخ میں پڑھا کہ "اِذَا قیلَ لَكَ اَنَّ التَّتَرَ اِنْهَزَمُوْا فَلَا تُصَدِّقْ" ہر بات مان لینا ممکن الوقوع ہے' کیسی ہی ناممکن الوقوع بات کہی جائے' سمجھ گیا کہ ہو سکتی ہے' یہ بات نہ ماننا کہ اگر کوئی کہے کہ تاتاریوں نے کہیں شکست کھائی اس کو نہ ماننا' تاتاری شکست کھا ہی نہیں سکتے' حالت یہ تھی کہ مسلمانوں کے سروں کے مینار وہ بناتے تھے' آپ جانتے ہیں کہ ایک سر پر دوسرا سر رکھ دیا جائے تو مینار نہیں قائم ہو سکتا چار پانچ دس سر رکھے جائیں' ان کے اوپر دس کھوپڑیاں رکھی جائیں تو میلوں سے اور بڑے بڑے فاصلوں سے وہ مینار نظر آتے تھے۔ بغداد کا یہ حال تھا کہ دجلہ کا پانی کبھی سرخ ہو جاتا تھا مسلمانوں کے خون سے

www.abulhasanalinadwi.org

اور کبھی سیاہ ہو جاتا تھا کتابوں کے ڈالنے کی وجہ سے اس وقت صاف معلوم ہو رہا تھا کہ اب اسلام باقی نہیں رہے گا اور حالت یہی تھی یورپ کے مؤرخوں نے لکھا ہے کہ یورپ کے ساحلوں پر ماہی گیروں نے نکلنا چھوڑ دیا تھا تاتاریوں کے ڈر سے تاتاری کہاں سے اٹھے ان کے سامنے تو ایران تھا یا وہ ممالک عربیہ تھے جو مشرق میں واقع ہوئے تھے لیکن یورپ تک ان کی ہیبت پھیلی ہوئی تھی لیکن وہ تاتاری من حیث القوم سو فیصدی مسلمان ہو گئے مؤرخین کا لکھنا ہے کہ دو قومیں سو فیصدی مسلمان ہوئیں ایک تاتاری ایک افغانی تو ان تاتاریوں کو اللہ تعالیٰ نے مسلمان کیا اور اس پر تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ آپ دیکھئے کہ اس میں ارادہ بھی تھا اسلام کے واسطے صلیبیوں کا حملہ جس طریقہ سے ہوا وہ تو آپ کو معلوم ہے کہ صلیبیوں کے یہاں تک عزائم تھے کہ معاذ اللہ مدینہ طیبہ پر حملہ کریں گے اور وہاں وہ اہانت کا کام کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے صلیبیوں کو شکست دی تاتاریوں کو شکست دی آج بھی مایوس ہونے کی بات نہیں عزم کی ضرورت ہے اگر مسلمان عزم کر لیں کہ وہ یہاں بحیثیت مسلمان کے اپنی پوری خصوصیات کے ساتھ عقائد کے ساتھ ہمارے جو ممیزات ہیں اور جو اسلام کی شرائط ہیں ان کے ساتھ رہنا ہے اس میں ساری دنیا ایک طرف ہو تب بھی کامیابی نہیں ہو سکتی اس وقت مسلمان کامیاب ہوں گے۔

اولو العزمان دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر پاٹتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

اسلام کی تاریخ ان آزمائشوں کی تاریخ ہے اور بالکل خلاف عقل خلاف قیاس اور خلاف قرائن مسلمان اور اسلام باقی رہا اور آج بھی باقی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس کے لئے ضرورت ہے کہ ہماری دینی تعلیمی کونسل اور دوسرے جو ادارے ہیں، وہ ایک طوفانی دورہ کریں اور پورے ملک میں "جیسا ایک زلزلہ ہوتا ہے" وہ زلزلہ لے آئیں کہ ہم مسلمان ہی بن کر یہاں رہ سکتے ہیں۔ یہ باتیں ہندوستان کے بھی خلاف ہیں بلکہ یہ چیز مہلک اور منحوس ہے اور ساری ان کوششوں کو خاک میں ملانے والی ہے جو ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے کی گئی۔ جن میں مسلمانوں کا بڑے سے بڑا حصہ ہے، موقع کی مناسبت میں یہ واقعہ سناؤں سب سے پہلا عزم جو تاریخ میں ظاہر ہوتا ہے، میں تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے دیکھتا ہوں وہ ٹیپو سلطان کا عزم ہے جو انہوں نے انگریزوں کے خلاف محاذ قائم کیا اور وہ لڑتے رہے، یا آپ خیال کیجئے کہ رائے بریلی کا رہنے والا ایک باشندہ، کہاں رائے بریلی اور کہاں یہ وسیع ہندوستان، سید احمد شہید "مہاراجہ گوالیار کو خط لکھتے ہیں کہ" کہ ایں تاجران متاع فروش ملوک زمیں وزماں گردند"۔

یہ خونچہ بیچنے والے، یہ پردیسی، یہ زمین و مکان کے مالک ہوتے جارہے ہیں، ہم آپ مل کر ان کا مقابلہ کریں، پھر فیصلہ ہوگا کہ کون سی ذمہ داری کس کو دی جائے۔ اس جمہوریت کا تخیل ہندوستان کی صحیح جمہوریت کا تخیل اور مہاراجہ گوالیار کو یہ خط لکھنا، یہ بالکل ایک ایسی بے مثال بات ہے اور یہ بتاتی ہے کہ مسلمانوں نے اس ملک سے انگریزوں کو نکالنے کے لئے پیش قدمی کی ہے اور ٹیپو سلطان کی استقامت اور ٹیپو سلطان کی دل آوری، حوصلہ مندی اور بلند نگاہی ایسی ہے کہ اس کی مثالیں نہیں ملتیں، کسی کہنے والے نے کہا۔

ترکش ما را خدنگ آخریں

www.abulhasanalinadwi.org

تیرے اٹھتے ہی مسلمان کا گھر بیٹھ گیا:۔ قیامت کا قیام اور قیامت کا قعود ٹیپو سلطان کی مثال پورے ہندوستان کی جہاد حریت کی تاریخ میں نہیں ملتی، مسلمان اگر اس کا عزم کرلیں اور ثابت کردیں ذرا مثبت انداز میں، تعمیری انداز میں، حب الوطنی کے جذبہ کے ساتھ کہ یہ ملک بغیر جمہوریت کے بغیر اس نا مذہبیت کے اور بغیر عدم تشدد کے رہ نہیں سکتا چاہے کچھ بھی طاقت پیدا ہوجائے، اس میں تغیر نہیں آسکتا ہے، تو اس کے لئے ضرورت ہے کہ بڑے تفصیلی دورے کئے جائیں، اور لوگ اس کو بالکل ایک وقت کا اہم ترین تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھ لیں یہ حفاظتِ ملت کا کام ہے، یہ ایک فرد کا نہیں بلکہ پوری ملت کا کام ہے کہ وہ ارتداد کا شکار نہ ہوجائے، اعلیٰ درجہ کے ثواب کا کام ہے، میں ایک بڑے دینی مرکز (ندوہ) میں اس کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے بڑھ کر صاف کہہ رہا ہوں آپ کے سامنے کہ یہ اس وقت تقرب الی اللہ کا اور رضائے الٰہی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے اور وقت کا یہ افضل ترین جہاد اور دعوت ہے بس میں اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا، اذان بھی ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے آمین....

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# خطبۂ صدارت

## ریاستی دینی تعلیمی کنونشن علی گڑھ

منعقدہ

مؤرخہ ۲۶/۲۷/اپریل ۱۹۹۸ء

www.abulhasanalinadwi.org

# جو قوم خود فیصلہ نہیں کر سکتی.......

''جو قوم خود فیصلہ نہیں کر سکتی' دنیا کی ساری تدبیریں' حکمت و سائنس بلکہ طاقت ور سلطنتیں بھی اس قوم کی مدد نہیں کر سکتیں جن قوموں نے اپنے ضمیر کے ساتھ' اپنے عقیدے اور اپنے ایمان کے ساتھ ان اصولوں کے ساتھ جو ان کو جان سے زیادہ عزیز تھے' باقی رہنے کا فیصلہ نہیں کیا ان کا نام حرفِ غلط کی طرح لوحِ جہاں سے مٹا دیا گیا۔

فیصلوں نے تہذیبیں پیدا کی ہیں اور تہذیبوں کا گلا گھونٹ دیا ہے' فیصلوں نے قوم کو دنیا کے ایک سرے سے اٹھا کر دنیا کے دوسرے سرے پر پہونچا دیا ہے اور عزم و فیصلہ کی غیر موجودگی نے جیتی جاگتی دوڑتی بھاگتی زندہ اور توانا قوم کو بے جان مجسموں کی طرح باقی رکھا اور مُردوں کی طرح دفن کر دیا''۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم الله الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ

حضرات!

میں اپنے خطبہ کا آغاز قرآن شریف کی ایک چونکا دینے والی آیت سے کروں گا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَمْ کُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحَاقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔

(سورۃ البقرہ۔۱۳۳)

''بھلا جس وقت یعقوب علیہ السلام وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے' جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو

www.abulhasanalinadwi.org

معبود یکتا ہے اور ہم اُسی کے حکم بردار ہیں۔"

باوجود اس کے کہ یہ پیغمبروں اور پیغمبر زادوں کا گھرانہ تھا' جس میں توحید اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کے سوا نہ کوئی اور تعلیم تھی نہ عمل' نہ ماحول اور فضا' پھر بھی عقیدہ اور عمل اور توحید خالص کی اہمیت اور فکر اور اپنی نسل کے اس عقیدہ وعمل سے دائمی وابستگی کے خیال سے کہ۔

عشق است وہزار بدگمانی

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں' پوتوں اور نواسوں کو جمع کر کے دریافت کیا کہ عزیزو! میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ ان فرزندوں اور نبی زادوں نے اس کے جواب میں یقیناً یہ کہا ہوگا کہ ابا جان' دادا جان' نانا جان! آپ نے ابھی تک ہم کو تعلیم ہی کیا دی؟ اور کس چیز کا پابند بنایا؟ یہی توحید خالص اور عبادت اللہ واحد' پھر آپ کو ہمارے مستقبل کے بارے میں کیوں شک ہے؟ کہ ہم آپ کی آنکھ بند ہوتے ہی دوسرے راستہ پر پڑ جائیں گے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے زبان حال سے یہی کہا ہوگا کہ فرزندو! میری پیٹھ قبر سے نہیں لگے گی جب تک دنیا سے یہ اطمینان لے کر نہ جاؤں گا کہ میرے بعد تم سب خدائے واحد کے پرستار اور دین ابراہیمی کے علمبردار ہو گے۔

حضرات!

آپ سلسلۂ ابراہیمی سے تعلق رکھتے ہیں' اس خاندان کا شیوہ اور شعار یہ رہا ہے کہ دنیا سے جانے سے پہلے اپنی نسل کے بقائے ایمان اور تعلق باللہ کا اطمینان اور ضمانت کر لی جائے اور دنیا سے جانے سے پہلے اولاد سے یہی عہد وپیمان لے لیا جائے کہ دنیا میں جب تک رہنا ہے مسلمان بن کر رہنا

www.abulhasanalinadwi.org

ہےاور جب جاتا ہے تو مسلمان کی حیثیت سے جاتا ہے۔

وَوَصّٰى بِهَا اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

(سورۃ البقرہ ۱۳۲)

اور یہی وصیت کر گئے ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب' اے بیٹو! اللہ نے چُن کر دیا ہے تم کو دین پس نہ مرنا مگر مسلمان۔

نہ صرف یہ عہد و پیمان ضروری ہے' بلکہ اس کے لئے وسائل کا مہیا کرنا' اس کو ممکن اور آسان بنانے کی تدبیر اختیار کرنا اور اس کا اطمینان حاصل کر لینا بھی ضروری ہے' اسی لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کا امتحان لیا اور اپنا پڑھایا ہوا سبق سنا۔

حضرات! بحیثیت اس مذہب کے متبع اور داعی کے ہم پر اور ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ ملک کی تعلیمی تبدیلیوں کا بغور جائزہ لیتے رہیں' اور ہر وقت ان پر نظر رکھیں اور یہ دیکھتے رہیں کہ ان کا اثر ہمارے مذہب' ہماری نسلوں کے دل و دماغ اور ان کے دینی و اخلاقی مستقبل پر کیا پڑے گا' میں یہ صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا مذہب بہت سے دوسرے مذاہب کے برخلاف بہت جلد متاثر ہوتا ہے اور بہت زیادہ متاثر کرتا ہے اور یہ اس کا نتیجہ ہے کہ وہ ایک زندہ اور ذی شعور مذہب ہے' زندہ ہستی متاثر بھی ہوتی ہے اور مؤثر بھی' جو وجود زندگی کھو چکا ہوتا ہے' یا زندگی کے میدان سے کنارہ کش ہو جاتا ہے' وہ نہ متاثر ہوتا ہے اور نہ مؤثر' ہم اپنے مذہب کے لئے یہ پوزیشن قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ دنیا چاہے جتنی ہی بدل جائے' زندگی کے چاہے کیسے ہی نقشے بنیں' نئی نسلوں کو ڈھالنے کے لئے کیسے ہی

www.abulhasanalinadwi.org

سانچے تیار ہوں، ہمارے مذہب پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ہم بدستور مذہبی فرائض ادا کرتے رہیں گے اور انسان اور خدا کا رشتہ اسی طرح قائم رہے گا، ہمارا مذہب ایک پورا نظامِ حیات ہے، وہ زندگی کے ہر شعبہ کے لئے متعین ہدایات اور احکام دیتا ہے، اس لئے ہمیں ہر ملک اور ہر دور میں چوکنا رہنا چاہئے اور یہ دیکھتے رہنا چاہئے کہ کیا ہمیں اپنے ذہنی، اخلاقی اور روحانی نشو ونما کے لیے مناسب فضا اور سازگار ماحول میسر ہے یا نہیں اور ہماری آئندہ نسلیں صحیح معنوں میں مسلمان رہ سکیں گی یا نہیں؟

پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ اسلام صرف چند رسوم اور تقریبات کا نام نہیں، چند عبادات تک بھی مخصوص نہیں، بلکہ یہ مکمل زندگی گذارنے کا طریقہ اور کامل دین ہے، ایک مختصر جملہ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مستقل تہذیب ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا کوئی مخصوص طرزِ زندگی اور اس کی کوئی مستقل تہذیب نہیں، لہٰذا دوسری قومیں اور دوسرے ممالک کے لوگ اسلام قبول کریں تو اسلامی عقائد کو لے لینا ہی کافی ہے، تہذیبی اقدار کو لینے اور اختیار کرنے کی ضرورت نہیں، میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ غیر اسلامی طرزِ فکر ہے، اسلام کو اصرار ہے کہ عقائد و اعمال کے ساتھ اس کا مخصوص طرزِ زندگی بھی اپنایا جائے، قرآن وسنت سے منصوص طریقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایک خاص طرح کی زندگی اور خاص طرح کی معاشرت چاہتا ہے، اسلام میں سونے جاگنے، کھانے پینے سے لے کر عائلی قانون، نکاح و طلاق اور وراثت تک کے متعین ضوابط و احکام ہیں اور اسلام کا مطالبہ ہے کہ انہیں کے مطابق زندگی گذاری جائے اس کی خلاف ورزی نہ ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی باتوں سے لے کر انتہائی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی

www.abulhasanalinadwi.org

تعلیم دی اور صحابہ کرامؓ نے انہیں سیکھا اور برتا۔

پورے نصاب تعلیم کی تبدیلی اور ایک نئی تاریخ کی وضع وتدوین تو بڑے وسیع اور انقلاب انگیز منصوبے ہیں، رسم الخط (Script) کی تبدیلی ہی قدیم تہذیبی، علمی اور مذہبی سرمایہ سے رشتہ ختم کردینے اور ان سے بیگانہ بنادینے کے لئے کافی ہے، آرنلڈ ٹوآئن بی (Arnold Toynbee) نے جو اس زمانہ کا بڑا فلسفی اور مورخ ہے، لکھا ہے کہ "اب کسی کتب خانہ کو آگ لگانے کی ضرورت نہیں، Script رسم الخط بدل دینا کافی ہے۔" رسم الخط کی تبدیلی سے قوم کا رشتہ اپنے ماضی سے بالکل ٹوٹ جائے گا اور اس کی پوری تہذیب اس کے لئے بے معنی ہوکر رہ جائے گی، پھر جس طرف چاہو اس کو لے جاؤ، جو چیز کسی ملت کو اس کے ماضی سے، اس کے مذہب سے، اس کی تہذیب سے، اس کے کلچر سے ملاتی ہے وہ رسم الخط ہے، رسم الخط بدلا نسل بدل گئی، آج ہندوستان میں یہی ہورہا ہے، فرقہ وارانہ فسادات محض ملک کو بدنام کرتے ہیں، فائدہ ان کا کچھ نہیں ہے، تعلیم کا نظام بدلنا کافی ہے، آج سے ۶۰۔۷۰ سال پہلے لسان العصر اکبرالہ آبادی مرحوم نے کہا تھا ؎

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیں گے، تعلیم بدل جانے سے

اور اس سے زیادہ لطیف انداز میں انہوں نے اس حقیقت کو اپنے مشہور شعر میں بیان کیا ہے۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

ان کے ذہن میں کالج کا وہ تصور رہا ہوگا جس میں صرف قبطی

www.abulhasanalinadwi.org

زبان پڑھائی جاتی ہو اور ایسی تاریخ جس میں فراعنہ کی الوہیت، ان کے غیر محدود و غیر مشروط اختیارات اور مصر کی دوسری نسلوں اور قوموں (بنی اسرائیل اور بیرون مصر سے آئی ہوئی قوموں) کی تحقیر آمیز تصویر اور نفرت انگیز تاریخ پیش کی گئی ہو۔

زبان اور رسم الخط کے بدل جانے اور ثقافتی و تعلیمی انقلاب سے کسی ملک میں جو عظیم و عمیق انقلاب آسکتا ہے اور وہ ملک اگر اپنے عقائد، تہذیب و تمدن، علمی اشتغال و کمال، مساجد و مدارس کی کثرت و شان و شوکت کے لحاظ سے کسی خالص قدیم الاسلام (اسلامی تمدن اور عربی زبان کے حامل) کی حیثیت سے کسی قدیم اور خالص اسلامی ملک سے کم نہیں تھا، لیکن وہاں زبان اور رسم الخط کے بدل جانے اور دینی تعلیم کے موقوف کیے جانے کی وجہ سے وہ عقیدہ، عمل، زبان اور تمدن و ثقافت کے لحاظ سے بالکل خالص غیر اسلامی ملک بن گیا۔ تو وہ اندلس (اسپین) ہے، جس کے انقلاب حال کے لیے علامہ اقبالؒ کا یہ مصرعہ کافی ہے ؎

اس کی فضا بے اذاں، اس کی زمیں بے سجود

اسپین میں ایسے روحانی پیشوا، علوم اسلامیہ اور عربی زبان میں کمال رکھنے والے اور علوم اسلامیہ میں ایسی مجتہدانہ تصنیفات، مستند و معیاری کتب حدیث کی شرحیں لکھنے والے پیدا ہوئے جن کی نظیر عربی اللسان اور پیرو اسلام ملک میں بھی نہیں مل سکتی ہے۔[1]

---

[1] (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو علامہ کرد علی کی کتاب عربی میں "غابر الاندلس وحاضرها" اردو میں "عبرت نامہ اندلس" جلد اول و دوم۔ مصنفہ پروفیسر رائن ہارٹ ڈوزی، ترجمہ مولوی عنایت اللہ دہلوی ناظم دار الترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی۔ مطبوعہ بستان ادب لاہور۔ پاکستان نیز اخبار الاندلس از مولوی خلیل الرحمٰن صاحب۔)

www.abulhasanalinadwi.org

مذہب مالکی جو اندلس کا عمومی اور اکثریتی طبقہ کا فقہی مذہب تھا' اس کی پیروی اس ملک میں ایسی تھی کہ اس دور میں مذہب مالکی کا یہ فتویٰ اور فیصلہ تھا "عمل اهل قرطبة حجة" (اہل قرطبہ کا عمل بھی ایک شرعی دلیل ہے) اہل علم جانتے ہیں کہ مذہب مالکی کا یہ حکم اور فتویٰ اصلاً مدینہ طیبہ کے لئے تھا اور اس کا یہ درجہ تھا کہ فقہ مالکی کا یہ فیصلہ ہے کہ "عمل اهل المدينة حجة" (اہل مدینہ کا عمل ایک شرعی دلیل اور معیار ہے) صدیوں سے یہ سرزمین اور پورا ملک جو دین کا نہ صرف پیرو بلکہ علمبردار' علوم اسلامیہ کا نہ صرف حامل بلکہ اس میں مجتہدانہ درجہ رکھنے والا تھا' اور جس کی سرکاری اور عوامی زبان عربی تھی' اس کی فضا یکسر بے اذان ہے اور اس کی مساجد تک (جن کی نظیر بڑے سے بڑے اسلامی ممالک میں بھی مشکل سے ملے گی) رکوع وسجود سے محروم ہیں۔

حضرات! اب اس داستان کو جس میں شکوہ وشکایت کا حصہ زیادہ ہے' مختصر کرتے ہوئے کہوں گا کہ ایک آزاد جمہوری حکومت کا جس کی بنیاد خالص حب الوطنی' رضا کارانہ جذبہ خدمت اور اس مشترک جنگ آزادی پر پڑی ہو' جس میں ملک کے تمام شہری اور اکثریت و اقلیت کے افراد دوش بدوش شریک رہے ہوں' سب سے عظیم ومقدس فرض یہ ہے کہ اس کی آبادی کے تمام عنصر اور اس کے مختلف فرقوں اور اقلیتوں کو اس ملک میں اپنے اور اپنی نسل کے تحفظ کا پورا احساس اور مکمل اطمینان ہو' کسی حکومت کی ناکامی اور دستور کی خامی کی اس سے بڑھ کر مثال نہیں ہو سکتی' کہ اس ملک کا کوئی شہری تحفظ کے احساس سے محروم ہو اور واضح رہے کہ ایک حقیقت پسند انسان کی حیثیت سے میں جب تحفظ کا لفظ بولتا ہوں' تو اس سے مراد جسمانی ومعنوی'

www.abulhasanalinadwi.org

نسلی و اعتقادی ہر طرح کا تحفظ ہوتا ہے کہ محض جسمانی تحفظ، جسم و جان کی سلامتی اور قتل و غارت گری سے حفاظت پر کوئی با شعور، با ضمیر، صاحب عقیدہ اور صاحب تہذیب جماعت قانع اور مطمئن نہیں ہو سکتی، ایسا تحفظ تو جنگل کے بعض جانوروں اور پرندوں کے لیے بھی کیا جاتا ہے اور وقتاً فوقتاً ان کی نسل و نوع کی حفاظت کے لیے سخت قوانین بنائے جاتے ہیں، مجھے معاف کیا جائے، مسلمان کا معیار اس بارے میں اور زیادہ بلند اور ان کی حس اس سلسلہ میں اور زیادہ تیز ہے، اس کا تعلق ان کے مذہبی معتقدات، ان کے اصول زندگی اور ان کے اس فہم و فکر اور نقطہ نظر سے ہے، جو دین و دنیا، فوز و فلاح، فرد و جماعت کی کامیابی و سعادت کے بارے میں وہ رکھتے ہیں، اس کا تقاضا ہے کہ ایک طرف اس ملک کے مسلمان آئینی جد و جہد کے تمام طریقوں سے کام لے کر، اور اجتماعی عزم و فیصلہ کی پوری طاقت سے اس ملک میں اپنے لیے حقیقی اور کامل تحفظ کی فضا پیدا کریں جس کے بغیر (مجھے کہنے کی اجازت دی جائے) وطن وطن نہیں غربت و مسافرت ہے، آزادی آزادی نہیں غلامی ہے، اور گھر چمن نہیں، قید خانہ اور قفس ہے، اس سلسلہ میں ایثار و قربانی اور خطر پسندی کی بھی ضرورت ہے کہ حکومت کی امداد سے جو ان مطالبات اور تغیرات کے ساتھ مشروط ہے پورے استغناء اور توکل اور اعتماد علی اللہ کے ساتھ معذرت کر دی جائے اور اس کو قبول نہ کیا جائے۔

دوسری طرف حکومت کو بھی اپنے رویہ اور اس رجحان پر نظر ثانی کرنی چاہیے جو نجی تعلیمی اداروں کو ختم کرنے اور مختلف فرقوں اور اقلیتوں کو ان کی آزادی اور بنیادی شہری حقوق سے محروم کرنے کی شکل میں جو دستور ہند نے ان کو دیئے ہیں، نمایاں ہو رہا ہے بلکہ اس سے ایک قدم آگے دستور

www.abulhasanalinadwi.org

ہند میں تبدیلیوں کا خطرناک قدم بھی اٹھایا جاچکا ہے اور اس طرح اقلیتوں کے لئے وہ آخری پناہ گاہ بھی ختم ہو رہی ہے، جو کسی دستوری اور جمہوری ملک میں پائی جاتی ہے، یہاں تک کہ ملک کے آزاد و اقلیتی اداروں بلکہ مذہبی تعلیم گاہوں کو بھی سرکاری تعلیمی پالیسی اور اکثریت کے اعتقادات وروایات اور مذہبی نشانات کا پابند بنانے کے عزائم واعلانات کا اظہار ہو چکا ہے، سرکاری اداروں، کالجوں اور اسکولوں میں ہندو دیومالا (Hindu Mythology) پر مبنی کتابیں بھی نصاب میں داخل کی جارہی ہیں، اس سے بڑھ کر یہ کہ ان تعلیم گاہوں میں جن میں مسلمان بچے بڑی تعداد میں تعلیم پاتے ہیں وندے ماترم کا گیت پڑھنا ضروری قرار دیا جارہا ہے جو اسلامی نقطۂ نظر بلکہ عقائد کے لحاظ سے واضح اور طاقتور مشرکانہ گیت ہے، سامعین کی معلومات کے لیے اس کا ترجمہ اردو میں پیش کیا جارہا ہے۔

"تو ہی میرا علم ہے، تو ہی میرا دھرم ہے، تو ہی میرا باطن ہے تو ہی میرا مقصد، تو ہی جسم کے اندر کی جان ہے، تو ہی بازوؤں کی قوت، دلوں کے اندر تیری ہی حقیقت ہے، تیری ہی محبوب مورتی ہے، ایک ایک مندر میں، تو ہی دُرگا دس مسلح ہاتھوں والی، تو ہی کملا ہے، کمل کے پھول کی بہار، تو ہی پانی ہے علم سے بہرہ ور کرنے والی، میں تیرا غلام ہوں، غلام کا غلام ہوں، غلام کے غلام کا غلام ہوں، اچھے پانی، اچھے پھلوں والی، مری ماں، میں تیرا بندہ ہوں، میں بھارت ماتا کی وندنا کرتا ہوں۔"

پھر ہندوستان کی تصویر کے سامنے سر جھکانے اور پھول چڑھانے کا ضابطہ بھی نافذ کیا جارہا ہے، یہ ملک کو ایسی خطرناک منزل کی طرف لے

www.abulhasanalinadwi.org

جانے کا اقدام ہے جس کے تصور سے ایک محب وطن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کی راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے' انہیں خطرات کی نشان دہی' انہیں حقائق کو واضح اور دل نشین کرنے اور انہیں مقاصد کے حصول کے لیے آخری جدو جہد کرنے کی خاطر یہ دینی تعلیمی کونسل وجود میں آئی' اس خطرہ کا واضح طور پر احساس سب سے پہلے قاضی محمد عدیل عباسی صاحب (علیگ) کو ہوا جو ایک ممتاز نیشنلسٹ اور کانگریسی مسلمان تھے' یوپی اسمبلی کے ممبر بھی رہے اور ڈسٹرکٹ بورڈ بستی کے اہم رکن و عہدیدار بھی' ڈسٹرکٹ بورڈ کے اندر رہتے ہوئے اور خاص طور پر ایجوکیشن کمیٹی کے عرصہ تک چیرمین رہنے کی وجہ سے اور پھر اپنی وسیع واقفیت' حقیقت پسندانہ ذہن اور اسلامی ضمیر واحساس کی وجہ سے انہوں نے اس خطرہ کو نہ صرف یہ کہ جلد ہی بھانپ لیا بلکہ یہ ان کے ذہن واعصاب پر ایسا مستولی ہو گیا کہ انہوں نے اپنی پوری توانائی اور اپنی تمام ذہنی صلاحتیں اس پر مرکوز کر دیں' وہ عرصہ تک اپنے ضلع کے حدود ہی میں خطرہ کا مقابلہ اور مکاتب و مدارس قائم کرنے کا کام خاموشی سے کرتے رہے' ان کو ایک ایسا چٹکلا ہاتھ آ گیا جس سے وہ عام چندہ سے بڑی حد تک مستغنی ہو گئے' یہ چٹکلا چٹکی فنڈ تھا' انہوں نے یہ تحریک چلائی کہ ہر گھر میں کھانا پکاتے وقت ایک مٹھی آٹا ایک ہانڈی میں جو اس کے لیے مخصوص کر دی جائے' ڈال دیا جایا کرے اسی کو فروخت کر کے مقامی مکتب میں خرچ چلایا جائے' وہ اسی دائرہ کے اندر عرصہ تک محدود ہو کر کام کرنا چاہتے تھے لیکن جب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مرحوم' راقم سطور اور بعض دوسرے دوستوں کے سامنے وضاحت کے ساتھ یہ مسئلہ آیا تو ہم نے ان سے اصرار کیا کہ وہ اپنے اس دائرہ سے باہر قدم نکالیں اور اس کو کم

سے کم صوبائی پیمانہ پر انجام دینے کی کوشش کریں۔

ہماری گفتگوؤں کے بعد وہ اس پر آمادہ ہو گئے اور انہوں نے ۳۰/۳۱/ دسمبر ۱۹۵۹ء کی تاریخوں میں بستی میں ایک صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس بلائی جس میں انہوں نے صرف صوبہ ہی نہیں بلکہ صوبہ کے باہر سے بھی ممتاز مسلمان دانشوروں، تعلیمی مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والوں، قومی و ملی کارکنوں اور تنظیموں کے سربراہوں کو بلایا، اس کے بعد مختلف و متعدد اہم مقامات میں اس کے سالانہ اجلاس (کانفرنس) ہوتے رہے جس میں اب علی گڑھ کا یہ شہرہ آفاق تعلیمی و ثقافتی شہر شامل ہے، جس نے ایک تاریخ ساز رول ادا کیا ہے۔[۱]

---

(قاضی محمد عدیل عباسی صاحب کو ایک سرگرم رفیق و معاون ظفر احمد صدیقی صاحب علیگ ایڈوکیٹ سیتاپور کی شکل میں مل گیا جنہوں نے اپنا کامیاب پیشہ وکالت ترک کر کے اور سیتاپور سے لکھنؤ منتقل ہو کر اپنی پوری زندگی اور توانائیاں مسلمانوں کی دینی تعلیم کے مسئلہ اور دینی تعلیمی کونسل کے لیے وقف کر دیں اور ایک سپاہی و رضا کار کے انداز میں سب کشتیاں جلا کر ایسے مسئلہ کے آستانے پر آ کر پڑ گئے جو ان کے نزدیک مسلمانوں کی موت و حیات کا مسئلہ تھا، اس دینی تعلیم کے مسئلہ کے علاوہ وہ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کے غالباً سب سے بڑے وکیل و ترجمان اور اس کے لیے سینہ سپر تھے، ۴/اکتوبر ۱۹۸۰ء کو انہوں نے جان جان آفریں کے سپرد کی۔ اس مخلصانہ اور رضا کارانہ خدمت کے سلسلہ میں مولانا محمود الحسن عثمانی صاحب کا نام لینا بھی مناسب بلکہ ضروری ہے جنہوں نے اپنی زندگی کے آخری سال دینی تعلیمی کونسل کی خدمت و تبلیغ اور اس کی تنظیم و اشاعت میں گذارے اور اسی مشغولیت میں انہوں نے ۵/نومبر ۱۹۸۵ء کو وفات پائی)

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات! جو قوم خود فیصلہ نہیں کر سکتی، دنیا کی ساری تدبیریں، حکمت و سائنس بلکہ طاقت ور سلطنتیں بھی اس قوم کی مدد نہیں کر سکتیں، جن قوموں نے اپنے ضمیر کے ساتھ اپنے عقیدے اور اپنے ایمان کے ساتھ ان اصولوں کے ساتھ جو ان کو جان سے زیادہ عزیز تھے، باقی رہنے کا فیصلہ نہیں کیا، ان کا نام حرف غلط کی طرح لوح جہاں سے مٹا دیا گیا، دنیا جس کو تاریخ کہتی ہے یہ سلطنتوں کی تاریخ نہیں ہے، تہذیبوں کی تاریخ نہیں ہے، علم و دانش کے ترقی و فروغ کی تاریخ نہیں ہے، ذہانتوں کی تاریخ نہیں ہے، ایک جملہ میں یہ انسانی فیصلوں کی تاریخ ہے، فیصلوں نے سلطنتیں قائم کی ہیں، اور مٹادی ہیں، فیصلوں نے تہذیبیں پیدا کی ہیں اور تہذیبوں کا گلا گھونٹ دیا ہے، فیصلوں نے قوم کو دنیا کے ایک سرے سے اٹھا کر دنیا کے دوسرے سرے پر پہنچا دیا ہے اور عزم و فیصلہ کی غیر موجودگی نے جیتی جاگتی، دوڑتی، بھاگتی، زندہ اور توانا قوم کو بے جان مجسموں کی طرح باقی رکھا اور مردوں کی طرح دفن کر دیا۔

نشاں یہی ہے زمانہ میں زندہ قوموں کا — کہ صبح و شام بدلتی ہیں انکی تقدیریں
کمال صدق و مروت ہے زندگی انکی — معاف کرتی ہے فطرت بھی انکی تقصیریں
خودی کے مرد خود آگاہ کا جمال وجلال — کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں

حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
ورائے عقل ہیں اہلِ جنوں کی تدبیریں

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# پیغام

## علاقائی دینی تعلیمی کانفرنس (فتح پور)

## ضلع سہارنپور

منعقدہ

۸؍جون ۱۹۹۸ء

www.abulhasanalinadwi.org

# ایک اہم سوال

''ہم کو ہمارے ماں باپ اور بڑوں نے اسلام سے واقف کرایا تھا۔ ہم کو ضروری دینی تعلیم دی تھی چنانچہ آج ہم مسلمان ہیں اور ہم کو اس کی غیرت بھی ہے لیکن اگر ہم نے اپنے بچوں کو صحیح عقیدہ اور توحید و شرک کا فرق نہیں بتایا اور اسلام سے واقف نہیں کرایا تو کیا ہوگا؟ کیا یہ بچے ہمارے رہیں گے یا غیر کے ہو جائیں گے؟''

بسم الله الرحمن الرحیم

حضرات!

تعلیم انسان کی واقفیت بڑھانے اور اخلاق کی تشکیل کرنے کا ذریعہ ہے' اور تمام زندہ اور متحرک قومیں اس کی فکر کرتی ہیں' قرآن مجید میں اس کا ذکر اہمیت سے آیا ہے اور دنیا میں غالب قوموں کے غلبہ کا بڑا ذریعہ تعلیم میں ان کا تفوق اور تعلیم کا اہتمام رہا ہے اور مسلمان کے لئے تو تعلیم کو زیادہ وسعت کے ساتھ اختیار کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے دین سے وابستہ رہنے اور دین کی ضروری باتوں کو جن میں عقیدہ توحید و اتباع شریعت کو اولین حیثیت حاصل ہے' جاننے کی ضرورت ہے۔ اس ملک کے سیکولر ہونے کی بناء پر اس کی حکومت کی طرف سے ہمارے دین و عقیدہ کی تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں ہوسکتا تو اس کی ذمہ داری تنہا خود ہم پر ہے' جب یہ ذمہ داری خود ہم پر ہے تو ہم کو اس کی پوری توجہ کے ساتھ فکر کرنی چاہئے' یہاں اپنی تعلیم کے لئے ہم کو اسی طرح بندوبست کرنے کی ضرورت ہے

www.abulhasanalinadwi.org

جس طرح ہم اپنے کھانے کپڑے کے لئے کرتے ہیں' کھانے کپڑے کی فکر اس دنیاوی زندگی کی بقاء کے لئے ہے اور ضروری دینی تعلیم ہمارے اسلامی بقاء کے لئے ہے' قرآن مجید میں دین وعقیدہ کی اہمیت اور اس کی فکر کے لئے بار بار تاکید آئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بطور مثال حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ بھی سنایا ہے کہ انہوں نے اپنے انتقال سے قبل اپنے فرزندوں کو جمع کر کے یہ اہم سوال کیا کہ بیٹو میرے مرنے کے بعد تم کس کی بندگی کرو گے۔ اور اس سوال کا خاطر خواہ جواب سن کر ہی وہ مطمئن ہوئے اور ان کی بے چینی ختم ہوئی۔

آج جب کہ ملک کی بڑی آبادی خدائے واحد کی بندگی سے ہٹی ہوئی ہے۔ اور اس کے کروفر اور دولت کے اثر سے مسلمان نوجوانوں پر اثر پڑ رہا ہے اور دین وعقیدہ صحیح سے برگشتہ ہو رہے ہیں' حضرت یعقوب علیہ السلام کی جیسی فکر و بے چینی کا پرتو یہاں کے ہر مسلمان میں ہونا چاہئے' اپنے بچوں کو مشرکانہ عقائد اور خدا بیزار ماحول میں گھرا ہوا دیکھ کر ہر مسلمان کو اپنے دل سے یہ سوال کرنا چاہئے کہ یہ بچے اس ملک میں کس کی بندگی کریں گے' ان کا عقیدہ کیا ہوگا' یہ اپنے خدا اور رسول کو پہچانیں گے یا نہیں' اپنے دین اسلام کو جانیں گے یا نہیں' ظاہر ہے کہ اگر ان کی دینی تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں ہوا تو ان کو ان کا دین اسلام کہاں سے معلوم ہوگا اور پھر آخرت میں ان کا کیا ہوگا' ہم کو ہمارے ماں باپ اور بڑوں نے اسلام سے واقف کرایا تھا' ہم کو ضروری دینی تعلیم دی تھی چنانچہ آج ہم مسلمان ہیں اور ہم کو اس کی غیرت بھی ہے' لیکن اگر ہم نے اپنے بچوں کو صحیح عقیدہ اور توحید وشرک کا فرق نہیں بتایا اور اسلام سے واقف نہیں کرایا تو کیا ہوگا کیا یہ بچے ہمارے

www.abulhasanalinadwi.org

رہیں گے یا غیر کے ہو جائیں گے' ان کے طریقے اور عادتیں وہ ہوں گی جو ہم پسند کرتے ہیں اور جن میں دنیا وآخرت دونوں کی کامیابی ہے' یا ان کے طریقے وعادتیں وہ ہوں گی جو کفار' بدعقیدہ لوگوں اور مشرکوں کی ہیں' کیا یہ سورۂ فاتحہ میں بتائے ہوئے عقیدہ و بندگی کو جانیں گے اور مانیں گے' یا بندے ماترم والے عقیدہ و بندگی کو جانیں اور مانیں گے' اور کیا ہم کو یہ بات قبول ہوگی؟ اگر قبول نہیں ہے تو ہم کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی فکر کی نقل کرنا چاہیئے اور یہ اطمینان کر لینا چاہیئے کہ یہ بچے ہمارے بعد صحیح عقیدہ اور خدائے واحد کی بندگی کریں گے اور اس کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ ہم ان بچوں کی دینی تعلیم کی فکر کریں' دینی تعلیمی کونسل کی یہ کانفرنس اسی جذبہ کو ابھارنے اور اسی اہم معاملہ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ہو رہی ہے' آپ یہاں سے یہ فیصلہ کر کے اٹھیں کہ ہم کو ایسا مضبوط انتظام کرنا ہے کہ ہماری آئندہ نسل اپنے دین سے کم از کم اتنی واقف اور عقیدۂ توحید پر اتنی قائم ضرور ہو جتنا ہم قائم ہیں' اس کے لئے دینی تعلیم کے جو طریقے قابل عمل ہوں انہیں ہمیں اختیار کرنا چاہیئے' اس کے لئے دینی تعلیمی کونسل آپ کی پوری رہنمائی کرتی ہے' آپ اس سے فائدہ اٹھائیں اور اس کے لوگوں کا ہاتھ بٹائیں' تا کہ دین و دنیا دونوں میں کامیاب ہوں' میں اپنی صحت اور دوران سفر میں ہونے کے باعث بذات خود شرکت نہیں کر رہا ہوں لیکن میری دعائیں اور میری فکر آپ کے ساتھ ہے اور علامتی طور پر میرا یہ پیغام اس کانفرنس میں میرا قائم مقام ہے' اللہ تعالیٰ کانفرنس کو کامیاب اور مفید بنائے' آمین۔

☆☆☆

# ایک شخص کا عزم اور اس کی حکمتِ عملی

"ضلع بستی اور گورکھپور میں ایک شخص (قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم و مغفور) کی کوشش اور مقصد کے عشق نے بیسیوں اداروں کا کام کیا اور ہمیں اس نئے تجربہ سے آشنا کیا ہے کہ ایک شخص کا عزم اور اس کی حکمتِ عملی کس طرح عمومی چندہ سے بے نیاز ہو کر سیکڑوں مدرسوں کو چلا سکتی ہے اور کس طرح چھوٹے چھوٹے دیہات اور قصبات اپنے بچوں کی تعلیم میں خود کفیل ہو سکتے ہیں۔ خدا کے فضل سے ابھی بیسیوں مقامات پر ایسے صاحبِ عزم و صاحبِ درد مسلمان موجود ہیں جو اگر اس مہم کو لے کر کھڑے ہو جائیں اور اس کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیں اور اس کو اعلیٰ درجہ کی عبادت اور دینی خدمت تصور کریں تو یہ مسئلہ بہت آسانی کے ساتھ حل ہو جائے لیکن شرطِ اول عزم اور شرطِ ثانی نظم ہے اور ان دونوں کی موجودگی ہر مشکل کو آسان اور ہر ناممکن کو ممکن بنا سکتی ہے"۔

(حضرت مولانا علی میاںؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

# ارکانِ دینی تعلیمی کونسل

# کے

# جلسوں میں کی گئیں چند مختصر تقریریں

www.abulhasanalinadwi.org

# محبِّ وطن کا مخصوص طرزِ فکر

''ملک میں ایسی فضا بنانے کی ہمہ گیر کوشش ہونی چاہیے جس میں خوشگواری کے ساتھ مسلمان اپنے ملی کام انجام دے سکیں۔ مسلمانوں کی طرف سے دوسری قوموں کو قریب کرنے اور ان کے ذہنوں کو صاف کرنے کی کوشش ضروری ہے۔ انہیں اپنا طرزِ عمل ایسا بنانا چاہیئے کہ دوسروں کی نگاہوں میں اس کی اہمیت ظاہر ہو اور وہ ہماری ضرورت کو محسوس کرنے لگیں''۔

www.abulhasanalinadwi.org

# پہلے اپنی ذات کو متحرک کیجئے

اس وقت آپ کے سامنے تحریک کا کوئی تعارف کرانا آپ کے ساتھ ناانصافی ہوگی اس لئے کہ دینی تعلیمی تحریک اب اس منزل میں پہنچ چکی ہے کہ اس کے لئے مزید کسی تعارف کی ضرورت نہیں رہی اب صرف اپنے ماضی، حال اور مستقبل کو دیکھنا ہے۔ اپنے کئے ہوئے کاموں کا ٹھنڈے ذہن و دماغ سے جائزہ لیا جائے۔ ماضی کے آئینے میں ہم یہ دیکھیں کہ ہم نے کتنا کام کیا اور کس قدر باقی ہے اور یہ کہ جو کام ہم نے کئے اس میں کتنی کامیابی ہوئی۔ دوسرے ہمیں اپنے موجودہ دور پر نظر ثانی کرنی ہے موجودہ دور کی صورت حال کو دیکھتے ہوئے مستقبل کا سانچہ بنانا ہے۔

دینی تعلیمی تحریک کوئی ایسی تحریک نہیں ہے جسے آپ سرسری نظر سے دیکھتے ہوئے گذر جائیں۔ آپ کی یہ تحریک جسے آپ ہی نے شروع کیا تھا اسے آپ ہی کو تکمیل تک پہنچانا ہے۔ ہم سب کا فرض ہے کہ اپنی اس تحریک کو اپنے ذہن و دماغ کی پوری صلاحیتوں اور صحیح جوش و جذبہ کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچانے کے تازہ ولولہ کے ساتھ پختہ عزم کریں اپنی اس تحریک کو اپنے وجود کا اصل مقصد زندگی کا نصب العین اور دین و دنیا کی نجات کا واحد ذریعہ تصور کریں۔

تحریک کی کامیابی کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ آپ خود اپنی ذات کو متحرک کریں اپنے اندر جذبہ اور جوش، اپنے ذہن و دماغ میں فکر اور اپنے قلب و جگر میں احساس اور تڑپ پیدا کریں۔ آپ یہ سمجھیں کہ تحریک کے میدان میں جدوجہد کے لئے آپ تنہا ذمہ دار ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کا

www.abulhasanalinadwi.org

احساس کرتے ہوئے ہم میں سے ہر ایک فرد عزم کرے کہ صرف مجھ کو یہ تحریک چلانی ہے کسی منزل میں ایک دوسرے کا انتظار نہ کیجئے وقت کافی گذر چکا ہے اور اب وقت کم اور کام زیادہ ہے ایک دوسرے کا ساتھ ڈھونڈنے کا وقت نہیں ہے خود اٹھئے اور کام شروع کیجئے اور اس بات کا یقین رکھئے کہ اگر آپ کا مقصد صحیح ہے تو آپ کے ساتھ اللہ کی مدد آئے گی اور رفیق و کارکن خود بخود بہم ہو جائیں گے آپ کو اللہ نے صلاحیتیں بخشی ہیں۔ آپ کے ذہن و دماغ کو فکر کی بلندی عطا کی ہے اور آپ کے قلب وضمیر کو احساس دیا ہے آپ کو چاہئے کہ دی ہوئی ان نعمتوں کا احترام کرتے ہوئے انہیں صحیح طور پر استعمال کریں۔

یہ تحریک وقتی ہنگامہ دنیاوی عیش وعشرت کا سامان نہیں ہے بلکہ آپ کی یہ تحریک مستقل طور پر زندگی کا جز ہے اور جب تک آپ تحریک کو زندگی کا جز نہیں بنائیں گے اس وقت تک آپ کی کامیابی یقینی نہیں ہے تحریک کی کامیابی اسی وقت ممکن ہے جب آپ اسے اوڑھنا بچھونا بنالیں اور آپ کے ذہن و دماغ اور قلب کے اندر یہ تحریک رچ بس جائے اگر ایسا ہو گیا تو یقین رکھئے کہ آپ کی یہ تحریک کامیاب ہوگی اور آپ کی محنت بار آور ہوگی اگر ہم نے اس مسئلے میں پس و پیش کیا تو ہم خدا کے سامنے، اپنی نسلوں کے سامنے اور تاریخ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔

مسلمانوں کو سوچنا چاہئے کہ ان کی تخلیق کیوں ہوئی ان کے وجود کا اصل مقصد کیا ہے ہماری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کا مقصد بھول گئے اس راہ سے ہٹ گئے جو ہماری کامیابی کی راہ تھی۔ ہم دنیاوی تفریحات میں دنیاوی عیش وعشرت کے ہنگاموں میں اپنا فرض ذمہ

www.abulhasanalinadwi.org

داری اور اپنا اصل کام ہم نے بھلا دیا حالانکہ دنیا کے ان ہنگاموں کا خدا کے یہاں کوئی مقام نہیں ہے۔

ملت کا جو حال ہو رہا ہے وہ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ نہیں ہے اگر ہم اسی فکر میں رہیں گے کہ دنیا کی ناموری نصیب ہو تو ہو سکتا ہے کہ خواہش پوری ہو جائے' لیکن اس سے ہمارا اصل مقصد زندگی پورا نہیں ہوتا۔ آپ کی حیثیت اس سے بہت بلند ہے۔ دنیاوی ہنگامے تو انسانی حیات کا ایک حصہ ہیں۔ ان سے کبھی فرصت نہیں مل سکتی۔ ہمیں فرصت نکالنی ہے' اپنی تمام مصروفیات اور مشغولیت کے باوجود کچھ وقت اس میں دینا ہوگا۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ یہی تحریک ہماری حیات کا اصل سرمایہ اور سب سے عزیز متاع ہے۔ اگر ہم نے اس تحریک میں پورے طور پر حصہ نہ لیا اور پورے جوش و جذبہ کے ساتھ اس کام کو انجام نہ دیا تو ہمیں زندگی کی کسی منزل میں کسی بات کی ضمانت نہیں مل سکتی۔

میں اپنے تمام رفقاء اور تحریک کے کارکنوں سے درخواست کروں گا کہ وہ تحریک کی کامیابی کے لئے اپنے اندر جوش و جذبہ پیدا کریں اپنے ذہن و دماغ کو فکر کی وسعت دیں اور اپنے ذہن و ضمیر میں تحریک کے لئے لگن پیدا کریں۔ اگر آپ نے یہ کام انجام دے لیا تو آپ کے ساتھ چلنے والے رفیقوں اور کام کرنے والے کارکنوں کی کمی باقی نہیں رہ سکتی۔ آپ کے جذبہ اور آپ کی لگن سے دوسروں کے لئے خود بخود کشش پیدا ہو جائے گی لیکن اس کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ آپ خود اپنے آپ کو متحرک کریں۔

www.abulhasanalinadwi.org

# دینی تعلیمی تحریک ملی تشخص کا ذریعہ ہے

''موجودہ حالات میں مسلمانوں نے دینی تعلیمی تحریک جیسے اہم ترین کام کو اپنی زندگی کا مقصد نہیں بنایا ہے اور وہ سنجیدگی کے ساتھ کوئی ٹھوس تعمیری کام کرنے کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ مولانا نے افسوس کے ساتھ کہا کہ مسلمان نعرے لگا سکتا ہے، جلوس نکال سکتا ہے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا سکتا ہے، لیکن خاموشی کے ساتھ وہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام واہتمام نہیں کر سکتا۔ یہ ایک ایسی نسل کشی ہے جس کے لئے خود مسلمان آمادہ و کمر بستہ ہے۔ ملی ثقافتی، تہذیبی اور دینی راستوں سے انحراف ہی نہیں بلکہ آگے چل کر یہ راہ ارتداد کی طرف جاتی ہے جس سے مسلمان بے خبر ہیں۔ یہ غلط فہمی ہے کہ اسپین کے مسلمانوں نے حالات کا مقابلہ نہیں کیا اور بہت جلد انہوں نے شکست تسلیم کر لی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہاں کے مسلمانوں نے اسلامی کلچر اور عربی رسم الخط کو بچانے کی بھرپور جدوجہد کی اور آسانی سے ہتھیار نہیں ڈال دیئے یہ تاریخ کا ایسا مخفی گوشہ ہے جس پر پوری روشنی نہیں ڈالی گئی ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں نے چالیس سال کی مدت میں جو رویہ اپنایا ہے وہ عبرت ناک ہے۔ ذہنی طور پر وہ اپنی زبان اور اسلامی کلچر سے تقریباً دست بردار ہوتے چلے جا رہے ہیں جو ملت اس عبرت ناک صورت کا نمونہ بن جائے اور اس کا طرز عمل بے حسی کی تصویر پیش کرے اس کے سامنے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ان پر قابو پانے کی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ ایک ڈوبنے والا شخص جس طرح اپنی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے اور دیکھنے والے اسے منجدھار سے نکالنے کی جیسی کوششیں کرتے ہیں اس وقت

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کے مسائل کو سمیٹنے اور سلجھانے کے لئے اسی طرح کی کوششوں کی ضرورت ہے۔''

## کلچر کے نام پر مذہبی دیومالائی تبلیغ نامناسب

''ملک کی موجودہ فضا میں کلچر کے نام پر مذہبی دیومالا کی جس طرح تبلیغ ہورہی ہے۔ اس نے صورتِ حال کو بے حد خراب کر دیا ہے۔ اور یہ بات زیادہ افسوس ناک ہے کہ سب کچھ حکومت کی سرپرستی میں اور سرکاری ذرائع ابلاغ کے تحت ہورہا ہے۔

وزیر اعظم، وزیر داخلہ، وزیر تعلیم اور مرکزی اقلیتی کمیشن کے چیرمین سے مل کر ان کے سامنے وضاحت کے ساتھ حالات کی نشاندہی کرنی چاہیئے۔ میں خود اس وفد میں چلنے کے لئے تیار ہوں۔ دستور ہند نے اس ملک کو سیکولر قرار دیا ہے اور ذمہ دارانِ حکومت نے ہمیشہ اس کی تشہیر کی ہے، لیکن طرز عمل اس کے برعکس ہے اور اب ضررت ہے کہ بہت وضاحت کے ساتھ حکومت سے یہ سوال کیا جائے کہ وہ اس ملک کو سیکولر رکھنا چاہتی ہے یا نہیں۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ اس ملک میں بہت خاموشی کے ساتھ ارتداد کی مہم چلائی جارہی ہے اور اس سلسلے کی ساری کوششوں کو کلچر کا نام دے کر اس کا جواز پیش کیا جاتا ہے ملت اسلامیہ کے لئے اس کا جواز ناقابل قبول ہے۔ اگر کوئی کلچر ہمارے اسلامی عقائد اور بنیادی رجحان سے براہ راست متصادم ہو، تو وہ کسی صورت میں بھی نہ صرف یہ کہ ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہے بلکہ بعض وقت اس پر خاموشی جرم ہوجاتی ہے اور اس سے انکار و اغماض ایک دینی گناہ ہوجاتا ہے۔

ملت اسلامیہ ان حالات میں ایک دوراہے پر آ گئی ہے اسے ادنیٰ توقف کے بغیر یہ طے کرنا ہے کہ وہ اس ملک میں ملت ابراہیمی کی حیثیت سے اپنے دینی تشخصات کے ساتھ زندہ رہے گی یا اس کا وجود بے دینی کے سیلاب کی نذر ہو جائے گا۔

میں بہت صفائی کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں نے صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں کیا اور اس کے مقابلہ کے لئے خود کو تیار نہیں کیا تو وہ قوم وملت کی حیثیت سے اپنا وجود کھو بیٹھیں گے۔ حکومت کی سطح پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کے مقابلہ میں خود مسلمانوں کی غفلت شعاری اور معاملات و مسائل سے عدم دلچسپی اور ان کی بے نیازی بلکہ بے حسی زیادہ خطرناک اور عبرت ناک ہے۔

مسلمان گھروں کے غیر اسلامی ماحول اور موجودہ دور میں اس کے اثرات اور مستقبل میں اس کے نتائج کی فکر ضروری ہے حضرت یعقوبؑ نے پیغمبر ہونے کے باوجود اس دنیا سے رُخصت ہوتے وقت یہ اطمینان کرنا چاہا تھا کہ ان کے بعد ان کے گھر والے خدائے واحد ہی کی عبادت کریں گے۔ یہ نبی کی حیثیت کا مظاہرہ تھا۔ آج ضرورت یہی ہے کہ ہر مسلمان اپنے گھر کا جائزہ لے اور اس کا اہتمام و انتظام کرے کہ اس کے بچے بھی آئندہ دین و ایمان کے ساتھ زندگی گذاریں گے اور ان کے اندر بھی دینی حمیت اور ملی غیرت باقی رہے گی۔

ملت میں یہ احساس پیدا ہونا چاہیے کہ اس کے عائلی قوانین اور اس کا پرسنل لاء محفوظ رہے۔ شرعی احکامات زندگیوں میں مشعل راہ بنتے رہیں اور ان کی حفاظت کا جذبہ ہر چیز پر مقدم ہو۔

اس ملک میں ایسی فضا بنانے کی ہمہ گیر کوشش ہونی چاہئے جس میں خوش گواری کے ساتھ مسلمان اپنے ملی کام انجام دے سکیں۔ مولانا نے پیامِ انسانیت کی تحریک کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کی طرف سے دوسری قوموں کو قریب کرنے اور ان کے ذہنوں کو صاف کرنے کی کوشش ضروری ہے۔ انہیں اپنا طرزِ عمل ایسا بنانا چاہئے کہ دوسروں کی نگاہوں میں اس کی اہمیت ظاہر ہو اور وہ ہماری ضرورت کو محسوس کرنے لگیں۔

## ملت کے فیصلے تاریخ کا رُخ موڑ دیتے ہیں

"ملت اسلامیہ کو اس ملک میں اپنے دینی وملی تشخص کے ساتھ اگر زندہ رہنا ہے تو اس کے لئے از خود اس کا فیصلہ کرنا ہوگا اصل اہمیت اسی فیصلہ کی ہے" حالات و ماحول کی سختی کے باوجود اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کرلیا جائے اور اس کی روشنی میں نئے سرے سے سفر کا آغاز ہو تو یقیناً تاریخ کا رُخ بدل جائے گا تمام مسائل کے لئے ملت کا یہ جذبہ اور فیصلہ شاہِ کلید کی حیثیت رکھتا ہے۔

اللہ کی رحمت کا نزول اسی وقت ہوتا ہے جب ملت کے ہر فرد میں ذمہ داریوں کا احساس ہو حالات کو سمجھنے اور اس کے مطابق جذبہ وشعور کے ساتھ کام کرنے کی صلاحیت اور دل سوزی وفکرمندی کا مظاہرہ ہو۔

اس ملک میں مسلمانوں کے سامنے جس طرح کے مسائل درپیش ہیں ان کے مقابلہ کے لئے جیسے دینی وروحانی فیصلہ کی ضرورت تھی اس کا مظاہرہ نہیں ہوسکا۔ جو کچھ ہو رہا ہے اور اب واقعات کے طور پر جو کچھ پیش کیا جارہا ہے اس کا دھارا اس قدر تیز اور مشینری اس قدر چابک دست ہے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

صاف نظر آرہا ہے کہ اگر اجتماعی طور پر ملت اسلامیہ نے اس پر سنجیدگی اور دردمندی سے غور نہیں کیا تو مستقبل میں اس کا جو خمیازہ بھگتنا ہوگا اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ آنے والے دنوں میں اس ملت کا اور اس کی نوجوان نسل کا تعلق اسلام اور اس کے بنیادی عقائد سے باقی رہے گا یا نہیں دینی تعلیمی کونسل چوتھائی صدی سے اسی پیغام کو عام کرنے کی جد وجہد میں لگی ہوئی ہے۔

اس ملت کے لئے یہ بات مخصوص کی گئی ہے کہ جب تک اپنی طرف سے محض اللہ کی رضا کی خاطر کام کا مظاہرہ نہیں ہوگا اس وقت تک اللہ کی رحمت نہیں آئے گی۔ قرآن کی وہ آیت جس میں ارشاد ہوا ہے کہ ہم تمہاری طاقت میں ایک نامعلوم طاقت کا اضافہ کردیں گے یہ قرآن کا معجزانہ اسلوب ہے جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے ایک نامعلوم طاقت کا اضافہ اسی وقت ہوگا جب ہماری طرف سے پہل ہوگی اپنی کمزوری اور بے بضاعتی کے باوجود ہم جو کچھ کرسکتے ہوں وہ کریں قرآن کی اس تعلیم پر عمل کیا جائے اور اس بات کی فکر پیدا ہو جائے کہ ہماری موجودہ اور آئندہ نسل مسلمان کی حیثیت سے باقی رہے اور قرآن و احادیث سے اس کا رشتہ قائم رہ جائے اور یہ دینی ضرورت اپنی تمام ضرورتوں پر مقدم کرلی جائے تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اللہ کی رحمت اس طرح آئے گی کہ بڑے بڑے سیاسی مبصر اور وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں زمام کار ہے وہ حیرت زدہ رہ جائیں گے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر جب صحابہ کرام نے حضورؐ سے یہ عرض کیا کہ کھانے کو کچھ نہیں ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ تھوڑا بہت جو کچھ ہوا سے لے آؤ وہ لایا گیا آپ

نے اس پر دست مبارک رکھا اور پھر اللہ کی طرف سے اس میں غیر معمولی اضافہ ہوا اسی طرح صُلح حدیبیہ کے موقع پر پانی کی شکایت کی گئی تو آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ کچھ بھی پانی ہو تو لے آؤ آپ نے اس پر بھی دست مبارک رکھ دیا اور پھر اس میں بھی اللہ نے اضافہ فرمایا۔ یہ محض اللہ کی مصلحت تھی ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعاء فرماتے اور اللہ کی طرف سے کھانے اور پانی کا انتظام ہو سکتا تھا لیکن جس ملت کو قیامت تک باقی رکھنے کا فیصلہ تھا اس کے لئے یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ تم اپنی صلاحیت واستطاعت اور اپنے وسائل کے مطابق اپنی قوت کارکردگی کا مظاہرہ کروگے تو اللہ تمہاری طاقت میں ایک غیر معمولی طاقت کا اضافہ فرمائے گا۔ دینی تعلیمی تحریک کو مسلمان اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں تو قرآن کے اعلان کے مطابق اللہ کی رحمتوں کا نزول بھی ہوگا اور مسلمانوں کے لئے حالات خوش گوار بھی ہوں گے۔

## مسلمانوں کے تعلیمی مسائل سے حکومت کی بے توجہی

مسلمانوں کو دینی تعلیمی کونسل کی تحریک کو گاؤں گاؤں پھیلانے کا فریضہ انجام دینا چاہیے۔ حکومتیں عوام کی اجتماعیت اور اپنے مسائل پر فکری ہم آہنگی اور ایک مضبوط نقطۂ نظر اور اس کے بے خوف اظہار کی زبان سمجھتی ہیں جس کا اظہار اس سے پہلے مسلم پرسنل لاء کے سلسلے میں ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ خود اتحاد و اتفاق سے دینی تعلیمی تحریک کو مضبوط بنیادوں پر قائم کریں اور یہ فیصلہ کرلیں کہ وہ ہر رکاوٹ کے باوجود اپنی تہذیب اپنی شریعت اور اپنے دین کو باقی رکھیں گے۔

www.abulhasanalinadwi.org

# دورِ اکبری سے بھی زیادہ خطرناک وقت

اس وقت مسلمانوں کی نئی نسل کو ارتداد پر ڈالنے کی ایک منظم کوشش ہورہی ہے۔ یہ ایک خطرناک اور ملت کے تعلق سے انتہائی دوررس اثرات کی حامل ایک تحریک ہے' اس کی اہمیت کو اگر محسوس نہیں کیا گیا تو مستقبل کے وہ خطرات جلد ہی سامنے آسکتے ہیں جن کی نشاندہی کی جاتی رہی ہے۔ میں تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے اور اس حیثیت سے کہ مجھے دنیا کے بے شمار ملکوں میں جانے اور قوموں کے عروج و زوال کے مطالعہ کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج ملتِ اسلامیہ جن مسائل سے دوچار ہے اور جن خطرات نے اس کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے یہ کیفیت اس سے پہلے نہیں تھی انگریزوں نے تعلیم کے میدان میں سیکولرزم کو اپنایا تھا ان کی طرف سے مسیحیت کی تبلیغ بھی ہوئی لیکن تعلیم کی راہ سے مسلمانوں کے لئے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ علماء کرام نے اسلام کا تعارف اور تبلیغ کا نمایاں کارنامہ انجام دیا۔ مولانا محمد علی رحمانی مونگیری اور دوسرے علماء کرام نے عصری حالات میں دینی تعلیم کی اہمیت پر زور دیا اور اس کے نتیجہ میں ندوۃ العلماء کی ہمہ گیر تحریک وجود میں آئی۔ بلاشبہ اس طرح کی تحریکوں نے ایک بڑے طوفان کو روک دیا۔ اس وقت فکری اور تہذیبی ارتداد کا خطرہ تھا لیکن اس وقت اعتقادی ارتداد کا مسئلہ ہمارے سامنے ہے۔

اس میں کسی پیش گوئی اور بہت زیادہ لیاقت کی ضرورت نہیں ہے اس ملک میں تعلیم کی راہ سے جو کچھ کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں جو بساط

www.abulhasanalinadwi.org

بچھائی گئی ہے اس پر غور کیا جائے تو مستقبل کا یہ خطرہ سامنے نظر آئے گا کہ اگر اس ملک میں مسلمانوں نے از خود اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام اور ان کے دینی ذہن کی تعمیر و تشکیل کی فکر نہیں کی تو خدانخواستہ نوجوان نسل اپنے بنیادی عقائد سے محروم ہو جائے گی۔ سرکاری نصاب تعلیم جس میں ہندو میتھالوجی کو شامل کر کے تاریخ کو مسخ کر کے مسلمانوں کی تصویر کو بگاڑنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔ دینی تعلیمی کونسل نے پورے نصاب تعلیم کا جائزہ لے کر دو مرتبہ رپورٹ تیار کی اور قابل اعتراض اجزاء کی نشاندہی کر کے حکومت سے رابطہ قائم کیا بہت سی باتیں حذف ہوئیں' لیکن ان پر اکتفا یا اطمینان نہیں کیا جا سکتا۔ اس وقت ہمارے صوبہ میں ایک خاص فرقہ پرست جماعت کی حکومت ہے اور اس بنا پر ہمارے لئے ایک آزمائشی دور ہے لیکن اس سے پریشان اور سراسیمہ ہونے کے بجائے اپنی صفوں کو درست کرنے کی ضرورت ہے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنے کی ضرورت ہے' اپنے دینی عقائد پر مضبوطی سے قائم رہنے کی ضرورت ہے' قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم یاد آتے ہیں کہ کیسے مشکل حالات میں ایک بندۂ خدا کی کوششوں سے دینی تعلیمی کونسل کا وجود عمل میں آیا اور بلاشبہ دینی تعلیمی تحریک کے ذریعہ ایک بڑی بنیادی دینی خدمت انجام دی گئی۔

حکومتوں کا فرض پہلے یہ ہوا کرتا تھا کہ وہ ملک کی حفاظت کریں' جمہوریت کو باقی رکھیں اور قوموں کو ان کے عقائد پر باقی رہنے کی اجازت دیں' لیکن اب اس دائرہ کو بڑھا کر ہر طرح کا اختیار حاصل کر لیا گیا ہے۔ دستور ہند کی رو سے اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جیسا کہ مسلم پرسنل لاء کے سلسلے میں ہو چکا ہے اس وقت خدا کی مدد اور مسلمانوں کے شعور سے کسی حد

www.abulhasanalinadwi.org

تک یہ مسئلہ حل ہوا لیکن اصل مسئلہ تعلیم کا ہے، ملت اسلامیہ کے ذہن وفکر کا تعلق بنیادی طور پر تعلیم سے ہے۔ مسلمان والدین کے اندر اس مسئلہ کی اہمیت اسلامی عقائد کی ضرورت اپنے بچوں کے لئے خطرات کو سمجھنے کی صلاحیت ہونی چاہئے۔ دنیا کے تمام مسائل سے زیادہ یہ مسئلہ ان کے لئے اہم ہونا چاہئے اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ انہیں اپنے بچوں کا دینی عقیدہ عزیز ہونا چاہئے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر بالعموم اور نوجوان نسل کے اندر بالخصوص اسلام کا شعور دینی غیرت اور اسلام اور کفر میں فرق کی تمیز و احساس ہونا چاہئے۔

میں آپ کے سامنے یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ مختلف اضلاع اور تحصیلی مقامات پر کانفرنسیں کی جائیں دورے کئے جائیں، مدارس ومکاتب کو مستحکم کرنے کی مہم چلائی جائے۔ مسلمانوں کے ذہن بیدار کئے جائیں۔ والدین کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلایا جائے۔ آیت کے حوالے سے حضرت یعقوبؑ کا واقعہ بیان کیا جائے کہ کس طرح آخری وقت میں انہوں نے اپنی اولاد سے اس کا اطمینان چاہا کہ ان کے بعد وہ کس کی پرستش کریں گے۔ یہ نبیوں کی تیسری پشت تھی جس طرح کی ذہنی تربیت ہوئی تھی اس میں بہ ظاہر اس سوال کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی لیکن ایک نبی کی حیثیت سے حضرت یعقوبؑ کا یہ اطمینان حاصل کرنا کہ ان کے بعد ان کی اولاد دینی عقائد پر قائم رہے گی، بڑی بنیادی بات ہے اور ہمارے لئے اس میں بڑا درس ہے اور بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ اردو کی تعلیم اس لئے ضروری ہے کہ اسلام کا بہت بڑا سرمایہ اس میں منتقل ہو چکا ہے۔ موجودہ دور کے حالات، کوئی حکومت ہو یا کوئی اقتدار و نظام یہ مستقل نہیں رہتے۔ زندہ قوموں کا شیوہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ

www.abulhasanalinadwi.org

بدترین حالات میں بھی اپنے ملی تشخص کو قائم رکھتی ہیں۔اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں کے سامنے اصل مسئلہ یہی ہے۔"

## ہوشیار اے امتِ بیضائے ما!

"میں مذہب اور تاریخ کے گہرے مطالعہ کے بعد یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس ملک میں ملّت اسلامیہ کے سامنے ایسا فیصلہ کن مرحلہ اس سے پہلے کبھی نہیں آیا، اگر ملّت میں جذبہ واحساس بیدار ہو اور وہ ایک خوددار اور باوقار ملّت کی حیثیت سے اپنے وجود کا ثبوت دینے پر تیار ہو تو بڑے سے بڑے مسائل کوئی حیثیت نہیں رکھتے، اس ملک اور خاص کر اس صوبہ اتر پردیش میں تیزی کے ساتھ ایک منصوبہ بند کلچرل انقلاب آرہا ہے جس کے مضمرات کو پوری طرح سمجھا نہ گیا اور اس کے مقابلہ کا فیصلہ نہ کیا گیا تو ملّت بہ حیثیت ملّت باقی نہیں رہ سکے گی۔

مدارس ومکاتب کے لئے کسی قسم کی سرکاری گرانٹ ہمارے لئے ناقابل قبول ہے اور ہم تمام مدارس ومکاتب کے ذمہ داران سے یہی کہتے ہیں کہ وہ اس طرح کی کسی سرکاری گرانٹ کو قبول نہ کریں، اس سے سرکاری مداخلت کے جو دروازے کھلیں گے اور جو چیز اس وقت بہت بے ضرر نظر آتی ہے وہ آئندہ اپنے مضمرات کے ساتھ ساتھ نمودار ہوگی تو اس وقت پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا اس لئے ضروری ہے کہ ابھی سے صحیح فیصلہ کرلیا جائے۔

دینی تعلیمی کونسل نے آزاد خودکفیل مکاتب کی جو تحریک شروع کی ہے اس کو مزید تقویت پہونچانے کی ضرورت ہے۔یہی مکاتب ہیں جو ملّت کی نوجوان نسل کو ایمان واسلام سے وابستہ رکھیں گے۔"

www.abulhasanalinadwi.org

# ملت کو زمانہ کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا

''ایک ایسی ملت کو جس کی زندگی کا اتنا بلند معیار ہو ایک ایسے نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم کے حوالہ نہیں کیا جا سکتا اور زمانہ کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا جس میں اس کی تکمیل کا نہ صرف یہ کہ سامان نہیں بلکہ بعض اوقات ان مقاصد سے متصادم ہے۔ اس کے لئے مسلمانوں کو ایسا ہی انتظام کرنا ہوگا جیسے ان کو اپنی نمازوں اور دینی فرائض کی ادائیگی کے لئے معابد و مساجد اور روح و جسم کے رشتے کو برقرار رکھنے کے لئے ضروریات زندگی کا انتظام کرنا پڑتا ہے اور اس کے سلسلے میں وہ کسی حکومت کی امداد کا انتظار نہیں کرتے...... اس کے لئے ان کو صباحی و شبینہ مکاتب کا ایک ایسا جال بچھا دینا ہوگا جس سے کوئی قریہ اور کوئی محلہ محروم نہ رہے''۔

www.abulhasanalinadwi.org

# آخری صدارتی تقریر

## اجلاس ارکانِ دینی تعلیمی کونسل

بہ مقام

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

منعقدہ

۲۱ر نومبر ۱۹۹۹ء

www.abulhasanalinadwi.org

تھا ضبط بہت مشکل اس سیلِ معانی کا
کہہ ڈالے قلندر نے اسرارِ کتاب آخر

www.abulhasanalinadwi.org

۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆ دینی تعلیم مسلمانوں کے وجود و بقاء اور اعتبار و وقار کے لئے ضروری ہے۔

☆ اسلام نے تعلیم کا رشتہ توحید کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔

☆ مسلمان خود بھی اس پر قائم رہیں اور آئندہ نسلوں تک اسے منتقل کرنے کی فکر کریں۔

☆ اللہ کی طرف سے مسلمانوں کے وجود و بقاء اور ارتقاء کے لئے مشروط فیصلہ ہے۔

☆ الحمدللہ ہندوستانی مسلمانوں نے سوچ سمجھ کر اس کا فیصلہ کیا ہے۔

☆ انہیں فریضہ کی ادائیگی کے طور پر اس کو انجام دینا چاہئے۔

☆ دینی تعلیمی کونسل نے اس مدت میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ یقیناً اللہ کے یہاں مقبول ہوں گے۔

☆ تمام تنظیموں اور تحریکوں اور مسلم دانشوروں کو اس کی قدر کرنی چاہئے اور اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے۔

☆ دینی تعلیمی کونسل کی سنجیدہ اور آئینی حکمتِ عملی سے حکومت کی تعلیمی پالیسی تبدیل ہوئی (جس میں وندے ماترم کو لازمی کیا گیا تھا) جس سے مسلمانوں کے اندر اضطراب کی لہر دوڑ گئی تھی۔

☆ اگر ذہن وفکر میں یہ تصور اور تاثر باقی رہا تو مستقبل میں بھی کامیابیوں سے ہمکنار رہوں گے۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

# حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دینی تعلیمی کونسل کے صدر منتخب

مسندِ صدارت

حضرت مولانا علی میاںؒ سے خالی دیکھ کر آنکھیں

نمناک ہوگئیں

۲۴؍اپریل ۲۰۰۰ء

www.abulhasanalinadwi.org

دفترِ ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

دامِ سیمینِ تخیل ہے مرا آفاق گر
کرلیا ہے جس سے تیری یاد کو میں نے اسیر

یاد سے تیری دلِ درد آشنا معمور ہے
جیسے کعبے میں دعاؤں سے فضا معمور ہے

وہ فرائض کا تسلسل نام ہے جس کا حیات
جلوہ گاہیں اس کی ہیں لاکھوں جہانِ بے ثبات

مختلف ہر منزلِ ہستی کی رسم و راہ ہے
آخرت بھی زندگی کی ایک جولاں گاہ ہے

ہے وہاں بے حاصلی کشتِ اجل کے واسطے
سازگار آب و ہوا تخمِ عمل کے واسطے

نورِ فطرت ظلمتِ پیکر کا زندانی نہیں
تنگ ایسا حلقۂ افکارِ انسانی نہیں

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

www.abulhasanalinadwi.org

”دینی تعلیمی کونسل کے قیام کے بعد چالیس برسوں میں یہ پہلا موقع تھا جب اس کا اجلاس اس کے مستقل صدر ومربی اور سرپرست حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی شخصیت سے محروم ہونے کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سلیمانیہ ہال میں منعقد ہوا جس کے درودیوار شاہد ہیں کہ ملت کے وجودو بقاء کی خاطر نازک ترین لمحات میں دینی تعلیمی کونسل کے پلیٹ فارم سے حضرت مولانا علی میاںؒ نے دینی غیرت وحمیت کی بلند آہنگی کے ساتھ بارہا ملک وملت کے ضمیر کو جھنجھوڑا۔ ان کی ایک آواز نے پورے ملک میں انقلاب برپا کیا اور مسلمان اس خطرہ سے محفوظ رہ گئے جو اکثر بڑی حکمت عملی سے نمایاں ہوا تھا۔

یہی تاثرات تھے جو ۲۴/اپریل ۲۰۰۰ء کو دینی تعلیمی کونسل کے اجلاس میں نظر آئے اور اسی روحانی نسبت کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی کی تجویز پر ایک لمحہ کے توقف کے بغیر عام اراکینِ کونسل نے اپنی پُرزور تائید سے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کو دینی تعلیمی کونسل کا صدر منتخب کرلیا۔ اس انتخاب کے بعد ہر شخص اس پر مسرور ومطمئن نظر آیا کہ حضرت مولانا علی میاںؒ کی نسبت اور روحانی رشتہ اس ربط و

www.abulhasanalinadwi.org

تعلق کی بناء پر برقرار رہے گا اور اس کے فیوض و برکات بھی جاری رہیں گے۔

ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی سکریٹری دینی تعلیمی کونسل نے ابتداء میں کہا کہ تنظیموں اور تحریکوں میں بزرگوں کی نسبتیں تلاش کی جاتی ہیں اللہ کا احسان ہے کہ ہمیں ایک ایسی نسبت پہلے سے میسر ہے جس کی سرپرستی میں قافلہ پہلے کی طرح رواں دواں رہے گا۔ ڈاکٹر عثمانی جذبات سے اس قدر مغلوب تھے کہ جلسہ کی نظامت اور گذشتہ اجلاس کی کارروائی کو پڑھنا ان کے لئے مشکل ہو رہا تھا جس میں کئی جگہ حضرت مولانا علی میاںؒ کا نام لیتے ہوئے ان کی آنکھیں بھر آئیں اور آواز بھرّا گئی۔

دینی تعلیمی کونسل کا یہ اجلاس جس میں اراکین کی بڑی تعداد موجود تھی اور ان معنوں میں بڑی اہمیت کا حامل تھا کہ رنج وغم کے باوجود سارے حضرات نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ مستقبل میں سرگرم عمل ہونے کا اظہار کر رہے تھے۔ چنانچہ طے ہوا کہ جلد ہی علی گڈھ، مئو، سدھارتھ نگر، بجنور، سہارنپور، لکھنؤ، رائے بریلی، سیتاپور اور گنج ڈونڈوارہ ضلع ایٹہ میں علاقائی کانفرنسیں ہوں گی اور پوری ریاست اترپردیش میں تعلیمی بیداری پیدا کرنے کی منظم کوشش کی جائے گی اور یہ کام ایک مہم کے طور پر انجام دیا جائے گا۔

قاری ریاض احمد مظاہری کی تلاوت کلام پاک کے بعد جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی نے تعزیت کی تجویز پیش کرتے ہوئے مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاںؒ کی روحانی صفات وخصوصیات قائدانہ کردار باعظمت انداز گفتار اور دینی تعلیمی کونسل کے قافلہ سالار کی حیثیت سے ان کی عظیم دینی اور ملی سماجی اور قومی خدمات کو زبردست جذباتی

www.abulhasanalinadwi.org

خراج عقیدت پیش کیا جس سے خود ان کی اور دوسرے اراکین کی آنکھیں نمناک ہوگئیں لیکن اسی سے دلوں میں فکر و تعلق، عزم و حوصلہ اور احساس ذمہ داری کی چنگاری بھی روشن ہوئی۔ ڈاکٹر قریشی نے دینی تعلیمی کونسل کے نائب صدر مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری کی بھی تعزیت کی اور ان کی خدمات کا ذکر کیا۔ ان کی تصنیفی صلاحیتوں اور دینی تعلیمی تحریک سے ان کی دلچسپی کا اظہار کیا۔

دینی تعلیمی کونسل کے اجلاس میں سب سے اہم مسئلہ حکومت اتر پردیش کا وہ مذہبی بل تھا جس نے پورے ملک کے مسلمانوں کو اضطراب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس سلسلے میں دینی تعلیمی کونسل نے اب تک جو خاموش اور سنجیدہ اور دستوری اقدامات کیے ہیں ان کی تفصیل ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی نے بتائی۔ گورنر اتر پردیش اور صدر جمہوریہ سے ملاقاتوں کا مفصل ذکر بھی کیا۔ پورے اجلاس نے متفقہ طور پر یہ محسوس کیا کہ یہ بل غیر دستوری ہے اور مطالبہ کیا گیا کہ ہرگز اس کو منظور نہ کیا جائے۔ ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ نے اس کے قانونی نکات پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ راجستھان اور مدھیہ پردیش میں بھی بہت پہلے اسی طرح کے بل پاس ہو چکے ہیں لیکن حکومت اتر پردیش نے مدارس اور مساجد کا تعلق بیان کر کے اس فکر و نظر کا مظاہرہ کیا ہے جس کی بناء پر یہ بل لایا گیا ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حکومت اسی بہانہ سے مساجد اور مدارس کی تعمیر و توسیع پر روک لگا دینا چاہتی ہے۔

ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی نے اپنی رپورٹ میں ماضی اور حال کے خطرات اور مستقبل کے تشویشناک امکانات پر بھی بھرپور روشنی ڈالی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مذہبی بل کے بارے میں انہوں نے اس خوش آئند بات کی طرف اشارہ کیا کہ پورے ملک میں غیر بی جے پی سیاسی پارٹیاں اور سیکولر مزاج لوگ اس کے خلاف ہیں اور کہیں سے بھی اس کے حق میں کوئی آواز نہیں اٹھ رہی ہے انہوں نے تنظیم وتحریک کے تعلق سے گذشتہ سرگرمیوں اور آئندہ کے منصوبوں کا ایک خاکہ پیش کیا۔

ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی نے کہا کہ اس ملک میں مسلمانوں کی صلاحیتوں سے بڑا کام لیا جاسکتا ہے اور اس کے مثبت نتائج سے پورے ملک کو فائدہ پہونچ سکتا ہے بشرطیکہ انہیں اطمینان ویکسوئی سے کام کرنے کا موقع دیا جائے۔

پروفیسر نفیس احمد (مسلم یونیورسٹی علی گڈھ) نے بہت تفصیل سے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے تعلیم ونظام تعلیم سے متعلق تجاویز پیش کیں مولانا سید سلمان الحسینی نے مدارس اسلامیہ کے اساتذہ اور طلباء سے براہ راست رابطہ پر زور دیا۔ مولانا محمد رفیق قاسمی (دہلی) نے اساتذہ کے تربیتی کیمپ کی ضرورت اس کی اہمیت اور افادیت بیان کی۔ مولانا عبدالرحمٰن رحمانی مبارک پوری، قاضی اظہار الحق، ظہیر احمد شاہ جہاں پور شفاعت حسین اور محمد اسحاق عثمانی نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

صدر جلسہ مولانا محمد شفیع مونس نے اپنی مختصر تقریر میں دینی تعلیمی کونسل کی خدمات موجودہ نظام تعلیم اس کے منفی اثرات اور اس مسئلہ پر جماعتوں کے اتحاد واتفاق کے موضوعات پر روشنی ڈالی۔

آخر میں دینی تعلیمی کونسل کے نومنتخب صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنی جامع اور فکر انگیز تقریر سے ذہنوں کو جھنجھوڑ دیا۔ ان

www.abulhasanalinadwi.org

کے لب ولہجہ میں دل سوزی اور دردمندی کی وہی چمک تھی جو کبھی حضرت مولانا علی میاںؒ کی تقریروں میں نمایاں ہوتی تھی۔ انہوں نے نئی نسل کی ذہنی تربیت اس کی تعمیر وتشکیل پر یہ کہتے ہوئے پُرزور انداز میں کہا کہ اگر اس کی فکر نہ کی گئی تو اندیشہ ہے کہ وہ عقیدۂ توحید کے حصار سے نکل جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت جو کچھ ملکی سطح پر نظر آرہا ہے وہ ہمارے بڑوں کی فکر کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم نے اس کی فکر نہ کی تو مستقبل کی مسلمان نوجوان نسل ایسی بھی نہیں رہ جائے گی۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے سمرقند و بخارا میں اپنے مشاہدات اور اپنے سفر کے تجربات بیان کئے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ملت کی ریڑھ کی ہڈی ابتدائی دینی تعلیم ہے اس کی آبیاری کی ضرورت ہے اگر وقت پر یہ کام نہ کیا جائے تو خوشنما پھول بھی مرجھا جاتے ہیں انہوں نے عصری تعلیم کو اسلام بیزار تعلیم قرار دیا اور یہ بھی کہا کہ مسلمان طلباء کی اکثریت وہیں جاتی ہے اس لئے ایسے اداروں کی بھی فکر کرنی چاہئے' دینی تعلیمی کونسل نے جو نظام ونصاب تعلیم مرتب کیا ہے اس میں ملت کی حفاظت اور تعمیر پوشیدہ ہے انہوں نے کہا کہ خطرہ سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ہمیں خطرہ کا احساس نہیں ہے انہوں نے اس موقع پر تاریخی حوالوں سے یہ فکر انگیز بلکہ درد انگیز نکتہ بیان کیا کہ اندلس کے سقوط کے بعد وہاں کے مسلمانوں نے دوسو سال تک اپنے عقائد اپنے تشخص اور اپنے فکری اثاثہ کو بچانے کا غیر معمولی کارنامہ انجام دیا اس سلسلے میں تاریخ میں جو کچھ محفوظ ہے وہ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ایک آفاقی پیغام کی حیثیت رکھتا ہے انہوں نے چھ نسلوں تک اس کوشش کو جاری رکھا انہیں خطرہ کا احساس تھا اس لئے وہ اتنے دنوں تک سرگرم رہے اور جہاں تک ممکن ہو سکا اپنی نوجوان نسل کو

بچانے میں منہمک رہے انہوں نے آسانی سے شکست تسلیم نہیں کی دوسو سال کے بعد وہ شمالی افریقہ میں جا کر آباد ہو گئے۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے قاضی محمد عدیل عباسی کی جد و جہد ان کی دردمندی اور مولانا علی میاں کی فکر مندی اور دل سوزی کی روشنی میں مستقبل کا لائحہ عمل مرتب کرنے پر زور دیا۔ انہیں کی دعاء پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# عرضِ مرتب

ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی سیرت و شخصیت کے جلوۂ صد رنگ میں اقبال واوجِ کمال فکر و خیال کے جمال و جلال اور حیات و خدمات کے نقوشِ لازوال نمایاں ہیں۔ ان ساری کیفیات میں ان کا نمایاں ترین وصف وہ روشن ضمیری تھی جو معرفت، معنویت، حقیقت، صداقت اور عظمت سے مزین کی گئی تھی۔

یہی خصوصیت تھی جس نے عام مسلمانوں میں حضرت مولاناؒ کو مقبول بنایا تھا۔ یہی وصف تھا جس نے تمام تنظیموں اور تحریکوں میں انھیں وقار و اعتبار و افتخار بخشا تھا۔ اخلاص و کردار کی اسی دولت نے انھیں عالمِ اسلام میں مسندِ علمی عطا کی تھی۔ علم و معرفت کی یہی شان استغناء تھی جس نے مشرق و مغرب اور عرب و عجم کو ان کا گرویدہ اور قصیدہ خواں بنایا تھا۔ اب ان

www.abulhasanalinadwi.org

کے بعد اس محرومی پر سب ماتم کناں و نوحہ خواں ہیں

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

حضرت مولانا علی میاں کا علمی اور دینی و دعوتی رشتہ اور ربط و تعلق بے شمار تنظیموں اور تحریکوں سے تھا۔ یہ رشتہ بین الاقوامی سطح پر بھی اُستوار تھا لیکن ان میں چند تحریکیں ایسی تھیں جو ان کے ذہن و فکر پر ہر لمحہ چھائی رہتی تھیں۔ سوتے جاگتے ان کے لئے فکر مندی کا اظہار ہوتا تھا۔ دینی تعلیمی کونسل سے حضرت مولانا کا رشتہ اِسی طرح کا تھا۔ اس تنظیم و تحریک نے آزاد ہندوستان میں نوجوان نسل کے اندر دین کو باقی رکھنے کا جو غیر معمولی کارنامہ انجام دیا ہے وہ ملت اسلامیہ کی تاریخ کا روشن ترین باب ہے۔ الحاد و ارتداد کی آندھی میں توحید و رسالت اور آخرت کے تصورات کو اجاگر کرتے ہوئے پوری ملت کو اس پر آمادہ کر دینا اور اس کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار ہو جانا اپنے ملّی تشخص کو باقی رکھنے کا فیصلہ کرنا، زبان تہذیب اور معاشرتی ترجیحات کے ساتھ زندہ رہنے کا عزم کرنا، سخت ترین حالات کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جانا اور طویل جد و جہد کے بعد ایک پوری نسل کو محفوظ کر دینا دینی تعلیمی کونسل کی شناخت ہے۔ صلہ و ستائش سے بے نیاز اس تنظیم و تحریک نے اس ملک میں پہلی مرتبہ تاریخ سازی کا مرقع پیش کیا ہے۔

حضرت مولاناؒ نے ایک موقع پر فرمایا تھا:

"جب کبھی ہندوستانی مسلمانوں کی ذہنی، فکری و تعلیمی تاریخ بلکہ انکی ملّی تاریخ دیانتداری کے ساتھ لکھی جائیگی تو اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکے گا کہ اس چالیس سال کی مدت میں دینی تعلیمی کونسل نے کیا فکر دیا کیا لٹریچر فراہم کیا

www.abulhasanalinadwi.org

کس طرح ہندوستانی مسلمانوں کے دینی تعلیمی مقدمہ کو مضبوط دلائل سے ثابت کیا۔"

پچاس برس قبل دینی تعلیمی تحریک کا آغاز قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم نے اپنے ضلع بستی میں کیا تھا۔ ۱۹۵۹ء کی آخری تاریخوں میں (۳۰ / ۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء) قاضی صاحب مرحوم کی دعوت پر ریاستی دینی تعلیمی کانفرنس کا انعقاد بستی ہی میں ہوا۔ حضرت مولانا علی میاںؒ نے اس کی صدارت فرمائی تھی اور اسی موقع پر دینی تعلیمی کونسل کا قیام عمل میں آیا تو متفقہ طور پر حضرت مولانا اس کے صدر منتخب ہوئے اس وقت سے لے کر تادمِ آخر وہ صدر کونسل کی حیثیت سے رہنمائی اور سرپرستی فرماتے رہے۔

چالیس برس کی مدت میں تحریک و تنظیم کے لئے ہمہ وقت کی فکر مندی ہندوستان میں نوجوان نسل کے ایمان و عقیدہ کی حفاظت اس کی اہمیت اور افادیت پر اظہار خیال اور حالات حاضرہ پر مومنانہ شان سے جرأت مندانہ تنقید و تبصرہ کی ایک تاریخ ہے جو حضرت مولانا علی میاںؒ کے نام نامی سے وابستہ رہی ہے۔

عام انسانی زندگی میں مسلمانوں کو جو امتیاز بخشا گیا ہے اور جس طرح کی خصوصی ذمہ داریاں ان پر ڈالی گئی ہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے انھیں خیر امت قرار دیا گیا ہے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں انھیں دوسروں کے لئے نمونہ بنایا گیا ہے۔ یہ اعزاز و امتیاز کسی دوسری امت کو عطا نہیں ہوا۔ یہ اس وابستگی کا فیض ہے جو آقائے دوجہاں سرورِ کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے مسلمانوں کو بالخصوص اللہ کی طرف سے مرحمت فرمائی گئی ہے، حضرات صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ نے

www.abulhasanalinadwi.org

اس حقیقت کو سمجھا تھا اس معنویت اور روحانیت اور اس اعزاز و وابستگی کی اہمیت وصداقت ان کے سامنے عیاں تھی وہ اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے اعزاز اور تعلق کو تسلیم وقبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے اور اس کے اعلان و اقرار کے بعد آزمائشوں کی سخت ترین منزلوں کو عبور کر لینا ان کیلئے آسان تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جس معاشرہ کی تکمیل فرمائی اور افراد کی سیرت سازی اور تربیت کا جو اعلیٰ نمونہ دنیا کے سامنے پیش فرمایا وہ رہتی دنیا تک عالم انسانیت کیلئے مشعل راہ ہے۔ جن خطوط پر ذہن وفکر کی آبیاری ہوئی تھی اس میں قلب ونظر کی پاکیزگی کا تصور بھی کارفرما تھا۔ مسلمانوں کے سامنے دین ودنیا کے معاملات کے لئے ایک شاہ کلید عطا کی گئی جو اس پیغام میں پوشیدہ تھی اور آج بھی کامیابیوں کی ضامن ہے کہ مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ان اصول واحکام کے پابند رہیں جو قرآن نے نافذ کیے ہیں اور رسول پاک نے احادیث میں جن کی صراحت فرمائی ہے۔

اسلام میں تعلیم کو بڑی اہمیت دی گئی ہے لیکن اس کیلئے ایک حصار بنایا گیا ہے۔ اس دور میں تعلیم کو جس طرح آزاد چھوڑ دیا گیا ہے اس کے اثرات نمایاں ہیں۔ فرد اور معاشرہ کی زبوں حالی کا جو سلسلہ دراز ہوتا جا رہا ہے اس کے پس منظر میں تعلیم کے منفی تصورات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جنس کی تخصیص کے بغیر عام مسلمانوں کے لئے تعلیم کو اسلام میں ضروری بلکہ فرض قرار دیا گیا ہے لیکن وحی الٰہی کی پہلی آیت میں اس کے لئے یہ اصول بھی ارشاد فرمائے گئے کہ تعلیم کو توحید سے وابستہ ہونا چاہئے اور توحید پر ایمان کے بغیر انسانیت کی فلاح ممکن نہیں ہے۔ اس دور میں تعلیم کو حصولِ زر کا ذریعہ بنالیا گیا ہے اسے روحانیت کا سرچشمہ بنانے کی فکر نہیں کی گئی۔ اسے دماغی ورزش قرار

www.abulhasanalinadwi.org

دیا گیا دلوں کے دروازے اس کے لئے بند کر دیئے گئے۔ تعلیم سے دماغ روشن ہوئے دلوں کے نہاں خانے منور نہیں ہو سکے آنکھیں خیرہ ہوئیں سینے کشادہ نہیں ہو سکے خارجی تصورات کے مقاصد حاصل ہوئے، معرفت کے داخلی تاثرات مادیت کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہے، انسانیت کا قافلہ راہوں میں دوڑتا رہا منزل سے ہمکنار ہونے کی سعادت اسے نہیں مل سکی۔ یورپ کی روشنی علم وہنر کو دیکھ کر اقبالؔ نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ "بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات"۔

مسلمانوں کے لئے تعلیم ایک امانت ہے۔ اس کا حصول مبارک اور اس سے محرومی کوتاہ بینی کی علامت ہے، تعلیم کے سلسلے میں اس نکتے کو سمجھنے کی ضرورت ہے، علم اللہ کی بڑی عنایت اور اس کا فضل ہے اسی لیے اس کی جوابدہی بھی رکھی گئی ہے۔ تعلیم کے ساتھ تربیت کا رشتہ اسی لئے جوڑا گیا ہے کہ اس سے معاشرہ کی تکمیل ہوتی ہے مسلمانوں کے لئے تعلیم کافی نہیں ہے اس سے ظاہری آرائش ونمائش تو ممکن ہے لیکن دل ونگاہ ونفس میں کسی انقلاب کی امید نہیں کی جا سکتی۔ صرف تعلیم سے اہل علم پیدا ہو سکتے ہیں، اہل دل کا وجود نظر نہیں آ سکتا۔ اللہ کی حکمت ومشیت کا یہ عظیم مظاہرہ تھا جب محسن انسانیت اور معلم اخلاق وروحانیت جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو اس کائنات کی رہنمائی آپ کے امی ہونے کی صورت میں عطا فرمائی گئی۔ دنیا کے عالم اور دانشور جو ظاہری علوم سے آراستہ تھے اس امیؐ کے ذخیرۂ علم کے سامنے سرنگوں ہو گئے۔ مسلمانوں کو تعلیم کے مسئلہ پر اسی نقطہ نظر سے غور کرنا چاہئے اور فکر کی ترتیب درست کر لینی چاہئے۔

دینی تعلیمی کونسل مسلمانوں کو تعلیم کے لئے پکار رہی ہے۔ حالات کا اندازہ کر کے گذشتہ چالیس برسوں سے یہ آواز بلند کی جا رہی ہے۔ اس وقت

www.abulhasanalinadwi.org

ملت کا جو اثاثہ محفوظ رہ گیا ہے وہ مدارس و مکاتب کا فیض ہے جہاں سے دین کے طلبگار اور ملک کے وفادار پیدا ہوتے ہیں۔ ان چراغوں کو روشن رکھنے کا عزم کیجئے اور حوصلوں کے ساتھ اپنے بھرپور تعاون کی پیشکش کیجئے۔

دینی تعلیمی کونسل نے اپنے قیام سے لے کر ابتک مسلمانوں کی ابتدائی تعلیم پر اپنی توجہ مرکوز رکھی ہے۔ آزاد ہندوستان میں یہ واحد تنظیم ہے جس نے اپنے گرد و پیش سے یکسو ہو کر تعلیم کے میدان میں اپنی سرگرمیوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ مشہور مجاہد آزادی اور مجاہد اردو قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم کی دعوت پر اکابرین ملت اور دانشوران گرامی جمع ہوئے تو سب کے سامنے صرف ایک سوال تھا کہ مسلمانوں کی نوجوان نسل کو اس انقلاب سے کیسے محفوظ رکھا جائے جو خصوصی طور پر ریاست اتر پردیش میں تعلیم کی راہ سے داخل ہو رہا تھا۔ ملک کی آزادی کے فوراً بعد اس حقیقت کو یکسر فراموش کر دیا گیا کہ مسلمانوں کے جذبۂ حریت نے اس منزل کو آسان کیا ہے۔ اس کا اعتراف بھی مشکل ہو گیا کہ اردو نے اپنی بے پناہ قربانیوں اور اپنے جذبۂ مستانہ و شوقِ والہانہ سے جدوجہدِ آزادی میں غیر معمولی کارنامے انجام دیئے تھے۔ اس نے اپنی سرمستی و رجز خوانی سے فضا اور ماحول کو گرم کیا تھا لیکن آزادی کے بعد بے چاری اردو ہدفِ ملامت قرار دی گئی۔ بہ یک جنبشِ قلم شب درمیان اس کی تعلیم بند کر دی گئی سرکاری اسکولوں میں جو کچھ پڑھایا جانے لگا وہ مسلمانوں کے تعلق سے تشویشناک تھا۔ قاضی صاحب مرحوم نے بہت پہلے اس کا اندازہ کر لیا تھا اور اپنے ضلع کے مسلمانوں کو یہ پیغام دینا شروع کر دیا تھا کہ وہ اپنے بچوں کی ابتدائی تعلیم کے مکاتب قائم کریں جہاں اردو و قرآن پاک کے ساتھ عصری مضامین کی تعلیم کا بھی بندوبست کیا جائے۔ انہوں نے اسی عنوان سے

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کے ذہنوں کو تیار کیا اور ضلعی سطح پر اس تحریک کو پھیلا دیا۔ یہ بالکل نئے انداز کا کام تھا جس نے سب کو متوجہ کیا اور یہ محسوس کیا جانے لگا کہ آئندہ اسی راہ سے اسلامی تشخص اور اپنی مادری زبان اردو کو بچایا جا سکتا ہے۔ قاضی صاحب ملت کے اس سنجیدہ اور عظیم تر محاذ پر تنہا سر بہ کف تھے لیکن ان کے اخلاص کی خوشبو اور ان کے جلائے ہوئے چراغ کی روشنی دور تک پھیلی۔ اندازہ ہوا کہ اگر تعلیم کے اس ابتدائی محاذ کو دل جمعی مستعدی دیانت اور متانت کے ساتھ سنبھال لیا جائے تو ایک روشن مستقبل گرفت میں آسکتا ہے۔

قاضی صاحب مرحوم نے اپنی ایک رپورٹ میں اس تحریک کے آغاز وارتقاء پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

”ملک کی آزادی کے بعد طریقۂ تعلیم اور نصابِ تعلیم میں سرکاری طور پر جو عظیم انقلاب ہوا ہے اور مسلمان بچوں کے ذہن و دماغ پر اس کے جو اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور ہو سکتے ہیں وہ مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کے مذہبی اعتقادات بلکہ ان کے مذہبی وجود کے لئے ایک عظیم خطرہ ہیں۔

ضرورت ہے کہ مسلمان بچوں اور بچیوں کی مذہبی تعلیم و تربیت کا کوئی معقول انتظام کیا جائے اور اس کے لئے ایک مضبوط اور وسیع نظام بنایا جائے۔

مندرجہ بالا خیال کے ماتحت ضلع اور شہر کے کچھ اربابِ درد و اصحابِ فکر حضرات بستی میں ۵/اگست ۱۹۵۱ء کو مدعو کیے گئے جلسہ میں شہر اور ضلع کی ممتاز شخصیتوں نے شرکت کی اور بہت غور و فکر کے بعد متفقہ طور پر طے ہوا کہ ۲/ستمبر ۱۹۵۱ء کو ضلع کے

www.abulhasanalinadwi.org

دردمند اور صاحب فکر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو مدعو کیا جائے اور ان کے مشورہ وصلاح سے انجمن تعلیمات دین کی تشکیل کی جائے۔"

اس جلسہ کے انعقاد کی خبر سے پورا ضلع بستی گونج اٹھا۔ وقت مقررہ پر علمائے کرام اہل فکر اور مختلف مقامات وضلع کے نمائندے گوشے گوشے سے تشریف لائے اور ۲ ر ستمبر ۱۹۵۱ء کو صبح ۸ بجے پہلا اجلاس جامع مسجد بستی میں منعقد ہوا۔ قاضی محمد عدیل عباسی صاحب مرحوم اور مولانا محمود الحسن صاحب مرحوم (سابق ناظم دینی تعلیمی کونسل) نے صورت حال کی بھرپور ترجمانی کی اور تشویشناک کیفیت کا اظہار کیا۔ اس جلسہ میں حسب ذیل تجاویز اتفاق رائے سے منظور ہوئیں:

"مسلمانان ضلع بستی کا یہ جلسۂ عام تجویز کرتا ہے کہ ضلع بستی میں مسلمان بچوں اور مسلمان بچیوں کی مذہبی تعلیم کے لئے انجمن تعلیمات دین ضلع بستی کے نام سے ایک انجمن بنائی جائے۔

دوسرا اجلاس بعد نماز ظہر مسجد ہی میں منعقد ہوا۔ حسب ذیل تجاویز منظور ہوئیں:

"۱۔ مسلمانان ضلع بستی کا یہ جلسۂ عام تجویز کرتا ہے کہ دستور العمل کا جو خاکہ تیار کیا گیا ہے وہ انجمن تعلیماتِ دین ضلع بستی کا دستور العمل قرار دیا جائے۔

۲۔ انجمن تعلیماتِ دین کے عہدہ داران اور مجلس انتظامیہ کے انتخاب کے لئے ایک عارضی کمیٹی سات حضرات پر مشتمل

www.abulhasanalinadwi.org

بنائی جائے۔

۳۔ یہ جلسۂ عام تجویز کرتا ہے کہ مجلس انتظامیہ ۹ اصحاب پر مشتمل ایک سب کمیٹی اس غرض کے لئے بنائے کہ وہ جدید نصاب تعلیم جہاں تک مسلمان بچوں پر غیر اسلامی اثر مرتب کرنے والا ہو حکومت سے اس کی تبدیلی آئینی طریق پر کرانے کے لئے مؤثر کارروائی کرے اور اس کے متعلق مجلس انتظامیہ کو مسلسل اپنی رپورٹ روانہ کرے۔ یہ بھی طے ہوا کہ مجلس انتظامیہ کو سب کمیٹی کی کارروائیوں میں ترمیم و تنسیخ کا اختیار ہوگا۔

۴۔ مسلمانان ضلع بستی کا یہ جلسۂ عام تجویز کرتا ہے کہ جب تک عہدہ داروں اور مجلس انتظامیہ کا انتخاب نہ ہو جائے اس وقت تک عارضی کمیٹی جو تجویز نمبر ۳ کے مطابق بنائی گئی ہے کام کرے اور مولانا محمود الحسن صاحب اس کے داعی (کنوینر) ہوں گے۔

قاضی صاحب مرحوم جو تمام سرگرمیوں کا مرکز اور پوری تحریک کے بانی اور قائد تھے انہوں نے لکھا ہے:

”چند دنوں کے بعد شدہ شدہ دستور العمل انجمن تعلیمات دین ضلع بستی، مسلمانانِ ضلع بستی سے اپیل، نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم صباحی شبینہ مکاتب کے لئے درجہ اول سے پنجم تک، فارم الحاق اور فارم رکنیت طبع کرائے گئے۔ نصاب تعلیم کے مرتب کرنے میں کافی وقت صرف ہوا۔ ہندوستان میں

www.abulhasanalinadwi.org

جتنی کوششیں دینی مکاتب کے نصاب مرتب کرنے کی ہوئی ہیں خاص کر جمعیۃ العلماء اور جماعت اسلامی نے جو نصاب تیار کئے ہیں سب دیکھے گئے اور کتابیں جو ہر نصاب میں تجویز ہوئی ہیں پڑھی گئیں اور ہمارا خیال ہے کہ ہم نے جو کوشش نصاب، تعلیم اور طریقہ تعلیم کے مرتب کرنے میں کی ہے وہ ایک کامیاب کوشش ہے۔ اس میں سب سے زیادہ اس امر کو ملحوظ رکھا گیا کہ بدقسمتی سے جو فرقہ وارانہ اختلافات باہمی طور پر مسلمانوں میں پیدا ہو گئے ہیں ان سے قطعی اور کلی طور پر بچ کر چلا جائے اور درسی کتابیں وہ رکھی جائیں جن پر کسی فرقۂ اسلام کو معمولی سا بھی اعتراض کرنے کا موقع نہ رہے دوسرے یہ کوشش کی گئی کہ بچوں اور بچیوں کا دماغ اسلامی تربیت کے سانچے میں ڈھالا جائے اور ان کے ذہن میں اسلامی اصول کو ایسے ٹھوس طریقہ پر جما دیا جائے جو کسی باد مخالف سے ہل نہ سکے۔''

انجمن تعلیمات دین کی تحریک و تنظیم میں شرکت اور رکنیت کے دروازے تمام مسلمانوں کے لئے کھلے ہوئے تھے۔ اس کے لئے ایک فارم طبع کرایا گیا جس میں اس کا اعلان ہوتا تھا۔

''ہم اشخاص ذیل، انجمن تعلیمات دین ضلع بستی کی رکنیت منظور کرتے ہیں اور اپنے کو حسب ذیل شرائط کا پابند کرتے ہیں۔

ا۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ اپنے بچوں اور بچیوں اور ان بچوں

www.abulhasanalinadwi.org

اور بچیوں کو جو ہماری نگرانی یا اثر میں ہوں سرکاری اسکولوں میں تعلیم دیتے ہوئے زبان اردو کے ذریعہ دین کی تعلیم دلانا اپنے اوپر واجب رکھیں گے۔

۲۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ اپنے گھروں میں چٹکی نکالیں گے اور اپنی آمدنی میں سے وہ خواہ غلے کی شکل میں ہو یا نقد کی شکل میں حسب استطاعت تعلیم دین کے لئے مستقلاً نکالیں گے۔

۳۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ تعلیم دین کی اشاعت میں پوری کوشش کریں گے اس کے لئے وقت علم سرمایہ اور محنت کی قسم میں سے جو بھی خدمت کر سکتے ہیں اس سے دریغ نہ کریں گے۔''

ایک بڑی عظیم دینی تعلیمی تحریک کے یہ ابتدائی نقوش تھے۔ اس وقت اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ایک بندۂ خدا نے اپنے چند مخلص رفقائے کار کے ساتھ جس کام کا آغاز کیا ہے مستقبل میں اس کے ایسے غیر معمولی اثرات نمایاں ہوں گے۔ بے دست و پائی میں عزم وارادہ کی طاقت وتوانائی کا مظاہرہ تھا۔ جذبہ خودداری اور دینی غیرت وحمیت کی ایسی مثال آزاد ہندوستان میں مشکل سے نظر آئے گی۔

قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم نے ''تحریک کی تاریخ'' کے عنوان سے جو کتابچہ مرتب کیا تھا اس کو پڑھ کر اس خونِ جگر کا اندازہ ہوتا ہے جو اس گلشن کی آبیاری میں صرف کیا گیا۔ کیسی مبارک تھی وہ ساعت اور کیسے قابل مبارک باد تھے وہ چند نفوس جو ماضی اور حال کی الم ناکیوں اور تباہ کاریوں کی افسردہ و مضمحل اور انتہائی تشویشناک صورت حال میں مایوس و دل شکستہ ہونے کے بجائے

www.abulhasanalinadwi.org

بنامِ خدا میدان میں سرگرم ہو گئے ان کے لئے ہر بحرِ پُر آشوب پایاب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا تھا ان کے سامنے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان تھا:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی مدد کرو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثبات و استقامت عطا کرے گا۔"

قاضی صاحب کی وہ تحریر نقش اول ہے۔ پچاس برس قبل کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ایک ستارہ سحری کی نمود صبح فردا کی بشارت سنا رہی تھی:

"انجمن تعلیمات دین ضلع بستی کا قیام ۱۹۵۰ء میں اس وقت ہوا جب آزادی کے حصول کے بعد اچانک اردو جلاوطن کردی گئی اور نصاب تعلیم منافی اسلام اسباق سے بھر دیا گیا۔ ہمارے سامنے دو بڑے مقاصد تھے۔

۱۔ بچوں کے خام ذہنوں پر سرکاری نصاب تعلیم کی کتابوں کے اسباق کے زہریلے اثر کو مٹانا اور اس کا واحد طریقہ یہ قرار دیا گیا کہ آزاد خود کفیل مکاتب کھولے جائیں۔

۲۔ جمہوری اور آئینی طریقوں سے جدوجہد کرنا کہ حکومت اس غلطی کو محسوس کرے اور نصاب تعلیم کی اصلاح کرکے اسے سیکولر بنادے۔"

اُسی وقت یہ بھی محسوس کیا گیا کہ یہ کام انجام نہیں پاسکتا جب تک کہ تمام سیاسی اور مذہبی فرقہ بندیوں کو بالائے طاق رکھ کر ایک متحد جماعت نہ بنائی جائے۔ ایک طرف آزاد خود کفیل مکاتب کے قیام میں جبریہ تعلیم اور ایجوکیشنل کوڈ کے

www.abulhasanalinadwi.org

قواعد وضوابط کی بہت سی دقتیں سدراہ تھیں دوسری طرف حکومت اور محکمہ تعلیم کو متوجہ کرنے کے لئے ایک ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو ہر طبقہ خیال اور عام مسلمانوں کی نمائندہ ہو اسی لئے جو بنیادی جلسہ طلب کیا گیا اس میں ہر نقطۂ نگاہ کے لوگوں کو دعوت دی گئی تھی۔

تحریک کے ابتدائی مراحل اور مکاتب کے قیام کی بنیادی جدوجہد انداز فکر طریقِ کار اور طرزِ عمل پر قاضی صاحب نے اپنے تاثرات کو اس طرح بیان کیا ہے۔

> ''جب یہ اسکیم شروع کی جارہی تھی تو اس پر شک اور شبہ کے بادل چھائے ہوئے تھے اور اس کی کامیابی پر اکثر لوگوں کو یقین نہیں آتا تھا لیکن جیسے ہی ہم لوگ کام کرنے کے لئے نکلے تو پتہ چلا کہ گویا قوم تیار بیٹھی ہے —— اس طریقۂ کار کا نام ہم نے ''آگ لگانا'' رکھا تھا جس طرح ایک جگہ آگ لگتی ہے تو قریب میں پھیل جاتی ہے اسی طرح ہماری تحریک آگ کے شعلوں کی طرح پھیلتی تھی۔''

مسلمانوں کی کسی بھی دینی تنظیم و تحریک میں ایک بڑا مسئلہ مسلک کا ہوتا ہے۔ اس کی عصبیت بعض وقت مقاصد کو یکسر ختم کر دیتی ہے اور ابتدا ہی میں اتحاد و اتفاق کے بجائے نفرت اور عداوت کی فضا ایسی سرگرم ہوتی ہے کہ اپنے ہی بنائے ہوئے نشیمن خاکستر ہو جاتے ہیں۔ دینی تعلیمی تحریک میں بھی یہ نکتہ ہمیشہ پیش نظر رہا۔ بزرگوں کے ذہن و فکر میں اس کی ایک واضح تصویر تھی مستقبل کا ایک غیر مبہم خاکہ تھا جس میں رنگ آمیزی کا غیر معمولی ہنر انھیں آتا تھا ایسے نازک ترین رشتے کو انہوں نے آخر تک قائم رکھا اور ان کے اخلاص کا

www.abulhasanalinadwi.org

نتیجہ تھا کہ یہ شیرازہ منتشر ہونے سے محفوظ رہ گیا۔ مکاتب کے لئے جو نصاب تعلیم مرتب کیا گیا اس میں اس کا لحاظ رکھا گیا تھا۔

''ایسا بھی ہوا کہ ہم کسی گاؤں میں گئے اور وہاں لوگوں نے ہمارے عقائد پر بحث شروع کردی تو ہم نرمی سے سمجھا دیتے تھے کہ ہم آپ سے یہ نہیں کہتے کہ کیا پڑھاؤ یعنی کون سی کتاب پڑھاؤ ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ دین پڑھاؤ بریلوی دیوبندی اہل حدیث سب اپنی اپنی کتابیں پڑھائیں۔ ہمارا مطالبہ حکومت سے یہ ہے کہ بچے کے دماغ کو کس سانچے میں ڈھالا جائے یہ والدین اور سرپرست کا کام ہے اس میں حکومت دخل نہیں دے سکتی اگر ہم خود بچے کے دماغ کو کسی خاص سانچے میں ڈھالیں تو یہ ایسا تضاد ہوگا جس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں اور پھر ہم کس منہ سے حکومت سے یہ مطالبہ کریں گے کہ بچے کے ذہن ومزاج کی تربیت میں دخل انداز نہ ہو۔ لوگ سمجھ جاتے تھے اور خوش ہوکر تحریک کا خیر مقدم کرتے تھے۔''

اس کے بعد قاضی صاحب نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ ایک دلچسپ واقعہ بھی ہے اور تحریک کے سلسلے میں ایک بلیغ اشارہ بھی ہے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی تحریک ریشمی رومال کی طرح قاضی صاحب نے بھی ایک علامت متعین کی تھی۔ اس کی روداد خود قاضی صاحب نے بیان کی ہے:

''اگر کسی نے ہٹ دھرمی اور ضد سے کام لیا تو ہم لوگ اس گاؤں سے السلام علیکم کہہ کر رخصت ہوجاتے تھے اور تب

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارا آپس کا محاورہ یہ تھا کہ کہ اس گاؤں کو پھونک دو۔ چنانچہ ڈٹ کر اس کے اتر دکھن پورب پچھم کے مواضعات میں مکاتب کھول دیتے تھے اور انجام یہ ہوتا تھا کہ وہی حضرات ہمارے پاس دوڑے ہوئے آتے تھے اور کہتے تھے کہ چلئے ہم گاؤں کا جلسہ کر رہے ہیں مکتب کھول دیجئے۔"

مکاتب کے قیام کی اس تحریک کے ساتھ ان مسلمان طلبا کی فکر بھی دامن گیر تھی جو ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ کالجوں میں زیر تعلیم تھے ان کی ایک فہرست تیار کی گئی۔ میرے والد ماجد مولانا محمود الحسن صاحب کا ہمیشہ یہ مزاج رہا کہ وہ عصری تعلیم کے نوجوان طلبا میں دینی روح پھونکنے کی کوشش میں سرگرم رہتے تھے۔ بستی میں بھی میرے خالِ محترم قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم اور والد ماجد نے باہمی مشورہ سے طلبا کی تنظیم قائم کرکے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے سامنے نامور علماء کرام کی تقریریں کرائی جائیں۔

"طلباء پنسل کاغذ لے کر بیٹھیں اور مضمون نوٹ کرتے جائیں ان کے بعد پندرہ روزہ جلسے کرکے ان میں تقریروں کو دہرائیں اور مسائل دینیہ پر اپنا مطالعہ پیش کریں۔"

اس سلسلے میں سب سے پہلی تقریر ۱۱ر اگست ۱۹۵۳ء کو مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی "توحید" کے موضوع پر ہوئی۔ اس جلسہ میں درجہ ۶ سے درجہ ۱۲ تک کے قریب دو سو طلباء شریک ہوئے۔

۶ر ستمبر ۱۹۵۳ء کو اسی طرح کا دوسرا جلسہ منعقد ہوا جس میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ نے طلبا کو "رسالت" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ بقول قاضی صاحب یہ دونوں تقریریں اس درجہ جامع

www.abulhasanalinadwi.org

اور پر اثر تھیں کہ طلباء میں دین سیکھنے اور سمجھنے کا کافی جوش و جذبہ پیدا ہو گیا۔ ۷/ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو آخرت کے مضمون پر مولانا محمد اسحاق سندیلوی صاحب طلبا کو خطاب کرنے والے تھے مگر کسی خاص وجہ سے تشریف نہ لا سکے تو والد ماجد حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے اس کام کو پورا کیا۔ ۲۹/ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب نے ''عقائد کے فطری تقاضے اور عملی مطالبے'' پر تقریر کی۔ قاضی صاحب نے لکھا ہے کہ آخر کے دونوں مضامین بہت مشکل تھے مگر ۹/ نومبر اور ۲۰/ نومبر ۱۹۵۳ء کو جب طلبا کے اجتماعات ہوئے اور ان میں انہوں نے جو تقریریں کیں ان سے پتہ چلا کہ کس طرح طالب علموں نے اصل مضمون کو پالیا ہے۔

۹/ دسمبر ۱۹۵۳ء کو حضرت مولانا علی میاںؒ نے اسی طرح کے جلسہ میں نماز کی اہمیت اور فضیلت پر نہایت بلیغ تقریر فرمائی۔ طلبا کی سیرت سازی اور ذہنی تربیت کے لئے ایک ایسے دار المطالعہ کی ضرورت بھی محسوس کی گئی جہاں تفسیر سیرت اخلاق اور آداب کی کتابیں ہوں اور نوجوان طلبا ان سے استفادہ کر سکیں۔ بقول قاضی صاحب۔

> ''چنانچہ طلبا کے اجتماع کی طرح اس دار المطالعہ کے بنیادی خیال پر بھی ہندوستان کے مایۂ ناز عالم مولانا محمد منظور نعمانی اور مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے اپنی تائید کی مہر ثبت کی اور جس طرح طلبا کی تحریک کو چلانے کے لئے اپنا قیمتی وقت دیا تھا اس کام کے لئے بھی اپنی آمادگی ظاہر کی۔ ۱۰/ ستمبر ۱۹۵۳ء کو شیخ کرم حسین صاحب مختار کی کوٹھی میں ایک جلسہ شہر کے پڑھے لکھے لوگوں کا کیا گیا اور جناب مولانا ابو الحسن علی ندوی

نے اپنی نہایت دردانگیز تقریر کے ساتھ اس دارالمطالعہ کی بنیاد رکھی۔"

قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم اپنی نوعمری سے آزادیٔ وطن کی تحریک سے وابستہ تھے۔ صفِ اول کے سیاسی رہنماؤں سے ان کے مراسم تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور پنڈت جواہر لال نہرو سے ان کے ذاتی تعلقات تھے۔ وہ ایک کہنہ مشق نامور صحافی تھے۔ اس دور کے بڑے اردو اخبارات مدینہ، بجنور مسلم دہلی اور زمیندار لاہور کے چیف ایڈیٹر رہ چکے تھے۔ علامہ اقبال، مولانا محمد علی جوہر مولانا حسرت موہانی مولانا ظفر علی خاں مولانا آزاد سبحانی شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ڈاکٹر ذاکر حسین اور اسی طرح کے دوسرے بے شمار قائدین ملک وملت سے قاضی صاحب کے قریبی روابط تھے۔ اس پوری صف نے علم وادب سیاست اور صحافت اور تہذیت ومعاشرت پر اپنے گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ یہ ایسے صاحب بصیرت اور دیدہ ور حضرات تھے جن کی نگاہیں بہ یک وقت ماضی اور حال کے ساتھ مستقبل کے مسائل اور ان کی نزاکتوں پر لگی ہوئی تھیں۔ قاضی صاحب کو عملی سیاست کے روز وشب میں آزاد ہندوستان کے اس رنگ وروپ کا اندازہ ہوگیا تھا جو چند دنوں بعد وجود میں آنے والا تھا۔ دریا کا مزاج اور موجوں کی طغیانی فضا اور ماحول کا رخ دیکھ کر مایوسی کے بجائے عزم واستقلال اور جرأت وہمت کے ساتھ انہوں نے اپنی قوم کے سامنے وجود وبقا کا یہ نسخہ کیمیا پیش کیا۔ خطرناک تصورات کا جو تاثر تھا وہ قاضی صاحب کی تحریروں میں نمایاں ہے۔

"ملک آزادی کی نعمتوں سے مالا مال ہوا آزادیٔ تقریر،

آزادیٔ تحریر، آزادیٔ مذاہب وغیرہ کے نعرے لگے دستور نے مذہبی اولسانی اقلیتوں کو کاغذ پر تحفظات دیئے لیکن ہم رات کو آزادی کا جشن منا کر سوئے اور صبح دم اٹھے تو اردو جلاوطن کی جا چکی تھی ہندی نہ صرف سرکاری زبان بلکہ عام زبان قرار پا گئی تھی۔نصاب تعلیم جو پہلے سیکولر تھا بہت جلد ہندو دھرم کے عقائد سے بھر دیا گیا اب یہ سوال پوری قوت کے ساتھ سامنے آیا کہ آئندہ نسلوں کے ایمان کی حفاظت کیسے کی جائے کیسے اس آگ کے دریا کو عبور کیا جائے۔اسی کے ساتھ عام جبریہ پرائمری تعلیم کا رواج ہوا یعنی ہر بچے اور ہر بچی کو پڑھنا تھا اور سرکار اس کی ذمہ دار تھی لیکن پڑھنا کیا تھا؟ وہ جن سے بچے اور بچیاں اسلام سے منحرف اردو سے نابلد اپنے اسلاف سے قطعی بے تعلق ہو کر ان کی راہ سے مخالف سمت چلے جائیں۔"

"بیاباں کی اس شب تاریک میں دینی تعلیمی تحریک قندیل رہبانی بن کر نمودار ہوئی اب سوال لائحہ عمل کا تھا۔ان ہوش ربا حالات میں ضلع بستی کے چند رضا کاروں نے خود کفیل مکاتب کی بنیاد ڈالی اور قوم متوجہ ہوگئی۔"

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور مولانا محمد منظور نعمانیؒ اپنی علمی دینی تصنیفی ملکی وقومی اور بین الاقوامی مصروفیات کے باوجود ابتدا سے قاضی صاحب مرحوم کی تحریک اور سرگرمیوں سے واقف اور اس میں شریک تھے۔ وہ ان دونوں بزرگوں کی رہنمائی اور سرپرستی کے معترف اور قدرداں تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا علی میاںؒ نے خود اپنے قلم سے اس تحریک اور تاریخ کو محفوظ کیا ہے۔ اس میں صورت حال کی صحیح عکاسی محرکات اور عوامل کا تجزیہ تحریک کی ضرورت اور اہمیت ملی تشخص غیرت وحمیت رکھنے والی مسلم قوم کی ذمہ داریاں اس کی خیر خواہی اور رہنمائی اور وطن دوستی کے سچے جذبات کی قدر دانی مستقبل میں ایک زندہ باوقار اور داعی ملت کی حیثیت سے اس ملک میں مسلمانوں کے وجود وبقا کا انحصار اس پیغام واعلان میں تلاش کر کے نمایاں کیا گیا ہے جو دینی تعلیمی تحریک اور دینی تعلیمی کونسل کے وجود و تاسیس میں پوشیدہ رہا ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے بھی اپنی سوانح حیات تحدیثِ نعمت میں اس تحریک کے پس منظر کے آغاز وقیام اور اپنے ربط وتعلق پر روشنی ڈالی ہے۔ ''دو نادر تحریریں'' کے عنوان سے حضرت مولانا کے اہم مضامین زیر نظر مجموعہ میں شامل اشاعت ہیں۔

قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم نے لکھا ہے:

''صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس جو ۳۰/۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء کو زیر صدارت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بستی میں منعقد ہوئی اس نے ایک نیا خیال ایک نیا جذبہ اور ایک نیا حوصلہ ملت اسلامیہ ہند کو دیا جیسے ہی اس کانفرنس کے انعقاد اور اس کے فرائض و مقاصد کا اعلان ہوا تمام ہندوستان کے ہر طبقہ خیال کے علماء و زعماء کے دماغوں پر تحریک کا تخیل چھا گیا۔ بلا امتیاز جماعت ہر اہل الرائے اور دانشور کو اس میں مدعو کیا گیا تھا۔ دیو بند، ندوہ، سہارنپور، بریلی، علی گڑھ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، جمعیۃ

www.abulhasanalinadwi.org

العلماء ہند، جماعت اسلامی، اہل حدیث ریاست کے تمام
مسلم اسکول اور کالج الغرض کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جسے دعوت نہ
دی گئی ہو اور الحمد للہ سب نے شرکت بھی کی۔"

مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کو بہ طور خاص قاضی صاحب نے کانفرنس کا افتتاح کرنے کے لئے مدعو کیا تھا لیکن متعین پروگرام کے باوجود مولانا عین وقت پر اپنی بیماری کے سبب تشریف نہیں لا سکے۔ انہوں نے قاضی صاحب کو ایک طویل گرامی نامہ ارسال فرمایا جس میں ایک جملہ ان کی فکر و درد مندی اور اس تحریک کی اہمیت اور افادیت کا مظہر تھا۔

"کانفرنس کے اعلان نے ہندوستان کے مسلمانوں کے
ضمیر کو بیدار کر دیا ہے۔"

یہ ایک جملہ نہیں بلکہ طویل تاریخ کا خوبصورت عنوان ہے اور اس بات کی علامت ہے کہ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کی مکمل ترین ملی تاریخ جب کبھی سپرد قلم کی جائے گی تو اس میں دینی تعلیمی کونسل کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکے گا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی موقع پر حضرت مولانا علی میاںؒ کا وہ اقتباس پیش کر دیا جائے جو قاضی صاحب مرحوم کے انتقال پر "قاضی عدیل عباسی کا عظیم کارنامہ" کے عنوان سے قومی آواز لکھنؤ کے خصوصی ضمیمہ میں تحریر فرمایا گیا تھا۔

"اس سے زیادہ ٹھوس مفید اور تعمیری تحریک اور جدوجہد
ادھر ایک طویل عرصہ سے مسلمانان ہند کی تاریخ میں وجود میں
نہیں آئی واقعہ یہ ہے کہ قاضی صاحب ہی کے اس درد و فکر
مندی نے جو ہندوستانی مسلمانوں کی نئی نسل کے بارے میں

www.abulhasanalinadwi.org

ان کو بے چین کئے ہوئے تھی بیسیوں علماء اہل دین کو تڑپایا اور ان کو ان کے گوشہ عزلت سے باہر لے آئی۔ خود اس ناچیز کا شمار بھی انہیں لوگوں میں ہے اور وہ قاضی صاحب کے اس احسان کو مدت العمر تک نہیں بھول سکتا۔"

مولانا محمد منظور نعمانی نے تحدیث نعمت میں اپنے تعلق اور تاثر کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس تحریک میں اپنے حصہ کو میں اللہ کی ایک بڑی نعمت ہی سمجھتا ہوں اور اس کے لئے شکر گذار ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام کے موجودہ ذمہ داروں اور کارکنوں کی ہر طرح مدد فرمائے اور یہ نہایت ضروری کام اطمینان بخش پیمانہ پر جاری رہے۔"

بستی کانفرنس میں مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی امیر جماعت اسلامی ہند نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"اس کام کے لئے جماعتوں کو اپنے اصولوں میں لچک پیدا کرنی چاہیے۔"

والد ماجد مولانا محمود الحسن صاحبؒ (سابق ناظم دینی تعلیمی کونسل) نے اپنے ایک مضمون میں اس وقت کی فضا اور ماحول کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"جس وقت دینی تعلیمی کونسل نے کام شروع کیا تو آزادی کو دس برس سے زائد گذر چکے تھے لیکن مسلمانوں میں ہر طرف ایسا خوف و ہراس طاری تھا جس کا اندازہ آج کرنا مشکل

www.abulhasanalinadwi.org

ہے۔ جبری تعلیم کے قانون کے مفہوم کی اشاعت نے مسلمانوں کو اور بھی سراسیمہ بنا رکھا تھا۔ سب سے پہلا کام یہ تھا کہ اس خوف و ہراس کو دور کیا جائے۔ دینی تعلیمی کونسل نے اپنی تجویزوں کانفرنسوں کی تقریروں اور متعدد مطبوعہ کتابچوں کے ذریعہ مسلمانوں کو ہمت دلائی جبری تعلیم کی تشریحات کیں اور آزاد مکاتب قائم کرنے کی پکار دی۔ چنانچہ کونسل کا کام جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا خوف و ہراس اور احساس کمتری کی فضا صاف ہوتی گئی۔''

بقول قاضی صاحب

کانفرنس کے بعد ایک ایسا جوش اور ولولہ پیدا ہوا جو کم دیکھنے میں آیا ہے۔ بہت سے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تھک ہار کر بیٹھ گئے تھے کہ کچھ نہیں ہوسکتا اب کام ملا اس میں گرمجوشی سے لگ جائیں گے۔ کسی نے کہا کہ عوام کے دماغوں پر ایسا اثر ہوا ہے جیسے کہ پیاسے کو پانی مل جائے۔ کچھ علماء نے کہا کہ اس تحریک میں کام کرنا جہاد کا درجہ رکھتا ہے اور کسی نے یہ بتلایا کہ اس تحریک میں حصہ لینا نفلی عبادتوں سے زیادہ باعثِ ثواب ہے۔''

دینی تعلیمی کانفرنس کے انعقاد اور دینی تعلیمی کونسل کے قیام میں اصلاً حضرت مولانا علی میاںؒ اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ کی مخلصانہ کوششوں کا دخل تھا اور انہیں حضرات کے اصرار پر مسلمانوں کے سامنے وہ شاہراہِ عمل روشن ہوئی جس نے مستقبل کے مسائل کو آسان کر دیا۔ قافلہ کی ترتیب و تشکیل، سفر کا

www.abulhasanalinadwi.org

آغاز اور اس کے لئے جذبہ وشوق میں والہانہ کیفیتوں کا اظہار ہوا۔ سب سے زیادہ پر کشش اعلان یہ تھا کہ ''کانفرنس کی صدارت عالم اسلام کے نامور خطیب اور عظیم مفکر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کریں گے۔''

قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ سے بیعت تھے۔ حضرت نے انہیں قرآن پاک کا ایک نسخہ عنایت فرمایا تھا جو تحریک خلافت کے زمانہ میں قاضی صاحب اپنے گلے میں ہمہ وقت پہنے رہتے تھے۔ روزنامہ زمیندار لاہور کی ادارت کے زمانہ میں جب وہ سنٹرل جیل لاہور میں قید تھے تو یہی نسخہ ان کی تقویت قلب کا باعث تھا۔ زندگی کی آخری ساعتوں تک قاضی صاحب اسی قرآن پاک سے تلاوت کرتے تھے۔ اس کے بعد یہ نسخہ اب بھی قدر ومنزلت کے ساتھ گھر میں محفوظ ہے۔ قاضی صاحب کے والد محترم قاضی محمد بسم اللہ عباسی صاحب عاصیؔ صاحب کشف بزرگ اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ سے بیعت اور مجاز تھے۔ حضرت کے صاحبزادے ایک مرتبہ قاضی صاحب کے آبائی گاؤں بیارا تشریف لائے تھے تو ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا اور ایک سبق آموز منظر تھا جسے ہزاروں لوگوں نے دیکھا کہ قاضی محمد عدیل عباسی کے والد قاضی محمد بسم اللہ عباسی نے کہاروں کے ساتھ خود بھی اس پالکی کو اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے پانچ کلومیٹر کا سفر طے کیا تھا۔ خود حضرتؒ کے صاحبزادے جو انہیں بابا کہتے تھے وہ منع کرتے تھے تو خاموشی سے صرف یہ کہہ دیتے تھے کہ آپ کو کیا معلوم میری نگاہیں اس وقت کس کو دیکھ رہی ہیں۔

اس واقعہ کا ذکر یہاں اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ وہ خاندانی دینی اور ذہنی پس منظر واضح ہو جائے جو قاضی صاحب مرحوم کی شخصیت کی تعمیر وتشکیل

www.abulhasanalinadwi.org

میں نمایاں رہا ہے۔ مولانا علی میاںؒ سے ان کی قربت میں یہ رشتہ بھی کارفرما تھا۔ مولانا علی میاںؒ نے انہیں غیور اور باحمیت مسلمان اور مولانا محمد منظور نعمانی نے انہیں راسخ العقیدہ اور صاحب استقامت مردِ مومن لکھا ہے۔ ایک عظیم واقعہ جو اس پوری تحریک و دعوت کی اصل روح ایک مشعل نورانی اور اشارہ غیبی تھا جسے قاضی صاحب مرحوم نے اپنے اخلاص وللٰہیت کی بنا پر سپرد قلم کرنے سے گریز کیا لیکن اکثر بیان کرتے وقت آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔

آبادی مکان سے متصل اپنی زمین پر قاضی صاحب کے والد محترم نے ایک چھوٹی سی مسجد اپنے ہاتھوں سے تعمیر کی تھی جس کی دیواریں خام تھیں چھپر اور پھوس سے اس کی چھت بنائی گئی تھی۔ اس مسجد میں بڑی نورانیت اور روحانیت تھی۔

قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم کے ذہن وفکر میں دینی تعلیمی تحریک اور مکاتب کے قیام کا خاکہ اور منصوبہ نمودار ہوا اور جس وقت بے سروسامانی اور غیر یقینی مستقبل کی کیفیت میں انہوں نے اپنے گاؤں میں سب سے پہلے ایک مکتب کی بنیاد رکھی تو اندازہ بھی نہیں تھا کہ یہ ایک بڑی تنظیم و تحریک کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا ہے۔ اس وقت کسی کو خبر بھی نہیں تھی کہ اس مدھم روشنی سے ہزاروں چراغ روشن ہوں گے اور یہی چراغ فضا اور ماحول کی تاریکیوں کو دور کرنے کا ذریعہ بنے گا۔

مولانا علی میاںؒ اور مولانا منظور نعمانیؒ جیسے بزرگوں کے تقاضے سے مجبور ہو کر قاضی صاحب نے بستی میں کانفرنس کا ارادہ کر لیا تو ایک خواب دیکھا کہ آبائی گاؤں میں اپنے دروازے پر ایک بڑے دینی اجتماع کا اہتمام کیا ہے۔ والد محترم کے ہاتھوں سے تعمیر کی گئی مسجد میں ظہر کے وقت ایک کثیر مجمع ہے جس

میں حضراتِ صحابہ کرام کی کثیر تعداد بھی موجود ہے۔ یہ احساس غالب تھا کہ اللہ نے اس سرزمین کو منور کردیا اسی درمیان دیکھا کہ وضو سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ نے قاضی صاحب سے فرمایا ''جلسہ بہت کامیاب رہا۔''

قاضی صاحب نے اس خواب کا ذکر مولانا علی میاںؒ اور مولانا منظور نعمانی صاحبؒ سے کیا تھا لیکن یہ گذارش بھی کی تھی کہ یہ حضرات کسی تقریر و تحریر میں اس کا اظہار نہ فرمائیں۔ مولانا علی میاںؒ کی آخری علالت کے دوارن کسی خاص موقع پر مہمان خانہ میں یہ خواب اور واقعہ میں نے عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ قاضی صاحب نے ان سے اس کا ذکر کیا تھا۔ حضرت مولانا نے اسی وقت اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے اظہار تشکر کے طور پر فرمایا کہ اللہ نے تعلق اور مناسبت سے ابوالحسن علی کو بھی یہ سعادت نصیب فرمائی۔ ایک جملہ اکثر فرماتے تھے اس وقت بھی فرمایا کہ تمہارے ماموں قاضی صاحب اور تمہارے والد مولانا محمود الحسن صاحب کے لئے بلا ناغہ میں ایصال ثواب کرتا ہوں۔ یہ میرے معمولات میں شامل ہے اس کا اہتمام میں نے بیت اللہ اور مسجد نبویؐ میں بھی کیا ہے اللہ نے ان سے دین کا غیر معمولی کام لیا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ حضرت مولاناؒ اس وقت کسی اور کیفیت میں تھے جس کا تاثر چہرے پر نمایاں تھا۔ پھر فرمایا ''تم اس کام میں لگے ہو یہ بڑی سعادت کی بات ہے تم تحریک کی بہترین ترجمانی کرتے ہو۔'' اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کے ان دعائیہ کلمات اور تاثرات کو میرے حق میں قبول فرمائے اور مجھے خدمت کے مواقع میسر آتے رہیں۔ میں اپنے رب کے حضور میں سجدہ ریز ہوں کہ خود حضرت مولاناؒ نے مجھے دینی تعلیمی کونسل کی مجلس عاملہ کا رکن اور پھر اس کا سکریٹری نامزد کیا۔ اے اللہ مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اپنے حضرت والا کی شفقتوں اور ان کی نگاہِ

www.abulhasanalinadwi.org

انتخاب کی لاج رکھ سکوں۔ اے اللہ میرے بزرگوں نے جس دینی تحریک میں اپنی عمریں کھپا دیں مجھے بھی اس میں آخر تک لگے رہنے کی سعادت نصیب فرما۔ اے اللہ جس گھر اور گاؤں سے اس کا آغاز ہوا وہاں اس کی فکر باقی رہے اور محض اللہ کی عنایت سے جو شان امتیازی ان کے حصہ میں آئی ہے اس کی قدر و حفاظت کا جذبہ بیدار رہے اور اس کی سچی توفیق اس گھر کے ہر فرد اور شہر و ضلع و گاؤں کے ہر مسلمان کو ملتی رہے۔

قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم کو مطالعہ اور مشاہدہ کے بعد جو راہِ حق نظر آئی تھی اس کا مظاہرہ دینی تعلیمی تحریک اور دینی تعلیمی کونسل کی شکل میں پورے ملک کے سامنے اُس وقت ہوا جب انہوں نے حضرت مولانا علی میاںؒ کی صدارت میں اپنے شہر بستی میں وہ ریاستی دینی تعلیمی کانفرنس منعقد کی جسے تمام بزرگانِ ملت اور خود حضرت مولانا علی میاںؒ نے وقت کی سب سے بڑی ضرورت قرار دیا۔ مولانا اکثر فرماتے تھے کہ یہ کام قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔

حضرت مولانا علی میاںؒ کے خطبات پر مشتمل زیر نظر مجموعہ ایک ایسی تاریخی دستاویز ہے جس کے بغیر آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ مکمل نہیں کہی جا سکتی۔ دینی دعوت و پیغام اس کی ابدیت اور عظمت اس ملک میں مسلمانوں کی حیثیت اور ان کی ذمہ داریاں ان کے سامنے روز پیش آنے والے مسائل کا مثبت ذکر اور اس پر مومنانہ شان سے اظہار خیال حکومت کی عدم توجہی دستور ہند اور سیکولرزم کے برعکس حکومت کے شعبہ تعلیم کی غیر اخلاقی اور غیر جمہوری اقدام پر بے لاگ تبصرہ ایک مرد مومن کی صدائے حق ایک مجاہد کی شان حریت اور جذبۂ جہاد ایک مؤرخ کی نگاہِ دور رس اور انداز استدلال ایک محب وطن کی لازوال حب الوطنی ایک بیقرار قلب ونظر کا آئینہ

جلال و جمال ماضی کی الم ناکیاں حال کی خطرناکیاں اور مستقبل کی اندیشہ ناکیاں ، بپھرے ہوئے سمندر میں موجوں کی طغیانیاں اور باہمت باحوصلہ دیدہ ور فہم وفراست کی طاقت وتوانائیوں سے لبریز ایک ملاح کی جرأت رندانہ اور ادائے قلندرانہ اوران ساری کیفیات سے مربوط واضح نشانیاں حضرت مولانا علی میاںؒ کے تمام خطبات اور تقریروں میں روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ علامہ شبلی اور علامہ سید سلیمان ندویؒ کے ادب وانشاء اور زبان وبیان کے دلکش انداز واسلوب کی جو وراثت ندوۃ العلماء کے حصہ میں آئی اس میں حضرت مولانا نے اپنے منفرد لب ولہجہ اور اندازِ نگارش سے چار چاند لگادیئے۔ یہ مجموعہ اس لحاظ سے بھی ایک ادبی اور علمی شاہ کار ہے۔

دینی تعلیمی کونسل کے فلیٹ فارم سے مختلف مواقع پر حضرت مولانا نے اس طرح کے حوالے پیش کئے ہیں جن سے حقائق کی نشاندہی اور دردوکرب کی ترجمانی ہوتی ہے۔ مولانا نے بڑی جرأت اور بلند آہنگی سے اپنے بعض خطبات میں مسلمان دانشوروں بزرگوں ،صوفیاء اور جلیل القدر فاضل باکمال مصنفین اور بلند پایہ محققین کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اُس وقت کی پوری متمدن دنیا کے ذہن پر اپنی بلندی اور انفرادیت کا نقش قائم کردیا انہیں نظرانداز نہیں کیا جاسکتا جن کا خمیر اسی سرزمین سے اٹھا اور جنہوں نے اپنی ساری صلاحیتیں اس ملک کو زرخیز بنانے میں صرف کیں اور پھر اسی سرزمین میں آسودۂ خاک ہیں جن کی ہمت وبصیرت سے ہم اپنی زندگی کا چراغ جلا سکتے اور اس کی لو بڑھا سکتے ہیں۔

حضرت مولاناؒ نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں چند بنیادی اور اہم باتیں شاہ سرخیوں کے طور پر اس طرح پیش کی جاسکتی ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

• ہمارا ملک اس وقت ایک عبوری دور سے گذر رہا ہے جس میں جذبات عقل پر فرقہ پرستی حب الوطنی پر تنگ نظری وسیع النظری پر نسلی ولسانی تعصبات انسان دوستی پر غالب ہیں۔

• اپنے ہاتھوں سے اپنی تاریخ کے اوراق کو چاک کیا جا رہا ہے۔

• ہندوستان کی تاریخ میں ایک ایسا خلا پیدا کیا جا رہا ہے جو صدیوں کو محیط ہے۔

• اس ملک میں مسلمانوں کی حکومت وتہذیب کا ایک دور گذرا ہے جو چھ سات سو برس کی طویل مدت ہے یہ ہندوستان کی تہذیب وترقی کا ایک شاندار دور ہے جس کو ہندوستان کی تاریخ سے خارج کرنا اس ملک کے ساتھ بڑی ناانصافی اور وطن دشمنی ہے۔

• اس ملک کا ضمیر زندہ اور بیدار ہے۔

• شریف النفس اور نیک انسانوں کی اس ملک میں بہت بڑی تعداد ہے اور وہی اس ملک کی قوت وعزت کا سرچشمہ ہیں۔

• ہمیں امید ہے کہ اگر ہم اپنا مطالبہ قوت اور معقولیت کے ساتھ پیش کریں گے اور اس ملک کے دستور کے تحفظ کا مطالبہ کریں گے تو ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔

• ہم سچے محب وطن اور ملک دوست اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک اس ملک کی ساری اچھی حسین اور مفید چیزوں پر فخر کرنا ان کی حفاظت کرنا اور ان کو زندہ رکھنا اپنا فرض نہ سمجھیں۔

• ہم اس وقت کے انتظار میں (جب حکومت کو اپنے فرض کا پورا احساس ہو جائے) نہیں رہ سکتے۔

• قوموں کی زندگی میں چند برس کی مدت بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

• ہم کو اپنی جد و جہد جاری رکھنی چاہئے۔

• ہم کو حکومت سے بہت واضح و پرزور طریقے پر مطالبہ کرنا چاہئے کہ سرکاری نصاب تعلیم اور نظام تعلیم مکمل طور پر سیکولر ہو اور حکومت اس کے نفاذ میں پورے خلوص و جرأت سے کام لے۔

• دوسرا حصہ وہ ہے جو خود ہم سے متعلق ہے اور اس کے بارے میں ہم خدا اور اس کے بندوں اور اپنی آئندہ نسلوں کے سامنے جوابدہ ہیں۔

• نصاب تعلیم حقیقی معنیٰ میں غیر مذہبی و سیکولر ہو جائے پھر بھی ہمیں اپنے بچوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا انتظام کرنا ہوگا۔

• ایک ایسی ملت کو جس کی زندگی کا اتنا بلند معیار ہو ایک ایسے نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم کے حوالہ نہیں کیا جا سکتا اور زمانہ کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔

• اس کے لئے مسلمانوں کو ایسا ہی انتظام کرنا ہوگا جیسے ان کو اپنی نمازوں او دینی فرائض کی ادائیگی کے لئے معابد و مساجد اور روح و جسم کے رشتے کو برقرار رکھنے کے لئے ضروریات زندگی کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔

• اس کے لئے ان کو مساجد میں وعظ و تلقین گھروں میں اصلاح و تربیت اور مکتبوں اور مدرسوں میں دینی تعلیم کا انتظام کرنا ہوگا۔

• اس کے لئے ان کو سارے ملک میں صباحی و شبینہ مکاتب کا ایک ایسا جال بچھا دینا ہوگا جس سے کوئی قریہ اور کوئی محلّہ محروم نہ رہے۔

• جو مقدس ترکہ ہمارے بزرگوں نے ہم تک پہونچایا اسے ہم اپنی اولاد کے ذہن و دماغ میں منتقل کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہمارے بچے اپنے مذہب و عقیدہ کو سمجھیں۔

• تین کام ضروری ہیں۔ ایک ایسے نصاب کی ترتیب جو بچوں کی دینی

www.abulhasanalinadwi.org

ضروریات پر حاوی ہو۔ دوسری ضرورت اساتذہ کی فراہمی اور ان کی تربیت ہے۔ تیسرے اردو زبان کی تعلیم جو دینی معلومات اور اسلامیات کے مطالعہ کا سب سے آسان ذریعہ ہے۔"

حضرت مولانا نے اپنے خطبات میں جو پیغام مسلمانوں کو دیا ہے وہ اس قابل ہے کہ اسے من وعن پڑھ لیا جائے۔ اس سے ایمان تازہ ہوتا ہے روح میں فرط وانبساط قلب ونظر میں وسعت اور حرکت وعمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ مولانا کے انداز نظر اور زاویہ فکر کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ سخت ترین حالات میں بھی مایوسی کے بجائے عزم افسردگی اور اضمحلال کے بجائے ذوق و شوق، احساس کمتری کے بجائے جرأت مندانہ طرز عمل کا اظہار ہوتا تھا۔ اکثر مواقع پر حضرت مولانا کا انداز تحریر وتقریر غیر ضروری جوش وجذبہ کو ابھارنے کے بجائے سنجیدہ دعوتِ فکر کا ترجمان ہوتا تھا۔ وہ محرمِ رازِ درونِ میخانہ تھے، عندلیب باغ حجاز تھے۔ رہ ورسم شاہ بازی سے پوری طرح باخبر تھے۔ انہیں ملّت کا درد بھی تھا ملک سے بے پناہ محبت بھی، وہ مسلمانوں کے غم گسار بھی تھے اور سر زمین ہند کے طرفدار بھی اور بیک وقت ملک وملّت کی بہی خواہی ترقی اور ارتقا کے طلبگار بھی تھے۔ وہ ملک کی وحدت اور سالمیت کے لئے فکر مند بھی رہتے تھے اور مسلمانوں کے اندر دینی غیرت وحمیت، خودی وخودداری اور ایثار پسندی کے جلوۂ خوش رنگ کو دیکھنے کے تمنائی بھی تھے۔

پیش نظر مجموعہ خطبات حضرت مولانا کے تاثرات قلبی واردات اور جذبات واحساسات کا ایک ایسا مرقع ہے جس میں گذشتہ چالیس برسوں کی فکر وتڑپ کا عکس عیاں ہے۔ اس کی ایک ایک سطر سے اس کا اندازہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے اس ملک میں اور پوری دنیا میں جو دینی علمی تہذیبی معاشرتی اور

www.abulhasanalinadwi.org

تاریخی خدمات انجام دی ہیں اور جس طرح انھوں نے انسانیت کی بقا اور تحفظ کا عالمگیر فریضہ انجام دیا ہے اس کی نہایت خوبصورت تعبیر وتشریح اس مجموعہ میں موجود ہے۔ حضرت مولانا کا طرزِ تحریر ایسا جاذبِ نظر اور پیرایۂ بیان ایسا دل نشیں اور گہرے تاثرات سے لبریز ہے کہ پڑھتے وقت قاری خود اس فکری سفر میں حضرت مولانا کا ہمرکاب ہوجاتا ہے۔ ''تکبیر مسلسل'' کا عنوان میں نے اسی نسبت سے تلاش کیا ہے کہ یہ صدائے حق نصف صدی تک یکساں تکرار و تواتر کے ساتھ گونجتی رہی ہے۔ حضرت مولانا اپنی تحریروں کے اعجاز سے سونے والوں کو جگاتے بھی رہے اور اقبال ہی کی زبان میں شعلہ آواز سے خرمنِ باطل کو جلاتے بھی رہے یہ دونوں کیفیتیں اس مجموعہ میں نمایاں ہیں

فضائے عشق پر تحریر کی اس نے نوا ایسی
میسر جس سے ہیں آنکھوں کو اب تک اشک عنابی

حضرت مولانا کا ایک جملہ اپنی گہری معنویت کے اعتبار سے اس کا مستحق ہے کہ اسے جلی حروف میں لکھ کر آویزاں کیا جائے۔

''شرطِ اول عزم اور شرطِ ثانی نظم ہے اور ان دونوں کی موجودگی ہر مشکل کو آسان اور ہر ناممکن کو ممکن بنا سکتی ہے۔''

چالیس برس قبل حضرت مولانا نے دینی تعلیمی کونسل کی صدارت قبول فرمائی تھی۔ اُس وقت جو پیغام دیا گیا تھا وہ دینی اور ملّی تحریکات میں سرگرم افراد اور جماعتوں کے لئے ایک منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔

''قوموں کے اجتماعی فیصلوں نے دنیا کے نقشے اور قوموں کی تقدیریں بدل دی ہیں۔ آج جس چیز کی ہم کو سب سے زیادہ ضرورت ہے اور جو تمام موانع اور رکاوٹوں پر غالب

www.abulhasanalinadwi.org

آسکتی ہے اور جس کے سامنے حالات کو سپر ڈالنی پڑے گی وہ ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کی دینی تعلیم کو ہر تعلیم پر مقدم رکھیں گے اور بغیر اس ضروری دینی تعلیم کے جس سے وہ اپنے پیدا کرنے والے کو اپنے پیغمبر کو اور اپنے عقیدہ اور فرائض دینی کو پہچان سکیں خالص رواجی یا معاشی تعلیم دلانا گناہ اور اپنے مذہب سے بغاوت سمجھیں گے۔

اگر ہمارا یہ فیصلہ ہے اور ہم اس میں سچے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت کوئی ترغیب کوئی مصلحت کوئی تعذیر ہم کو اس صراطِ مستقیم سے ہٹا نہیں سکتی اور ہماری نسلوں کو اسلام کی نعمت سے محروم نہیں کر سکتی اور اگر ہمارا یہ فیصلہ نہیں تو حکومت کی کوئی رعایت کوئی استثنا کوئی تحفظ کوئی انتظام ہم کو اس فساد و الحاد اور اس انحراف و ارتداد سے بچا نہیں سکتا جس کی طرف دنیا تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

جو قومیں اپنے بارے میں خود فیصلہ نہ کر سکیں ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا اور جو قومیں خود فیصلہ کر لیں اُن کے فیصلہ کو کوئی بدل نہیں سکتا۔"

حضرت مولاناؒ کی خواہش تھی کہ انکے خطبات یکجا کر کے شائع ہو جائیں۔ یہ ذمہ داری میرے سپرد فرمائی تھی۔ اکثر مجھ سے فرماتے تھے کہ قاضی صاحب اور اپنے والد کی سوانح اور دینی تعلیمی کونسل کی خدمات اور تاریخ مرتب کرو۔ "دینی تعلیمی کونسل" کے عنوان سے میرا ایک مضمون قومی آواز میں شائع ہوا تو مجھے طلب فرمایا اور اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ میں نے لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

علی گڑھ اور سہارنپور کانفرنسوں کی روداد مرتب کی تو حضرت نے اس کا مسودہ دیکھ کر دعا فرمائی اور جب تک وہ چھپ کر نہیں آ گئی برابر دریافت کرتے رہے۔ میرے ساتھ شفقت و محبت کا مظاہرہ ایسا تھا جس سے دوسرے حضرات بھی متاثر ہوتے تھے۔ چار برس کی عمر میں حضرتؒ نے میری بسم اللہ کرائی تھی اس وقت سے لے کر آخر تک میں ان کی محبتوں سے مالا مال رہا۔ ندوہ کے مہمان خانہ میں ایک موقع پر میں نے پاؤں میں جوتے پہنانے کی کوشش کی تو فرمایا تمہارے ہاتھ قدم کے لئے نہیں قلم کے لئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس مجموعہ کی ترتیب و تدوین اور اس کی تکمیل میں حضرت مولانا کی یہی دعا شامل حال رہی ہے۔ میری بدنصیبی کہ حضرت کے سامنے یہ کام مکمل نہیں ہو سکا ان کی شفقتوں سے محروم ہونے کے بعد ابتک ایک لمحہ کے لئے بھی میری آنکھوں کے سامنے سے چہرہ اوجھل نہیں ہوا فکر و تصور میں بسا ہوا آنکھوں میں سمایا ہوا کوشش کے باوجود کچھ لکھنے کے لئے ذہن و دماغ کے منتشر شیرازہ کو یکجا کرنا میرے لئے مشکل رہا آج جب اس ذمہ داری کو کسی طرح ادا کرنا چاہتا ہوں تو قلب و نظر کی کیفیت ناقابل بیان ہو رہی ہے۔ دل قابو میں نہیں ہے آنسوؤں میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے اللہ کی ذات بڑی ہے وہ چاہے تو اپنے ایک ناقص بندہ کو بھی سعادت سے نواز دے۔ یہ اس کی شانِ کریمی بھی ہے شانِ رحیمی بھی۔

دینی تعلیمی کونسل کے صدر کی حیثیت سے حضرت مولانا کا ایک مقام وہ تھا جس سے خارجی سطح پر بھی لوگ واقف اور عظمتوں کے معترف تھے لیکن ان کی ایک حیثیت اس کے سرپرست اور بزرگِ خاندان کی تھی جس کی بنا پر داخلی طور پر معاملات کی فکر اور مالیات کی فراہمی بھی اس تعلق میں شامل تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

کونسل کے قیام کے بعد پورے صوبہ اتر پردیش میں جوش و جذبہ سے بھری ہوئی ایک ایسی فضا نمودار ہوئی جس میں مسلمانوں کا ہر طبقہ بیدار کام کے لئے آمادہ و تیار اور ہر ضلع میں تحریک و تنظیم کے لئے ماحول خوشگوار نظر آنے لگا۔ میرے والد ماجد مولانا محمود الحسن صاحب جو ابتدا میں بستی اور قریب کے اضلاع میں مصروف تھے پوری ریاست میں سرگرم ہو گئے۔ ان کی ڈائری اور کاغذات سے اندازہ ہوتا ہے کہ شب و روز سفر کا ایک سلسلہ تھا ایک فکر دامنگیر تھی ایک تصور اور تأثر تھا کہ مسلمانوں کی موجودہ نسل ایمان و عقیدہ پر قائم رہے اور اس ملک میں دین کی حفاظت کا قابل اطمینان بندوبست ہو جائے۔ ان کی تحریروں میں یہ جذبہ نمایاں ہے۔

"اگر ملک کے اندر ہم کو سرکاری ملازمتوں میں اپنا حق نہیں مل رہا ہے ہمارے اوپر دنیاوی ترقیوں کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ فرقہ وارانہ فسادات کے ذریعہ نہ صرف ہمارے امن و سکون کو برباد اور ہماری عزتِ نفس کو پامال کر دیا گیا ہے بلکہ ہماری زندگیوں اور ہماری عزت و آبرو کو بھی غیر یقینی حالت تک پہونچا دیا گیا ہے تو ہمارا اس صورت حال کو بدلنے کے لئے فکر مند ہونا بجا ہے لیکن ان سارے مسائل سے بڑا مسئلہ ہمارے لئے اپنی آئندہ نسلوں کے دین و ایمان کا مسئلہ ہے اور اس مسئلہ کے سامنے کسی مسئلے کی کوئی حیثیت نہیں ہے اگر یہ سارے مسائل حل طلب رہ جائیں اور ہمیں موت آ جائے تو ان کے لئے اللہ کی بارگاہ میں ہم سے باز پرس نہیں ہوگی لیکن اگر خدانخواستہ ہمیں اس حال میں موت آ گئی

www.abulhasanalinadwi.org

کہ ہماری نسلوں کے ایمان کا مسئلہ باقی رہا اور ہم نے اسے حل کرنے کی پوری جدوجہد نہ کی تو ہم اللہ کے سامنے جواب دہ ہوں گے اور ہم کوئی جواب نہ دے سکیں گے۔''

والد محترم تحریک و تنظیم سے متعلق اپنی ڈائری میں ضروری یادداشتیں نوٹ فرمایا کرتے تھے۔ وہ سب مرتب ہو جائے تو ایک اہم تاریخ محفوظ ہو سکتی ہے۔ ۷/اپریل ۱۹۶۰ء کو پہلی مرتبہ رائے بریلی کا جو سفر مولانا علی میاںؒ سے ملاقات کی خاطر انہوں نے کیا تھا اس کا ذکر بڑے دل نشیں انداز میں کیا گیا ہے۔

''زندگی میں پہلی بار سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے وطن میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ علی میاں آج کل یہیں ہیں۔ ضلع دینی تعلیمی کنونشن رائے بریلی کے سلسلے میں مولانا سے بات ہوئی چونکہ حافظ عبدالشہید صاحب اور دو ایک حضرات جو رائے بریلی میں کام کے لئے ضروری ہیں، آج موجود نہیں ہیں اس لئے کسی مشاورتی نشست کا انتظام آج نہیں ہو سکا۔ میں ۱۰ بجے دن کو تکیہ پہنچ گیا تھا سارا دن خالی تھا اس لئے کتابوں کے مطالعے کا موقع مل گیا۔ غلام رسول مہر کی کتاب سید احمد شہید مولانا محمد جعفر صاحب ساکن مجھوا امیر ضلع بستی کی منظورۃ السعداء اور مکاتیب سید احمد شہید موجود تھیں انہیں دیکھتا رہا۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کی بھی زیارت ہوئی جو اب خالی پڑا ہے۔ سئی ندی میں وضو کرتا اور اس مسجد میں نماز ادا کرتا رہا جو ندی کے متصل شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ

www.abulhasanalinadwi.org

کے اہتمام سے تعمیر ہوئی تھی۔

شام کو بعد عصر میں، مولانا علی میاں اور قاری رشید الحسن صاحب وہ پتھر دیکھنے گئے جو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قوتِ جسمانی یا قوتِ روحانی کے مظہر کے طور پر آج سئی ندی کے کنارے پڑا ہوا ہے۔ قاری رشید الحسن صاحب جو ہمارے ساتھ تھے نواب علی حسن خاں صاحب مرحوم والی بھوپال کے پوتے ہیں اور آج کل دار العلوم ندوۃ العلما میں قرأت کے شعبہ میں مدرس ہیں۔ یہ پتھر جسے سید صاحبؒ نے زمین سے اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا تھا اور بیس قدم پر لے جا کر پھینک دیا تھا ایک چراغ دان ہے کھمبے کی شکل کا اس کا وزن اس کے حجم کو دیکھتے ہوئے دس من پختہ سے کم نہیں معلوم ہوتا۔"

۸/اپریل ۱۹٦۰ء

حافظ عبد الشہید (تاجر غلہ) جو کانپور گئے تھے رات واپس آ گئے اور آج صبح مولانا علی میاں کا خط پا کر فوراً آئے ان کے سپرد ہوا کہ آج ہی بوقت عصر مسجد دائرہ میں جو وسط شہر میں ہے، شہر کے تمام ضروری اور ممتاز حضرات کا مشاورتی اجتماع کریں۔

جمعہ کی نماز قاری رشید الحسن کی اقتدا میں مسجد شاہ علم اللہ میں ادا کی۔ قاری صاحب قرآن پاک بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ ذہن و دماغ پر وہ روحانی کیفیت بھی طاری تھی جو گذرے ہوئے بزرگوں اور شہیدوں کی اس سرزمین کے ذرے ذرے

www.abulhasanalinadwi.org

پر چھائی ہوئی ہے اس لئے نماز میں اور زیادہ لطف و کیف حاصل ہوا۔

۴ بجے مولانا علی میاں قاری رشید الحسن صاحب اور علی میاں کے ایک عزیز کے ساتھ مشاورتی اجتماع میں شرکت کے لئے شہر کی جانب روانہ ہوا۔ پہلے علی میاں صاحب نے تفصیل سے مسلمان بچوں کی ابتدائی دینی تعلیم کی عام ترویج واشاعت اور اس کے لئے مسلمانوں کی ہر طرح کی آمادگی اور تیاری کی ضرورت بیان کی اور پھر میں نے انجمن تعلیمات دین کے قیام کی ضرورت کونشن کے انتظامات وطریق کار اور جدوجہد کے نقشے پیش کئے اس کے بعد عارضی انجمن تعلیمات دین ضلع رائے بریلی کی تشکیل بالاتفاق عمل میں آئی۔"

دینی تعلیمی کونسل کے قیام اور مولانا علی میاںؒ کے صدر منتخب ہونے کے بعد مختلف اضلاع میں انجمن تعلیمات دین کی تشکیل اور ضلع کانفرنسوں کا انعقاد عمل میں آیا لیکن رائے بریلی کے مذکورہ بالا جلسے اور انجمن کی تشکیل کی بنیادی اہمیت اس لئے ہے کہ حضرت مولاناؒ کی سرپرستی اور رہنمائی میں یہی پہلی تشکیل تھی جو اتفاقاً رائے بریلی میں ہی عمل میں آئی۔ پوری تحریک کے سلسلے میں رائے بریلی کو یہ خصوصیت حاصل ہوئی۔ وہاں کے مسلمانوں اور مدارس کے ذمہ داروں کو آج بھی اس کی قدر کرنی چاہئے۔ حضرت مولانا غالباً اسی بناپر رائے بریلی میں انجمن تعلیمات دین کے قیام واستحکام اور تحریک کے فروغ و ترقی کے لئے ہمیشہ فکر مند رہتے تھے اور اس کا اظہار فرماتے تھے کہ اس مسئلہ میں رائے بریلی کو مثالی ہونا چاہئے۔ حضرتؒ کے اس جذبہ وفکر کو ان کی وصیت

www.abulhasanalinadwi.org

سمجھ کر قبول کرنا چاہئے اور رائے بریلی کے مسلمانوں کو فیصلہ کرنا چاہئے کہ وہ اپنے شہر و ضلع میں حضرت کے دست مبارک سے لگائے گئے اس پودے کو خشک نہیں ہونے دیں گے اس کی آبیاری کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی جس سے حضرت والا کی روح کو شادمانی حاصل ہوگی اور انشاء اللہ رائے بریلی کے مسلمان اس کے ذریعہ اللہ کی رحمت اور برکت سے مالا مال ہوں گے۔

والد ماجد مولانا محمود الحسن صاحب نے اپنی کتاب (دینی تعلیمی کونسل مقاصد طریقہ کار خدمات اور منصوبے) میں حضرت مولانا علی میاںؒ کے پہلے خطبہ صدارت (۱۹۵۹ء) کے متعلق اپنے تاثر کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"مولانا موصوف کے خطبۂ صدارت نے مسلمانوں کے سامنے موجودہ حالات میں مسلمان بچوں کے ایمان کیلئے جو خطرات ہیں اور انکے پیش نظر ان کی دینی تعلیم کے بندوبست کی جو ضرورت اور اہمیت ہے اس کو اس طرح واضح کیا وراس انداز سے اپیل کی کہ ہر مسلمان قلب بے چین اور اس کا ایمانی جذبہ پوری قوتم سے بیدار ہوگیا۔"

ڈائری کے صفحات جو تقریباً پچیس برسوں کی سرگرمیوں کو سمیٹے ہوئے ہیں وہ حضرت مولانا علی میاں کی خدمات اور ان کے ذکر سے مزین ہیں۔ مولانا کی بین الاقوامی شخصیت تھی عرب و عجم میں شہرت اور مقبولیت حاصل تھی دینی علمی اور تصنیفی مصروفیات تھیں لیکن دینی تعلیمی کونسل کا خیال ہر فکر پر غالب نظر آتا تھا۔ چند واقعات کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے جو والد ماجد مولانا محمود الحسن صاحبؒ کی ڈائری میں درج ہیں۔ اس سلسلے میں اگر مولاناؒ کے اسفار کی فہرست مرتب کی جائے تو ایک کتابچہ تیار ہو جائے گا۔ بے شمار سفر میں مجھے

www.abulhasanalinadwi.org

ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا ہے۔ دینی تعلیمی کونسل کے لئے کوئی سفر طے ہوتا تو بعض وقت ضعف واضمحلال کے باوجود اس کی تکمیل کی فکر ہوتی اور اندازہ ہوتا کہ اگر سفر نہ ہوسکا تو اس کے تاثر سے طبیعت بوجھل ہوگی۔ اکثر دیکھنے میں آیا کہ اس حالت میں بھی سفر کے بعد انبساط کی کیفیت ظاہر ہوتی تھی۔ میں بارہا اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ میرے کرم فرما اور بزرگ مولانا عبداللہ عباس ندوی صاحب نے اپنی گراں قدر تصنیف ''میر کارواں'' میں تحریر فرمایا ہے

> ''مرحوم قاضی محمد عدیل عباسی کی قدر ان کی زندگی میں بھی کرتے تھے اور ان کے انتقال کے بعد بھی اس کو یاد رکھتے ہیں۔ مرحوم کے بھانجے ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی کو اس نسبت سے اور ان کی صلاحیتوں کی بنا پر ہمیشہ عزیز رکھتے اور ان کی کسی دعوت یا ان کے توسط سے جو دعوت مولانا کو دی گئی اس کو ان حالات میں بھی قبول کیا جبکہ ان کی صحت پر ضعف اور تعب کا اثر تھا۔

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی صاحب، مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب اور ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب بے شمار سفر میں حضرت مولاناؒ کے ساتھ رہے ہیں۔ ان حضرات کو اس کا بھی اندازہ ہے کہ دینی تعلیمی کونسل کے سلسلے میں حضرت مولانا اپنی صحت اور عمر کا کبھی لحاظ نہیں کرتے تھے مولانا سعید الرحمٰن صاحب اور مولانا برہان الدین صاحب نے تو مولاناؒ کے ساتھ ایسے سفر بھی کیے ہیں جن میں آرام وراحت کی منزلیں اکثر دور نظر آتی تھیں لیکن ان حضرات کے علاوہ خود حضرت مولاناؒ کی طبیعت میں بھی انبساط کا اندازہ ہوتا تھا۔ دار العلوم ندوۃ العلماء اور دوسری علمی مصروفیات کے باوجود

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارے یہ دونوں علماء کرام جس کانفرنس میں موجود ہوتے وہاں خود حضرت مولانا کو یہ اطمینان ہوتا تھا کہ تحریک و تنظیم پر مکمل گفتگو ہوجائیگی۔ اِن دونوں بزرگوں نے دینی تعلیمی کونسل کے موقف کو ہمیشہ بڑے موثر انداز میں پیش کیا۔ حضرت مولاناؒ کے بعد بھی ان بزرگوں نے اپنی سرپرستی کو اسی طرح قائم رکھا ہے اور اس مدت میں بھی ان سے استفادہ کی سعادت حاصل ہوتی رہی ہے۔ ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب کا جو رشتہ تحریک و تنظیم سے ہے وہ اپنی معنویت کے اعتبار سے منفرد اور استثنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو صحت و سلامتی عطا فرمائے اور تادیر ان کے سایہ میں یہ قافلہ رواں دواں رہے۔

''میرِ کارواں'' حضرت مولانا کی حیات میں شائع ہوئی تھی اور یہ مجموعہ خطبات حضرت والاؒ کے بعد منظر عام پر آرہا ہے جس میں مولانا عبداللہ عباس صاحب کا فاضلانہ پیش لفظ بھی شامل ہے۔

حضرت مولانا علی میاں دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کے نظام تعلیم و تربیت کو اپنی ریاست اتر پردیش کے علاوہ دوسری ریاستوں میں بھی جاری کرنے کے خواہش مند تھے لیکن وہ دینی تعلیمی کونسل کو آل انڈیا تنظیم بنانے کے حق میں نہیں تھے وہ چاہتے تھے کہ یہاں جو طریقہ تعلیم مکاتب کے قیام کی شکل میں سامنے آیا ہے وہ پورے ملک میں پھیل جائے اور کسی گوشہ میں بھی مسلمان دین کی ابتدائی اور ضروری تعلیم سے محروم نہ رہیں۔

۲۸ر جولائی ۱۹۶۳ء کو والد ماجد مولانا محمود الحسن صاحبؒ کی ڈائری میں درج ہے۔

'' آج صبح گونڈہ میں کونسل کے انچارج دفتر مولوی نذیر احمد نوری صاحب نے آکر خط دیا جو بھوپال

www.abulhasanalinadwi.org

سے آیا تھا اور بتایا کہ ٹرنک کال بھی آیا ہے مولانا علی میاں صاحب نے فوراً بھوپال طلب کیا ہے تاکہ وہاں ریاستی دینی تعلیمی نظام بنانے کے لئے جو جلسہ ۲۹؍جولائی کو ہو رہا ہے اس میں شرکت کروں۔ مولانا محمد عمران خاں صاحب بھوپال کے لکھنے کے مطابق اس سفر کا خرچ مولانا ابوالعرفان صاحب مہتمم ندوۃ العلماء سے ملا مبلغ پچاس روپئے۔

۲۹ جولائی ۱۹۶۳ء۔ آج ۱۲:۳۰ بجے دن کو بھوپال پہونچا جھانسی سے مولانا عمران خاں صاحب کا ساتھ ہو گیا تھا جو دہلی سے واپس ہوئے تھے۔

مولانا علی میاں صاحب برہان پور تشریف لئے گئے تھے ۳:۳۰ بجے دن کو واپس آئے یہاں جلسے کے منتظم حضرات سے ریاستی دینی تعلیمی نظام کے مسئلہ پر بات چیت ہوئی۔ نام مدھیہ پردیش دینی تعلیمی کانفرنس طے ہوا۔

رات میں جلسۂ عام ہوا مولانا علی میاں نے خطاب فرمایا پھر مجھ سے عرض کرنے کو کہا گیا اور آخر میں نظام کی تشکیل کی تجویز پاس ہوئی۔ مولانا علی میاں نے بڑی رقت کے ساتھ دعا فرمائی۔"

اسی طرح گجرات بمبئی اور بہار میں بھی اس تحریک کا تعارف ہوا اور ان جگہوں پر بھی کام کا آغاز اور تنظیم کا قیام عمل میں آیا حضرت مولاناؒ کی عمر اور صحت نے جب تک اجازت دی بلکہ بعض وقت اس کے بغیر بھی دینی تعلیمی کونسل کے لئے آسان یا مشکل کسی طرح کے سفر میں کبھی تکلف نہیں ہوا۔ حالات کے کیسے کیسے

www.abulhasanalinadwi.org

نشیب وفراز سامنے آئے دقتیں دشواریاں، مشکلات، اختلافات کے دور بھی گذرے کبھی خود اپنی صفوں میں انتشار نظر آیا لیکن حضرت کا مزاج تھا وہ اس طرح کے سارے طوفانوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا کرتے تھے۔ وسعتِ قلب و نظر کی دولت عطا ہوئی تھی۔ تحمل اور برداشت کی جو آخری حدیں ہوا کرتی ہیں جہاں تک عام انسانوں کا ذہن پہونچنے سے قاصر رہتا ہے ہمارے حضرت اپنی ذاتی زندگی اور تحریک وتنظیم میں ہمیشہ اس مقام پر بھی اطمینان و یکسوئی کے ساتھ تنہا کھڑے نظر آتے تھے۔ یہ وہ مقام بلند تھا جہاں تک کسی دوسرے کے لئے ہم رکابی آسان نہیں تھی۔ اس کا اثر طبیعت پر ذہن وفکر پر اور پورے اعصاب پر نمایاں ہوتا تھا لیکن زبان سے کبھی اس کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔ اس طرح کے بے شمار واقعات جو ذاتی اور اجتماعی معاملات سے تعلق رکھتے ہیں میرے علم میں ہیں لیکن انہیں بیان کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔ اس وقت تو صرف ان واقعات وحالات کو ظاہر کرنا مقصود ہے جو دینی تعلیمی کونسل اس کی تحریک اوحضرت مولانا کے تعلق اور فکر مندی سے متعلق ہیں جنہیں پڑھ کر اس اضطراب کا اندازہ ہوتا ہے جو اس راہ میں انہیں بے چین کئے ہوئے تھا۔ اس طرح کے واقعات میں عبرت اور بڑا سبق پنہاں ہے۔ کاروانِ زندگی جلد اول کے صفحہ ۵۱۴ و ۵۱۵ کی عبارت اپنے اندر ایمان واستقامت اور درس و پیغام کی بڑی کیفیات سے آراستہ ہے۔

> ”میں دینی تعلیمی کونسل کی طرف سے مغربی یوپی کے ایک دورہ میں تھا گرمی سخت تھی اور لو چل رہی تھی بسوں کے ذریعہ سفر تھا اور بعض جگہ کئی کئی گھنٹہ دوپہر کی گرمی میں ٹھہرنا اور انتظار کرنا پڑا۔ ۲۲ رجون ۱۹۶۵ء کو میرٹھ کا پروگرام تھا شب میں

ایک جلسہ عام میں تقریر کی فراغت پر اپنی قیام گاہ پر آکر
سو گیا۔ فجر سے پہلے آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ بائیں آنکھ کی
(جس میں آپریشن ہوا تھا) نظر بالکل جاتی رہی۔ طبیعت پر
اس کا سخت اثر پڑا۔"

اس حالت میں بھی میرٹھ سے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ میں شرکت فرمائی پھر سہارنپور تشریف لائے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے فوراً لکھنؤ جانے کی ہدایت کی سیتاپور آنکھ کے اسپتال میں داخل ہوئے لیکن وہاں سے واپس آکر مسلم مجلس مشاورت کے سلسلے میں مصروفیات اس حد تک بڑھیں کہ دوبارہ آنکھ پر حملہ ہوا اور پھر سیتاپور اسپتال میں داخل ہونا پڑا جہاں پانچ آپریشن ہوئے مگر خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

"یہ میری زندگی کے سب سے زیادہ آزمائش اور ایک طرح
سے موت وحیات کی کشمکش کے دن تھے کئی بار شدت تکلیف
سے دعا کی کہ اگر اسی حالت کا باقی رہنا مقدر ہے تو ایمان کے
ساتھ دنیا سے اٹھا لیجئے۔"

دینی تعلیمی کونسل اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے سلسلے میں ان مضامین کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو مولانا کی کتاب ہندوستانی مسلمان پر ایڈیٹر قومی آواز جناب حیات اللہ انصاری صاحب مرحوم نے اداریوں کی شکل میں لکھے تھے اور جن سے علمی حلقوں میں دینی تعلیمی کونسل کی تحریک سے متعلق نئے انداز نظر کا دروازہ کھل گیا تھا اور اس کی اہمیت افادیت اور اس کی دستوری جمہوری اور آئینی جدوجہد پر غلط فہمیوں کے بادل منڈلانے لگے تھے۔ حیات اللہ انصاری صاحب بستی کی پہلی کانفرنس میں بھی شریک تھے اور اس کے بعد

www.abulhasanalinadwi.org

بھی جلسوں میں شریک ہوتے رہے۔ وہ بلند پایہ صحافی اور مجاہد اردو تھے اردو زبان وادب اور اس کی ترویج واشاعت میں وہ سرگرم رہے تھے اور عشق کی حد تک انہیں اپنی زبان اور اس کا ادب عزیز تھا لیکن قومی تصورات اور نیشنلزم کے معاملے میں ان کا ذہن بالکل جداگانہ تھا۔ قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم سے ان کے دیرینہ اور برادرانہ ومخلصانہ مراسم تھے اور دونوں ایک دوسرے کے سچے بہی خواہ اور بہترین دوست تھے دونوں کو ایک دوسرے کا غیر معمولی اعتبار حاصل تھا زبان و ادب اور سیاسی نظریات میں کافی حد تک دونوں حضرات میں قدر مشترک موجود تھی لیکن حیات اللہ صاحب کا کوئی عوامی رابطہ نہیں تھا اور قاضی صاحب ساری عمر عوامی سطح پر سرگرم عمل رہے حیات اللہ صاحب عملی سیاست سے دور تھے قاضی صاحب تقریباً چوتھائی صدی تک عوامی سیاست کے نشیب و فراز سے مردانہ وار ٹکر لیتے رہے۔ قاضی صاحب مرحوم سچے پکے کانگریسی ہونے کے باوجود ایک مردِ مومن بھی تھے وہ زندگی کے سارے معاملات و مسائل کو اسی حصار میں رکھتے تھے اور ہمیشہ انکی نظر اس نکتہ پر مرکوز رہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ کانگریس کے شدید مخالفین بھی کبھی انگلی اٹھانے کی ہمت نہیں کر سکے اور عام مسلمانوں کے علاوہ علماء ومشائخ کی قربت اور اعتماد انہیں حاصل رہا اور ہر حلقہ میں ان کی خدمات کا اعتراف اور اس کی قدر دانی کی گئی۔ اس راہ میں قاضی صاحب مرحوم نے کبھی کسی رعایت سے کام نہیں لیا۔ حیات اللہ انصاری صاحب سے ان کے بے پناہ گھریلو تعلقات ہونے کے باوجود جب اس طرح کے مواقع آجاتے اور دونوں کے درمیان قلمی جنگ کا بگل بج جاتا اور غضب کا رن پڑتا تو منظر قابل دید ہوتا تھا اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں لیکن اخلاص کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی تعلقات میں کبھی کشیدگی نہیں پیدا

www.abulhasanalinadwi.org

ہوتی تھی۔ میں نے حیات اللہ صاحب سے ایک مرتبہ چند واقعات بیان کرنے کے بعد عرض کیا تھا کہ آپ دونوں کی طرح نہ دوست دیکھے گئے نہ دشمن۔ انھوں نے بڑی پیاری بات کہی تھی کہ ہملوگ صرف اور صرف دوست تھے اور ایک دوسرے کے نظریات کے خلاف جو کچھ لکھتے تھے وہ اسی دوستی کا تقاضا اور اپنے موقف کا اظہار ہوتا تھا۔ کرپلانی کمیٹی کی رپورٹ پر حیات اللہ صاحب نے دستخط کردیئے اور اس کے جواز میں اداریے بھی لکھے تو قاضی صاحب کا قلم جوش میں آیا اور اس رپورٹ اور قومی آواز کے اداریوں کی دھجیاں اڑادیں۔ دینی تعلیمی کونسل اور مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے کرپلانی کمیٹی کی رپورٹ انتہائی شرارت آمیز اور مضرت رساں تھی وہ کسی قیمت پر قابل قبول نہیں ہوسکتی تھی۔ اس مسئلہ پر دینی تعلیمی کونسل کی تجاویز مولانا علی میاںؒ مولانا محمد منظور نعمانیؒ قاضی محمد عدیل عباسی اور ظفر احمد صدیقی صاحب کے مضامین نے فضا و ماحول کا رنگ و رخ بدل کر رکھ دیا۔ یہی پالیوال کمیٹی کے سلسلے میں ہوا اور آخر کار ان دونوں کمیٹیوں کی سفارشات نافذ نہیں ہوسکیں اور حکومت نے انہیں واپس لے لیا۔

حضرت مولانا علی میاںؒ کی کتاب ہندوستانی مسلمان پر حیات اللہ انصاری صاحب کا تبصرہ اس وقت منظرِ عام پر آیا جب دینی تعلیمی کونسل ایام طفولیت میں تھی لیکن ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کے طور پر اس کی عوامی مقبولیت اور مستقبل پر مثبت انداز میں اثر انداز اور حاوی ہونے کی صلاحیتوں کی خوشبو رچی بسی محسوس ہورہی تھی اس دور کا تقاضا یہ تھا کہ مسلمانوں کے ہر حلقۂ فکر کی جانب سے اس کی تائید اور حمایت میں آوازیں گونجیں اور ہر طرف سے اس کی افادیت کے نعرے بلند ہوں۔ یہ تحریک تو ایسی تھی جس میں دین و عقیدہ کی حفاظت کے ساتھ اردو زبان و ادب کی حفاظت کا بھی پورا نظم قائم کیا

www.abulhasanalinadwi.org

گیا تھا جو کچھ بچا کھچا سرمایہ آج نظر آتا ہے وہ اسی دردمندی کی دین ہے۔ اس سلسلے میں دینی تعلیمی کونسل کی خدمات اور مولانا علی میاںؒ کے اعلانِ حق کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ جمنا داس اختؔر نے غیر مسلم اردو مصنفین کانفرنس لکھنؤ میں کسی تکلف کے بغیر یہ بانگ دہل کہا تھا کہ دعا دیجئے مکاتب و مدارس کے ذمہ داران کو کہ ان کی جدوجہد نے طوفان میں اردو کی کشتی کو بچالیا۔ انہوں نے اس موقع پر دینی تعلیمی کونسل اور قاضی محمد عدیل عباسی کا نام لیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ اس مسئلہ پر قاضی صاحب سے ان کی مراسلت بھی ہوئی تھی۔

ان حالات میں حیات اللہ انصاری صاحب کا تبصرہ اس انداز سے سامنے آیا کہ اس میں مولانا علی میاںؒ پر اعتراضات کی بوچھار کے علاوہ دینی تعلیمی کونسل کو بھی ہدف ملامت بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اداریہ کی پانچ قسطوں میں کوئی کسر اٹھانہیں رکھی گئی اور یہ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی کہ مولانا علی میاں کی سرپرستی میں جو تحریک شروع کی گئی ہے اس کا نیشنلزم سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ اس راہ میں مزاحم ہے۔ یہ ایک خطرناک صورت حال تھی اور اس کے دوررس نتائج ہو سکتے تھے۔ اسی زمانہ میں قاضی صاحب نے ایک طویل خط کے ساتھ مولانا علی میاں اور دینی تعلیمی کونسل کے ربط و تعلق اور دونوں کی حمایت میں ایک معرکۃ الآراء مضمون حیات اللہ صاحب کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ اس انداز کا مضمون تھا جس کے متعلق قاضی صاحب اکثر کہتے تھے کہ لوہے کے قلم سے لکھا ہے۔ مجھے ایک مرتبہ انہوں نے سمجھایا تھا کہ یہ اصطلاح مولانا ظفر علی خاں نے ایجاد کی تھی جو انہیں اس قدر پسند آگئی تھی کہ وہ خود اس کا استعمال کرنے لگے تھے۔

قاضی صاحب کے گرامی نامہ کا مختصر حصہ نقل کردینا مناسب بلکہ

www.abulhasanalinadwi.org

ضروری معلوم ہوتا ہے۔اس سے قاضی صاحب مرحوم کی شخصیت، مولانا علی میاں کی ذاتِ گرامی دینی تعلیمی کونسل کی خدمات اور خود حیات اللہ انصاری صاحب کی فکر ونظر پر روشنی پڑتی ہے۔

بستی، یکم جنوری ۱۹۶۲ء

محبی حیات اللہ صاحب! سلام مسنون

عرصہ سے شرفِ نیاز حاصل نہیں ہوا میں ایک دن کے لئے لکھنؤ گیا تھا مگر آپ سے ملنے کا وقت نہیں ملا۔ وہاں میں نے مولانا علی میاں کی کتاب ''ہندوستانی مسلمان'' اور آپ کی تنقید کا غلغلہ سنا۔ میں نے اس وقت تک نہ کتاب دیکھی تھی اور نہ آپ کے مضامین دیکھے تھے۔ پانچویں قسط تو فوراً مل گئی کتاب بھی لے لی اور بستی آکر بقیہ قسطیں بھی حاصل کر لیں پھر سب کو پڑھا اور غور کیا۔ مجھے اس بات سے تکلیف ہوئی کہ آپ کی تحریر سے دینی تعلیمی کونسل کے بارے میں سخت غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے مجھے آپ سے ایسی امید نہ تھی علی میاں کی مخالفت میں دلائل تلاش کرتے ہوئے آپ نے سب کچھ بھلا دیا۔ میں نے سوچا آخر یہ کیا ہے۔ بہت سوچنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ ایک جوابی مضمون لکھا جائے چنانچہ وہ بھیج رہا ہوں۔ میں نے مضمون طبیعت کو روک کر لکھا ہے اور کوشش کی ہے کہ خونِ جگر پی جاؤں اگر آپ اس طرح دینی تعلیمی کونسل کو ملزم نہ بناتے تو میں آپ سے زبانی بات کرتا مگر آپ نے یہ مناسب سمجھا کہ اخبار میں اس تحریک کو بدنام کریں آپ کا اور

www.abulhasanalinadwi.org

آپ کے اخبار کی ایک پوزیشن ہے اس لئے نوٹس لینا ضروری ہے اور نظر انداز کرنا ناممکن۔

اس خط کے ساتھ ''حیات اللہ انصاری اور ہندستانی مسلمان'' کے عنوان سے جو مضمون روانہ کیا گیا اس کے کچھ اہم اجزاء ملاحظہ ہوں۔

''میں نے ہندوستانی مسلمان مصنفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور اس پر حیات اللہ انصاری کا پانچ قسطوں کا ہلکا پھلکا سا مضمون غور سے مطالعہ کیا۔ حیات اللہ انصاری ایک مشہور اہل قلم اور ایک پختہ کار نیشنلسٹ ہیں میرا اور ان کا ایک عرصہ سے ساتھ ہے اور میں ان کا ایک بڑا مداح ہوں۔ انھوں نے جو طویل بحث اس کتاب پر کی ہے اس پر بحث کرنا یا رائے دینا اس مضمون کا منشا نہیں ہے سوائے اس کے کہ مجھے پانچوں قسطوں کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوا کہ گویا پورے مضمون کا کوئی دماغی پس منظر ہے اور خوامخواہ کرید کرید کر وہ باتیں نکالی گئی ہیں جو مضامین کتاب سے مترشح نہیں ہوتی ہیں۔ جہاں جہاں انھوں نے دینی تعلیمی کونسل نصاب تعلیم اور مولانا ابوالحسن علی کے خطبہ صدارت بستی کانفرنس کا تذکرہ کیا ہے وہ ایسے الفاظ میں ہے جن سے شدید غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔''

## نصاب تعلیم اور سیکولرزم

سب سے زیادہ زوردار بحث جو حیات اللہ انصاری نے کی ہے اور جسے بار بار لکھا ہے اس کا خلاصہ پانچویں قسط کے دوسرے کالم میں ہے اور الفاظ یہ ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

”انھوں نے (مولانا علی) بستی کی دینی تعلیمی کانفرنس میں جہاں یہ کہا کہ سرکاری نصاب کو سیکولر اور غیر مسلم عقیدوں سے بالکل پاک ہونا چاہیے وہاں یہ بھی کہہ دیا کہ جن مسلمان بزرگوں نے اسلام کی ہندوستان میں تبلیغ کی ہے اس کو نیشنل ہیرو مان لیا جائے اور ان کو نصاب تعلیم میں جگہ دی جائے۔“

اسی بات کو دوسری اور تیسری جگہ بہت پھیلا کر بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مولانا علی میاں کو ہر طرح شک کا فائدہ دیا گیا گویا غیر جانبداری اور آزاد غور وفکر کا کوئی پہلو اٹھا نہیں رکھا گیا پھر بھی نتیجہ یہی نکلا کہ مصنف کتاب کا منشا یہ ہے کہ ”جن جن مسلمانوں نے ہندوؤں کے خلاف قلم یا تلوار سے ان کے نقطۂ نظر کے مطابق جہاد کیا ہے ان کے تذکروں کو محبت سے نیشنل ریڈروں میں شامل کرو اور ان بزرگوں کو نیشنلزم کا جز سمجھو۔

میں نے پانچویں قسط بار بار اس نیت سے پڑھی کہ مجھے کوئی حوالہ ایسا ملے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ مصنف کتاب ”ہندوستانی مسلمان“ نے واقعی یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ جن لوگوں نے قلم یا تلوار سے ہندوؤں کے خلاف جہاد کیا ہے ان کو نیشنل ہیرو مانا جائے مگر کوئی ایسا حوالہ نہیں ملا۔

مولانا سید ابوالحسن علی کا وہ معرکۃ الآراء خطبہ صدارت جو بستی صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس (۱۹۵۹ء) میں دیا گیا تھا اس سے تو کسی طرح یہ بات مترشح نہیں ہوتی ہے۔ مولانا نے

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کے ایک دینی اجتماع میں ایک بیباک اور حق گو و حق پسند اور غیر جانبدار شخص کی طرح ان مسلمانوں کے کردار کو بتلایا ہے جن سے کورس کی کتابیں مزین کی جاسکتی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کون سے نیشنلزم ہے جو مولانا ممدوح کے اس نظریہ کی مخالفت کرے گا۔

میں جملہ اصحاب نظر کو کھلا چیلنج دیتا ہوں کہ وہ دینی تعلیمی کونسل کے خطبات یا تقریروں میں خواہ وہ کسی کی ہوں اور خصوصیت سے مولانا علی میاں کی تقریروں اور ان کے خطبات میں کوئی ایک جملہ ایسا دکھلا دیں جو سچے نیشنلزم کے خلاف ہو۔

اگر حیات اللہ صاحب نے نیشنلزم کا کوئی اور نظریہ تیار کیا ہے تو ہمیں اس کی کوئی خبر نہیں ڈاکٹر سمپورنا نند ہندو مہا سبھا اور جن سنگھ کو نیشنلسٹ کہتے ہیں تو کون انہیں روک سکتا ہے خرد کا نام جنوں اور جنوں کا نام خرد رکھنا کوئی نئی چیز نہیں ہے۔

ایک مختصر کتاب کی جو معلومات سے لبریز ہو سخت ضرورت تھی اور اس سے مسلمانوں میں قوم پرورانہ جذبات شدت سے پیدا ہوں گے۔ کتاب کی افادیت اور مولانا ممدوح کے اسلوب بیان اور نگارش قلم کی خوبیوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

غالباً حیات اللہ صاحب کی نظر ان جواہر ریزوں پر نہیں پڑی ورنہ وہ سب کچھ نہ لکھتے جو انہوں نے لکھا ہے۔"

یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس زمانہ میں حیات اللہ انصاری صاحب

دینی تعلیمی کونسل اور حضرت مولانا علی میاں کی ذات گرامی کے خلاف اداریئے لکھ رہے تھے اور نصاب تعلیم سے متعلق سیکولرزم اور نیشنلزم کی نئی نئی تعبیریں تلاش کرنے میں منہمک تھے انہیں دنوں حکومت اتر پردیش نے اسکولوں میں پوجا پاٹھ کا پروگرام شروع کرنے کا اعلان کر کے حیات اللہ صاحب کی تعمیر کردہ اس عمارت ہی کو زمیں بوس کر دیا جو محض مفروضہ پر اٹھائی گئی تھی۔ اس طرح کا ایک نصاب تعلیم ۱۹۵۹ء میں مرتب کیا گیا تھا جب دینی تعلیمی کونسل کے قیام کے بعد مولانا علی میاںؒ کے خطبۂ صدارت کی روشنی میں قافلہ کی نئی ترتیب کے ساتھ سفر کا آغاز کیا جاچکا تھا۔ حکومت کی طرف سے خاموشی سے حالات کا جائزہ لیا جاتا رہا اور ۱۹۶۲ء میں اچانک اس کا اعلان کر دیا گیا۔ اس کی تفصیلات مولاناؒ کے ان مضامین میں نظر آئیں گی جو اس مجموعہ میں شامل ہیں۔

حضرت مولاناؒ کی پوری زندگی میں جو وصف سب سے زیادہ نمایاں جو احساس و تاثر سب سے زیادہ حاوی اور جس کا اظہار سب سے زیادہ واضح نظر آتا ہے وہ انسانوں کی فطرت صالح پر اعتماد ہے۔ نازک ترین حالات میں بھی اور تیز ہوا کے جھونکوں میں بھی فکر کا یہ چراغ ہمیشہ روشن رہا۔ خدا آگہی کے ساتھ خود آگہی خدا شناسی کے ساتھ خود شناسی اور اسی سے خودی و خودداری کے چشمے ابلتے ہیں جن کے آبِ مصفا سے انسانیت کی سوکھی حلق میں نمی اس کے اضمحلال میں مسرت کے نقوش اس کی نگاہوں میں بلند نظری ذہنوں میں بلند پروازی اور قلب میں سکینت اور کشادگی اطمینان و یکسوئی امید و یقین مایوسی میں زندہ روشن فکری نظریات کا ظہور ہوتا ہے۔ قدرت نے اپنے خزانہ سے ان خصوصیات اور کیفیات کی بے شمار نعمتیں حضرت مولانا کی ذات گرامی پر بارش کی طرح برسائی تھیں مولانا کے توسط سے ایک عالم اس سے مستفید ہوتا

www.abulhasanalinadwi.org

رہا۔ مولانا کا سبق یہی تھا کہ اپنی صلاحیتوں کا استعمال خدا کی قدرت پر بھروسہ کے ساتھ ہو تو اسکے نتائج بڑے روحانی ہوتے ہیں اللہ کی رحمتوں سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ سنگین مسائل کے باوجود حضرت مولانا اپنے ملک اور یہاں کے عوام سے کبھی مایوس نہیں ہوئے اور اسی جذبہ کے ساتھ اسی یقین وامید کے ساتھ ہمیشہ دلوں پر دستک دیتے رہے جگاتے رہے بچاتے رہے بلاتے اور سمجھاتے رہے۔ آواز کی نرمی لہجہ کی شیریں بیانی دردمندی اور دل سوزی نے ہمیشہ فضا وماحول کو خوشگوار بنانے کی جدوجہد کی کم از کم دینی تعلیمی کونسل کے پلیٹ فارم سے گذشتہ چالیس برسوں کی تاریخ انہیں کارناموں سے بھری ہوئی ہے۔ حکومتوں کی ناانصافیوں اور ستم ظریفیوں پر صدائے احتجاج بلند کرنے کے ساتھ ساتھ خود اپنی ملت کے محاسبہ میں اُسے جھنجھوڑنے اور ذمہ داریوں کا احساس دلانے میں بھی کبھی کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی اس کی بے شمار مثالیں زیر نظر مجموعہ میں موجود ہیں۔

دینی تعلیمی کونسل کے صدر کی حیثیت سے مسلسل چالیس برسوں کے طویل تاریخی سفر میں حضرت مولاناؒ کا اندازِ خطاب لب ولہجہ طرز نگارش اور انداز واسلوب گونجتا رہا ہے۔ اسی آواز نے طوفانوں کو آشکارا بھی کیا۔ یہی آواز مدافعت کا سہارا بھی بنی اسی آواز نے روح کو تڑپایا بھی دلوں کو گرمایا بھی۔ یہی آواز جوش وجذبہ کا استعارہ بھی تھی اور اسی آواز نے ملک وملت کے شیرازہ علمی کو سنوارا بھی ستم رانوں کو للکارا بھی اپنی ملت کو نیند سے جھنجھوڑا اور حالات کی نزاکتوں کا احساس دلاتے ہوئے ہر موڑ پر محبت سے پکارا بھی۔ یہی آواز تاریکیوں میں صبحِ فردا کی بشارت بھی تھی مردمومن کی جسارت بھی تھی اور ایمان ویقین کے نغموں سے عبارت بھی تھی۔ آزاد ہندستان میں یہی ایک

www.abulhasanalinadwi.org

آواز تھی جو دل کی گہرائیوں سے نکلتی تھی اور دوسروں کے دلوں کے تار جھنجھنا اٹھتے تھے۔ اس آواز کا اعتبار تھا وقار تھا افتخار تھا اس آواز میں ملت کی بہی خواہی کا درد بھی تھا، ملک کی عظمت کو برقرار رکھنے اور جمہوریت سیکولرزم اور عدم تشدد کی روایات کی صداقت اور ضرورت کا اعلان بھی تھا۔ اس آواز میں سچے محبّ وطن کی جھلک نمایاں اور مجاہد کی مستیٔ کردار کی چمک عیاں تھی۔ اس آواز میں گرمیٔ گفتار بھی تھی شانِ کردار بھی دعائے نیم شبی کی بے قراری بھی تھی فغانِ صبح گاہی کی زرنگاری بھی۔ نظامِ عالم کے سامنے کسی رعایت اور تکلف کے بغیر جرأت استقامت خودی اور خودداری کی مظہر بھی تھی اور اپنے خالق و مالک کے آگے یہی آواز اپنی عاجزی انکساری اور بندگی کے جذبات، رموز و نکات اور سرچشمۂ حیات سے واقف و باخبر بھی تھی اور اس کے حضور میں ہمیشہ سجدہ ریز و سرنگوں بھی۔

آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے بالخصوص اور پورے ملک اور عالم اسلام کے لئے بالعموم حضرت مولانا علی میاں کی ذات گرامی ایک شجر سایہ دار تھی خوش نصیب تھے وہ لمحات جنہیں ان کے ساتھ گذرنے کی سعادت حاصل ہوئی مقام شکر ہے کہ ان کی شخصیت کے زیر سایہ ملک و ملت کا قافلہ رواں دواں رہا" اک دھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے"

ایک عجیب و غریب بات یہ نظر آتی ہے کہ ایک ایسی شخصیت جس کا کوئی بدل اور نعم البدل نہیں جس کی ذات پر پوری ملت کا اتفاق جس کی نظیر ماضی بعید میں دور دور تک نظر نہیں آتی جس کی ہر بات حرفِ آخر سمجھی جاتی تھی لیکن دینی تعلیمی کونسل کے سلسلہ میں اپنی پوری مدت صدارت میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا جب اس کا اظہار کیا گیا ہو اور کسی مسئلہ میں اپنی شخصیت کے مقام و

www.abulhasanalinadwi.org

مرتبہ اور اپنے عہدہ صدارت کی عظمت کو اپنے کسی موقف یا منشا کی تائید میں استعمال کیا گیا ہو۔ ہر ہر موڑ پر اس نزاکت کا احساس نمایاں نظر آتا ہے۔ یہ مزاج وطبیعت کی خوبی اور خصوصیت بھی تھی اور عہدہ کو امانت سمجھنے کا دینی رجحان بھی تھا۔ ہر موڑ پر مشورہ ہر قدم پر دوسروں کی رائے کا احترام۔ معاملات ومسائل کی ساری فکرمندی کے باوجود یہ فکر ساری فکروں پر غالب کہ تحریک و تنظیم میں سب کی اہمیت اور سب کا لحاظ ضروری ہوتا ہے۔ بڑوں کے علاوہ چھوٹوں کے ساتھ بھی ہمیشہ شفقت ومحبت کے ساتھ یہی سلوک یہی رویہ یہی انداز۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ایسا انداز اُس شخصیت کا تھا جس کا ایک جملہ سب کے لئے مقدم تھا لیکن حضرت مولانا کے طرز زندگی میں دل شکنی کا تصور بھی نہیں تھا۔ دوسروں سے مشورہ اور دوسروں کی رائے کا احترام اسی جذبہ کی بنا پر تھا فرماتے تھے میں اپنے اللہ اور اپنی ملت کے سامنے جوابدہ ہوں۔ دینی تعلیمی کونسل کے سلسلے میں جو کاغذات محفوظ ہیں ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ حضرت مولانا تنظیم وتحریک کے فروغ واستحکام کے علاوہ مالیات کی فراہمی کے لئے بھی فکرمند رہتے تھے۔ پہلے دستور اور ضوابط کی پابندی کا نظام بھی مضبوط تھا۔ صدر کونسل کی حیثیت سے خود حضرت مولاناؒ بھی ضابطہ کا لحاظ فرماتے تھے۔ قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم خود تحریک کے بانی اور جنرل سکریٹری تھے لیکن پوری زندگی انھوں نے ضابطہ کی پاسداری کا خیال رکھا اور کبھی اس کی خلاف ورزی کے سلسلے میں کسی کو اعتراض کا موقع نہیں ملا۔ بزرگوں کے اسی اخلاص کی بدولت برکت ورحمت کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔

حضرت مولانا کے چند خطوط سید اصغر حسین صاحب ایڈوکیٹ خازن و سکریٹری دینی تعلیمی کونسل اور مولانا محمود الحسن صاحب (سابق ناظم) کے نام۔

www.abulhasanalinadwi.org

ان خطوط سے حضرت مولانا کی عظیم شخصیت کا ایک نمایاں وصف سامنے آتا ہے۔

محترمی جناب خازن صاحب دینی تعلیمی کونسل

دینی تعلیمی کونسل کے سلسلے میں اس وقت فوری طور پر ایک سو انتیس روپئے کی ضرورت ہے ۹۰ روپئے ٹیلی فون کے لئے جمع کرانے ہیں اور ۳۹ روپئے مولوی نذیر احمد صاحب کی تنخواہ بابت اکتوبر کے باقی رہ گئے ہیں اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ اگر کوئی مانع نہ ہو تو محفوظ رقم میں سے یہ رقم ادا کردی جائے۔

والسلام

ابوالحسن علی

۶۰/۱۱/۱۵

مکرمی و محترمی سید صاحب زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ابھی ابھی یونس سلیم صاحب ایڈوکیٹ حیدرآباد کا خط ملا۔ جن سے رٹ کے بابت مشورہ طلب کیا گیا تھا کہ وہ ۲۶ / یا ۲۷ / کو دہلی پہونچ رہے ہیں۔ اتفاق سے میں اور مولانا منظور صاحب بھی دہلی جارہے ہیں انھوں نے لکھا ہے کہ دہلی میں اس مسئلہ پر بات چیت اور قانون دانوں سے مشورہ ہوجائے گا اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ظفر احمد صاحب بھی دہلی چلیں تاکہ اس مسئلہ کا فیصلہ ہوجائے۔ چونکہ کونسل کے خزانے میں اس وقت کچھ نہیں ہے اس لئے آپ ان کے کرایہ کا کہیں سے انتظام کردیں اور علی الحساب ۵۰ روپئے بھجوادیں میں اس رقم کا ذمہ دار ہوں وہ کل ۲۷ / کو شب میں روانہ ہو رہے ہیں۔

والسلام

ابوالحسن علی

۲۶ / نومبر ۱۹۶۴ء

www.abulhasanalinadwi.org

والد ماجد مولانا محمود الحسن مرحوم نے اپنی ڈائری میں ۲۷ رجنوری ۱۹۶۳ء کو ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے جس سے اس مقدمہ کا اندازہ ہوتا ہے جس کے لئے رٹ کا حوالہ حضرت مولاناؒ کے مذکورہ بالا مکتوب گرامی میں موجود ہے۔

''آج فیض آباد سے درسگاہِ جماعت اسلامی مغل پورہ فیض آباد کے صدر مدرس صاحب لکھنؤ آئے۔ پہلے علی میاں کے پاس گئے پھر میرے پاس دفتر آئے۔

جبری تعلیم کے سلسلے میں جو مقدمہ چل رہا ہے اس پر یہاں کے وکلا سے مشورہ کرنا تھا۔

حضرت مولانا علی میاں نے فون پر کہا کہ مقدمہ کونسل کی طرف سے لڑا جائے اور کوئی کوتاہی نہ ہو''

جناب خازن صاحب دینی تعلیمی کونسل

کل مشورہ سے ظفر احمد صاحب کا بمبئی کا سفر تجویز ہوا ہے۔ مرکزی وزارت تعلیم نے جو نئی کمیٹی نصاب و نظام تعلیم پر غور کرنے کے لئے بنائی ہے اس کے سکریٹری بمبئی کے ایک مسلمان داؤد صاحب مقرر ہوئے ہیں ضرورت ہے کہ ان کو اپنا پورا کیس سمجھا دیا جائے اس سلسلہ میں بمبئی کے مخلص احباب سے مدد ملنے کی امید ہے اس بنا پر ظفر صاحب کا سفر مناسب معلوم ہوتا ہے براہ کرم رقم مذکورہ ایکصد فی الحال کسی مد سے دیدی جائے بعد میں اس کا تصفیہ ہو جائے گا۔ والسلام

ابوالحسن علی

۶۴/۸/۲۷

www.abulhasanalinadwi.org

مکرمی جناب مولانا محمود الحسن صاحب زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مکتوب گرامی ملا۔

رابطہ کا سفر بہ ظاہر ملتوی ہے اس سال جانے کا خیال ترک کردیا ہے اگر کوئی فوری صورت حال پیش نہ آئی تو بہ ظاہر سفر نہیں ہے میں نے معذرت کا خط بھی لکھ دیا ہے۔

میں دسمبر کا مہینہ رائے بریلی گذارنا چاہتا ہوں بعض نہایت ضروری کاموں کی تکمیل بھی مقصود ہے اور میری صحت کا بھی تقاضہ ہے اس مہینہ میں کوئی سفر نہیں کرسکوں گا البتہ اگر عاملہ کا جلسہ اسی مہینہ میں ضروری ہو تو ایک دن کے لئے لکھنؤ آسکتا ہوں۔

رائے بریلی کی کانفرنس آپ دسمبر میں بھی کرسکتے ہیں اور جنوری کے پہلے ہفتہ کی ابتدائی تاریخوں میں بھی۔

والسلام۔ خاکسار

ابوالحسن علی

۲؍دسمبر ۹۴ء

مکرمی جناب مولانا محمود الحسن صاحب زید لطفہ۔ السلام علیکم وبرکاتہ

مکتوب مورخہ ۱۸؍ستمبر ملا۔ اس سے پہلے والا خط بھی مل گیا تھا۔ جواباً عرض ہے۔

۱۔ سید اصغر حسین صاحب کو لکھ دیا گیا ہے کہ رقم کو جنرل فنڈ میں داخل فرمالیں اور ضروری مصارف واخراجات اس سے ادا کئے جائیں۔

۲۔ شاہ معین الدین صاحب کے ساتھ چلنے کی بہت کم توقع ہے احتیاطاً کل تک

www.abulhasanalinadwi.org

اور دیکھ لیجئے ممکن ہے کوئی دوسرے صاحب تیار ہو جائیں۔

۲۲ راکتوبر تک میں واپس نہ آسکوں گا واپسی کے بعد فوراً کسی کانفرنس میں شرکت کرنا مشکل ہوگا معلوم نہیں اس وقت صحت وغیرہ کی کیا کیفیت ہو اس لئے واپسی کے بعد ہی تاریخ کا تعین ہوسکتا ہے۔

والسلام، مخلص

ابوالحسن علی

حضرت مولانا علی میاںؒ کا ایک اہم ترین مکتوب گرامی۔

مکرمی و محترمی جناب مولانا محمود الحسن صاحب

ناظم دینی تعلیمی کونسل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ آپ رائے بریلی آئے تو میں تکلیف میں تھا آپ سے ایک ضروری بات نہیں کرسکا۔ حاجی وکیل احمد صاحب جونپوری فارغ ہیں اور وہ اپنا پورا وقت دینی کام اور خدمت کے لئے دینا چاہتے ہیں۔ ان کو تعلیمی کام سے مناسبت بھی ہے آپ بھی ان سے واقف ہیں ڈاکٹر صاحب اور ظفر صاحب سے اس سلسلہ میں بات ہوئی ہے آپ سے براہ راست بات کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ کیا آپ کے نزدیک مناسب ہوگا کہ وہ آپ کے اور ظفر صاحب کے معاون کی حیثیت سے کونسل میں کام کریں؟ آپ کی مشغولیت بھی بہت بڑھی ہوئی ہے اور ظفر صاحب کی ذمہ داریاں بھی بڑھتی جارہی ہیں اور صحت کمزور ہوتی جارہی ہے۔ اگر آپ کے نزدیک وکیل احمد صاحب سے آپ دونوں کو مدد مل سکتی ہے اور کونسل کے کام میں اس سے ترقی ہوسکتی ہے تو اس مسئلہ پر غور کرکے مجھے اپنی رائے سے

مطلع کیجئے۔ظفر صاحب اور ڈاکٹر صاحب سے مزید تفصیلات معلوم ہوسکتی ہیں پھر اس کے بعد قاضی صاحب سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

میں رائے بریلی جارہا ہوں آپ کے جواب کا انتظار کروں گا۔

والسلام، مخلص

ابوالحسن علی

۲۵/۵/۷۸ء

تحریکوں اور تنظیموں کے داعیوں، ذمہ داروں اور کارکنوں کے لئے حضرت مولانا کا یہ مکتوب اور دوسرے مکاتیب کی نوعیت ایک سبق ہے۔صدر کونسل کی حیثیت سے بہ راہ راست تقرر کردیا جاتا تو کسی کو اعتراض نہ ہوتا لیکن ضابطہ کی خانہ پُری اور اس کی اہمیت کے پیش نظر ایسا نہیں کیا گیا۔دوسرے بزرگوں نے اس کا لحاظ کیا۔ظفر احمد صدیقی صاحب اور مولانا محمود الحسن صاحب کی ضروری تحریروں کے بعد قاضی محمد عدیل عباسی صاحب مرحوم نے وکیل احمد انصاری صاحب کا تقرر نائب ناظم کی حیثیت سے کردیا۔اس تقرر کی اجازت مجلس عاملہ سے پہلے ہی حاصل کی جاچکی تھی۔پرانے ذخیرہ میں ایک کاغذ ایسا دستیاب ہوا ہے جسے دیکھ کر آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔دفتر دینی تعلیمی کونسل میں روزمرہ کی چند ضروری چیزیں خریدنے کے لئے قاضی محمد عدیل عباسی صاحب مرحوم نے جنرل سکریٹری ہونے کے باوجود ظفر احمد صدیقی صاحب سے درخواست کی ہے اس پر ظفر صاحب مرحوم نے خریدنے کی ہدایت دی ہے انچارج دفتر مولوی نذیر احمد نوری صاحب نے تعمیل ہوجانے کی تحریری اطلاع دی ہے یہ ساری باتیں دیکھنے سے بہت معمولی معلوم ہوتی ہیں لیکن بزرگوں کا انداز و طریقۂ کار یہی تھا اور اسی سے تحریک کی شان قائم تھی اور برکتیں شامل حال

www.abulhasanalinadwi.org

تھیں۔

دینی تعلیمی کونسل نے پرائمری سطح تک ابتدائی تعلیم کا ایک مربوط نظام تیار کیا ہے۔ اس کا اپنا نصاب تعلیم ہے اپنی کتابیں ہیں۔ دینی تعلیم کے ساتھ عصری علوم اور ان کی تعلیم کا اردو میڈیم میں مکمل کورس مرتب کیا گیا ہے۔ اس تحریک نے دینی اور دنیاوی تعلیم کے دروازے کھلے رکھے ہیں۔ ایک غلط فہمی یہ ہوئی ہے کہ ان مکاتب میں زیر تعلیم طلباء عصری تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ یہ خلاف واقعہ ہے۔ کوشش یہ کی جاتی ہے کہ بچے پانچویں درجہ تک دین کی بنیادی اور اہم باتیں حاصل کرلیں اردو لکھنا پڑھنا انہیں آجائے قرآن پاک ختم کرلیں اور یہ بات ان کے ذہن میں بیٹھ جائے کہ وہ مسلمان ہیں اور ان کا ایک ملی تشخص ہے۔ اس کے بعد وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے کسی بڑے دینی مدرسہ میں جائیں یا کسی سرکاری یا پرائیویٹ اسکول میں عصری تعلیم حاصل کریں اور اس کی راہ سے دنیاوی ترقی کریں۔ سرسید نے اپنی تعلیمی تحریک کے سلسلے میں بڑی سطح سے بلند آہنگی کے ساتھ ایک بات کہی تھی جو ان کی فکر اور نقطۂ نظر کی ترجمانی کے لئے آج تک دہرائی جاتی ہے۔

> "ہم ایک ایسی قوم بنانا چاہتے ہیں جس کے داہنے ہاتھ میں
> قرآن بائیں ہاتھ میں سائنس اور فلسفہ اور اس کی پیشانی
> پر کلمۂ طیبہ کا تاج چمک رہا ہو۔"

دینی تعلیمی کونسل نے سرسید کے اس خیال کو جلا بخشی ہے۔ یہ تصور پایۂ تکمیل تک کیسے پہونچے گا اگر اس کی ابتدا میں اس کا لحاظ نہ رکھا جائے آغازِ سفر میں مستقبل کا خاکہ مرتب نہ کیا جائے تو آسودگی میسر نہیں آسکتی ہے۔ تحریک میں نظم وضبط مکاتب کا الحاق اضلاع میں انجمن تعلیمات دین کا قیام

www.abulhasanalinadwi.org

تنظیم کا استحکام اور ایک باہمی ربط واتحاد کی ضرورت اسی لئے ہوتی ہے کہ اس سے اجتماعیت کی طاقت اور اس کے فیوض و برکات نمودار ہوتے ہیں۔ تاریخ نے گذشتہ چالیس برسوں کی جدوجہد کو اپنے سینے میں محفوظ کیا ہے۔ سنجیدہ خاموش اور مثبت اندازِ فکر اور خدمات کا جو شاندار ریکارڈ ہے اس کے ہر صفحہ وسطر میں حضرت مولانا علی میاںؒ کی شخصیت جلوہ گر ہے۔ اس مدت میں حکومتوں کے غیر آئینی فیصلوں اور ان کے بنائے ہوئے نصاب ونظام تعلیم نے جو انقلاب برپا کرنا چاہا اس کی برقت مدافعت نے طوفانوں کا رخ موڑ دیا اور ملت اسلامیہ بڑے حادثات سے محفوظ رہ گئی اس کی مثالیں بھی واضح طور پر اس مجموعہ میں نظر آئینگی۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

مکاتب کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد درجہ ۶ میں داخلہ کی آسانی کرپلانی کمیٹی کی رپورٹ، پالیوال کمیٹی کی رپورٹ، ۱۹۵۹ء کا خطرناک نصاب تعلیم، ان پہاڑوں کو راہ سے ہٹانے کے لئے دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش نے عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں۔ جن نازک ادوار سے گذر کر ہم یہاں تک پہونچے ہیں انکی ہمیں خبر بھی نہیں ہے۔ قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم جھوم جھوم کر اکثر یہ شعر پڑھتے تھے

آگ ہے اولاد ابراہیم ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

حضرت مولاناؒ اپنی تقریروں اور تحریروں میں اس شعر کو اپنے ذوق و شوق کا ترجمان بناتے تھے

www.abulhasanalinadwi.org

حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
ورائے عقل ہیں اہلِ جنوں کی تدبیریں

حکومت کی درسی کتابوں میں مسلمانوں کی دینی غیرت وحمیت اور ان کی اسلامی فکر کے برعکس اسباق کی شمولیت، اس کی بروقت نشاندہی اور انکے خلاف آئینی اور دستوری جدوجہد اور اس سلسلے میں کامیاب کوششوں کا ایک روشن خاکہ حضرت مولانا کے ان خطبات میں دیکھا جاسکتا ہے۔ سب سے پہلے دینی تعلیمی کونسل کے سکریٹری اور اس کے قانونی مشیر ظفر احمد صدیقی صاحب مرحوم اور دوبارہ حبیب اللہ اعظمی صاحب نے دینی تعلیمی کونسل کی طرف سے جو جائزہ پیش کیا اس کی گونج اسمبلی اور پارلیمنٹ تک سنائی دی اور یہ مسئلہ طویل مدت کی کوششوں سے کسی حد تک حل ہوسکا۔

مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ نے ممبر پارلیمنٹ کی حیثیت سے مارچ ۱۹۶۰ء میں مرکزی وزیر تعلیم کو اس جانب متوجہ کرتے ہوئے پارلیمنٹ کے اندر اپنی پرجوش مدلل اور حب الوطنی سے لبریز تقریر میں کہا تھا۔

”کانسٹی ٹیوشن بننے کے بعد یہ بات صاف کردی گئی ہے کہ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے گورنمنٹ صرف سیکولرزم اور نیشنلزم کے مطابق کتابوں کے کورس کو اپنے اندر جذب کرے گی کسی کے مذہب اور کسی کے دھرم کی تعلیم کی ذمہ داری حکومت پر نہیں ہے یہ بات ہم نے بھی بہت مفید سمجھی اور یہ صحیح قدر ہے جو کہ یقیناً تعلیم کے سلسلے میں سیکولر اسٹیٹ میں ہونا چاہئے۔

”اگر یہ ملک سیکولر اسٹیٹ ہے اور بجا طور پر اس کا فخر ہے تو ہر چیز کو سیکولر ہونا چاہئے اور تعلیم کے اندر جو سب سے زیادہ

www.abulhasanalinadwi.org

اہمیت کی چیز ہے۔ اگر ایک خاص مذہب یا دھرم کا پروپگینڈہ ہو تبلیغی ادارے کی حیثیت سے اور دوسرے مذہب کی توہین ہو تو یہ چیز ناقابل برداشت ہے۔''

دینی تعلیمی کونسل نے ۱۴؍اگست ۱۹۶۰ء کو اپنے قیام و تشکیل کے صرف آٹھ مہینے کے بعد پہلا بنیادی کام یہی کیا کہ ایک اصلاح نصاب کمیٹی بنائی جس کے سپرد یہ کام ہوا کہ وہ درسی کتب فراہم کر کے قابل اعتراض اجزاء کی نشاندہی کرے اور اس سلسلے میں مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے حکومت کو آگاہ کرے۔ ظفر احمد صدیقی صاحب (مرحوم) اس کے کنوینر بنائے گئے۔ اس کمیٹی نے اپنا پہلا توجہ نامہ ۱۰؍اکتوبر ۱۹۶۰ء کو پیش کیا۔ حکومت اتر پردیش نے درسی کتب کی اصلاح کے لئے پالیوال کمیٹی بنانے کا اعلان کیا اور دینی تعلیمی کونسل کی طرف سے جامع تجاویز پر مشتمل ایک عرضداشت ۲۲؍فروری ۱۹۶۱ء کو پالیوال کمیٹی کے سامنے پیش کیں محکمہ تعلیم کے ذمہ داران سے کونسل کے وفود بھی ملتے رہے لیکن ایک غیر معمولی طویل خاموشی کے بعد یہ اطلاع ملی کہ پالیوال کمیٹی توڑ دی گئی۔ ۵؍اکتوبر ۱۹۶۴ء اور ۲۵ جون ۱۹۶۶ء کو وزیر تعلیم سے رابطہ کیا گیا۔ مرکزی حکومت کو بھی مسلسل متوجہ کرنے کی کوشش کی جاتی رہی۔ فخر الدین علی احمد صاحب مرکزی وزیر سے ۱۹؍ستمبر ۶۶ء کو لکھنؤ میں اور یکم اکتوبر ۱۹۶۶ء کو دہلی میں ملاقات کر کے تفصیل سے نصاب کی خرابیوں سے آگاہ کیا گیا۔ درسی کتب کے اقتباسات کا ترجمہ اردو اور انگریزی میں شائع ہوا اور دینی تعلیمی کونسل نے اسے ممبران پالیمنٹ کے پاس بھیج دیا۔ پارلیمنٹ میں اس پر بحث بھی ہوئی جسکے نتیجہ میں مرکزی وزیر تعلیم نے درسی کتب کی جانچ کے لئے خواجہ غلام السیدین کی سربراہی میں ایک کمیٹی مقرر کی۔ دینی تعلیمی کونسل نے اس مسئلے میں اب تک جو

www.abulhasanalinadwi.org

کچھ کیا تھا اس کو شدت سے محسوس کیا گیا اور سیدین کمیٹی نے اپنی رپورٹ مرکزی وزیر تعلیم کو پیش کر دی۔ ظفر احمد صدیقی صاحب (مرحوم) کا ایک مکمل جائزہ ریاستی اور مرکزی حکومتوں سے نمائندگی کی تفصیلات ایک کتابچہ کی شکل میں جون ۱۹۶۹ء میں دینی تعلیمی کونسل کی طرف سے شائع کر دیا گیا۔ اس میں اپنے موقف کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔

> ''ہماری منشاء ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم ہندو مذہب اور اس کے فلسفے یا اس کی دیومالا پر کوئی اعتراض کریں اور نہ ہم اس بات کے مخالف ہیں کہ ان پرائیویٹ درس گاہوں میں جو مختلف مذہبی تنظیموں یا افراد کی طرف سے چلائے جا رہے ہیں، مذہبی تعلیم دی جائے۔
>
> ہماری منشاء یہ بھی نہیں ہے کہ ہم ہندوستان کی عظیم المرتبت شخصیتوں کی کوئی تنقیص یا توہین کریں ہمارے دلوں میں ان کی بڑی عزت ہے البتہ ہم یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ ہمارے بچوں کے ذہنوں میں ان کی زندگی کی تصویر اس طور پر پیش کی جائے جو انسان پرستی کی راہ پر لے جائے کیونکہ یہ چیز اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید کے منافی ہے۔''

تقریباً چوتھائی صدی کے بعد اس مسئلے میں اظہار اطمینان کے بجائے اسی طرح کی تشویشناک صورتِ حال برقرار رہی اور ۱۹۹۳ء میں دینی تعلیمی کونسل کے سپرنٹنڈنٹ ماہر تعلیم حبیب اللہ اعظمی صاحب نے ایک دوسرا جائزہ تیار کیا جو حضرت مولانا علی میاںؒ کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوا جس میں اس پر اظہار افسوس کیا گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

''اس افسوسناک صورت حال کا ۱۹۴۷ء کے بعد ہی تجربہ ہوا۔ اس وقت اس خطرے سے بچنے کے لئے ۱۹۵۹ء میں دینی تعلیمی کونسل کا وجود عمل میں آیا اور کچھ عرصے کے بعد اس تنظیم کے ایک بڑے مخلص اور لائق کارکن ظفر احمد صدیقی وکیل مرحوم نے اس وقت کے مروجہ نصاب کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا۔

افسوس ہے کہ یہ صورتِ حال برابر قائم ہے اور اب اس وقت کے مروجہ نصاب تعلیم پر دوبارہ نظر ڈالنے کا کام ہماری کونسل کے لائق کارکن حبیب اللہ اعظمی صاحب نے انجام دیا۔''

سرکاری نصاب تعلیم و نظامِ تربیت کے مسئلہ پر مولانا اسحاق جلیس صاحب ندوی مرحوم نے ۲۵ رجون ۱۹۷۵ء کو تعمیر حیات کے اداریہ میں تحریر فرمایا تھا

''دینی تعلیمی کونسل کی پہلی کانفرنس ۱۹۵۹ء میں مولانا سید ابوالحسن ندوی کی صدارت میں ایسے حالات میں منعقد ہوئی تھی جب کہ مسلم بچوں کے ذہنی ارتداد بلکہ نسل کشی اردو زبان سے محرومی کے آثار ہندوستان کی اس وسیع آبادی والی ریاست میں نمایاں تھے کم وبیش یہی صورت حال پورے ملک میں تھی۔ جبری تعلیم کے نفاذ کے ساتھ نصاب کی کتابوں میں ایسے اسباق کی شمولیت جو دینی معتقدات سے متصادم اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے والے اور ملک کے سیکولر دستور کی اسپرٹ کے سراسر خلاف تھے۔''

www.abulhasanalinadwi.org

۱۰ر جون ۱۹۸۹ء کو مولانا شمس الحق ندوی صاحب نے تعمیر حیات
کے اداریہ میں لکھا

"ہمارے ملک کے اسکولوں اور کالجوں کا جو نصاب تعلیم تیار
اور جاری کیا گیا ہے اور اس کے جو اثرات ہماری نوجوان نسل
پر پڑ رہے ہیں اس سلسلے میں دینی تعلیمی کونسل برابر آگاہ کرتی
رہی ہے۔"

پوری نصف صدی گذر جانے کے بعد تعلیم و نظامِ تعلیم کو غیر سیکولر بنیادوں پر استوار کرنے کا سلسلہ جاری ہے اور اس بات کے واضح اشارے نظر آرہے ہیں کہ تعلیم کی راہ سے ایک ایسے انقلاب کی تکمیل کا تہیہ کرلیا گیا ہے جو ذہنی ارتداد اور کلچرل انقلاب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کی مکمل منصوبہ بندی کرلی گئی ہے۔

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

تعلیم جیسے نازک مسئلہ کو قومی یکجہتی اور دلوں کو جوڑنے کے لئے استعمال کیا جاتا تو اس وقت ملک کی فضا نہایت خوشگوار ہوتی لیکن افسوس کہ دستور ہند کے بنیادی نکات کو نظر انداز کر کے جمہوریت اور انسانی قدروں کو پامال کرتے ہوئے تخریب وانہدام کا ذریعہ تعلیم کے اس مقدس شعبہ کو بنایا گیا جو تہذیب و تمدن کے چراغوں کو روشن کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ مستقبل کے خطرات کا اندازہ کرنے کے بعد حضرت مولانا علی میاںؒ کے ایک خطبہ میں یہ بلیغ جملہ بھی نظر آئیگا جس میں بڑی حکمت عملی سے ملت اسلامیہ کو ایک پیغام دیا گیا ہے یہ ایک شاہِ کلید ہے جس سے بند دروازے کھولے جاسکتے ہیں اور ملی تشخص کے

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھ زندگی گذاری جاسکتی ہے۔

"نصاب تعلیم حقیقی معنی میں غیر مذہبی وسیکولر ہوجائے پھر بھی ہمیں اپنے بچوں کی دینی تعلیمی اوراخلاقی تربیت کا انتظام کرنا ہوگا۔"

ایک اہم مسئلہ Minimum Wage کا سامنے آیا جس میں مدارس ومکاتب کے لئے اپنے قیام و جواز کے لئے لائسنس لینے کی پابندی لگائی گئی تھی۔ دینی تعلیمی کونسل کے زیراہتمام یکم و۲ رجون ۱۹۸۹ء کوندوۃ العلماء میں عربی مدارس ومکاتب کا ایک کل ہند کنونشن منعقد ہوا۔ مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ نے اس کی صدارت فرمائی تھی جناب سید حامد صاحب (سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے افتتاح کیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا جب حضرت مولانا علی میاںؒ صدر کونسل ہونے کے باوجود مجلس استقبالیہ کے صدر تھے اوراسی حیثیت سے پورے ملک کے سامنے وہ خطبہ استقبالیہ پیش کیا گیا تھا جو اس مجموعہ میں شامل ہے۔ اس کنونشن کی اہمیت کے پیش نظر اس کا دعوت نامہ بھی پہلی مرتبہ حضرت مولانا کی طرف سے جاری ہوا تھا۔

حضرت مولانا علی میاںؒ متفقہ طور پر چالیس برس تک دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کے صدر رہے۔ اس کے قیام کے ابتدائی دنوں میں انتہائی نازک اورتشویشناک دوروہ تھا جب حکومت نے اسکولوں میں پوجا پاٹ کوشامل کردیا تھا۔ دوبارہ اسی طرح کا ایک نازک مرحلہ ۱۹۹۷ء میں پیش آیا جب حکومت اتر پردیش نے نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ اسکولوں میں وندے ماترم کونافذ کیا اور بھارت ماتا کی تصویر پر پھول چڑھانا لازمی قرار دیدیا گیا۔ کلپ یوجنا کے نام سے ایک پوری تعلیمی اسکیم کا خاکہ تیار ہوا اور بڑے تیور کے ساتھ اس کی

www.abulhasanalinadwi.org

تکمیل کا جی۔ او بھی ہو گیا۔ یہ اندازہ نہیں تھا کہ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے سامنے پھر وہ مسئلہ اپنی خطرناکی اور شدت کے ساتھ آجائیگا۔ اقبال نے کہا تھا

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

دینی تعلیمی کونسل نے حسب روایت قدیم سب سے پہلے اس مسئلہ کو اٹھایا اور پوری طاقت سے اس کی مخالفت کا اعلان کیا گیا۔ اس کی غیر دستوری اور غیر آئینی حیثیت کو نمایاں کیا گیا۔ مرکزی اور ریاستی حکومت کے علاوہ دوسرے ذمہ دار اداروں کو متوجہ کیا گیا پوری ریاست اتر پردیش میں اسکے خلاف ایک فضا بنادی گئی لیکن طریقہ کار ہمیشہ کی طرح وہی رہا یعنی مطالبہ دستور ہند کی روشنی میں کیا جاتا رہا۔ غیر جذباتی انداز میں سنجیدہ استدلال کا ایک طوفان کھڑا کر دیا گیا۔ دینی تعلیمی کونسل نے اس موضوع پر نہایت اہم اور مفید لٹریچر تیار کیا۔ ۲۶ / ۲۷ / اپریل ۱۹۹۸ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کنیڈی ہال میں دینی تعلیمی کونسل کا ریاستی کونشن ہوا جس میں حضرت مولانا علی میاںؒ اپنی بیماری کے باوجود تشریف لے گئے اور اپنا خطبۂ صدارت خود پڑھا۔ صدر کونسل کی حیثیت سے یہ حضرت مولانا کا آخری خطبہ ہے جس میں یہ اعلان کیا گیا

"یہ ملک کو ایسی خطرناک منزل کی طرف لے جانے کا اقدام ہے جس کے تصور سے ایک محبّ وطن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کی راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔"

اسی سلسلے میں ایک موقع پر ندوۃ العلماء میں صحافیوں کی ایک بڑی

www.abulhasanalinadwi.org

تعداد کے سامنے حضرت مولانا نے ایک جرأت مندانہ اور مومنانہ اعلان کر کے پورے ملک کو چونکا دیا۔ مسلمانوں میں جوش وجذبہ کا اضافہ ہوا حکومت جو ابھی تک متوجہ نہیں ہو رہی تھی اور اس اسکیم کو نافذ کرنے کا تہیہ کئے ہوئی تھی اچانک اس کے رویہ میں تبدیلی آئی اور فضا کا رنگ ورُخ یکسر بدل گیا۔ مولانا نے اپنے انٹرویو میں کہا

"اگر یہ صورت حال باقی رہتی ہے اور حکومت کی طرف سے وندے ماترم اور پھول چڑھانے کا غیر اسلامی فیصلہ تبدیل نہ کیا گیا تو ایسے تمام اسکولوں سے مسلمان اپنے بچوں کو نکال لیں گے ہمارے لئے تعلیم سے زیادہ عقیدۂ توحید اور دین کی حفاظت کا مسئلہ اہم ہے۔"

اس پوری صورت حال کو دینی تعلیمی کونسل کی رپورٹ (مرتبہ راقم سطور) اور مضامین ومراسلات میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اسی کیفیت میں چند روز کے اندر حکومت نے وندے ماترم کا حکم اور وہ پوری اسکیم واپس لینے کا اعلان کر دیا۔ مولانا نے اس پر اظہار اطمینان کرتے ہوئے حکومت کا شکریہ بھی ادا کیا اور یہ امید ظاہر کی کہ آئندہ اس طرح کی حرکتوں سے اجتناب کیا جائے گا۔

دینی تعلیمی کونسل نے جرأت واستقامت اور حضرت مولانا نے شانِ قیادت کی ایک نئی تاریخ بنادی۔ اس کی تفصیلات مولاناؒ کی تحریروں میں نظر آئیں گی۔ اس مجموعہ میں ان واقعات کا ایک روشن باب قائم کیا گیا ہے۔

دینی تعلیمی کونسل کے پلیٹ فارم سے حضرت مولاناؒ کی آخری تقریر اس وقت ہوئی جب شدید بیماری سے کچھ افاقہ ہوا تھا تو خود دریافت فرماتے تھے کہ جلسہ کب ہوگا دینی تعلیمی کونسل کا کیا حال ہے ہر لمحہ اس فکر مندی کا اظہار

ہوتا رہتا تھا اسی حالت میں ۲۱ رنومبر ۱۹۹۹ء کو ندوۃ العلماء کے سلیمانیہ ہال میں کونسل کا ایک جلسہ خود حضرت مولانا کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ کے انعقاد میں صرف حضرت والا کی خواہش کا احترام ملحوظ تھا ورنہ صحت اور ضعفِ جسمانی کے پیش نظر بہ ظاہر اس کی گنجائش نہیں تھی۔ قضا و قدر کا فیصلہ عنقریب ہونے والا تھا۔ مولانا کا دل بے چین تھا کہ رخصت ہونے سے قبل دینی تعلیمی کونسل کے پلیٹ فارم سے ملت اسلامیہ کو آخری پیغام سنا دیں، جسم کمزور، زبان میں ہلکی سی لکنت آواز لرزیدہ لیکن اندازِ بیان میں وہی کیفیت وہی چمک وہی شان جلوہ گر تھی

مقامِ شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں
انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

کسے خبر تھی کہ اس کے بعد آنکھیں دیدار سے اور کان اس آواز سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائیں گے۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے حضرت مولانا کی ایک تقریر کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے اپنا کلیجہ نکال کر رکھ دیا۔ یہ آخری تقریر بھی اسی کیفیت کی آئینہ دار تھی۔ محسوس ہوتا ہے کہ گذشتہ چالیس برسوں کی فکر کا نچوڑ اس میں آگیا ہے۔ یہ مولانا کا روحانی پیغام ہے جسے آنکھوں سے لگانا اور دلوں میں بسانا چاہئے

کہ یہی ہے ملتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

دینی تعلیمی کونسل سے حضرت مولانا کا روحانی تعلق تھا جس کا ایک مظاہرہ بالکل آخر میں اس وقت ہوا جب دبئی کی طرف سے ایک عظیم الشان ایوارڈ ملا اور اس میں سے ایک لاکھ کی رقم حضرت مولانا نے دینی تعلیمی کونسل کو بھی ہدیہ کے طور پر عنایت فرمائی۔

www.abulhasanalinadwi.org

۳۱ ردسمبر ۱۹۵۹ء کو حضرت مولاناؒ نے دینی تعلیمی کونسل کی صدارت قبول فرمائی تھی۔ پورے چالیس برسوں تک مربیانہ سرپرستی اور رہنمائی کا طویل سلسلہ جاری رہا اور بالآخر حکمتِ خداوندی اور مشیت کی کارفرمائی کا ظہور ہوا۔ ۳۱ ردسمبر ۱۹۹۹ء کو علم و معرفت اور رشد و ہدایت کا وہ آفتاب رمضان کے مہینہ میں روزہ کی حالت اور پوری طرح نماز جمعہ کی تیاری میں مصروف اور خود اپنی زبان سے مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت کی آیت قرآنی پڑھتے ہوئے غروب ہوگیا ؎

پھر اُس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

اللہ نے اپنی رحمت سے تقویت کا سامان پیدا کیا۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے دینی تعلیمی کونسل اترپردیش کی صدارت قبول فرمائی۔ نسبت باقی رہ گئی، ٹوٹے ہوئے دلوں کو سہارا مل گیا۔ نصف صدی میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قابل احترام اور بزرگ اساتذہ نیز طلبائے عزیز اور پورے ملک میں پھیلی ہوئی ندوی برادری سے مخلصانہ اور مشفقانہ تعلق قائم ہوا تھا وہ اب انشاء اللہ مولانا محمد رابع ندوی صاحب کے توسط سے قائم رہے گا۔ ہم حضرت مولانا علی میاںؒ کی شخصیت سے محروم ہوگئے لیکن ان کے حلقے اور سلسلے کی سرپرستی ہمیں حاصل رہے گی اور ہم اس سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔ ندوۃ العلماء اور دینی تعلیمی کونسل جیسے ادارے ہمارے حضرتؒ کے قلب و نظر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان اداروں کو سرسبزی و شادابی نصیب فرمائے۔ دونوں کی رہنمائی اس وقت بھی قدرت کی طرف سے اسی خانوادہ علمی کے سپرد کی گئی ہے۔

ملکی اور بین الاقوامی سطح پر وہ تمام تحریکیں اور تنظیمیں دینی علمی اور ادبی ادارے جو حضرت مولاناؒ کی شخصیت سے سیراب ہوتے رہے ہیں وہ حالات

www.abulhasanalinadwi.org

کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں روشن چراغ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خدا کرے ان کی روشنی کبھی مدھم نہ ہو اور انھیں بہترین خدمات کے مواقع میسر آتے رہیں۔

حضرت مولانا ایک مخلص اور سچے پکے محب وطن کی حیثیت سے ملک کے حالات کردار و اخلاق کی گراوٹ، یہاں چھائے ہوئے فرقہ پرستی کے گہرے بادل، فسادات میں جنونی کیفیت کے مظاہر اور پورے ملک میں تعلیم کی راہ سے ایک خطرناک انقلاب کو برپا کرنے کی منظم کوششوں سے فکرمند اور دل گرفتہ رہتے تھے۔ اس کیفیت کے واضح اشارے اور اس دردِ دل کے روشن نظارے، حضرت مولانا کی روحانی تڑپ اور اپنے ملک کو ان برائیوں سے پاک وصاف دیکھنے کی آرزو واضح طور پر اس مجموعہ خطبات میں نظر آئے گی۔

دینی تعلیمی کونسل کے پلیٹ فارم سے یہ سلسلہ چالیس برسوں تک جاری رہا ہے۔ جب جب مسلمانوں سے عقیدہ توحید کی حفاظت کی بات کہی گئی ہے تو انہیں یہ پیغام بھی دیا گیا ہے کہ وہ اس ملک کو بچانے اور اخلاقی و انسانی سطح پر اس کی حفاظت کا فریضہ بھی انجام دیں۔ یہ بات تواتر کے ساتھ دینی ذمہ داری سمجھ کر کہی جاتی رہی اور حضرت مولانا کی اس "تکبیر مسلسل" سے فضا گونجتی رہی ہے۔

حضرت مولاناؒ کے چھپے ہوئے خطبات کو خود پڑھتے ہوئے اور بڑے چھوٹے اجتماعات میں تقریر کرتے ہوئے دیکھا اور سنا۔ دینی تعلیمی کونسل کے قیام سے لے کر اب تک اس کا ایک ایک لمحہ میرے سامنے ہے۔ بزرگوں کی شفقتوں کے سائے میں بہ چشم خود میں نے حالات کا مشاہدہ کیا ہے اور میں اپنی اس سعادت پر اپنے پروردگار کا شکر گذار ہوں۔ ۳۵ برس قبل کا واقعہ یاد آرہا ہے۔ شاہجہاں پور میں دینی تعلیمی کانفرنس تھی۔ ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

صدر کانفرنس کی حیثیت سے تشریف لے گئے تھے۔ والد ماجد حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ بھی موجود تھے۔ دینی تعلیمی کونسل کا ابتدائی زمانہ تھا اور چہار جانب اس تحریک کی گونج سنائی دیتی تھی۔ مذکورہ کانفرنس بھی بہت عظیم الشان تھی۔ حضرت مولانا علی میاںؒ نے اس کانفرنس کا افتتاح فرمایا تھا۔ اس وقت تقریروں کو ریکارڈ کرنے کا عام رواج نہیں تھا چنانچہ بروقت مولاناؒ کی تقریر قلم بند یا محفوظ نہیں کی جا سکی۔ والد ماجدؒ نے یہ خدمت میرے سپرد کی اور مجھے حکم دیا کہ تم مولانا کی تقریر مرتب کرو میں نے عرض کیا اس خیال سے تقریر کو نہیں سنا تھا لیکن دوبارہ والد صاحب کی یہ بات سن کر میرے اندر بھی شوق پیدا ہوا اور میں زندگی میں اس طرح کے کسی امتحان میں پہلی مرتبہ شریک ہونے کے لئے تیار ہو گیا اور بنام خدا ہمت کر کے بیٹھ گیا ور محنت کر کے حضرت مولاناؒ کی تقریر لکھ ڈالی۔ والد صاحبؒ کے خوش ہونے کا انداز منفرد تھا کبھی اس کا اظہار نہیں کرتے تھے لیکن یہ ایسا موقع تھا کہ انہوں نے اپنی خوشی کا اظہار بھی کیا اور مجھے ایک روپیہ انعام بھی دیا۔ حضرت مولانا نے تقریر کو دیکھ کر پسند کیا اور فرمایا میرے انداز میں میری تقریر مرتب کی گئی ہے جب بتایا گیا کہ یہ خدمت والد صاحب کے حکم سے میں نے انجام دی ہے تو بے حد خوش ہوئے۔ مجھے طلب فرمایا اور اپنی دعاؤں کے ساتھ میرے سر پر اپنا دستِ شفقت رکھ دیا۔ یہ ایک بڑی نعمت تھی جو اس وقت مجھے حاصل ہوئی۔ حضرت مولانا نے محبتوں اور عظمتوں کا نقش قائم کر دیا جس سے ساری عمر میں سرشار رہا۔ سترہ برس کے ایک طفلِ مکتب کو حضرت مولاناؒ کا یہ اندازِ شفقت نصیب ہو تو ؎

وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

مجھے خوشی ہے کہ ندائے ملت کی پرانی فائلوں میں وہ تقریر مل گئی اور

www.abulhasanalinadwi.org

اس مجموعہ میں شامل کردی گئی ہے۔ میں ہر ایسے موقع پر والد ماجد کے ساتھ شریک رہتا تھا۔ میرے لئے اُن کا یہ انداز تربیت تھا۔ میرے ذہن کو ایک خاص نہج پر ڈھالنے کی یہ ایک ایسی کوشش تھی جس کا اندازہ مجھے اس وقت نہیں تھا۔ یہ سلسلہ تو آٹھ دس برس کی عمر سے شروع ہو چکا تھا۔ حضرت مولاناؒ مجھے دیکھ کر اکثر فرماتے تھے "ورودِ مسعود"۔ اس ترکیب کی لطافت بہت بعد میں محسوس ہوئی اب سوچتا ہوں تو آنکھیں نم ہو جاتی ہیں اور دل تڑپنے لگتا ہے۔ مولانا محمد ہاشم میاں فرنگی محلی مرحوم کس قدر محبت سے "مسعود شاہ" کہہ کر پکارتے تھے۔ مولانا محمد شاہد فاخری صاحب مرحوم مجھے والد صاحب کے ساتھ دیکھ کر "بڑی ے پر ہمزہ" کہنے لگے تھے اور اس کی بڑی عمدہ توجیہ فرماتے تھے۔ میرے عظیم مشفق اور کرم فرما حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب، نے اپنی محبتوں کا مجھے اس طرح مستحق سمجھا کہ صرف ان کی دعاؤں سے میرے بعض مشکل ترین لمحات آسان ہوئے۔ حضرت کے صاحبزادۂ محترم میرے برادرِ عزیز مولانا سجاد نعمانی صاحب نے مجھے لکھا کہ "ابا جی کی آنکھوں میں آپ کے لئے محبت کی جو چمک دیکھی ہے اُسے کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔"

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی قبروں کو نور سے بھر دیں اور آخرت میں ان کے درجات بلند ہوں پوری ملت پر احسان کر گئے جس کا احساس ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ ان کی محبتوں کے نقوشِ لازوال کے ضمن میں ان کی عظمتوں کا اعتراف اور اس کا اظہار ہے کہ مجھے ان کے سایۂ شفقت میں زندگی کے دن گذارنے کے مواقع ملے میری حرف شناسی انہیں کی مرہونِ منت ہے۔

دینی تعلیمی کونسل کی تحریک وتنظیم کو قیام کی منزل سے گذر کر بڑھتے پھیلتے دیکھا ہے عوام کا جوش وجذبہ بھی دیکھا ہے بزرگانِ ملت کی نرم اور سنجیدہ گفتاری

www.abulhasanalinadwi.org

سے فضا و ماحول کو بدلتے بھی دیکھا ہے۔ ایسے مناظر بھی میری آنکھوں میں پیوست ہیں اور پچاس برس کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ بے شمار مواقع آئے جب حالات کی نزاکتوں نے دینی اور شرعی نقطۂ نظر سے ملت کے وجود و بقا کو چیلنج کر دیا لیکن بزرگوں کی جرأتِ اظہار اور مستیٔ کردار نے دیکھتے دیکھتے رُخ موڑ دیا۔ مولانا آزاد نے لکھا ہے کہ ''ہمارا مقابلہ افراد اور جماعتوں سے نہیں بلکہ ایک نظام سے ہے''۔ یہی نظام افراد اور جماعتوں کو پیدا کرتا رہتا ہے۔ اس مدت میں سنگلاخ زمینوں کو عزم و استقلال سے عبور کرتے دیکھا ہے۔ مشکل حالات میں دینی تعلیمی کونسل کی رہنمائی اور اس کے مثبت نتائج کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ حضرت مولانا علی میاںؒ کی کیفیتوں کو ان کی تحریر و تقریر میں محسوس کیا ہے۔ حضرت کی زندگی میں ''بریشم کی نرمی'' اور رزمِ حق و باطل میں مردِ مومن کی فولادی قوت کے اثرات کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ اس تحریک میں گرم جوشی سے افراد کے دلوں کو اُچھلتے دیکھا ہے اور اب سرد مہری کے مناظر بھی دیکھ رہا ہوں۔ دینی تعلیمی تحریک کا عروج و اقبال بھی دیکھنا میسر ہوا اور قسمت میں یہ بھی تھا کہ اس کا انحطاط اور زوال بھی دیکھ لیا جائے۔ حالات کی سنگینی سے زیادہ احساس کی پژمردگی کا مسئلہ اہم ہوتا جا رہا ہے۔ ہماری فکر مندیاں خانوں میں تقسیم ہو چکی ہیں۔ پہلے نگاہیں ایک محور پر مرکوز تھیں اور یہ فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے دینی تعلیم کا نظام قائم رکھا جائے گا اور مادری زبان اردو کی تعلیم کا فریضہ انجام دیا جاتا رہے گا۔ جب تک اس عہد پر قائم رہے اندھیروں میں بھی سفر آسان تھا، مشکلات پر قابو پانا بھی آسان تھا اپنے دین اور اپنی ملت سے عہد شکنی کے مرتکب ہوئے تو سروں سے آسمان بھی جاتا رہا اور پیروں کے نیچے زمین بھی کھسکنے لگی۔ اس وقت ہمارا جو حال ہے اس کا

www.abulhasanalinadwi.org

الزام صرف غیروں پر نہیں ہے ایمانداری سے محاسبہ کیا جائے تو ہم خود اس کے ذمہ دار ٹھہریں گے۔ ہم نے دنیا کو دین پر ترجیح دینے کا جرم کیا ہے تو اس کی نحوستیں بھی ہمارے ہی حصہ میں آئیں گی ہم نے اپنے بچوں کی دنیاوی تعلیم اور ان کی مادی زندگیوں کو سنوارنے کا عزم کیا ہے اور اس کے لئے ہر طرح کے چیلنج کو بہ خوشی قبول کرتے ہیں لیکن دینی تہذیب و معاشرت اور اپنی زبان کی بقا کا سرچشمہ حکومت کے ایوانوں میں تلاش کرتے ہیں۔ ہم نے اپنی ملّی شناخت اور لسانی بنیادوں کے استحکام کو حکومتوں کے رحم و کرم پر چھوڑ رکھا ہے۔ حضرت مولاناؒ فرماتے تھے کہ یہ رویّہ خودکشی کے مترادف ہے۔ ہمیں یہ بھی احساس نہیں رہ گیا کہ اس مدت میں ہم نے کیا کھویا کیا پایا ہے۔ ہم یہ بھی فیصلہ نہیں کر سکے کہ منزل کی بازیافت اور گوہر مقصود کی حصولیابی زیادہ قیمتی ہے یا راہ کی مشکلات کو دیکھ کر ہمت ہار بیٹھنا ہمارے لئے زیادہ نفع بخش ہے۔ ناکامی یہ نہیں تھی کہ

”متاعِ کارواں جاتا رہا، غم اسکا ہے کہ احساسِ زیاں بھی باقی نہیں رہ گیا۔“

دینی تعلیمی تحریک اور دینی تعلیمی کونسل کی تنظیم اپنے ساتھ ملّت کی مسیحائی اور اقبال مندی کا نسخۂ کیمیا لے کر آئی تھی اور یہ ایسا تیر بہدف نسخہ تھا کہ استعمال شروع ہوتے ہی اس کے اثرات نمایاں ہونے لگے اور مریض جاں بلب میں صحت کے آثار نظر آنے لگے لیکن سلامتی کے دشمن یہ سمجھانے میں کامیاب ہوئے کہ دوسرے طریقۂ علاج بھی مؤثر ہیں۔ مریض، مرض اور علاج و تیماردار سب بکھر گئے اور صحت پہلے کی طرح گرنے لگی۔ دورِ جدید میں سائنس کے نظریات اور اس کے فکر و فلسفہ میں ذہنی آسودگی تلاش کرنے والے اس دولتِ نایاب سے محروم ہیں۔ مسلمانوں کی شانِ امتیازی یہ قرار دی گئی تھی

www.abulhasanalinadwi.org

کہ وہ حالات حاضرہ میں انفرادی اور اجتماعی سکون و اطمینان سکینت اور تقویت تلاش کرنے کے بجائے ماضی کے روشن میناروں سے یہ آوازیں سن کر اپنے قافلہ کو تازہ دم کرتے ہیں اور اس بانگِ رحیل سے سفر کا آغاز کرتے ہیں

کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

دینی تعلیمی کونسل کا بنیادی پیغام اور اس کی تحریک کا بنیادی مقصد یہی تھا اور یہی ہے۔ چالیس برس قبل اس حقیقت کا نئے سرے سے انکشاف ہوا اور اس کو سینوں میں بسایا گیا آنکھیں روشن سینے کشادہ اور دل وسیع سے وسیع تر ہوتے گئے۔ ایک شاہراہِ عمل سامنے تھی اس کا استقبال کیا گیا تو اس نے بھی اپنی باہیں پھیلا دیں۔ ملّت کی دینی شناخت اور اردو کا عظیم سرمایہ اس کے دامن میں محفوظ رہ گیا۔ حالات بدلے، ہم نے نئی راہوں کا انتخاب کیا تو دوبارہ سفر کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ راہیں مسدود ہوتی چلی گئیں منزل دور ہوگئی اور ہم پھر اسی جگہ کھڑے ہیں جہاں سے ہم نے سفر کا خوشگوار آغاز کیا تھا۔

بہت وقت گذر گیا، حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔ تعلیم کے زہریلے انقلاب کو روکنے کی جو کامیاب کوششیں ہوئی تھیں اور اس کے اثرات سے بچوں کے خام ذہنوں کو محفوظ رکھنے کا جو فریضہ انجام دیا گیا تھا اس کے حصار سے ہم باہر نکلے تو اس کا خمیازہ بھی بھگت رہے ہیں۔ ایک نیا انقلاب وقت کے دروازے پر دستک دے رہا ہے اور ہم اس کے مضمرات کو سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ ہمیں اعتراض اور احتجاج میں لطف آنے لگا ہے ہم نے اپنے اس طرزِ عمل سے فرار کا راستہ اختیار کیا ہے۔ ذمہ داریوں سے دامن بچانے کی کوشش کی ہے۔ حق تلفیوں کا ماتم ہم نے ضروری سمجھا ہے کبھی اپنی تقصیر

www.abulhasanalinadwi.org

اور بے راہ روی کا جائزہ نہیں لیتے۔ بزرگوں کے سامنے اسی طرح کے مسائل تھے لیکن انھوں نے بڑی دانشمندی سے دونوں محاذ پر سرگرمی کا مظاہرہ کیا تھا۔ حکومتوں سے شکوہ بھی کیا گیا اور اپنا احتساب کرنے میں بھی کبھی تکلف نہیں ہوا اس وقت جو بچا کھچا سرمایہ ہمارے سامنے ہے جس کی حفاظت میں ہم ناکام ہو رہے ہیں وہ بزرگوں کی اسی فراست کا نتیجہ ہے۔ اِس وقت سیلاب اُس سے زیادہ خطرناک اور انقلاب زیادہ دوررس نتائج کا نقیب ہے لیکن ہماری صفوں میں انتشار ہماری فکروں میں اضمحلال، جرأت واستقامت سے ہمارے دامن خالی رفعتِ پرواز سے محروم اپنے پروں کو سمیٹے ہوئے حالات سے خوفزدہ مستقبل سے مایوس اور اپنے ملّی وجود کی طرف سے غیر مطمئن نظر آتے ہیں۔ ذہن وفکر کی یہ تبدیلی ہماری آزمائشوں میں اضافہ کا باعث ہے۔ ہم اپنی صفوں کو درست کرلیں، اپنے تعلیمی نظام کی تازگی کو بحال کرلیں اپنی زبان کو اپنے گھروں میں باقی رکھنے کا فیصلہ کرلیں اپنے معاشرہ کو اسلامی رنگ دینے کا عزم کرلیں دین کے خادم بن کر زندگی گذارنے کا جو خواب ہم دیکھتے رہے ہیں اس کو شرمندۂ تعبیر کرنے کا خلوصِ نیت سے عہد کرلیں مکاتب و مدارس کے قیام کی اہمیت اور افادیت کو اپنے سینوں میں بسالیں، عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم وتربیت کا نظم بنالیں، مادیت کے سیلاب میں ان جزیروں کی بقا کا اہتمام وانتظام کرلیں، دین کی راہ سے دنیا کو حاصل کرنے کا فیصلہ کرلیں تو مستقبل کی سطح پر ماضی کی عظمتِ رفتہ ہماری منتظر ہے اور اگر یہ سب کچھ نہیں ہوسکا تو مستقبل کی مزید ہولناکیاں ہمیں اپنے سینے سے لگانے کے لئے بیتاب ہیں۔

فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولاناؒ نے جب مجھے حکم دیا تھا کہ دینی تعلیمی کونسل کی تاریخ اور میرے خطباتِ صدارت کو مرتب کروں تو میں نے اپنے لئے اس کو بڑی سعادت سمجھا تھا میرا خیال تھا کہ یہ کام میں آسانی سے کرلوں گا لیکن جب شروع کیا تو اس راہ کی مشکلات کا اندازہ ہوا۔ آسانی صرف یہ ہوئی کہ بہت کچھ میرے ذہن میں تھا جس سے جمع وترتیب کا خاکہ بنانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی البتہ مواد کی فراہمی میں مجھے بعض وقت مایوس ہونا پڑا اور ہمت جواب دینے لگی لیکن صرف حضرت مولانا کی دعاؤں کا فیض تھا کہ میں ہمیشہ دل شکستہ ہونے کے بعد نئے حوصلے اور نئی امنگ سے کام میں منہمک ہوگیا۔ کبھی راہ کے گرد وغبار سے آنکھیں بند کرلیتا کبھی فضا کے خوشگوار جھونکے مجھے شاہراہ پر پہونچادیتے۔ حضرت مولاناؒ کے نہ ہونے کا غم بھی شاملِ حال رہا۔ وہ ہوتے تو کس کس انداز سے ہمت افزائی فرماتے لیکن میں شکر گذار ہوں اُن تمام حضرات کا جن تک یہ بات پہونچی تو وہ نہ صرف خوش بلکہ معاون بھی ہوئے۔ چالیس برسوں کی تقریروں اور تحریروں کا یکجا کرنا انہیں پڑھنا اور ان کی ترتیب قائم کرنا آسان نہیں تھا۔ دینی تعلیمی کونسل کے دفتر میں سارا ریکارڈ دستیاب نہیں ہوسکا۔ نیکی کر دریا میں ڈال کے فلسفہ پر عمل کرتے ہوئے اس کی فکر نہیں کی گئی کہ یہ سرمایہ مستقبل کی امانت ہے اس کی حفاظت کی جائے تو آئندہ نسلیں اس سے مستفید ہوسکیں گی۔

میں نے اپنے ذہن میں جو خاکہ بنایا اس کی ترتیب میں بعض بنیادی باتوں کو ملحوظ رکھا گیا اور ہر لمحہ یہ خیال رہا کہ حضرت مولانا کے خطبات کا یہ مجموعہ جمع وترتیب کے لحاظ سے ایک تاریخی دستاویز بن جائے جس کو دیکھ کر نصف صدی کے نشیب وفراز کا بہ خوبی اندازہ ہوسکے اور یہ بات بھی نمایاں ہوجائے

کہ حضرت مولاناؒ کی قیادت میں دینی تعلیمی کونسل کے پلیٹ فارم پر مسلمانوں کے ہر عقیدہ و مسلک کے علمائے کرام اور دانشور جمع ہو گئے تھے اور سب کا تأثر یہی تھا کہ اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے یہی تحریک اپنے اندر بے پناہ تأثیر اور جاذبیت رکھتی ہے اور اسی پر مسلمان بچوں کے دینی ذہن و مزاج کی حفاظت کا دارومدار ہے۔

زیر نظر مجموعہ میں ایک ایسی فہرست نظر آئیگی جس میں اکابرین ملت کے تأثرات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ تحریک کے بانی خالِ محترم قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم کی تحریروں سے تاریخی پس منظر اور تحریک و تنظیم کی ضرورت اور اس کی اہمیت کے خدوخال واضح ہوتے ہیں چنانچہ ترتیب میں اس طرح کی تحریروں کو شامل کر کے ایک خاص گوشہ کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی دو نادر تحریریں اس مجموعہ خطبات کی زینت ہیں جن میں ماضی کی بے پناہ سچائیاں پوشیدہ ہیں۔ مولانا دینی تعلیمی کونسل کے روحانی سرپرست تھے۔ پچاس برس قبل تحریک کے ابتدائی خاکوں میں حضرت مولانا نعمانیؒ نے اپنی بصیرت اور انتہائی فکرمندی سے جو رنگ آمیزی کی تھی اس کے اثرات بعد میں نمایاں ہوئے۔ اس وقت دینی تعلیمی کونسل کا اپنی خدمات کی بنا پر جو وقار و اعتبار ہے اس میں حضرت مولانا منظور نعمانیؒ کی شخصیت اور ان کے افکار و خیال کا بہت دخل رہا ہے۔ مولانا کی تحریروں میں وہ ماضی پوشیدہ ہے جس پر ایک خوشگوار مستقبل کی بنیاد رکھی گئی تھی۔

قاضی صاحب مرحوم نے مولانا علی میاںؒ اور مولانا منظور نعمانیؒ کی رہنمائی اور اشتراک و تعاون کا برملا اعتراف کیا ہے۔ ان کی یہ قیمتی تحریر اس مجموعہ میں شامل ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولاناؒ نے خودنوشت سوانح حیات کاروانِ زندگی میں ٹونک کے خطبۂ صدارت کا ذکر ایک جملہ میں کیا ہے اس کی کوئی تفصیل نظر نہیں آئی۔ اکثر کانفرنسوں کی روداد اور اپنی تقریروں کے اقتباسات مولاناؒ نے مفصل انداز میں قلم بند کیا ہے لیکن ٹونک میں کانفرنس کا ذکر صرف اس قدر ہے کہ ۱۲/۱۱ ارنومبر ۱۹۶۱ء کو منعقد ہوئی۔ جہاں جہاں میرا ذہن پہونچا اس خطبہ کو تلاش کیا لیکن کہیں سراغ نہیں مل سکا۔ کسی اخبار یا رسالے میں بھی نہیں دیکھا۔ یہ خطبہ کسی کے علم میں بھی نہیں تھا۔ ایک روز میں نے مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام (ندوۃ العلماء) میں مولانا محمد غفران صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ میری تلاش وتحقیق کے بنیادی مقصد سے وہ واقف اور جلد سے جلد اس کام کی تکمیل کے خواہش مند تھے۔ اللہ نے انھیں بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ حضرت مولانا کی کتابوں اور ان سے متعلق معلومات انھیں ازبر ہیں۔ مولانا کی تصنیفات کی طباعت کے سلسلے میں بعض وقت انھوں نے اپنی لیاقت خلوص اور سنجیدہ مزاجی سے ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں کہ خود حضرت مولانا خوشی سے اس کا اظہار فرماتے تھے۔ مولانا کی کوئی چیز کہیں شائع ہوئی ہو اس کا علم انھیں ضرور ہوتا تھا۔ میں نے اسی خیال سے اُن سے گذارش کی لیکن فوری طور پر وہ بھی کوئی رہنمائی نہیں کرسکے مگر وعدہ مجھ سے اس انداز میں کیا جس میں مایوسی کے بجائے امید کی چمک تھی۔ حضرت مولاناؒ سے تعلق کی بنا پر یہ بات ان کے دل کو لگ گئی اور وہ اس کی تلاش میں لگ گئے۔ میں دوسرے روز حاضر ہوا تو کہنے لگے کہ کہیں ریکارڈ میں نہیں ہے ایک مخصوص ذخیرہ ہے جس کو دیکھ لیا جائے۔ وہ دیکھا گیا لیکن ہنوز دلی دوراست والی مثال سامنے آئی اس کے بعد انھوں نے ذہن پر زور ڈالا اور انھیں یاد آیا کہ خود حضرت مولاناؒ نے اپنے چند خطبات

www.abulhasanalinadwi.org

محفوظ کرائے تھے اس وقت وہ کہاں ہیں اس کو دیکھنا پڑے گا۔ ان کے معاون نے یہ سب سُن کر ہمت باندھی مولانا غفران صاحب نے رہنمائی کی۔ تھوڑی دیر بعد ایک الماری میں کتابوں کے درمیان ایک بنڈل ملا۔ اس وقت میرے دل کی جو کیفیت تھی اسے بیان کرنا آسان نہیں ہے۔ بہر حال وہ بنڈل دیکھا گیا تو اس میں وہ خطبہ نظر آ گیا۔ ایک مسافر کو صحرا میں اپنے گمشدہ اونٹ کے ملنے سے جو خوشی ہوئی تھی، میرا حال بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ مولانا غفران صاحب کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائیں انھوں نے اس مجموعہ کی ترتیب و تکمیل میں ایک بڑی خدمت انجام دی۔ اُن کے تعاون سے ایک بڑا مرحلہ آسان ہو گیا۔

حضرت مولانا کے اس خطبہ کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ مولانا کے چند بہت قیمتی خطبات میں اس کا شمار ہے۔ دریا کو کوزہ میں بند کرنے کی جو قدیم مثال ہے وہ مولانا کے اس خطبہ میں پوری طرح جلوہ گر ہے۔ میں اپنے پروردگار کا شکر گذار ہوں کہ ٹونک کی دینی تعلیمی کانفرنس کا وہ خطبۂ صدارت مجھے حاصل ہو گیا جس کی شمولیت سے اس مجموعہ کی وقعت اور افادیت بڑھ گئی۔ میں نے اسی لئے اس کی حصولیابی کا یہ قصہ ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔

---

میں نے اپنے بنائے ہوئے خاکے کی روشنی میں ترتیب کے لحاظ سے ہفت روزہ ندائے ملت کی فائلوں سے سفر کا آغاز کیا۔ حضرت مولانا علی میاںؒ اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے آزاد ہندوستان میں فرقہ وارانہ فسادات کے مہلک اثرات مسلمانوں کے حالات اور پورے ملک کے سامنے واضح تاثرات کو پیش کرنے کی غرض سے اور اس غرض سے کہ مسلمانوں کے موقف کو

www.abulhasanalinadwi.org

جرأت اور بے باکی سے اس انداز میں پیش کیا جائے کہ وہ ملک کے سنجیدہ طبقے کو اپنی طرف متوجہ کرلے اور حکومت کے ایوانوں تک کسی تکلف اور رعایت کے بغیر اس انارکی کے مظاہر کو جو آگ کے شعلوں سے ظاہر ہو رہے تھے، درد و کرب کے باوجود سنجیدہ لیکن ذہن و فکر کی تمام تر توتوں کو سمیٹتے ہوئے قلم اور کاغذ کے ذریعہ پیش کردیا جائے، ندائے ملت کا اجرا کیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب راوڑکیلا اور جمشید پور کے خونیں فسادات کے بعد نئے سرے سے ملک کی ذہنی سمت متعین کی جانے والی تھی۔ ایک طوفان تھا جس کو روکنا اس لئے ضروری تھا کہ اس سے صرف مسلمانوں کی زندگیاں خطرے میں نہیں تھیں بلکہ ملک کا پورا جمہوری اور سیاسی ڈھانچہ منتشر ہوسکتا تھا۔

آزاد ہندوستان کی غیر جانبدار تاریخ مرتب کی جائیگی تو ایماندار مؤرخ اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ مسلمانوں نے ہمیشہ اپنے مسائل کو ملک کے وقار سے وابستہ کیا ہے اور انھیں اس کی فکر دامن گیر رہی ہے کہ ایک بڑی ملت کی حیثیت سے دستور میں دیئے گئے حقوق کے وہ مستحق ہیں اور ان کے ساتھ کسی طرح کی حق تلفی کا کوئی اخلاقی اور آئینی جواز نہیں ہے لیکن اسی فکر میں ان کی یہ فکر صالح بھی شامل رہی ہے کہ یہ ملک ہمارا ہے اس کی نیک نامی اور بدنامی سے ہمارا بھی رشتہ ہے۔ ہم اسی رشتے سے اس کی خواہش رکھتے ہیں کہ یہاں امن وامان کا ماحول ہو خوشگوار فضا ہو اور پورے ملک میں ایسے حالات ہوں کہ افراد اور جماعتیں ملتیں اور قومیں یکسوئی کے ساتھ اپنے دینی ملی اور قومی فرائض کی تکمیل کرسکیں۔

ہفت روزہ ندائے ملت کا اجرا انھیں مقاصد سے عمل میں آیا تھا اور بلاشبہ اس نے اپنے عہد شباب میں اس خدمت کو جس خوبی اور صلاحیت سے

www.abulhasanalinadwi.org

انجام دیا اسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔

قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم خود ایک بلند پایہ صحافی اور روزنامہ زمیندار لاہور کے چیف ایڈیٹر رہ چکے تھے اس طرح میں نے اپنے بچپن میں گھر کے ماحول کو صحافت کے تذکرہ سے معمور دیکھا تھا۔ اُس دور کے اردو اخبارات کی گھن گرج کو میں نے اس وقت نہیں سنا لیکن ندائے ملت میں اس کا ایک عکس ضرور نظر آیا۔ ایک زمانہ تھا جب ندائے ملت کی آواز پورے ملک کے مسلمانوں کی متفقہ آواز سمجھی جاتی تھی۔ بڑے انگریزی اخبارات سے اس کا تبادلہ تھا۔ قاضی صاحب مرحوم کے مضامین مسلسل ندائے ملت میں شائع ہوتے تھے۔ دینی تعلیمی تحریک، کرپلانی کمیٹی رپورٹ، حکومتوں کے تعلیمی نظام اور منصوبے ملک وملت سے متعلق جراُت مندانہ مضامین کے علاوہ تاریخ ترکی، مسلم یونیورسٹی کی صالح روایات اور اقبال کے نصب العین پر ایک طویل سلسلۂ مضامین ندائے ملت کے صفحات پر قاضی صاحب کی یادگار ہیں۔ مولانا علی میاںؒ اور مولانا منظور نعمانیؒ کی سرپرستی میں ڈاکٹر محمد آصف قدوائی مرحوم، جمیل مہدی مرحوم، حسن واصف عثمانی مرحوم برادرانِ محترم و معظم مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب اور جناب حفیظ نعمانی صاحب نے اس وقت قلم کو تلوار بنالیا تھا۔ ایک جوشِ جنوں تھا جس نے شب وروز کا فرق وامتیاز ختم کردیا تھا۔

اس دور کی تاریخ قلم بند کی جائے گی تو مورخ یہ لکھنے پر مجبور ہوگا کہ ہفت روزہ ندائے ملت نے دلوں کو ولولۂ تازہ سے آباد کردیا تھا۔ اسی زمانہ میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اقلیتی کردار کو ختم کرنے کا حادثہ بھی پیش آیا لکھنؤ میں ''اولڈ بوائز'' کا ایک تاریخی کنونشن بھی ہوا۔ ندائے ملت کا معرکۃ الآراء مسلم یونیورسٹی نمبر شائع ہوا اور ضبط بھی ہوا۔ ایک کہانی ہے جو اس وقت ذہن وفکر پر

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے مختلف رنگوں میں چھائی ہوئی ہے لیکن میں کسی طرح کوشش کر کے اس سے دامن بچانا چاہتا ہوں کہ یہ اس کا موقع نہیں ہے۔ حفیظ نعمانی صاحب کی کتاب رودادِ قفس جلد ہی شائع ہوئی ہے اس میں پوری تفصیل موجود ہے۔

بزرگوں کے سایہ میں اس پورے دور کو میں نے دیکھا ہے۔ تقریباً چالیس برس قبل ندائے ملت میں اپنی تحریروں کو دیکھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے لیکن یہ سب کچھ انھیں بزرگوں کا فیض تھا جن کی قوتِ فکر نے وہ سماں پیدا کر دیا تھا کہ گونگے بھی بولنے لگے تھے۔

ندائے ملت کا ذکر آیا تو اس دریائے ناپیدا کنار میں میرا قلم غوطے لگانے لگا اور میں سطحِ آب پر تیرتی ہوئی کشتی میں بیٹھے ہوئے ملاح کی طرح گذرے ہوئے طوفانوں کی بے شمار یادوں کو اپنے سینے میں سمیٹے ہوئے اقبال کا مصرع پڑھ رہا ہوں

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

کہنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ حضرت مولاناؒ کے خطبات اور تقریروں کی تلاش میں سرگرداں ندائے ملت کی وادی میں قدم رکھنا ضروری تھا کہ اس کے بغیر مستقبل کا سفر آسان نہیں تھا۔ مجھے معلوم تھا بہت سی باتیں میرے ذہن میں تھیں اور اس کا اندازہ تھا کہ ندائے ملت کی گرد و غبار میں لپٹی ہوئی فائلوں میں دینی، ملی، علمی، ادبی اور سیاسی تاریخ محفوظ ہے۔ میری گذارش پر ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب نے (جو موجودہ ندائے ملت کے اصل ذمہ دار ہیں اور کسی طرح اس چراغ کو روشن رکھنے کا عزم کئے ہوئے ہیں) اس کی اجازت بھی دیدی اور دفتر کو تاکید بھی فرمادی۔ وہاں کے لوگوں کو جب میرے کام کی نوعیت کا علم ہوا تو خود ان کی دلچسپی بھی بڑھ گئی اور میرے ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

تعاون کا بھرپور مظاہرہ کیا گیا۔ میں اُن سب حضرات کا شکر گذار ہوں۔

دینی تعلیمی کونسل سے متعلق حضرت مولاناؒ کی بہت سی تحریریں مجھے ندائے ملت میں مل گئیں جواب تک کسی مجموعہ میں یا کسی کتابچہ کی شکل میں شائع نہیں ہوئی ہیں۔ الحمدللہ قارئین کرام کو ان کے مطالعہ کا موقع زیر نظر مجموعہ سے حاصل ہوگا۔

---

اس سلسلہ میں میرے سفر کا دوسرا پڑاؤ ماہنامہ الفرقان کا دفتر تھا۔ وہ الفرقان جس نے اِس صدی میں مسلمانوں کے عقیدۂ توحید کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا ہے۔ وہ الفرقان جو ایک مردِ درویش روحانی بزرگ ماضی کی عظمتوں، حال کی الم ناکیوں اور مستقبل کی تشویشناک صورتِ حال کے بہترین نباض اور رمز شناس حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی سرپرستی میں ایک رسالہ کے بجائے ایک تحریک بن گیا۔ وہ الفرقان جو اپنی تنگ دامانی اور مسائل میں گھری ہوی بے سروسامانی میں اس عزم کے ساتھ وجود میں آیا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مکتب فکر کو زندہ رکھنا ہے اور اسی توسط سے مسلمانوں کے قلب ونظر کو روشن کرنا ہے۔ وہ الفرقان جو اپنے سرپرست کے فکر وخیال کا ترجمان بھی تھا اور اسی ترجمانی نے برصغیر ہند وپاک اور دنیائے علم ومعرفت میں ایک ایسا انقلاب برپا کیا جس نے بہر حال اس سیلاب کو روک دیا جو بہت تیزی کے ساتھ عقیدہ ومسلک پر یلغار کر رہا تھا۔ وہ الفرقان جس نے اس مہم کو سر کرنے کے لئے سرسید کی طرح شخصیتوں کی ایک کہکشاں پیدا کردی، وہ الفرقان جس کے صفحات پر نگاہِ اولیں سے یادرفتگاں تک ایک صراطِ مستقیم نظر آتی تھی، وہ الفرقان جس نے آزادیٔ وطن اور تقسیم ملک کے

www.abulhasanalinadwi.org

نازک ترین دور میں ایک مصلح اور محب وطن کا کردار ادا کیا، وہ الفرقان جس کے زندۂ جاوید صفحات میں یہ شہادت موجود ہے کہ اس نے جرأتِ اظہار سے ذمہ داران ملک کے سامنے مسائل کو رکھنے میں کبھی کوئی جھجھک نہیں محسوس کی اور اُسی الفرقان نے وقت آنے پر اپنی ملّت اور اپنے دینی و ملّی اداروں کو جھنجھوڑنے میں بھی اسی گرمیٔ گفتار کا مظاہرہ کیا اور اُس کے صفحات پر حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے کبھی ادنیٰ درجہ کی رعایت سے کام نہیں لیا۔

مسلمانوں کے تعلق سے صدیوں کی ایک عظیم تاریخ الفرقان کے سینے میں محفوظ ہے دینی تعلیمی کونسل کی تحریک و تنظیم، اس کے قیام و تشکیل اس کے مقاصد و مدعا اس کی ضرورت و افادیت آزاد ہندوستان میں نظامِ تعلیم کے سرکاری منفی رجحانات کے اثرات اور اُن کے سنجیدہ مقابلہ کے طور پر دستور ہند کی روشنی میں اس تحریک کا پس منظر اُجاگر کرنے کے لئے الفرقان کا مطالعہ ضروری تھا۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ اس تحریک سے اس وقت سے وابستہ تھے جب اس کے ابتدائی نقوش بھی واضح نہیں تھے۔ تحریک کے بانی قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم نے اس وقت تک یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ دوسرے اضلاع میں اور صوبائی سطح پر اس کام کو شروع کیا جائے۔ سب سے پہلے مولانا منظور نعمانی صاحبؒ نے اور اس مسئلہ پر مشورہ کے بعد حضرت مولانا علی میاںؒ نے قاضی صاحب کو اس پر راضی کیا۔ قاضی صاحب کی تحریروں میں اس کے اشارے موجود ہیں لیکن الفرقان میں مولانا منظور نعمانی صاحبؒ نے وضاحت سے اس پر روشنی ڈالی ہے مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب کا ایک اولین خطبہ بھی مجھے اسی تلاش میں دستیاب ہو گیا۔

مجھے اندازہ تھا کہ الفرقان سے اس سلسلے میں بہت کچھ مل سکتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

دینی تعلیمی کونسل کے قیام کے بعد پہلی ضلع کانفرنس بنارس میں ہوئی تھی اس کا خطبۂ صدارت مجھے الفرقان ہی میں ملا۔ مولانا علی میاںؒ کا یہ خطبہ بہت قیمتی ہے۔ یہ پہلا سنگ میل ہے جہاں بستی سے چل کر قافلہ ٹھہرا تھا اور آگے کی سمت وسفر کا تعین کیا گیا تھا نگاہِ اولیں میں اکثر مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب کی ایسی تحریریں مل گئیں جو اس دور کے حالات کو سمجھنے میں معاون ہیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی ایک یادگار تقریر جو پالیمنٹ میں حکومت کے ناقص نظام تعلیم کے موضوع پر ہوئی تھی الفرقان میں مل گی۔ مولانا علی میاںؒ کا وہ پہلا تاریخی اور کلیدی خطبۂ صدارت جو ۱۹۵۹ء میں بستی کانفرنس میں دیا گیا تھا، وہ چھپا ہوا میرے پاس محفوظ تھا، وہ بھی الفرقان میں نظر آ گیا۔ الغرض مجھے اس سفر میں الفرقان کی فائلوں سے غیر معمولی کامیابی ملی اور میں اس پر اپنے مالک کا بے انتہا شکر گذار ہوں۔

برادرِ عزیز، محب مکرم ومحترم مولانا سجاد نعمانی صاحب کی ذاتی دلچسپی اور الفرقان کے محفوظ ذخیرہ کے اصل محافظ اور نگراں میرے بھائی جناب حسان نعمانی نے بھی اسی محبت کا ثبوت دیا جس کا یہ راقم سطور اور یہ بندۂ عاجز خانوادۂ نعمانی میں ہمیشہ مستحق سمجھا گیا ہے اور حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ کے بعد بھی مجھے یہ دولت نصیب ہے۔ میرے ان دونوں بھائیوں نے میری بھر پور مدد کی۔ قلب ونظر کی کشادگی کے ساتھ الفرقان کی فائلوں کے سینے بھی میرے سامنے کھول دیئے گئے۔ دفتر کے پورے عملہ نے گہری دلچسپی لی۔ کئی روز کی محنت ومشقت کے بعد میں واپس لوٹا تو میرا دامن علمی جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس خانوادہ کی دینی اور علمی خدمات سے تادیر استفادہ کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائے۔ الفرقان کی عمر میں برکت ہو اور اس کا دروازہ

www.abulhasanalinadwi.org

تشنگانِ علم کے لئے ہمیشہ کھلا رہے۔

---

اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

علمائے کرام میں تحریکِ خلافت کی آخری یادگار علم وادب کو اپنی منفرد اور جداگانہ تحریروں اور اسلوب سے باغ و بہار بنانے والی شخصیت جادوئے تحریر سے فضا اور ماحول کو تسخیر کرنے والی شخصیت، فلسفی سے مفسر قرآن بننے والی شخصیت انشائے ماجدی کے موجد مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی شخصیت ایک ایسا چراغ تھی جس سے دوسرے چراغ روشن بھی ہوئے اور کتنے چراغ اس کے سامنے اپنی روشنی برقرار نہیں رکھ سکے اور گل ہوگئے۔ خاتون منزل کی وہ سرزمین جس کو تحریک ندوۃ العلماء کے استقبال کی سعادت حاصل ہوئی تھی مولانا عبدالماجد دریابادی کی قیام گاہ کا شرف حاصل کرنے کے بعد چمک اٹھی۔ ندوہ اپنے روشن مستقبل کی تلاش میں بزرگوں کی بصیرت اور دوراندیشی کے سایہ میں منتقل ہوگیا لیکن مولانا دریابادی کی علمی بصیرت کی خوشبو باقی رہی اور خاتون منزل کے احاطہ کی فضا معطر ہوتی رہی۔ مستقل قیام دریاباد میں لیکن اکثر و بیشتر لکھنؤ میں قیام و برکات کا سلسلہ اور اس کا مرکز و محور وہی خاتون منزل۔ وہیں سے آسمانِ صحافت کے درخشندہ ستارے سچ، صدق اور آخر میں صدقِ جدید کے نام سے چمکتے رہے۔ معمولی اخباری کاغذ پر معمولی کتابت و طباعت کی منزلوں سے گذر کر ہفت روزہ صدقِ جدید سامنے آتا تھا تو بڑے بڑے اہلِ علم کی نگاہیں خیرہ رہ جاتی تھیں۔ چار صفحات پر مشتمل وہ اخبار صحافت کے سفر میں ایسا سنگِ میل تھا جہاں ہر ہفتہ ٹھہرنا ضروری ہوتا تھا۔ صدر جمہوریۂ ہند کی حیثیت سے ڈاکٹر ذاکر حسین، مسلم یونیورسٹی میں صدر شعبۂ اردو، طنز و مزاح

www.abulhasanalinadwi.org

میں سنجیدہ اور علمی انداز کے بانی پروفیسر رشید احمد صدیقی اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سب اس کے منتظر اور گرویدہ نظر آتے تھے۔ اس مقام پر حکیم عبدالقوی صاحب کا ذکر کیے بغیر آگے بڑھنا ممکن نہیں ہے۔ درویش خدامست میں نے انھیں کو دیکھا۔ ظاہری شکل وصورت میں نہ کوئی نمائش نہ کشش لیکن زبان کھول دیں تو سب کو اپنی طرف متوجہ کرلیں۔ انگریزی اردو عربی اور فارسی پر عبور۔ حکمت اُن کا پیشہ اور صحافت اُن کا ایسا مشغلہ تھا جس سے ساری عمر وہ کسی نہ کسی طرح وابستہ رہے۔ دینی تعلیمی کونسل کے رُکن مولانا علی میاںؒ کے رفیق اور مولانا عبدالماجد دریابادی کی روایت کو زندہ رکھنے کے ایسے دیدہ ور صحافی تھے کہ مولانا کے بعد بہت دنوں تک وہ صدق جدید نکالتے رہے اور پھر دونوں نے دم توڑ دیا۔

مولانا عبدالماجد دریابادی ایک علمی خاندان کے سرپرست تھے۔ اُن کے بعد ان کے جگر گوشوں نے اس روایت کو باقی رکھا ہے۔ میرے اپنے سفر میں صدقِ جدید کی پرانی فائلوں کی زیارت بھی شامل تھی کہ اس کے بغیر یہ کام مکمل نہیں ہوسکتا تھا۔ مجھے یاد تھا کہ صدق جدید میں حضرت مولانا علی میاںؒ قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم اور دینی تعلیمی کونسل کی تحریک کی افادیت پر حضرت مولانا دریابادی اکثر اظہار خیال فرماتے تھے۔ اسی سلسلے میں ایک تاریخی واقعہ بھی ذہن میں محفوظ تھا جس سے اس خیال کو تقویت ملی کہ دینی تعلیمی تحریک کی تاریخ میں صدقِ جدید کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

دینی تعلیمی کونسل کے قیام کے بعد اس کا عارضی دفتر بستی میں قائم ہوگیا تھا لیکن مولانا علی میاںؒ اور مولانا منظور نعمانیؒ کے اصرار پر قاضی محمد عدیل عباسی صاحب مرحوم اور والد ماجد مولانا محمود الحسن صاحب مرحوم صوبائی سطح کا

www.abulhasanalinadwi.org

دفتر لکھنؤ میں قائم کرنے پر راضی ہو گئے اور جلد ہی اس کی تکمیل ہو گئی۔ دینی تعلیمی کونسل کے ناظم کی حیثیت سے والد ماجد لکھنؤ آ گئے۔ ابتداء میں کچھ دنوں تک قیام مرکز دعوت و تبلیغ کچہری روڈ میں رہا جہاں مولانا علی میاںؒ اور مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ بھی رہتے تھے۔ اسی زمانہ میں مبلغین ٹریننگ کیمپ ٹیلہ شاہ پیر محمد (ٹیلہ والی مسجد) میں قائم کیا گیا تھا۔ اضلاع میں تحریک کا کام کرنے کے لئے کچھ ہونہار لوگ اسی زمانہ میں تیار ہوئے۔ خواجہ سید محمد یونس بھی اسی صف میں شامل تھے اب وہ خود بے شمار تعلیمی اداروں کے ذمہ دار اور بانی ہیں۔ سید اصغر حسین صاحب ایڈوکیٹ مرحوم (سابق سکریٹری و خازن دینی تعلیمی کونسل) نے بیرو روڈ پر اپنی کوٹھی میں ایک باہری کمرہ کا انتظام کر دیا تو دفتر وہاں قائم ہوا اور کام شروع ہو گیا۔ مولانا نذیر احمد نوری انچارج دفتر اور خواجہ سید محمد جلیل خدمت گذار تھے۔ والد صاحب کے ساتھ دو آدمیوں پر مشتمل یہ مختصری جماعت ایک بڑی تحریک و تنظیم کے خاکے کی ابتدائی ترتیب و تکمیل میں مصروف تھی۔ میں اپنی تعلیم کے لئے والد ماجد کے ساتھ لکھنؤ آ گیا تھا۔ کچھ دنوں بعد دفتر کے لئے ایک بڑی عمارت گوئن روڈ پر مل گئی اور ہم سب لوگ وہیں رہنے لگے تقریباً چوتھائی صدی دفتر وہیں رہا اور اس مدت میں تاریخی مراحل میں تاریخی فیصلے ہوئے اور وہ جگہ بھی اس تاریخ کا حصہ بن گئی۔

بستی سے لکھنؤ تک اس تاریخی سفر کا ہر لمحہ میرے پیش نظر تھا۔ اپنے گھر میں بزرگوں سے بہت کچھ سن رکھا تھا اور اس تحریک کا ایک نقش میرے ذہن پر ثبت ہو چکا تھا۔

۲۳ رجنوری ۱۹۶۵ء کو پرتاپ گڑھ میں دینی تعلیمی کانفرنس تھی۔ مولانا علی میاںؒ نے اس موقع پر بڑی دردمند تقریر کی تھی جو اس مجموعہ میں شامل ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا نے فرمایا تھا

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ سے کس زبان میں گفتگو کروں میں مسلمانوں سے یہ کس طرح کہوں کہ اپنے بچوں کو عربی سکھانے کے سلسلے میں انتظامات کریں۔ دوسری قوموں کو سمجھانے کے لئے تو ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہ مسلمان جن کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ زندگی جس میں بہت سی ضرورتیں ہیں، اس سے زیادہ حقیقی اخلاقی وروحانی زندگی ہے ان مسلمانوں سے کیا کہا جائے۔''

دینی تعلیمی کونسل کی تحریک کے سلسلے میں اب تک جو کچھ میرے ذہن نے قبول کیا تھا اس کے اظہار کی سعادت مجھے اس طرح حاصل ہوئی کہ پہلی مرتبہ کچھ لکھنے کی ہمت ہوئی اور میرا ایک مضمون ۱۲ر فروری ۱۹۶۵ء کے ندائے ملت میں شائع ہوا جس کا عنوان تھا'' مکاتب اسلامیہ کا قیام کیوں ضروری ہے، ایک طالب علم کے تاثرات'' میری خوش نصیبی تھی کہ حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے اس پر صدق جدید میں ایک نوٹ تحریر فرمایا جس سے میری ہمت افزائی ہوئی میرے حوصلے بلند ہوئے۔ مولانا دریابادی کی خدمت میں مؤدبانہ نیازمندی کی یہ غائبانہ ابتدا تھی۔

مولانا علی میاںؒ کی مذکورہ بالا تقریر پر مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے لکھا کہ'' انھوں نے اپنا کلیجہ نکال کر مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا'' لیکن ۱۹ر فروری ۱۹۶۵ء کے صدقِ جدید میں مولانا نے ''ایک شامت زدہ قوم'' کے عنوان سے تحریر فرمایا۔

''ایسی شامت زدہ قوم کے پیچھے مولانا ندوی اور عدیل عباسی

www.abulhasanalinadwi.org

کے سے چند سر پھرے کب تک اپنا سر کھپاتے اور کہاں تک
اس کے پیچھے چیختے چلاتے پھریں گے۔“

سترہ برس کی عمر میں مولانا دریابادیؒ کا یہ تاثر پڑھ کر میرے دل پر ایک چوٹ سی لگی۔ میں سوچنے لگا اگر مولانا عبدالماجد دریابادی جیسی شخصیت قوم سے مایوس ہوگئی تو بیڑا غرق ہو جائیگا اور نوجوان نسل حالات کے اندھیرے میں گم ہو جائے گی۔ اسی کیفیت میں ایک مضمون ”دینی تعلیمی تحریک اور مولانا عبدالماجد دریابادی کا تاثر“ کے عنوان سے لکھ کر ندائے ملت میں چھپنے کے لئے چپکے سے ڈاکٹر محمد آصف قدوائی صاحب (مرحوم) کے پاس بھیج دیا۔

اُس وقت تک میں ان کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا تھا۔ ملاقات بھی نہیں تھی تعارف بھی نہیں تھا۔ ایک طالب علم کی حیثیت سے میرا ایک مضمون ندائے ملت میں ضرور شائع ہو چکا تھا۔ مولانا عبدالماجد صاحب نے اسے پسند فرما کر صدقِ جدید میں شائع بھی کیا تھا اور ایک نوٹ بھی تحریر فرمایا تھا لیکن دوسرے مضمون کے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا۔ کئی روز کے بعد ایک شخص نے دفتر دینی تعلیمی کونسل میں آکر والد ماجد سے دریافت کیا ”مسعود الحسن عثمانی صاحب کون ہیں“ ابا مرحوم نے پوچھا کہاں سے آئے ہو کہا ڈاکٹر آصف قدائی صاحب نے بلایا ہے۔ وہ شخص یہ کہہ کر چلا گیا کہ شام کو بھیج دیجئے گا۔ والد صاحب پوری بات سمجھ گئے کہ ان کی اطلاع کے بغیر کوئی چیز لکھ کر بھیجی گئی ہے۔ مجھ سے پوچھا ندائے ملت میں کوئی مضمون بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اُس وقت صاف انکار کر دیا فرمایا تمہیں ڈاکٹر آصف صاحب نے بلایا ہے۔ اس شخص کے آنے اور مجھے دریافت کرنے کا لطیفہ بھی سنایا اور ڈاکٹر

www.abulhasanalinadwi.org

آصف قدائی صاحب کی سیرت و شخصیت کا تعارف کراتے ہوئے مجھے ہدایت فرمائی کہ اس طرح کی حاضری کیسی نیاز مندانہ ہونی چاہیے۔

میں شام کو نہیں گیا اور سوچتا رہا کہ وہ میرا مضمون مجھے واپس کردیں گے تو اس کے لئے بلانے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ مولانا عبدالماجد صاحب کی وجہ سے مضمون شائع نہیں کریں گے۔ ندائے ملت کے وقار و اعتبار کی گونج میں ڈاکٹر آصف صاحب کی شخصیت کا رعب میرے اوپر طاری تھا اس لئے بھی حاضری کی ہمت نہیں ہو رہی تھی لیکن دوسرے روز والد صاحب کے حکم سے مجبور ہو کر حاضر ہوا۔ سلام کیا، نام بتایا اور جو کچھ آنکھوں سے دیکھا اس سے مبہوت ہو کر رہ گیا۔ دیکھا کہ ایک معذور شخص سفید چادر میں ملبوس مُڑے ہوئے پیروں کے ساتھ لیٹا ہوا ہے۔ نورانی چہرہ پر چمکتی ہوئی آنکھیں کشادہ پیشانی اور خوبصورت داڑھی۔ اسپتال والی بڈ کے اوپری حصہ میں ایک بلب لگا ہوا تھا۔ وہیں فون رکھا تھا تکیہ کے نیچے کاغذات اور سینے کے اوپر دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر لکھنے والا پیڈ اور قلم اور یہ سب کچھ اس ترتیب کے ساتھ کہ کوئی چیز گرفت سے باہر نہ ہو۔

فرمایا بیٹھ جائے، آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ اس ایک جملہ نے تکلفات اور خوف کو درمیان سے بڑی حد تک کم کر دیا۔ میں نے مضمون میں دفتر دینی تعلیمی کونسل کا پتہ لکھ دیا تھا لیکن اس کے علاوہ رشتوں کا کوئی تعارف نہیں تھا۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد انھوں نے تکیہ کے نیچے سے بغیر دیکھے ہوئے میرے مضمون والا لفافہ نکالا۔ اب یقین تھا کہ وہ مضمون مجھے واپس کریں گے اور شائع نہ کرنے کی معذرت کرلیں گے لیکن مضمون اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے مجھ سے فرمایا میاں آپ نے خوب لکھا ہے لیکن بھئی مولانا

www.abulhasanalinadwi.org

عبدالماجد صاحب کی بات ہے آپ اس میں تھوڑی سے اس اس طرح ترمیم کردیں تو اچھا ہے۔ اس مدت میں خود اُن کی شفقت آمیز گفتگو نے مجھے توانائی عطا کی تھی۔ ہمت ہوئی تو عرض کردیا مضمون سوچ سمجھ کر لکھنا چاہیے اور لکھنے کے بعد مضمون نگار کو خود ترمیم نہیں کرنی چاہیے۔ اب تک یاد ہے اس قدر خوش ہوئے اور فرمایا اسی خود اعتمادی کے ساتھ لکھنا چاہیے مجھے یہ بات پسند آئی آپ کا مضمون اسی طرح شائع ہوگا۔

اللہ اللہ ایک عظیم دانشور، اسلامیات کا ماہر، مقالات سیرت کا مصنف، انگریزی اور اردو پر یکساں قدرت رکھنے والا زبان و بیان کا رمز شناس، مولانا علی میاںؒ اور مولانا منظور نعمانیؒ کی تحریروں کا مقبول انگریزی مترجم اور مشہور صحافی کے حضور میں ایک سترہ برس کے نوجوان طالب علم کی اس ''جرأت اور گستاخی'' کی یہ پذیرائی۔ میرا دامن دل دولتِ نایاب سے بھر گیا۔ علم کی یہ میراث لے کر لوٹا تو خوشی میں از خود والدِ محترم سے سب کچھ بیان کردیا۔ اس دن سے ڈاکٹر آصف صاحب کی کرم فرمائی کے دروازے میری نیازمندی اور میری تشنگی کو بجھانے کی خاطر ہمیشہ کھلے رہے اور میں اُن کی عظمتوں کے نظارے کرتا رہا۔

اللہ نے انھیں جسمانی طور پر معذور کر کے علم و ادب کی شانِ امتیازی سے معمور کردیا تھا۔ جس نے انھیں دیکھا نہیں وہ اندازہ بھی نہیں کرسکتا کہ ملت اسلامیہ کی تہی دامنی میں کیسے کیسے جواہرات پوشیدہ رہے ہیں ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کیے

مولانا علی میاںؒ نے کاروان زندگی میں ڈاکٹر آصف قدائی صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

کو ''بالغ نظر سیاستداں'' اور ''پختہ کار اہل قلم کے نام'' سے یاد کیا ہے۔

کچہری روڈ (امین آباد) سے گذرتے ہوئے ان کا مکان دیکھ کر اس طرح کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔

میرے مضمون کی اشاعت کے ساتھ ایک اور دلچسپ واقعہ وابستہ ہے جس کی یاد اب تک ذہن میں محفوظ ہے۔ مضمون شائع ہوا تو دینی تعلیمی کونسل کے دفتر میں جناب ظفر احمد صدیقی صاحب (مرحوم) جناب شفیق الرحمٰن صاحب ایڈوکیٹ (مرحوم) نے مجھے شاباشی دی ظفر صاحب کہتے تھے مسعود میاں بھی مضمون نگار ہو گئے۔ والد صاحب خوش تو تھے لیکن اپنے منفرد انداز کے مطابق اس کا اظہار نہیں کیا۔ بزرگوں کی حوصلہ افزائی سے واقعہ یہ ہے کہ میرا دل تو بلیوں اچھل رہا تھا مگر ایک خوف بھی مجھ پر طاری تھا۔ پردۂ افلاک میں ایک حادثہ مجھے صاف نظر آرہا تھا مجھے اندیشہ تھا کہ ندائے ملت کا شمارہ بستی پہونچے گا اور خالِ محترم قاضی محمد عدیل عباسی صاحب کی نظر پڑے گی تو ایک طوفان ضرور آئے گا۔ وہ خود ساری عمر اسی جرأتِ رندانہ کا مظاہرہ کرتے رہے تھے۔ انھیں کی زبانی سن چکا تھا کہ ایک نوجوان کی حیثیت سے روزنامہ زمیندار لاہور کی ادارت کے زمانہ میں وہ مولانا محمد علی اور بزرگ صحافی جالب صاحب سے قلمی جنگ کر چکے تھے اس دور کے واقعات بڑی لطافت کے ساتھ سناتے تھے اور ہملوگ دلچسپی سے سنتے تھے وہ الگ کہانی ہے جو کسی موقع پر تفصیل سے سنائی جائے گی۔ یہ بات سچ ہے کہ اگر میں نے وہ واقعات نہ سنے ہوتے تو ممکن ہے میرے مختصر بال و پر کو اس وقت اس طرح کی پرواز نصیب نہ ہوتی۔ گرد و پیش کی کیفیات اور شخصیتوں کے حالات و کوائف سے بھی مجھے پوری طرح واقفیت نہیں تھی۔ بے خبری میں مجھے صرف یہ خبر تھی کہ کسی رسالہ یا اخبار میں چھپنا بہت

www.abulhasanalinadwi.org

بڑی بات ہوتی ہے۔ اتفاق ہے کہ میری بسم اللہ ایسے واقعہ سے ہوئی جس سے بزرگانِ ملت کا واسطہ تھا لیکن اوپر عرض کر چکا ہوں کہ مولانا عبدالماجد صاحب کا نوٹ پڑھ کر مجھے صدمہ ہوا تھا اور ایک فوری تاثر کے طور پر وہ مضمون وجود میں آ گیا تھا۔ خدا گواہ ہے اپنے متعلق نہ اس وقت کوئی غلط فہمی تھی نہ اِس وقت ہے۔ ذہن میں گستاخی کا کوئی شائبہ نہ اُس وقت تھا نہ اِس وقت ہے۔ ابتدائے عمر میں ایسے بزرگوں کا سایۂ علمی نصیب ہوا اور انھیں کی جوتیاں سیدھی کرتے کرتے حرف شناسی کی دولت مل گئی یہ اللہ کا کرم اور ان بزرگوں کا فیض اور ان کی شفقت و محبت کا ثمرہ ہے۔

اب سنئے! قاضی صاحب چند روز بعد لکھنؤ تشریف لائے۔ دیکھتے ہی میرے اوپر برس پڑے، تم بہت نالائق ہو، میں تو ندائے ملت کو دیکھتے ہی کانپ اٹھا۔ کہاں مولانا عبدالماجد دریابادی اور کہاں آپ۔ میں تو فوراً مولانا کو خط لکھنا چاہتا تھا کہ میرے گھر میں ایک نالائق بھانجہ پیدا ہو گیا میں اُس کی اِس حرکت پر آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ ظفر صاحب مرحوم نے میری مدافعت کرتے ہوئے کہا کہ مولانا کو اس رشتہ کا علم نہیں ہوگا آپ کیوں اس بے چارے کو ڈانٹ رہے ہیں۔ ایک طوفان گذر گیا۔

عصر کی نماز کے بعد ندائے ملت کا وہ شمارہ طلب فرمایا اور حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں خاموش بیٹھا مقدمہ کے آخری فیصلہ کا انتظار کرتا رہا۔ اطمینان سے پورا مضمون پڑھ کر فرمایا تم نے مضمون بہت اچھا لکھا ہے۔ ظفر صاحب بولے صبح تو آپ نے اِس کی بخیہ ادھیڑ دی اور اس وقت تعریف کر رہے ہیں، مسکرائے اور فرمایا دونوں باتیں ضروری ہوتی ہیں۔

ندائے ملت، الفرقان اور صدق جدید کی یادیں مجھے اپنے ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

بہت دور تک بہالے گئیں۔ میں نے بھی وارفتگی کے عالم میں خود کو ان کے حوالہ کر دیا۔ یہ میری زندگی کا عظیم سرمایہ ہیں اور مجھے مستقبل کے سفر میں ہر ہر قدم پر ان سے رہنمائی ملتی رہی ہے۔ پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو ایک سنگِ میل صاف نظر آتا ہے۔ ساحر لدھیانوی کا مصرع نئی معنویت اور نئی کیفیت کے ساتھ ذہن میں گونج رہا ہے ؎

یہیں سے ہم نے محبت کی ابتدا کی تھی

ماضی کی ان خوشگوار یادوں کو سمیٹے ہوئے صدق جدید کی فائلوں کو دیکھنے کے لئے مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب کے نواسے ان کی علمی میراث کو کلیجے سے لگا کر حفاظت کرنے والے صالح نوجوان عالم دین عزیز مکرم مولانا نعیم الرحمٰن صاحب سے گذارش کی تو وہ اپنے مزاج کے مطابق محاورہ کے طور پر نہیں بلکہ واقعہ کے طور پر بچھ گئے۔ گھر کا دروازہ کھول کر صدق جدید کی بوسیدہ لیکن انتہائی قیمتی فائلیں میرے سامنے ڈھیر کر دیں ان کے والد محترم میرے ''محمود بھائی'' نے محبت اور اُن کے برادرِ خُرد فیض میاں نے سعادت مندی کا ثبوت دیا۔ اللہ سب کو خوش رکھے۔

میں نے دیکھنا شروع کیا تو ذہن وفکر میں ایک جہانِ معنی روشن ہوتا چلا گیا اور میں اس وادیٔ علم وادب میں کھو گیا۔ جس خاکے کی تکمیل کے لئے حاضر ہوا تھا وہ الگ رہ گیا اور میں ''انشائے ماجدی'' کے سحر میں مبتلا ہو کر ہوش وحواس کھو بیٹھا۔ کسی طرح اس کیفیت سے باہر نکلا تو اندازہ ہوا کہ دنوں کا کام کئی ہفتوں میں مکمل ہو سکا۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی ''سچی باتیں'' میری فکری تلاش کو بڑھاتی رہیں چھوٹے چھوٹے عنوانات اور مختصر عبارتوں میں پوشیدہ تاریخی گوشے میرے دامن کو بھرتے رہے۔ بلاشبہ مولانا دریابادی کے

www.abulhasanalinadwi.org

تاثرات کو شامل کرنے کے بعد اس کام کی نوعیت اور اس کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ عزیز گرامی مولانا نعیم الرحمٰن کے لئے خاص طور پر دل سے دعا نکلتی ہے وہ علمی کاموں میں مصروف ہیں اللہ انہیں خوش رکھے ان سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔

---

مولانا علی میاںؒ کا یہ خادم ''تلاش حق'' میں مولاناؒ کی ''تکبیر مسلسل'' کے سایہ میں اپنا سفر جاری رکھتے ہوئے اُس سرزمین پر پہونچتا ہے جہاں تقریباً ایک صدی قبل ایک عظیم دانشور، مورخ، محقق بلند پایہ عالمِ دین قدیم وجدید کا سنگم اصولِ فطرت اور نفسیاتِ انسانی کا بہترین ترجمان علم وادب کا نگہبان و پاسبان علامہ شبلی نعمانی نے اپنے ہاتھوں سے ایک ایسا درخت لگایا تھا جو دارالمصنفین کی شکل میں نمودار ہو کر علمی قافلہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی کی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز، ان کے علمی اور ادبی ذہن وفکر کا مظہر اور ان کے حسین خوابوں کی حسین تر تعبیر دارالمصنفین کا عظیم ادارہ، دنیائے علم وادب کے قلب ونظر میں ہمیشہ سمایا رہا ہے۔ وہاں تاریخ نویسی اور تاریخ سازی کے دونوں کام اس طرح ہوتے رہے ہیں اور اب تک ہو رہے ہیں کہ خود دارالمصنفین ان کی روشنی میں چمک کر گلِ سرسبد بن گیا ہے۔

سلام ہو علامہ شبلی کی شخصیت اور ان کی روح پر کہ جہاں بیٹھ گئے وہاں کی سرزمین ایک گلستاں بن گئی۔ زبان وبیان کے جملے ایک جہانِ معنی نظر آنے لگے۔

حضرت مولانا علی میاںؒ نے یہ واقعہ سنایا تھا کہ ایک مرتبہ

www.abulhasanalinadwi.org

دارالمصنفین کے احاطہ میں مولانا شاہ معین الدین صاحب اور صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب قبرستان کے قریب علامہ شبلیؒ کی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محوِ گفتگو تھے۔ حضرت مولاناؒ مسجد سے نکل کر آئے اور ان حضرات سے دریافت فرمایا کہ کس مسئلہ پر غور ہو رہا ہے۔ دونوں حضرات نے بتایا کہ علامہ شبلی کی قبر پر ایک کتبہ لگانا ہے اس کے لئے عبارت سوچی جا رہی ہے۔ مولاناؒ نے برجستہ فرمایا علامہ شبلی تو خود بتا کر گئے ہیں وہی لکھوا دیجئے اور پھر وہ مشہور قطعہ مولانا نے پڑھ دیا۔

عجم کی مدح کی عباسیوں کی داستاں لکھی
مجھے چندے اسیرِ آستانِ غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرتِ پیغمبر خاتمؐ
خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

علامہ شبلی نعمانی کا فیض تھا کہ انھیں اس علمی سفر میں مولانا سید سلیمان ندویؒ کی معیت حاصل ہوگئی وہ علامہ شبلی کے لائق ترین شاگرد بھی تھے اور بہترین رفیق سفر بھی۔ اپنی گراں قدر تصنیفات کے علاوہ سید صاحبؒ نے اپنے استادِ محترم کے چھوڑے ہوئے کام کی تکمیل بھی کردی سیرت النبیؐ کا سلسلہ انھیں کے قلم سے مکمل ہوا۔

علامہ شبلی قافلہ سالار اور سید صاحب اُس کے حُدی خواں تھے جو بہت دنوں تک خود بھی اس کی رہنمائی فرماتے رہے۔ علامہ شبلی نے تو ایک خاکہ بنایا تھا سید صاحب نے اپنی بصیرت علمی فہم و فراست اور بلند نگاہی سے اس موقف کو واضح کیا اور دارالمصنفین کی سمت متعین کردی۔ علم و ادب کے جو ہر شناسوں کی ایک کہکشاں تیار ہوگئی۔ علامہ شبلی اس اطمینان کے ساتھ رخصت

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئے تھے کہ قافلہ کی باگ ڈور سید سلیمان ندویؒ کے ہاتھوں میں تھی۔ سید صاحب کی تقویت اور قلبی یکسوئی اس امر میں پوشیدہ تھی کہ ان کے بعد حضرت مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نے اس ذمہ داری کو سنبھال لیا تھا۔ علمی وراثت پوری طرح ان کی ذات میں منتقل ہوئی تھی۔

علامہ شبلی کی مسندِ علمی کے امین، اورنگِ سلیماں کے تخت نشین، رفیقِ شاہ معین الدین ناظم دار المصنفین صاحبِ ایمان و یقین جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن کو یہ دولت ملی تو انھوں نے اس کی حفاظت کے ساتھ اس میں غیر معمولی اضافہ بھی کیا۔

وہ عصری تعلیم کی راہوں سے گذر کر اس علمی اور دینی ادارہ میں تشریف لائے تھے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اپنے علم و معلومات دینی فکر اور پرکشش اندازِ تحریر سے معارف کے صفحات کو وقار وافتخار سے نوازتے رہے اور اس کے علمی حسن و آرائش میں اضافہ کرتے رہے۔ حضرت مولانا علی میاںؒ نے انھیں "علم و شرافت کا گنجِ گراں مایہ" قرار دے کر ان کی پوری شخصیت اور ان کی سیرت کو نمایاں کیا ہے۔

میری خوش نصیبی تھی کہ مجھے ان کی خدمت میں بار بار حاضری اور ان کی کرم فرمائیوں سے لطف اندوز ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ انھوں نے اپنی محبت سے مجھے بہت قریب کرلیا تھا۔ میں پی۔ایچ۔ڈی کے مقالہ کے لئے علامہ شبلی نعمانی کی شخصیت پر کام کر رہا تھا اس سلسلے میں ان کی رہنمائی کی ضرورت تھی جو انھوں نے بہت فراخ دلی سے فراہم کی اور اس موضوع سے اپنی گہری دلچسپی کی بنا پر مجھ سے اکثر بے تکلف گفتگو فرماتے تھے۔

سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب کے اچانک انتقال کے بعد

www.abulhasanalinadwi.org

دارالمصنفین کے لئے ایک نازک وقت تھا۔ وہ اس علمی دانش گاہ کی آخری بڑی شخصیت تھے۔ ان کی ذات سے اس ادارہ کو بین الاقوامی شہرت نصیب ہوئی ایک دیدہ ور مصنف اور علوم و معارف کے ترجمان کی حیثیت سے وہ دنیا سے اٹھے تو یہ محسوس ہوتا تھا کہ دارالمصنفین کے سر سے علم و ادب کا آسمان اور اس کا قیمتی سایہ اُٹھ گیا۔

اخلاص و دردمندی اور دینی خدمت گذری کے جذبہ سے جس ادارہ کی بنیاد رکھی گئی تھی، تقریباً پون صدی تک اس کے فیوض کا مظاہرہ ہوتا رہا۔ اس کو باقی رکھنے اس کی روحانیت کو زندہ رکھنے اس کی خدمات سے ملت اسلامیہ کو فیضیاب کرنے اور اس کا سلسلہ مستقبل میں جاری رکھنے کا فیصلہ قدرتِ خداوندی کی طرف سے ہو چکا تھا۔

مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب جو ایک مدت سے اس ادارہ میں علمی خدمات انجام دے رہے تھے، دارالمصنفین کے ناظم اور معارف کے مدیر کی حیثیت سے انھوں نے ذمہ داریوں کو قبول کیا تو محسوس ہوا کہ اللہ کی طرف سے اس کا انتظام پہلے ہو چکا تھا اور اس بارِ گراں کو خوش اسلوبی سے اٹھانے کے لئے ان کی شخصیت کو تیار کر دیا گیا تھا۔ کم سخن لیکن سخن فہم ہونا دارالمصنفین کے بزرگوں کی شناخت رہی ہے۔ یہ وراثت مولانا ضیاء الدین صاحب کے حصہ میں بھی آئی ہے۔ انھوں نے اس ادارہ کی بہار بھی دیکھی ہے۔ قدر و منزلت کا مشاہدہ بھی کیا ہے اور یہاں کی علمی معرفت اور روحانیت کو اپنے اندر پوری طرح جذب بھی کیا ہے۔ یہ کام برسوں سے ہو رہا تھا اور قدرت انھیں اس کے لئے تیار کر رہی تھی اچانک وقت پڑا تو انھوں نے بڑھ کر اس بوجھ کو اٹھا لیا اور اس طرح اٹھا لیا کہ معارف کی آب و تاب باقی رہ گئی اس کا وقار اور پھیلے ہوئے

www.abulhasanalinadwi.org

علمی حلقہ سے ربط وتعلق باقی رہ گیا دارالمصنفین کی فضائے خوشگوار کی لطیف خوشبو باقی رہ گئی۔ اب وہاں قدم رکھئے تو بزرگوں کے رخصت ہوجانے کا غم ضرور ہوتا ہے لیکن یہ اطمینان بھی ہوتا ہے کہ مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب کی رہنمائی میں علم وادب کی وہ بارگاہ روشن ہے تصنیف وتالیف کا قافلہ رواں دواں ہے فکر ونظر کے زاویئے محفوظ ہیں اور خدا نے چاہا تو آئندہ بھی محفوظ رہیں گے۔ مولانا کے معاون مولانا عمیر الصدیق صاحب بھی اس قافلہ میں شریک اور علمی خدمت میں منہمک ہیں ممکن ہے قدرت کو ان سے بھی کوئی بڑا کام لینا مقصود ہو۔

اس موقع پر میں اپنی خوش نصیبی کا پھر اظہار کرتا ہوں کہ مولانا ضیاء الدین صاحب کی کرم فرمائی اور عمیر الصدیق صاحب کے انتہائی مخلصانہ تعلق سے میرے لئے دارالمصنفین کے دروازے کھلے رہے اور میں بے تکلف وہاں سے استفادہ کرتا رہا۔ ضیاء الدین اصلاحی صاحب دینی تعلیمی کونسل کے رکن بھی ہیں اور اس تحریک وتنظیم کے بنیادی مقاصد کے معاون ومؤید بھی ہیں ان کے تعلق میں اس رشتہ کی اہمیت بھی نمایاں رہتی ہے۔

حضرت مولانا علی میاںؒ کی تقریروں اور خطبات کی جمع وترتیب اور دینی تعلیمی کونسل کے سلسلے میں مواد کی فراہمی کے لئے دارالمصنفین میں حاضری اور معارف کے شذرات اور صفحات کی ورق گردانی ضروری تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ مولانا شاہ معین الدین ندوی صاحب کا اس تحریک سے گہرا ربط وتعلق تھا وہ اُس کے رکن بھی تھے۔ اسی خیال سے میں حاضر ہوا اور اپنا مقصد بیان کیا تو دیدہ ودل سے اس موقف کا استقبال ہوا۔ حضرت مولاناؒ کی ذاتِ گرامی دارالمصنفین کے مربی اور سرپرست کی تھی۔ مجھے اطمینان تھا اور اس کا مظاہرہ

www.abulhasanalinadwi.org

بھی ہوا۔ وہاں کے حضرات نے اس رشتہ کی پاسداری کی اور میرے لئے محفوظ ذخیرہ بھی کھول دیا گیا۔ ذہن و زبان دونوں کی ضیافت کا نظم کیا گیا۔ معارف کے صفحات میں مجھے بہت قیمتی سرمایہ حاصل ہوا جو اس مجموعہ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس عظیم دینی اور علمی ادارہ کو جو ایک صدی سے تشنگانِ علم و ادب کو سیراب کر رہا ہے حالات کی سنگینی اور زمانہ کے گرم جھونکوں سے محفوظ رکھے اور یہ چراغ ہمیشہ روشن رہے۔ علامہ شبلی نعمانی کا لگایا ہوا یہ پودا جس کی بھرپور آبیاری علامہ سید سلیمان ندویؒ کے ہاتھوں ہوئی، مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی اور ان کے رفقائے کار نے جس کی تازگی کو برقرار رکھا جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن جس کو اپنے خونِ جگر سے سینچتے رہے اور اب مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب نے اُس کی خدمت کو وظیفۂ جان بنا رکھا ہے اور ان کے مخلص و سنجیدہ معاونین اس مہم میں شریکِ کار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی محنتوں کو قبول فرمائے۔

---

ندائے ملت، الفرقان اور صدق جدید سے اپنے دامن کو علمی موتیوں سے بھرتا ہوا یہ خادم دارالمصنفین پہونچا تھا اور یہاں سے سیراب ہو کر کام کی تکمیل کے لئے اپنی منزل پر واپس آ گیا۔ حضرت مولانا علی میاںؒ کی رحلت کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء کی سوگوار فضا میں اب تک اس کے قلب و نظر کی تقویت کا سامان فراہم نہیں ہو سکا تھا۔ جس عظیم شخصیت کی شفقت و محبت کے سایہ میں وہ پروان چڑھا اور زندگی کے مراحل طے کئے تھے اب اسی کو یہ خدمت بھی انجام دینا تھی کہ وہ اس جگہ بیٹھ کر حضرت مولاناؒ کی بے شمار تقریروں اور تحریروں کو یکجا کرنے کی مہم کو آخری شکل دے کر اس کارِ عظیم کی تکمیل کا فریضہ

www.abulhasanalinadwi.org

انجام دے جہاں کے درودیوار کے ایک ایک گوشہ سے اس کے مربی اور سرپرست کی یادیں وابستہ ہیں۔

دینی تعلیمی کونسل کے کل ہند کنونشن کے لئے ۱۹۸۹ء میں مقامی انتظامیہ نے روندرالیہ کی اجازت اچانک منسوخ کردی تو فوری طور پر دارالعلوم ندوۃ العلماء کا انتخاب کیا گیا۔ میں نے حاضر ہوکر حضرتِ والا سے عرض کیا

پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

خوب یاد ہے کہ حضرت کے ایک اشارے پر ندوہ کے قابل احترام ذمہ داران ومعزز اساتذۂ کرام اور فیضانِ نظر کے تربیت یافتہ ہونہار طلبا نے ندوہ کی سرزمین کو کل ہند کنوشن کے انعقاد، مہمانوں کے قیام وطعام اور ہرطرح کی سہولت وآرام کے لئے تیار کر کے استقبال کے لئے خود چشم براہ بن گئے۔ دینی تعلیمی کونسل کے لئے ندوۃ العلماء کی امداد واعانت کا یہ انداز شروع سے قائم رہا ہے۔ اس کے بڑے فیصلے ان فیصلوں اور تقاضوں کی تکمیل اسی مرکز روحانی میں ہوتی رہی ہے۔ اسی نسبت سے میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ حضرت مولاناؒ کے خطبات اور تحریروں کو یکجا اور مرتب کرنے کی جو سعادت مجھے اُن کے حکم اور دعاؤں سے میسر آئی ہے (حالانکہ اس کا آغاز حضرت کے رخصت ہونے کے بعد ہورہا ہے) اس کی ابتدا اور اختتام ندوہ کی فضا میں ہو تاکہ اس کی برکتیں شامل حال ہوجائیں چنانچہ تلاش وتحقیق کے ابتدائی ایام میں ایک خطبہ کی بازیافت اور مولانا غفران صاحب کی اعانت کا ذکر آچکا ہے اب اس کی تکمیل کے موقع پر کتب خانہ ندوۃ العلماء میں اخبارات ورسائل کی فائلوں کو دیکھنے کا وقت آیا تو یہاں کے ذمہ داروں اور خدمت گذاروں نے

www.abulhasanalinadwi.org

میری ہر مشکل کو آسان کرنے کا فیصلہ کرلیا اور میں کئی روز تک یکسوئی کے ساتھ ان کے تعاون سے مواد کی فراہمی کرتا رہا۔ تعمیر حیات کے مدیر اعلیٰ میرے کرم فرما مولانا شمس الحق ندوی صاحب کے علم میں یہ بات آچکی تھی جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو جیسے وہ منتظر بیٹھے تھے انھوں نے تعمیر حیات کا پورا ذخیرہ میرے حوالہ کردیا۔ انھوں نے جس طرح میری ہمت افزائی کی اور جس طرح محبت اور تعلق سے اپنے تعاون سے میری مدد فرمائی اسے کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ ان کے معاون محمد شاہد صاحب نے مضامین کی فوٹو کاپیاں کرانے کی ذمہ داری لے لی تو میرا بوجھ بہت ہلکا ہوگیا۔ وہ مجھ سے برادرانہ تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان رشتوں کی قدر نصیب فرمائے۔ جن حضرات نے تھوڑا بہت بھی میرے ساتھ تعاون کیا ہے ان کے لئے دعا کرتا ہوں اور شکر گذار ہوں۔ بہترین جزا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوگی انشاء اللہ۔

تعمیر حیات کے دفتر میں بیٹھ کر چائے کی چسکیاں بھی لیتا رہا اور ورق گردانی بھی کرتا رہا۔ تعمیر حیات ندوہ کے موقف کا ترجمان اور حضرت مولاناؒ کے افکار و خیالات کا معتبر ترین ذریعہ رہا ہے۔ دینی تعلیمی کونسل کے متعلق شروع سے تعمیر حیات کا رویّہ بہت مثبت اور اس کا اندازِ فکر بہت مخلصانہ اور معاون رہا ہے۔ الرائد اور البعث الاسلامی کی گراں قدر خدمات فکر و تاثرات اور اس کے انداز و اسلوب سے ملک و بیرون ملک کا عربی حلقہ متاثر رہا ہے۔ زبان و ادب کی بہترین پیشکش عالمِ اسلام میں اس کی شناخت رہی ہے اور اب بھی اس کا یہ وقار برقرار ہے لیکن ہندوستان میں مسلمانوں کے ایک بڑے حلقہ کی دینی اور علمی رہنمائی کے لئے ندوہ کی طرف سے ایک اردو رسالہ کی ضرورت تھی جسے معنوی اور فکری اعتبار سے تعمیر حیات نے پایۂ تکمیل تک

www.abulhasanalinadwi.org

پہونچایا ہے۔ مولانا اسحاق جلیس ندوی صاحب (مرحوم) نے اس کے مدیر کی حیثیت سے اس کا وقار بلند کیا اور اس وقت مولانا شمس الحق ندوی صاحب نے اس وقار کو مزید اعتبار بخشا ہے اس کا حلقہ بھی وسیع ہوا ہے اور اس کے فکری مضامین سے ذہنوں کی صحیح رُخ پر تربیت بھی ہوئی ہے۔ عصری اور انگریزی تعلیم سے وابستہ دور جدید کا ذہن رکھنے والے اور فکری اعتبار سے "ماڈرن" کہے جانے والے حضرات بھی تعمیر حیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

حضرت مولانا علی میاںؒ کے سانحۂ ارتحال کے بعد کسی شئے کو قرار نہیں رہا۔ ندوہ کے درودیوار اس غم سے جھک گئے لیکن دینی استقامت نے جلد ہی اس طوفان پر قابو پانے کی سکت عطا کی اور عزم و ہمت سے بکھرے ہوئے ذہنی شیرازہ کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی۔ مولانا محمد رابع ندوی صاحب کی سرپرستی اور حضرت مولاناؒ کی جانشینی کی قدر ومنزلت اور اس کی کشش نے ہواؤں میں اس چراغ کی روشنی کو باقی رکھا ہے اور اب تو یہ اندازہ ہورہا ہے کہ اس کی روشنی دور دور تک پھیل رہی ہے اور اس کا یقین حاصل ہورہا ہے کہ حضرت مولاناؒ کی عظیم شخصیت کے اچانک رخصت ہوجانے کے بعد اور گردوپیش میں اندھیرے کا تصور پیدا ہوجانے کے بعد

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

مولانا محمد رابع صاحب نے طوفان کی شدت کو اپنے سینے میں سمیٹ کر قافلہ کی ترتیب وتنظیم کو حوصلہ اور جرأت عطا کی ہے۔ اللہ نے اپنے خزانۂ غیب سے دلوں کی ڈھارس کا سامان کردیا۔ دینی تعلیمی کونسل دارالعلوم ندوۃ العلماء، مسلم پرسنل لا بورڈ اور عالمی رابطۂ ادب اسلامی کو ایک مخلص رہنما اور شفیق و دیدہ ور قائد مل گیا۔ دنیا کے وہ تمام دینی اور علمی مراکز جو حضرت مولانا کی شخصیت

www.abulhasanalinadwi.org

سے مستفیض ہوتے تھے وہ مولانا رابع صاحب سے رابطہ قائم کر کے سکون محسوس کر رہے ہیں۔

تعمیر حیات نے حضرت مولاناؒ کی ذات و خدمات اُن کے فکر و تاثرات اور بین الاقوامی اثرات کو نمایاں کرنے اور اپنا ایک فرض ادا کرنے کی غرض سے ضخیم نمبر شائع کیا۔ مجھے حکم دیا گیا کہ حضرت مولانا اور دینی تعلیمی کونسل کے ربط و تعلق پر مضمون لکھوں۔ یہ میرے لئے سخت مرحلہ تھا۔ ایک شدید کشمکش تھی، ذہن منتشر تھا اور "نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں" والی کیفیت تھی لیکن ہمت کر کے کچھ لکھ ڈالا، "عظیم قائد، عظیم تحریک، کے عنوان سے وہ مضمون تعمیر حیات میں شائع ہوا اور دوسرے رسالوں میں نقل بھی کیا گیا۔ اسی مضمون میں یہ اشارہ دیا گیا تھا کہ حضرت مولاناؒ کے خطبات اور تحریروں کا ایک جامع مجموعہ مرتب کر کے پیش کیا جائے گیا۔ تعمیر حیات، کتب خانہ ندوۃ العلماء اور مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کے مخلص ذمہ داران نے اس سلسلے میں خصوصی تعلق کا مظاہرہ کیا اور ان کی اعانت سے میرا کام آسان ہو گیا۔ میں اس کے لئے سراپا سپاس ہوں، دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انھیں دین و دنیا کی دولت سے نواز دے آمین ثم آمین۔

اللہ کی حمد وثنا کرتے ہوئے طویل سفر کا یہ مسافر اس مقام پر پہونچ کر آبدیدہ ہے کہ محض توفیق الٰہی اور تائیدِ غیبی سے اس احقر کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور یہ مجموعہ وجود میں آ رہا ہے

میں نے تو چند اشکِ ندامت کیے ہیں پیش
یہ تیرا کام ہے کہ تو ان کو گہر بنا

www.abulhasanalinadwi.org

مجھے اس سفر میں مختلف تجربات بھی ہوئے اور کچھ نئے فکری گوشے بھی سامنے آئے۔ جن اخبارات ورسائل کا میں نے ذکر کیا ہے انھیں دوبارہ غور سے دیکھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ ہماری ملی تاریخ کا بہت بڑا ذخیرہ ان کے صفحات میں پوشیدہ ہے۔ زندگی کے معاملات ومسائل سے جس طرح یہ ملت دوچار ہوتی رہی ہے جس طرح کے چیلنج اس کے سامنے آئے اور اس نے ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ یہ ایک درد بھری کہانی ہے جس میں فریاد وفغاں کے ساتھ عزمِ جواں بھی نظر آتا ہے۔ ہر روز ایک تازہ ستم ہر روز اس کی مسیحائی کی فکر ہر روز بال وپر کو کاٹ دینے کا عزم ہر روزِ پر پرواز کی نمائش، ہر روز آنکھوں کی بینائی کو سلب کر لینے کی کوشش ہر روز انھیں آنکھوں سے حقائق کا مشاہدہ ہر روز زبانوں پر قفل لگانے کی احمقانہ جسارت ہر روز جرأتِ رندانہ سے گونجتی ہوئی صدائے حق، ہر روز راہوں کو مسدود کردینے کے منصوبے ہر روز بانگِ رحیل سے قافلے رواں دواں، ہر روز ملت کے افکار وخیالات کو قومی دھارے میں ڈھالنے کی ہدایت ہر روز صراطِ مستقیم پر گامزن ولولۂ تازہ سے دلوں کو آباد آنکھوں کو اسی روشنی سے معمور خود اپنی منزل اور راہوں کی سمت اور رخ کا اظہار، ہر روز زندگی کا چراغ گل کردینے کی فکر ہر روز اس کی حفاظت کا حوصلہ اور مظاہرہ، غرض چراغِ مصطفوی سے شرار بولہبی کی آویزش کی یہ داستان کسی طرح ختم ہونے کو نہیں آتی اور ملت اسلامیہ آزاد ہندوستان میں اپنے وجود و بقاء، دین وشریعت کی حفاظت اور پاسداری، تعلیم وتربیت اور تہذیب و معاشرت کو دین کی روشنی میں باقی رکھنے کی جدوجہد میں مبتلا ہے۔

اکابرین ملت نے وقت کی نبض شناسی میں ایک ایک لمحہ پر نظر رکھی ہے۔ فکری نظام کے منفی رجحانات پر مدلل انداز میں اظہار خیال بھی کیا ہے

www.abulhasanalinadwi.org

نازک حالات میں استقامت کے ساتھ کھڑے بھی رہے ہیں اور اپنی ملت کی خامیوں اور کمزوریوں کا تجزیہ اور محاسبہ بھی کیا ہے۔ اپنی ملت سے ایسی وضاحت اور دیانتداری کے ساتھ گفتگو کرنے اور اسے جھنجھوڑنے کا فریضہ شاید ہی کسی نے انجام دیا ہو۔ اگر سب نے مل کر اپنی ملتوں اور قوموں کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا ہوتا تو آج ملک کا رخ کچھ اور ہوتا۔ اس کے مثبت نتائج سے خوشگوار ماحول وجود میں آتا دلوں کے فاصلے کم ہوتے تلخیوں کی دیواریں منہدم ہوتیں تخریب کے بجائے تعمیر کا جذبہ عام ہوتا لیکن یہ ذمہ داری صرف مسلم اکابرین اور علمائے امت نے اپنے ذمہ لی اور وہ اس کے تقاضوں کی تکمیل کرتے رہے۔ یہ ایک تاریخی صداقت ہے۔ ہٹ دھرمی سے اس کی تردید کی جائے تو اس کا کیا علاج لیکن زمین وآسمان کو اگر طاقتِ گویائی مل جائے تو وہ چیخ چیخ کر اس سچائی کو بیان کریں گے۔ مسلمانوں کی طویل تاریخ کا یہ ایک اجمالی خاکہ ہے جس میں اکابرین ملت کے چہرے چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حضرت مولانا علی میاںؒ کی فکر وتڑپ کا یہ ایک خصوصی امتیاز تھا۔ انھوں نے عرب وعجم میں اس کو دینی فریضہ سمجھ کر انجام دیا اور اہل فکر ونظر میں یہ ان کی شناخت بن گئی۔ وہ جس قدر بے خوفی سے حکومتوں کا احتساب کرتے تھے اور انھیں جرأت سے بعض وقت للکارتے تھے، دستور، سیکولرزم جمہوریت ارو عدم تشدد کا سبق یاد دلاتے تھے اور اس اضطراب کا مظاہرہ فرماتے تھے کہ اس ملک کو اخلاقی طور پر بچانے کی ضرورت ہے۔ تاریخ گواہ ہے اور خود حضرت مولاناؒ کی تحریریں اس پر شاہد ہیں کہ مسلمانوں کو متنبہ کرنے ان کی ذمہ داریوں کو یاد دلانے ایک سچے محبِّ وطن اور مردِ مومن کی حیثیت سے زندگی گذارنے اور اس کے لئے سنجیدہ لائحہ عمل طے کرنے کے لئے گذشتہ پچاس

www.abulhasanalinadwi.org

برسوں میں شاید ہی کسی نے اس طرح اپنی ملت کو جگانے اور جھنجھوڑنے کی کوشش کی ہو۔ یہ مولاناؒ کا درد تھا جو انھیں ہر لمحہ بے چین رکھتا تھا۔ حکومت اور ملت کا احتساب بہ یک وقت اسی کے بس کا ہوتا ہے جس کے سامنے کوئی مصلحت کوئی رعایت کوئی ترغیب کوئی پیشکش کامیاب نہ ہوسکے اور اس کے جادو سے وہ مسحور نہ ہوسکے۔ حضرت مولاناؒ کی شان یہی تھی ؂

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

آزاد ہندوستان میں ملکی حالات، مسلمانوں کے مسائل اور اکابرینِ ملت کے رجحانات کی یہ درخشندہ تاریخ اخبارات ورسائل کے صفحات میں محفوظ ہے۔ ندائے ملت، الفرقان، صدق جدید، تعمیر حیات اور معارف کو اس نظر سے دیکھنے کے بعد اس کا شدید احساس ہوا کہ اس تاریخ کو نمایاں کرنے کی ضرورت ہے۔ مختلف ابواب سے اس کی نئی ترتیب قائم کی جائے تحریروں کو یکجا کیا جائے اور نوجوان نسل کو بتایا جائے کہ کیسی سنگلاخ زمینوں کو عبور کر کے کارواں اس منزل تک پہونچا ہے۔ اس مجموعہ میں ''اکابرین ملت کے تاثرات'' کے عنوان سے جو تحریریں یکجا کی گئی ہیں ان سے اس کا اندازہ ہوسکے گا۔

ہمارے مدارس عربیہ اور عصری تعلیم کی دانش گاہوں میں اخبارات و رسائل کی خدمات کو تحقیق کا موضوع بنایا جائے تو ایسے بے شمار گوشے سامنے آسکتے ہیں۔ ہماری نوجوان نسل اپنے اسلاف کے روشن کارناموں سے بے خبر ہے۔ اس کی بے خبری میں تنہا اس کی کم نظری اور بے فکری کا دخل نہیں ہے۔ اس نے جس ماحول میں آنکھیں کھولی ہیں اور فوراً ہی اس کو جس طرح کے حالات سے سابقہ پڑا اس میں خصوصیت سے اسے مخاطب نہیں بنایا گیا۔ اس ملک کو

بنانے سنوارنے اور آزاد کرانے میں مسلمانوں نے جو نمایاں کردار ادا کیا ہے اس سے نوجوان نسل کو واقف نہیں کرایا گیا۔ انھیں یہ نہیں بتایا جاسکا کہ وہ عظیم ملت کے چشم و چراغ ہیں، ماضی کے کتنے بڑے سرمایۂ علمی کے وہ وارث ہیں۔ گذشتہ صدیوں میں سنجیدہ اور مخلصانہ خدمات کا کیسا ریکارڈ تاریخ میں محفوظ ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ الزامات کی شدت اور اس کی مسلسل ضرب نے نوجوان نسل کی آنکھیں جھکادیں۔ وہ سر اٹھا کر یہ نہیں کہہ سکے کہ یہ سرزمین ان کے بزرگوں کے خون سے سینچی گئی ہے۔ انھیں کے دم سے علم و معرفت کے چشمے پھوٹے ہیں۔ ادب و انشاء کے دریائے لطافت میں ان کے فنِ شاعری کا عکس صاف نمایاں ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے اخبارات و رسائل میں ابھی تو محفوظ ہے پھر یہ روحانی ذخیرہ دفن ہو جائیگا اور ہم ان کا ماتم بھی نہیں کر سکیں گے۔

حضرت مولانا علی میاںؒ نے اپنے خطبات اور تقریروں کو یکجا کرنے کا حکم غالبًا اسی لئے دیا تھا۔ ماضی کی روشن تاریخ بھی ان کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ دورِ جدید کی سنگینی کا مشاہدہ بھی تھا اور مستقبل کے خطرناک منصوبوں کو بھی وہ عملی طور پر پیش آتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ مولاناؒ جب بھی اپنے مخصوص انداز میں فرماتے تھے کہ ''میں تاریخ اور مذہب کے ایک طالب علم کی حیثیت سے یہ بات کہہ رہا ہوں'' تو اندازہ ہوتا تھا کہ ماضی حال اور مستقبل کی کتابِ زندگی ان کے سامنے کھلی ہوئی ہے اور وہ اس کے روشن اور پوشیدہ نکات کو بیان فرمارہے ہیں۔ مولاناؒ کا معاملہ یہ تھا کہ

حادثہ وہ جو ابھی پردۂ افلاک میں ہے
عکس اس کا مرے آئینۂ ادراک میں ہے

زیرِ نظر مجموعۂ خطبات میں اس کی بے شمار مثالیں صاف نظر آئیں

www.abulhasanalinadwi.org

گی۔ ملت اسلامیہ کی ایک عظیم تاریخ اس میں محفوظ ہے۔ حضرت مولاناؒ کے قلم اعجاز رقم نے اس میں جو تاثیر پیدا کی ہے اس کی کیفیت کو کھلے عام محسوس کیا جاسکتا ہے۔ میں نے اس کام کا جو دائرہ متعین کیا اس میں صرف وہ خطبات اور تقریریں شامل کی گئی ہیں جو تعلیم اور مسلمانوں کے روحانی ربط و تعلق اور ملک کے اس نظامِ تعلیم کے موازنہ پر مشتمل ہیں جو اکثر و بیشتر دستور ہند کے ضابطوں سے تجاوز کرتا رہا ہے اور جس کی بنا پر یہاں فضا خراب ہوتی رہی ہے۔ دینی تعلیمی کونسل کے پلیٹ فارم سے گذشتہ چالیس برسوں تک صرف تعلیم کے موضوع اور اس کے مسائل پر ایک ہی بات کو مختلف انداز میں مسلسل بیان کیا جاتا رہا ہے۔

اک رنگ کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

تعلیم کے موضوع پر حضرت مولاناؒ نے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر دینی اور عصری اداروں میں بہت کچھ بیان کیا ہے وہ سب یکجا کر دیا جائے تو ایک بہت بڑی خدمت ہوگی۔ مجھے اپنے اس سفر میں بار بار اس کا اندازہ ہوا ہے۔ میں نے بہت سا مواد جمع بھی کیا ہے لیکن دیکھئے

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق

ندائے ملت کی فائلوں کو اس نقطۂ نظر دیکھنے کی ضرورت ہے، الفرقان میں بکھرے ہوئے علمی دینی اور ملی تاریخ کے ذخیرہ کو محفوظ کرنا بھی ضروری ہے۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ پر الفرقان کا ضخیم نمبر آچکا ہے۔ مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب نے اپنی بے پناہ خداداد صلاحیتوں سے ایک بڑا حصہ اس نمبر میں پیش کر دیا ہے لیکن ابھی بہت کچھ نمایاں کرنے کو باقی ہے۔ صدق جدید پر علمی اور ادبی انداز سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ عزیز مکرم مولانا نعیم الرحمٰن

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب نے ''سچی باتیں'' کے عنوان سے مولانا عبدالماجد صاحب کی تحریروں کو مرتب کر کے شائع کیا ہے اور ان کے ذہن میں مزید کچھ مفید خاکے ہیں اللہ تعالیٰ انھیں پورا کرنے کے مواقع نصیب فرمائے۔ دارالمصنفین میں معارف کی پرانی فائلیں اور علامہ سید سلیمان ندویؒ کے شذرات پڑھ کر دل میں اس کا شدید تقاضا پیدا ہوا کہ اس پر باضابطہ تحقیقی مقالہ لکھا جانا چاہئے۔ معارف کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ اس کے شذرات کی قدر و قیمت آج تک برقرار ہے اس کے علاوہ بھی معارف کے مضامین اور مراسلوں کو بھی تحقیق کا موضوع بنایا جاسکتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ دھوپ اتر جائے اور ہم رات کی تاریکی میں بھٹکتے رہ جائیں۔ اس سے پہلے روشنی کا نظم کر کے راہوں کا تعین کر لیا جائے تو بہتر ہے۔

---

اس پوری مدت میں قومی آواز لکھنؤ کی یاد ستاتی رہی جو گردشِ حالات کا شکار ہو کر قید و بند میں مبتلا ہے۔ اردو صحافت دورِ جدید کی ترقیات سے وابستہ اور ظاہری حسن سے آراستہ ہے لیکن بلا خوفِ تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ قومی آواز کا متبادل آج تک فراہم نہیں ہو سکا۔ قومی آواز صرف روزنامہ اخبار نہیں تھا جو صرف چند گھنٹوں کے لئے وجود میں آتا ہے وہ ایک نظریہ تھا تحریک تھا اندازِ فکر تھا زبان و ادب کی سنجیدہ تربیت اور ترجمانی کا علمبردار تھا، اردو تعلیم و تحریک کا سپہ سالار تھا جنگِ آزادی کا نقیب تھا۔ تاریخ نویسی اور تاریخ سازی کے دونوں فریضے قومی آواز نے جس طرح انجام دیئے اس کی مثال دورِ جدید پیش کرنے سے قاصر ہے۔ عہدِ ماضی میں اس کی مثالیں زمیندار، مدینہ، ہمدم، ہمدرد اور مولانا آزاد کے الہلال میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ قومی آواز کا شمار اسی دور کی صحافت میں کیا جانا چاہئے جب صحافت کو خدمت کے طور پر انجام دیا جاتا تھا

www.abulhasanalinadwi.org

اسے تجارت بنا کر بازاروں میں فروخت کرنے کا رواج نہیں پڑا تھا۔ جناب حیات اللہ انصاری صاحب سے برادرِ محترم عثمان غنی صاحب تک اسی مزاج وطبیعت کی ایک روشن لکیر دکھائی دیتی ہے۔ حیات اللہ صاحب تو اس کے بانی مدیر اور جنگِ آزادی کے مجاہد تھے وہ اس دور کے چشم دید گواہ تھے جناب عشرت علی صدیقی نے بھی اس دور کی بہار دیکھی تھی اور اب تک وہ اس کا تذکرہ اسی طرح کرتے ہیں گویا ایک تحریک تھی اور وہ اس میں ایک بے خوف سپاہی کی طرح شامل تھے لیکن بلاشبہ کمال تو عثمان غنی صاحب کا ہے ان کی تربیت انھیں بزرگوں کے سایہ میں ہوئی اور انھیں کے ساتھ کام کرنے کا موقع بھی ملا لیکن یہ ذمہ داری جب تنہا ان کے اوپر ڈال دی گئی تو انھوں نے بھی قومی آواز کی معنوی شناخت اور اس کا علمی اور ادبی حسن برقرار رکھا۔ قومی آواز نے لائق ہونہار اور اپنی تحریک سے گہری وابستگی رکھنے والے فاقہ مستوں کی ایک ٹیم تیار کر دی تھی۔ اپنا نشیمن برباد ہوا تو دوسروں کی آشیاں بندی بھی انھیں فاقہ مستوں نے انجام دی۔

برادران محترم جناب مشتاق پردیسی، احمد ابراہیم علوی، قطب اللہ، عبید اللہ ناصر، نافع قدوائی اپنی لیاقتوں سے دوسرے اخبارات کی تزئین و آرایش میں منہمک ہیں۔ قومی آواز کا فیض آج بھی جاری ہے لیکن اسی صف میں دو دیوانے ایسے بھی نظر آتے ہیں جو کسی دوسری جگہ سے بہ ظاہر اپنا رشتہ جوڑنے پر خود کو راضی نہیں کر سکے۔ جناب عثمان غنی اور جناب حسین امین اب تک اپنی اسی ڈگر پر رواں دواں ہیں انھیں یہی روش پسند آ گئی ہے وہ قومی آواز سے اپنی وابستگی پر قائم اور اس کی یادوں کو سینوں سے لگائے ہوئے خوش ہیں۔ ان کا یہ انداز مبارک ہے وہ چاہتے تو کسی بڑے اخبار سے وابستہ ہو سکتے تھے لیکن جامِ جم سے زیادہ انھیں اپنا جام سفال پسند ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

قومی آواز کی کی یاد آئی تو آتی چلی گئی۔ دینی تعلیمی کونسل، ملی مسائل اردو تحریک اور تاریخ کی ترتیب قومی آواز کے بغیر مکمل نہیں کہی جاسکتی۔ حیات اللہ انصاری صاحب کا ایک خاص ذہن تھا جسکا اندازہ اسی مجموعہ میں قاضی محمد عدیل عباسی صاحب مرحوم کی تحریر اور ایک گرامی نامہ سے ہوسکتا ہے۔ وہ ساری عمر اپنے نظریات کی اس طرح تبلیغ اور تشہیر کرتے رہے جو دوسروں کے لئے قابل قبول نہیں تھی اور بعض وقت بزرگانِ ملت اور علمائے کرام کو اس سے تکلیف پہونچتی تھی لیکن جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ قومی آواز کے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے ''حیات اللّٰہی انشاء'' کی مستقل اصطلاح ایجاد کر رکھی تھی۔ دونوں بزرگوں کو سنجیدگی کے ساتھ چونکھی لڑنے میں لطف آتا تھا۔

قومی آواز کی فائلیں میں اس وقت نہیں دیکھ سکا۔ یہ گوشہ خالی رہ گیا اس کا افسوس ہے کہیں دوسری جگہ یہ فائلیں دستیاب بھی نہیں ہوسکیں۔

یہی صورتِ حال سہ روزہ دعوت کے سلسلے میں پیش آئی۔ جماعت اسلامی کا ترجمان ہونے کے ساتھ ساتھ دعوت کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ ملک وملت کے مسائل پر اس نے ہمیشہ کھل کر اظہار خیال کیا ہے۔ مجھے اندازہ تھا کہ دعوت کی قدیم فائلیں اس سلسلے میں رہنمائی کرسکتی ہیں۔ دینی تعلیمی کونسل کی تحریک میں جماعت اسلامی کے اکابرین ہمیشہ شریک رہے اور اپنے مخلصانہ مشوروں سے سرپرستی فرماتے رہے۔ مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی صاحب بستی کی کانفرنس ۱۹۵۹ء میں شریک تھے اور آخر دم تک یکساں انداز سے شریک رہے ان کے بعد بھی آج تک یہ رشتہ برقرار ہے۔ مولانا کا ایک قیمتی جملہ قاضی صاحب کی تحریر میں دیکھا جاسکتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس دور میں دعوت کے افکار و خیالات کو میں دیکھنا چاہتا تھا مولانا ابواللیث صاحب کی چند تقریروں کی تلاش بھی تھی لیکن میرے عریضہ کے جواب میں مجھے یہ افسوسناک اطلاع دی گئی کہ ایمرجنسی کے دوران ۱۹۷۶ء میں اکابرین کو قید و بند کی منزلوں سے گذرنا پڑا اور دعوت کا اثاثہ اُسی زمانہ میں تلف ہوگیا۔ اس حادثہ کی شدت کو کیسے بیان کیا جائے اور اس نقصان کی تلافی کی کیا صورت پیدا کی جائے۔ جو خسارہ ہونا تھا ہوگیا

اب انھیں ڈھونڈھ چراغِ رخِ زیبا لے کر

رہے نام اللہ کا

---

ایک بڑا ذخیرہ بزرگان ملت کے ایسے خطباتِ صدارت کا ہے جو اضلاع میں انجمن تعلیماتِ دین کے زیر اہتمام کانفرنسوں میں انھیں کی زبانی دیئے گئے۔ اُن میں سے بیشتر مطبوعہ ہیں، باقی اخبارات و رسائل میں تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ اس سفر میں مجھے ندائے ملت، الفرقان اور تعمیر حیات میں ایسی تحریریں دیکھنے کو ملیں اور میں نے انھیں محفوظ کرلیا۔ دینی تعلیمی کونسل کی ایک بڑی خصوصیت یہ رہی ہے اور الحمدللہ اب تک ہے کہ اس نے مسلک کی بحث میں کبھی دخل نہیں دیا۔ ہمیشہ سب کو ساتھ لے کر چلنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قاضی محمد عدیل عباسی صاحب مرحوم کی تحریروں میں اس کی بڑی وضاحت ہے۔ حضرت مولاناؒ کے ایک خطبہ میں بھی اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے بزرگوں کے خطبات مرتب ہوجائیں (اور انشاءاللہ ہوجائیں گے) تو یہ اندازہ ہوگا کہ اس تحریک میں ہر مسلک اور مکتب فکر کی نمائندہ شخصیتیں شریک رہی ہیں۔ ''اکابرین ملت کے تاثرات'' کے عنوان سے جو تحریریں اس مجموعہ میں

www.abulhasanalinadwi.org

پیش کی گئی ہیں وہ اس کا ثبوت ہیں اقبال نے حرم کی پاسبانی کے لئے امتِ مسلمہ کی وحدت کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے مسلمانوں کو آواز دی تھی۔ یہی آواز ہندوستان میں اسلامی تشخص کی برقراری کے لئے دینی تعلیمی کونسل نے بلند کی ہے۔

جہاں تک حضرت مولانا علی میاںؒ کی تحریروں کا تعلق ہے یہ بات اطمینان سے کہی جاسکتی ہے کہ اس سے زیادہ جامع انتخاب مرتب نہیں کیا جاسکتا تھا۔ گذشتہ چالیس برسوں کی مدت میں شاید ہی کوئی خطبہ یا تقریر ایسی ہو جو نظر میں نہ آگئی ہو۔ اللہ کا احسانِ عظیم ہے کہ سنہ وار ترتیب کے لحاظ سے ایک دستاویز مرتب ہوگئی ہے۔ اس کا بھی اہتمام کیا گیا ہے کہ داہنی طرف خالی صفحات پر مولاناؒ کے ایسے اقتباسات دیئے گئے ہیں جو پورے خطبہ کا نچوڑ اور حضرت مولاناؒ کے اندازِ فکر کا بہترین خلاصہ ہیں۔ خطبہ کے ساتھ جو اقتباس ہے وہاں مولاناؒ کا نام اس لئے نہیں دیا گیا کہ اس سے پہلے خطبہ کی تفصیلات میں نام آچکا ہے لیکن اس کے علاوہ جہاں جہاں اقتباسات ہیں ہر جگہ حضرت مولاناؒ کا نام موجود ہے۔

دینی تعلیمی کونسل میں حضرت مولاناؒ کی آخری تقریر آنسوؤں سے مرتب کی گئی ہے اور یہ تحریر بھی اسی کیفیت میں سپردِ قلم کی جارہی ہے۔ مولانا محمد رابع ندوی صاحب کے صدر کونسل منتخب ہونے کی تفصیل اور اُن کی اِس حیثیت سے پہلی تقریر کو صرف اس غرض سے شامل کیا گیا ہے کہ قدرتِ خداوندی نے تقویت کے جو اسباب فراہم کئے ان کا اظہار ہو جائے۔

یہ خوش نصیبی ہے کہ میری درخواست پر مولانا نے مقدمہ بھی تحریر فرمایا اور اس کی ستائش سے میری حوصلہ افزائی بھی کی۔ مولانا نے فرمایا کہ حضرت مولانا علی میاںؒ پر اب تک جو کام ہوئے ہیں اُن میں اس مجموعہ کی

www.abulhasanalinadwi.org

ترتیب واشاعت بالکل جداگانہ ہے۔ مولانا نے ''تکبیر مسلسل'' کا نام بھی اس کی معنویت اور نسبت کی بنا پر بہت پسند کیا۔ مولانا کا گراں قدر مقدمہ اور شفقت ومحبت کا اظہار میرے لئے قیمتی سرمایہ ہے۔

میرے کرم فرما اور محترم مولانا عبداللہ عباس ندوی صاحب نے ازراہِ کرم اس احقر کے ساتھ حضرت مولانا علی میاںؒ کی شفقت اور محبت کا ذکر ''میر کارواں'' میں کیا ہے میرے ساتھ مولانا کی اپنی شفقت کا بھی ایک انداز ہے جس کا مظہر اُن کا پیش لفظ ہے جو میری ادنیٰ گذارش پر تحریر فرمایا گیا۔ مولانا کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ وہ دینی تعلیمی کونسل کے کبھی رُکن نہ رہنے کے باوجود ہمیشہ اس کے موقف کے موید اور معاون رہے ہیں۔ ندوۃ العلماء میں تصنیف و تالیف کا جو مزاج علم وادب کا جو معیار اور فنِ شاعری کی رمز شناسی اور ذوق رہا ہے مولانا عبداللہ عباس صاحب نے خود اپنے ذوق ومزاج کو اس وراثت سے ہم آہنگ کیا ہے اور اُن روایات کو زندہ رکھا ہے۔ عربی اسکالر کی حیثیت سے اُن کی شخصیت عالمِ اسلام میں معروف ہے اور اُردو ادیب کی حیثیت سے بھی وہ محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ تعارف کی گستاخی سے اپنا بھرم بھی جاتا رہے گا۔ میرے مؤدبانہ التماس کو اُنھوں نے قبول فرمایا۔ پیش لفظ کے طور پر اُن کا فاضلانہ مقالہ کئی حیثیتوں سے قابلِ قدر ہے، خود اپنے اندازِ تحریر اور فکر کے اعتبار سے، حضرت مولانا سے روحانی ربط وتعلق کے اعتبار سے، اپنی شخصیت کے اعتبار سے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیمات ہونے کے اعتبار سے اور ایک مشہور اہلِ قلم کے اعتبار سے اُن کا پیش لفظ غور سے پڑھا جائے گا دینی تعلیمی کونسل کی خدمات اور حضرت مولاناؒ کی عظیم شخصیت کے مختلف گوشوں کا بھی اندازہ ہوگا۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا علی میاںؒ کی تحریروں پر کسی مقدمہ اور پیشِ لفظ کی ضرورت نہیں تھی، مولاناؒ کا نام دعوتِ فکر کے لئے کافی تھا لیکن میں نے اپنے اِن دونوں بزرگوں اور کرم فرماؤں کو اپنی تقویت کے لئے زحمت دی۔ میں نے جس کام کا بیڑا اٹھایا تھا اُسے کس حد تک کامیابی سے انجام دیا جاسکا ہے اس کے لئے توثیق اور سند چاہیے۔ اہلِ علم ونظر کے سامنے اس کا اظہار بھی ضروری ہے تاکہ ایک مبتدی کا غیر معروف نام دیکھ کر وحشت نہ ہو بلکہ شروع ہی میں حضرت مولاناؒ کے دینی اور علمی حلقے کی دو ممتاز شخصیتوں کے تمہیدی کلمات کو دیکھ کر اس کا اطمینان ہوجائے کہ مولاناؒ کے سلسلے میں یہ بھی ایک قابلِ غور کوشش ہے۔

اللہ تعالیٰ میرے ان دونوں بزرگوں کو صحت و عافیت نصیب فرمائے۔ اُنکے سایۂ شفقت میں زندگی کے دن گذارنے اور اُن کے فیوض و برکات سے استفادہ کی تادیر توفیق میسّر ہو۔ اس حقیر کو جس طرح نوازا گیا ہے اس کے لئے محض شکریہ کے الفاظ ناکافی ہیں۔ میری کیفیت کی ترجمانی اُن کے بس کی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے ملت اسلامیہ کو ان کی رہنمائی اور سرپرستی میں اطمینان و یکسوئی نصیب ہو۔ حضرت مولاناؒ نے اپنی تحریروں میں جن خطرات کی نشاندہی فرمائی تھی اُن کے سدِ باب کی جو کوششیں ان حضرات کی طرف سے ہورہی ہیں اللہ تعالیٰ انھیں قبول فرمائے۔ حالات کو پرسکون خوشگوار اور مشکلات کو آسان فرمائے۔

آخر میں عرض کرنے کو جی چاہتا ہے اور یہ ایک حقیقت کا اظہار بھی ہے کہ اس سفر میں اگر مخلصین، محبین اور بزرگوں کی رہنمائی اور تعاون مجھے نہ ملتا تو اس کارِ عظیم کی تکمیل آسان نہ ہوتی۔ دینی تعلیمی کونسل کے جنرل سکریٹری

www.abulhasanalinadwi.org

ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب کی اجازت سے میں نے کام کا آغاز کیا۔ دفتر کے پورے عملہ نے میری مدد کی۔ مکتبہ انچارج جناب محمد حسین صاحب نے ذاتی دلچسپی لے کر کمپوزنگ کا مرحلہ سنبھال لیا اور محمد سہیل پروف کی تصحیح میں بڑی صلاحیت سے میرے ساتھ شریک رہے۔ دفتر انچارج کی حیثیت سے قدیم رُکن اور ضعیفی و علالت کے باوجود سرگرمِ عمل قاضی وحید الاسلام صاحب نے مضامین کی فہرست تیار کی۔ حبیب اللہ اعظمی صاحب، عبدالغفار خاں صاحب، حبیب اللہ صاحب، وفا حسین صاحب، مولانا معراج قاسمی صاحب برابر دلچسپی کا اظہار کرتے رہے، طیب اور سفیان نے بھی خوشی سے خدمت انجام دی۔ میں سب کا شکر گذر ہوں۔

ندائے ملّت، الفرقان، صدقِ جدید، تعمیر حیات، معارف، مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام، کتب خانہ ندوۃ العلماء کے ذمہ داران ہر ہر قدم پر میرے ساتھ خلوص اور محبت سے پیش آئے۔ مولانا نذیر احمد نوری صاحب نے آخر کی کمپوزنگ اور طباعت کا بوجھ اٹھالیا۔ عجیب اتفاق ہے، نوری صاحب دینی تعلیمی کونسل کی تشکیل کے بعد اُن چند افراد میں شامل تھے جو والد ماجد مولانا محمود الحسن صاحب (مرحوم) کے ساتھ فقر و درویشی اور بوریہ نشینی کا فیصلہ کر چکے تھے اور ابتدا کی مشکل ترین وادیوں کو عبور کرنے اور سخت ترین مرحلہ کو طے کرنے کے لئے میدان میں سرگرم تھے۔ ایک لمبی مدت تک وہ خدمت انجام دینے کے بعد سبکدوش ہوکر دوسرے کاموں میں مصروف ہو گئے اور جب چالیس برسوں کے بعد میں نے حضرت مولاناؒ کے تعلق سے اِس تحریک و تنظیم کے بکھرے ہوئے نقوش یکجا کرنے کا آغاز کیا تو انھوں نے اپنے تعاون کی پیشکش کر کے ایک بھولی بسری یاد تازہ کردی۔ حضرت مولاناؒ کے خطوط اور والد صاحب کی ڈائری میں بھی اُن کا نام آیا ہے۔ میں ان تمام حضرات کی امداد و اعانت کے لئے شکر گذار ہوں۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

اس مجموعہ کی ضخامت کو دیکھتے ہوئے اس کی طباعت کے مصارف دینی تعلیمی کونسل پر نہیں ڈالے جاسکتے تھے۔کونسل اس کی متحمل بھی نہیں ہے درسی کتابوں سے متعلق اس کا ایک نظام طباعت ہے جو کسی طرح انجام دیا جاتا ہے۔

حضرت مولاناؒ نے اپنی بعض تصانیف کی اشاعت میں پردۂ غیب سے انتظام ہوجانے کا ذکر کیا ہے۔اس مجموعہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔دینی تعلیمی کونسل سے دیرینہ تعلق اس تحریک سے گہری دلچسپی اور حضرت مولاناؒ سے قدیم نیازمندی اور خاندانی روابط نے میرے اعزہ کو اس کے لئے آمادہ کردیا۔اس مجموعہ کی اصل نوعیت اس کی اہمیت اور افادیت اُن کے سامنے تھی انھوں نے فیصلہ کیا کہ حتی الامکان اس کے مصارف کا بوجھ وہ خود اُٹھائیں گے اور یہ بھی طے کردیا کہ اس کی فروخت سے جو رقم دستیاب ہوگی وہ دینی تعلیمی کونسل کو دیدی جائے گی۔جو آئندہ اسی طرح کے کاموں میں صرف ہوگی۔اللہ تعالیٰ ان کے اس جذبۂ دینی کو قبول فرمائے۔سب سے زیادہ تعاون اور حوصلہ افزائی برادرانِ محترم پروفیسر سید بدیع الحسن صاحب، جناب افتخار عالم خاں صاحب اور محبّ اللہ عباسی صاحب کی طرف سے ہوئی۔اللہ نے اِنھیں دین کا درد، ملّت کی فکر اور اسلام کی سچی تڑپ کے ساتھ دنیوی اعزاز ومنصب بھی عطا فرمایا ہے۔اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا بے پناہ شوق اور جذبہ ہے۔انشاء اللہ یہ قبول بھی ہوگا اور آئندہ کے لئے بہتر مواقع بھی میسر آئیں گے۔سب کی صحت وعافیت کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔جس خاندان سے تحریک کا آغاز ہوا تھا اُس کے افراد اس خدمت کے لئے تیار نہ ہوتے تو کون ہوتا۔یہ اُنھیں کا حق تھا جس کی تکمیل کی اُنھیں سعادت نصیب ہوئی۔محمد ارشد عباسی صاحب، محمد اسحاق عثمانی صاحب اور محمد فرید عباسی صاحب دینی تعلیمی کونسل کے رکن ہیں اور اپنے آبائی وطن بستی اور سدھارتھ نگر میں تحریک وتنظیم کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔اللہ قبول فرمائے۔

☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

یہ سب کچھ حضرت مولاناؒ کا فیض اور دینی تعلیمی تحریک کی روحانیت کا مظہر ہے جس کے متعلق خود حضرت مولاناؒ نے اپنے ایک پیغام میں فرمایا تھا۔

"اس ضروری کام میں حصہ لیجئے جس پر ہندوستانی مسلمانوں کا بہ حیثیت امت مسلمہ اور صاحبِ ایمان ملّت کے باقی رہنا منحصر ہے۔"

تلاش و تحقیق کے اس طویل سفر میں حضرت مولاناؒ کی تحریروں کی فراہمی کے سلسلے میں کچھ دوسرے بزرگوں کے مضامین بھی مل گئے جو اس تاریخ کا حصہ ہیں۔ قاضی محمد عدیل عباسی صاحب مرحوم کے سیکڑوں مضامین اخبارات و رسائل میں نظر آئے جنھیں میں نے محفوظ کرلیا۔ ظفر احمد صدیقی صاحب مرحوم (سابق سکریٹری)، ریاض الدین احمد صاحب مرحوم (سابق جنرل سکریٹری و نائب صدر) اور ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب جنرل سکریٹری کے مضامین بھی محفوظ ہیں جو انشاءاللہ حسبِ حالات اور حسبِ توفیق پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے گی۔ سب کچھ اللہ کی عنایت پر منحصر ہے۔

---

اس پوری مہم میں ایک بات بار بار ذہن میں آتی رہی کہ عظیم مسلم دانشوروں اور علمائے کرام کے مشہور خطبات جو تقریباً ایک صدی پر محیط ہیں۔ جو اسی نام سے شائع ہوئے ہیں، اپنے فکری تاثرات، اندازِ بیان اور موضوعات کی اہمیت کے لحاظ سے بڑے دینی، علمی، سیاسی اور سماجی حلقوں کو متاثر کیا ہے اُنھیں سامنے رکھا جائے اور کم از کم یہ دیکھنے کی کوشش کی جائے کہ مذکورہ خطبات کب اور کیسے حالات میں دیئے گئے اور کتنی مدت تک یہ آواز بلند کی جاتی رہی۔ دینی علمی سطح پر اُن کے اثرات کس طرح قائم ہوئے اور عام طور پر

ایسے حلقوں میں وہ کس نظر سے دیکھے گئے۔ اس طرح کے مستقل خطبات کی ایک تاریخ ہے لیکن چونکہ وہ الگ الگ حلقوں کی نمائندگی کرتے رہے اس لئے اُن کا کوئی مکمل تجزیہ اور باہم موازنہ نہیں کیا جاسکا۔ سرسید سے لے کر دورِ جدید تک علمی شخصیتوں کی ایک خوبصورت کہکشاں ہے جو قلب ونظر کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اس میں سرسید کی فکر اور رجحان بالکل منفرد ہے۔ اُن کی دردمندی کی آغوش میں افکار وخیالات کی جیسی پرورش ہوئی تھی اُن کے اظہار میں کہیں کہیں حدود سے تجاوز نظر آتا ہے لیکن فیصلہ ہمیشہ اُن کے حق میں کیا جاتا رہا۔ وہ اندھیرے میں روشنی کی چمک تھے جس سے فیضیاب ہوکر کارواں تلاشِ سحر میں سرگرم اور پھر ہم کنار ہونے کے بعد روشن مستقبل کے واضح امکانات پر مطمئن نظر آتا ہے۔ یہ سرسید کی ایسی خدمت تھی جس میں لغزشیں اور خامیاں تحقیق و تنقید کی راہوں سے گذر کر تاریخ کے دامن میں منہ چھپا کر رہ گئیں۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ایک مختصر جملہ میں طویل فکری رجحان کو سمیٹ لیا ہے ''خطبات احمدیہ دورِ جدید میں اسلامی فکر کا ایک سنگِ میل ہے''۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ

> ''ہندوستان کی تاریخ کا جو دور ۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے شروع ہوکر ۱۹۱۴ء پر ختم ہوتا ہے بعض اعتبار سے اس ملک کی سیاسی اور سماجی زندگی کا اہم ترین باب ہے۔''

سرسید کی شخصیت کے محرکات وعوامل اور اس کی تعمیر وتشکیل اسی دور میں مکمل ہوئی۔ اُن کی فکر کا طویل سفر ۱۸۹۸ء میں ختم ہوا تو صرف ایک بات عیاں تھی کہ تفسیر وعلم کلام کی منزلوں سے گذرتا ہوا یہ قافلہ اپنی منزلِ مقصود پر پہونچا تو فضائے آسمانی میں تاریخ کا یہ فیصلہ گونج رہا تھا کہ اگر یہ بندۂ خدا اپنے اوپر

www.abulhasanalinadwi.org

اعتراضات کی بوچھار اور فتووں کی یلغار کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنی تعلیمی تحریک میں اپنی جان کا سرمہ نہ بناتا تو کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ قافلہ کہاں کہاں بھٹکتا اور کس منزل پر پہونچ کر ہمیشہ کے لیے دم توڑ دیتا۔

سرسید کا ذکر اس سلسلے میں ناگزیر اسی لئے سمجھا گیا کہ اُس وقت بھی حالات کے بہاؤ میں کشتی کی حفاظت کا ذریعہ تعلیم اور دینی ذہن ومزاج کو ہی قرار دیا گیا تھا اور پوری ایک صدی گذر جانے کے بعد آزاد ہندوستان کے نئے حالات میں عقیدۂ توحید کی حفاظت کے لئے، تعلیم کے رجحانات کو فروغ دینے کے لئے، ذہن وفکر کی نئے سرے سے دینی خطوط پر تربیت کے لئے عصری اور دینی تعلیم کے خوشگوار امتزاج کو عنوان بنا کر قافلہ کی نئی ترتیب قائم کی گئی اور ۱۹۵۹ء میں دینی تعلیمی کونسل کی تشکیل کے بعد یہی اعلان کیا گیا۔ تحریک کے بانی قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم کی شخصیت کے اجزائے ترکیبی میں سرسید کی فکر کا دخل رہا ہے اس کی معنوی اور روحانی لطافتوں کا اثر قاضی صاحب نے قبول کیا تھا وہ ۱۹۲۰ء کے ''سینئر اولڈ بوائے'' تھے۔ حالات کا تجزیہ کر کے عزم وہمت سے فیصلہ کا اظہار اور بے یقینی کی کیفیت اور بے سروسامانی کی حالت میں ادائے قلندرانہ اور جرأتِ رندانہ سے سفر کا آغاز سرسید کی تعلیمی تحریک کا بھی روشن عنوان تھا اور دینی تعلیمی کونسل کا امتیاز اور اس کی شناخت بھی یہی رہی ہے۔ دونوں تحریکات میں ایک قدر مشترک صاف نظر آتی ہے۔

حضرت مولانا علی میاںؒ سرسید کے بعض، مذہبی افکار وخیالات سے متفق نہیں تھے لیکن مسلم یونیورسٹی کے معاملات ومسائل سے فکر مند، اس کی تعلیمی تحریک کے مثبت پہلوؤں کے مؤید اور اس ملک کے جدید اور خاص نوعیت کے ذہن ومزاج کے پروردہ حالات میں مسلمانوں کے تشخص کی پناہ گاہ تصور

www.abulhasanalinadwi.org

کرتے تھے۔ دینی تعلیمی کونسل کے صدر کی حیثیت سے مولاناؒ نے اپنے آخری خطبہ میں جو مسلم یونیورسٹی کے کنیڈی ہال میں دیا گیا تھا اس رشتہ پر روشنی ڈالی تھی۔

سر سید نے کہا تھا:

''کوئی قوم جس کو اپنے بچوں اور قوم کی ترقی کی خواہش ہو، جب تک وہ تعلیم کو اپنے ہاتھ میں نہ لیوے اسکا پورا ہونا غیر ممکن ہے۔

مسلمانوں کو یہ شرم نہیں آتی کہ مشینری تعلیم گاہوں میں وہ اپنے لڑکوں کو بھیجتے ہیں ان کو جوش پیدا نہیں ہوتا ان کو غیرت نہیں آتی۔''

دینی تعلیمی کونسل کی آزاد خود کفیل معیاری پرائمری مکاتب کی تحریک، تعلیمی نظام کو اپنے قابو میں رکھنے کی فکر اور عصری اداروں میں زیر تعلیم طلباء کے لئے صباحی اور شبینہ درجات کا نظام بالکل اُسی انداز کا ہے جس کا اظہار سر سید نے کیا تھا۔ مولانا علی میاںؒ کے خطبات اور تقریروں میں یہ بات نمایاں ہے۔ اس تحریک نے بھی گذشتہ پچاس برس میں ایک نسل کی تربیت اور اُردو کی بقاء و حفاظت کا فریضہ انجام دیا ہے۔ سر سید نے بھی یہی خدمت انجام دی تھی۔

سر سید کے تعلق سے یہ گفتگو طویل ہوگئی۔ مقصد صرف یہ تھا کہ علمی خطبات اور تقاریر و مضامین کی تاریخ میں سر سید کی فکر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ باہمی ربط میں ایک رشتہ اور فکر میں ایک مماثلت کی بنا پر بات کہیں سے کہیں پہونچ گئی۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اس ملک کی سیاسی اور سماجی زندگی کا اہم ترین باب ۱۹۱۴ء پر ختم کیا ہے اور یہ بالکل اتفاق ہے کہ وہیں سے ایک نئے دور کا آغاز بھی ہوتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

وہ ایک ہنگامی دور تھا۔ ملت اسلامیہ کے سامنے بین الاقوامی سطح پر نئے چیلنج تھے۔ اسی وقت افق پر مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت ابھری۔ صرف چوبیس سال کی عمر میں انھوں نے الہلال کا جو صور پھونکا تھا اس کی صدائے حریت سے ایوانِ برطانیہ کے در و بام لرز رہے تھے۔ ہندوستان میں اِس آواز کی گونج دلوں کو توانائی تقویت پہونچا رہی تھی۔

۱۹۱۴ء نے علامہ شبلی کو الوداع بھی کہا اور مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا استقبال بھی کیا۔ مولانا آزاد کی جراٗتِ اظہار اور مستیِ کردار کا مشاہدہ بھی کیا۔ جنگ عظیم کی ہولناکی بھی دیکھی۔ جنگ بلقان کے خونیں مناظر کے اثرات بھی نمایاں ہوئے۔ پان اسلام ازم کا نعرہ بھی بلند ہوا اور اسلامی اتحاد کی دعوت بھی دی گئی۔

''خطباتِ آزاد'' میں پہلا خطبہ مولانا آزاد نے ۱۹۱۴ء میں اسلامی اتحاد کے عنوان سے دیا تھا۔ یہ ایک طویل خطبہ ہے جو چھبیس برس کے نوجوان کی فکروں کا ترجمان ہے جس میں علم و آگہی کے دریا بہائے گئے ہیں۔ خواجہ احمد فاروقی نے لکھا ہے کہ ''مولانا آزاد نے لکھنا اُسی طرح سیکھا تھا جیسے مچھلی تیرنا سیکھتی ہے''۔ آبِ رواں سے مچھلی کا جو رشتہ خالقِ کائنات نے قائم کیا اسی ذاتِ واحد نے مولانا آزاد کو ماہیِ بے آب بنا کر نمایاں کیا تو درد و تڑپ کا ایسا مظاہرہ ہوا اور دل سے ایسی آہِ دلخراش بلند ہوئی کہ دیکھنے اور سننے والے بھی تڑپ کر رہ گئے۔

> ''وقت تو وہ آگیا ہے جب گونگے بولنے لگیں، اندھے دیکھنے لگیں، لنگڑے چلنے لگیں اور بہرے سننے لگیں، کیونکہ اسلام اپنے ہر پیرو سے اس کے آخری فرض کا طالب اور اس شئے کا خواستگار ہے جس کے بعد اس کے ذمہ اور کچھ باقی نہ

www.abulhasanalinadwi.org

رہے گا اور وہ توحید الٰہی کے حق سے سبکدوش ہو جائے گا۔ پس
جو زبان بول نہیں سکتی اس کو بھی بولنے کی سعی کرنی چاہئے اور
جو قدم نہیں اُٹھ سکتا اس کو بھی چلنے کے لئے اٹھنا چاہئے۔"

یہ خطبہ، مولانا کی بصیرت کا آئینہ دار ہے۔ اس میں اتحاد اسلامی کا بین الاقوامی تصور پیش کیا گیا ہے۔ اسلام کی آفاقیت کو نمایاں کرتے ہوئے عالمگیر اخوت کی دعوت دی گئی ہے اور اس پر زور دیا گیا ہے کہ "دنیا کے تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں مگر یہ رشتہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔"

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپ کے سازشی ذہن کے تار و پود مولانا نے بکھیر کر رکھ دیئے ہیں اور نہایت مومنانہ شان سے اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے اسلام کی مدافعت کا فریضہ بھی انجام دیا ہے۔ مولانا کی فکر کا دائرہ اس خطبہ میں بہت وسیع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے اُن سارے مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اس وقت درپیش تھے۔

۱۸۹۸ء میں سرسید کے رخصت ہو جانے کے بعد مسلم یونیورسٹی کا مسئلہ بھی اہمیت اختیار کر گیا تھا۔ ۱۹۲۰ء میں اُسے یونیورسٹی کا درجہ مل سکا لیکن اس مدت میں اکابرین ملّت کو جن کیفیات سے دوچار ہونا پڑا اس کا اظہار مولانا کے اسی خطبہ میں کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو مقاصد کے اعتبار سے اتحادِ فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ سرسید کے بعض معتقدات اور مسلم یونیورسٹی کی تحریک کے بعض نظریات سے مولانا کو اختلاف تھا لیکن وہ اس اعلیٰ مقصد پر حاوی نہیں ہو سکا جس کا تعلق ہندوستان میں مسلم یونیورسٹی کے قیام سے تھا جس کے لئے سب کے دل و دماغ میں ایک خوبصورت تصور کارفرما تھا، ایک خواب تھا جس کو شرمندۂ تعبیر کرنے کا جذبہ عام تھا۔ مولانا آزاد نے اس خطبہ میں اس کا ذکر بھی

www.abulhasanalinadwi.org

بڑے دل نشیں انداز میں کیا ہے۔

"سب سے مقدم امر یہ ہے کہ ہمیں علی گڑھ میں ایک یونیورسٹی بنانی ہے۔ اس کے لئے تیس لاکھ روپیہ جمع کرنا ہے مسلم یونیورسٹی ہمارے قومی مقاصد کا اصلی نصب العین کعبۂ علی گڑھ کے شب زندہ داران عبادت کی چہل سالہ تہجد گذاری کی مراد، آرزو اور ہمارے رہنمائے اول کی دی ہوئی شریعتِ تعلیم کا یوم تکمیل ہے۔"

نصف صدی کے بعد حضرت مولانا علی میاںؒ کی آواز بلند ہوئی جس میں اختلافِ فکر کے باوجود مسلم یونیورسٹی کی افادیت اور ہندوستان میں اس کی ضرورت اور اہمیت اور اس سلسلے میں خطرات کی نشاندہی اور اُن کے اثرات سے اس ادارہ کو محفوظ رکھنے کی دعوت کا اظہار ہوا۔ نظامِ تعلیم کے نقائص کو بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا نے ۱۹۷۳ء میں مسلم یونیورسٹی کے افتتاحی خطبہ میں اپنے نقطۂ نظر کو بیان فرمایا ہے

"میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو ایک ایسا قیمتی ملّی اثاثہ سمجھتا ہوں جس پر مرفہ الحال اور با اثر ہندوستانی مسلمانوں کی بہترین ذہنی صلاحیتیں اور توانائیاں صرف ہوئی ہیں۔ اقلیتی کردار کی حفاظت اور مولانا شبلی کے الفاظ میں

کہ ایں سرشتۂ تعلیم مادر دستِ ما باشد

کے عمل میں آنے کو شروع سے ایک ملّی خدمت سمجھا اور اس سلسلے میں اس کے بانی کے بعض افکار و تصورات سے اختلاف رکھنے کے باوجود کبھی تعاون میں دریغ نہیں کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

یہ وہ زمانہ تھا جب ۱۹۶۵ء کے یونیورسٹی ایکٹ کے مطابق اس کا اقلیتی کردار اور اس کا خصوصی امتیاز ختم کردیا گیا تھا اور پورے ملک کے مسلمانوں میں ایک ایسی بے چینی تھی کہ بقول حضرت مولانا علی میاںؒ

''اس پس منظر میں یونیورسٹی کے بہی خواہوں کو یہ نظر آنے لگا تھا یہ ترمیمی ایکٹ کمیونسٹوں کی آرزوؤں کی تکمیل اور یونیورسٹی پر حکومت کے ذریعہ اُن کے اقتدار کی ضمانت ہے۔''

حضرت مولانا نے اپنے خطبۂ افتتاحیہ میں فرمایا تھا۔

''اگر ہماری تعلیم گاہیں کلّیۃً حکومت کے اختیار اور اقتدار میں آجائیں، وہاں ایک ہی طرح کا فلسفہ پڑھایا جانے لگے، ایک ہی طرح کے ماڈل تیار ہوں۔ ایک ہی سیاسی پارٹی اور اس کے مقاصد کا ان کو نقیب اور نقارچی بنادیا جائے، وہاں کے اساتذہ اور تعلیمی منتظم سرکار دربار کے چشم و ابرو کے اشارے کو دیکھنے والے ہوں تو پھر اس ملک کو تباہی سے بچایا نہیں جاسکتا۔''

مولانا نے ایک لطیف چٹکی لیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ

''بعض غیر مسلم دانشوروں اور پرفیسروں کو اس پر تعجب ہوا کہ ایک مولوی کی کمزور اور مریض آنکھ نے اس خطرہ کو اتنی دور سے کیسے دیکھ لیا۔''

ان بیانات کی روشنی میں دینی تعلیمی کونسل کے خودکفیل نظامِ تعلیم کی تحریک ودعوت کی اہمیت کو آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا ابوالکلام آزاد کے خطبات کا سلسلہ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۴۸ء تک جاری رہا۔ ان میں مولانا کی پوری شخصیت جلوہ گر ہے۔ اُن کی فکر و نظر کے مختلف زاویے ان خطبات میں تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ ان میں ماضی کی عظمتیں، حال کی اذیتیں اور مستقبل کی بشارتیں صاف نظر آتی ہیں۔ اندازِ خطابت، زورِ صحافت، سیاست، معاشرت، دین و ملت کے ساتھ زبان و ادب کی لطافت سب کچھ موجود ہے۔ عزم و حوصلہ بھی ہے۔ عروجِ آدم خاکی کے شواہد بھی ہیں اور زوالِ بندۂ مومن اور قومِ مسلم کے فکری انحطاط کی داستانِ دردانگیز بھی ہے۔ آزادیٔ ہند کا جذبۂ شہادت بھی ہے اور اس کے حصول کے لئے فرقہ وارانہ اتحاد کی ضرورت کا اظہار بھی ہے ۱۹۲۳ء اور ۱۹۴۰ء میں کانگریس کے صدر کی حیثیت سے جو خطبات ہیں اُنھیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اُس وقت مولانا کی مخصوص زبان لب و لہجہ اور انداز و اسلوب سے ذہن مانوس نظر آتے ہیں لیکن ملک آزاد ہوتے ہی یہ بساط اُلٹ جاتی ہے، ہر چیز اجنبی ہو جاتی ہے۔ جس زورِ بیان پر سردھڑ کی بازی لگائی جاتی تھی اور جس زبان کے نغمے دلوں کو بیدار کر دیتے تھے وہی زبان اور اس کا عظیم ترجمان ملک و ملّت دونوں سطح پر آسانی سے فراموش کر دیئے گئے۔ اکتوبر ۱۹۱۴ء میں اتحادِ اسلامی کی دعوت دیتے ہوئے کہا گیا تھا

> ”اگر یہ سچ ہے کہ ایک خنجر اسلام کے قلب میں پیوست کر دینے کے لئے تیز کیا جارہا ہے تو کیا مضائقہ اگر ہم کسی ڈھال کی تیاری میں مصروف ہوں۔“

مولانا خود ساری عمر ڈھال کی تیاری میں مصروف رہے اور اسی کی دعوت دیتے رہے۔ دین و ملّت اور قومی وحدت و سالمیت کے لئے آواز بلند

www.abulhasanalinadwi.org

کرتے رہے لیکن پورے چونتیس برس کی گردشِ لیل ونہار کے بعد اکتوبر ۱۹۴۷ء میں جامع مسجد دہلی کے منبر پر آخری مرتبہ یہ آواز گونجی اور خاموش ہوگئی۔ مولانا کے اس خطبہ میں حالات کا ماتم، اپنی ملت کا شکوہ، وطنِ عزیز کی آزادی کی خوشی میں اس کی تقسیم کا کرب، مستقبل کے خطرات، اتحاد و یگانگت کے پارہ پارہ ہوجانے کا خطرناک منظر نئے ہندوستان کی تعمیر میں حق تلفیوں کے امکانات کے روشن اشارے موجود ہیں۔

"میں نے تمھیں پکارا تم نے میری زبان کاٹ لی، میں نے قلم اٹھایا اور تم نے میرے ہاتھ قلم کردیئے میں نے چلنا چاہا تم نے میرے پاؤں کاٹ دیئے میں نے کروٹ لینی چاہی تم نے میری کمر توڑ دی...... تم نے میری صدا سے نہ صرف احتراز کیا بلکہ غفلت وانکار کی ساری سنتیں تازہ کردیں۔ نتیجہ معلوم کہ آج اُن ہی خطروں نے تمھیں گھیر لیا ہے جن کا اندیشہ تمھیں صراطِ مستقیم سے دور لے گیا تھا۔"

درد وغم کی اس داستانِ طویل کے اختتام پر بے چین قلب ونظر کی تقویت اور خوف وہراس کے عالم میں بکھری ہوئی امتِ مسلمہ کی ڈھارس کے لئے فضاد ماحول کی خطرناکیوں کے درمیان یہ آواز بھی بلند ہوئی۔

"اپنے حواس پر قابو رکھو، اپنے گرد وپیش اپنی زندگی خود فراہم کرو۔ یہ منڈی کی چیز نہیں کہ تمھیں خرید کر لادوں، یہ تو دل کی دوکان ہی میں سے اعمالِ صالحہ کی نقدی سے دستیاب ہوسکتی ہے۔"

مولانا اس کے بعد دس سال زندہ رہے لیکن اس احساس کے ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

''میں ایک جمود ہوں یا ایک دور افتادہ صدا جس نے وطن
میں رہ کر بھی غریب الوطنی کی زندگی گذاری ہے''

اس کے باوجود مولانا کے خطبات کو ملک وملّت کی تاریخ میں نظر انداز کر دینا آسان نہیں ہے۔

ملک کی آزادی اور تقسیم کے واقعات ایک ساتھ پیش آئے اور اسی لئے فکر وخیال کی بہت سی گرہیں الجھتی چلی گئیں۔ جنگِ آزادی میں مسلمانوں کی خدمات اور ایسی عظیم شخصیات کو بھی یکسر فراموش کر دیا گیا اور اُن کی طرف سے آنکھیں بند کر لی گئیں جن کے چہروں پر ابھی تک حریتِ فکر اور آزادیٔ کامل کے نقوش تابندہ تھے۔ تقسیم کی آگ میں اپنے ملک کا چمنستان خاکستر ہو گیا جانبازوں کے خون سے انگریزوں کے دامن سرخ ہوتے تھے اور ہندو مسلم اتحاد کے نعرۂ انقلاب سے فضائے آسمانی گونجنے لگتی تھی لیکن بدلے ہوئے حالات میں آزاد ہندوستان کی نئی تاریخ کے پہلے باب کی پہلی سطر خود اپنے بھائیوں کے خون سے رقم کی گئی اور اس کو آزادیٔ وطن کا سب سے بڑا ثمرہ قرار دیا گیا۔ چشم زدن میں سب کچھ بدل گیا۔ تعلیم اور تہذیب کی نئی معنویت تلاش کی گئی۔ مسلمانوں کا ملّی تشخص اعتراضات کے دائرے میں آ گیا اور اس کے سامنے ''قومی دھارے'' کی ناقابلِ فہم اصطلاح اس اصرار کے ساتھ پیش کی گئی کہ اب مستقبل میں اس پر عمل لازمی ہوگا۔

اس صورتِ حال میں مولانا آزاد خود کو ''جمود اور دور افتادہ صدا'' کہہ کر خاموش ہوئے تھے کہ اچانک اُسی اندھیرے میں روشنی کی ایک کرن نظر آئی۔ ساکت فضا کو چیرتی ہوئی اُسی طوفانِ بلاخیز میں مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت اُبھر کر سامنے آئی۔ عزم واستقلال دینی غیرت وحمیت اور جرأتِ ایمانی

www.abulhasanalinadwi.org

سے لبریز ایک آواز گونجی اور گردوپیش کو اپنی جانب متوجہ کرلیا۔ مولانا عملی سیاست سے دور تھے لیکن مسلم لیگ اور تقسیم کی تحریک کو ملک کے لئے مضر سمجھتے تھے۔ وہ سچے محب وطن کی حیثیت سے اُس وقت بھی مسائل کو دیکھتے تھے اور اُس کے بعد پوری عمر اِسی رجحان وفکر کا مظاہرہ ہوتا رہا۔

"ہم لوگ حجاز میں تھے اور مدینہ طیبہ میں رمضان اپنی پوری برکتوں اور مدنی خصوصیات کے ساتھ گذر رہا تھا کہ رمضان ہی میں (۱۵ راگست ۱۹۴۷ء) کو ہندوستان کی تقسیم اور ہندوستان وپاکستان دو جمہوریتوں کے قیام کا اعلان ہوا اور یہاں وہ قیامتِ صغریٰ قائم ہوئی جس کی خبریں اخبارات وخطوط کے ذریعہ ہم لوگوں تک پہونچتی رہیں۔

ہم لوگ جس دن لکھنؤ پہونچے اسی دن (۳۰ رجنوری ۱۹۴۸ء) گاندھی جی کے قتل کا واقعہ پیش آیا جس سے دفعتاً (خواہ وقتی طور پر) پورے ملک کی فضا بدل گئی اور مسلمانوں کے لئے دلوں میں ایک نرم گوشہ پیدا ہوگیا، کم سے کم وہ جوش واشتعال ختم ہوگیا جس نے غور وفکر کی صلاحیت اور انسانیت وہم وطنی کے احترام کو بالکل دبا رکھا تھا۔"

لیکن فکری انقلاب کی جو داغ بیل ڈال دی گئی تھی اس کے اثرات نمایاں ہورہے تھے اور مسلمانوں کو ایسے "مشفقانہ اور دانشورانہ مشورے" دیئے جاتے تھے کہ بقول مولانا علی میاںؒ جیسے اس ملک کے سارے مسلمان طفلِ مکتب ہیں۔ اُن کے ملّی تشخص اور جداگانہ تہذیب کا مذاق اُڑایا جاتا، اُردو کے لئے دیوناگری رسم الخط اختیار کرنے کا مشورہ دیا جاتا اور ہندوستان کی

www.abulhasanalinadwi.org

قدیم مذہبی تاریخ سے رشتہ جوڑنے پر اصرار کیا جاتا۔ مولاناؒ نے تحریر فرمایا ہے

''جس ذہنی ونفسیاتی کیفیت سے اُس وقت کے مسلمان دوچار تھے اس میں یہ اعتراضات وطنزیات زخم پر نمک چھڑکنے کے مرادف تھے۔ اس کارِ خیر میں ہمارے صوبۂ اتر پردیش کے دو ذمہ دار بزرگ بابو پرشوتم داس ٹنڈن اور سمپورنا نند جی پیش پیش تھے۔ میں نے اِن دونوں کے جواب میں صاف اور دوٹوک انداز میں مضامین لکھے۔

''ایک ایسی فضا میں کہ کسی ملّت پر معنوی و ذہنی محاذ سے حملے ہو رہے ہوں اور اس میں جواب دینے کی بھی پوری جرأت نہ ہو اس طرح کے مضامین وخطابات افادیت وتاثیر سے خالی نہیں۔''

حضرت مولانا علی میاںؒ جنوری ۱۹۴۸ء کی آخری تاریخوں میں ہندوستان واپس ہوئے تو ''یہاں کی دنیا ہی بدلی ہوئی تھی۔ مسلمان احساس کہتری اور مایوسی کا شکار تھے'' مولاناؒ نے محسوس کیا

''اُن کے قومی قائدان کو بے یار ومددگار چھوڑ کر چلے گئے تھے، اپنے پیغام و دعوت اور اپنی ضرورت و افادیت کی انقلاب انگیز اور ناممکن کو ممکن بنادینے والی اس طاقت سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے جو اُن میں بحیثیت صاحبِ دعوت صاحبِ کردار ملّت کے ودیعت تھی ان کو ہندوستان میں کوئی روشنی نظر نہیں آتی تھی اور وہ ایک تحیّر کے عالم میں تھے۔''

مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی اکتوبر ۱۹۴۷ء میں جامع مسجد سے

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

''مسلمان اور بزدلی یا مسلمان اور اشتعال ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔ سچے مسلمانوں کو نہ تو کوئی طمع ہوسکتی ہے اور نہ کوئی خوف ڈرا سکتا ہے چند انسانی چہروں کے غائب از نظر ہوجانے سے ڈرو نہیں انھوں نے تمھیں جانے کے لئے اکٹھا کیا تھا آج انھوں نے تمہارے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ہے تو یہ عیب کی بات نہیں۔ یہ دیکھو، تمہارے دل تو اُن کے ساتھ ہی رخصت نہیں ہوگئے، اگر دل تمھارے پاس ہیں تو اُسے خدا کی جلوہ گاہ بناؤ۔''

اس میں کوئی شبہ نہیں اگر مولانا آزاد اُس وقت اِس ثابت قدمی پامردی اور جرأت و استقامت کا مظاہرہ نہ فرماتے تو مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جاتا۔ اُن کے ایک ایک جملے نے انھیں سہارا دیا اور مولانا نے طوفان کا رُخ موڑ دیا لیکن اُس کے بعد ملّتِ اسلامیہ کا تھکا ماندہ قافلہ مفکر اسلام مولانا علی میاںؒ کی دینی قیادت میں نئے سرے سے ترتیب دیا گیا۔ حالات سنگین تھے لیکن مولانا نے جمود کے بجائے حرکت و عمل کا پیغام دیا۔ دور افتادہ صدا کے بجائے بانگِ رحیل کا فریضہ انجام دیا۔ پہلی جنگِ عظیم سے ملک کی آزادی تک قیادت کے منصب پر مولانا آزاد جلوہ افروز تھے لیکن آزاد ہندوستان میں مسائل و مشکلات میں گھری ہوئی ملّت کی قیادت مولانا علی میاں نے انجام دی اور اس طرح انجام دی کہ اُن کے بعد۔

منصب شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا

۲۶ راگست ۱۹۴۸ء کو ''مختلف مکاتبِ خیال کے دردمندوں'' کا

www.abulhasanalinadwi.org

اجتماع دار العلوم ندوۃ العلماء میں طلب فرمایا اور اس میں پوری وضاحت سے مسائل کا تجزیہ کیا مولانا نے اپنے خطبہ سے ایک نئی تاریخ مرتب کردی۔

''الحمدللہ خاصی تعداد میں مدعو حضرات تشریف لائے اور میں نے تمہیدی طور پر ان کے سامنے اپنا وہ مضمون پڑھا جو میں نے اس اجتماع کے لئے درد وتاثیر کی ایک خاص حالت میں لکھا تھا۔''

''اس مضمون میں پہلے ماضی کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ ساتھ ہی مسلمانوں کی اس قوتِ مدافعت اور ملی غیرت پر بھی روشنی ڈالی گئی جس نے انگریزوں کے دور کے اثرات کا مقابلہ کیا۔ نئے دور کے خطرناک پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا۔ حالات کے روشن پہلوؤں کو بھی نمایاں کیا گیا۔ امت کی داعیانہ وقائدانہ حیثیت سے پردہ اٹھایا گیا اور یہ بتایا گیا کہ یہ طاقت آج بھی معجزے دکھا سکتی ہے۔ آزاد اسلامی درسگاہوں کی ضرورت کی طرف بھی توجہ دلائی گئی۔ آخر میں حرفِ آخر کے طور پر مضمون کو اس پیغام پر ختم کیا گیا۔

حضرات! ان غیبی امدادوں اور قدرتی انتظامات کے ساتھ جو اسلام کی دعوت کے لئے راستہ صاف کر رہے ہیں اور ایک صاحبِ دعوت اور صاحبِ عزم وایمان جماعت کے مستقبل کو درخشاں سے درخشاں تر بنا رہے ہیں، مستقبل سے ہراس یا اللہ کی رحمت سے یاس کی کوئی گنجائش نہیں معلوم ہوتی، پھر جو مجمع اس وقت سامنے ہے اس کو دیکھ کر یہ باور نہیں آتا کہ جس

www.abulhasanalinadwi.org

ملک میں اتنے صاحبِ فہم وفراست اور صاحبِ حمیت مسلمان بھی ہوں اس سے اسلام مٹ سکتا ہے۔

اگر مخلصین کی ایک جماعت اب بھی صدیقیت کے ادنیٰ پرتو کے ساتھ کہہ اُٹھے کہ کیا ہمارے جیتے جی ہندوستان سے دین مٹ سکتا ہے؟ تو یقین مانئے کہ ہرگز نہیں مٹ سکتا بلکہ اس کی کامیابی، استحکام واشاعت کے لئے وہ نئی نئی راہیں کھلیں گی جو کسی کے وہم وگمان میں نہیں۔''

حضرت مولانا کا یہ طویل اقتباس اس لئے ضروری تھا کہ وہ ایک ایسی تاریخ کا اہم حصہ ہے جو ماضی کی المناکیوں اور مستقبل کی خطرناکیوں کے درمیان جرأتِ ایمانی کی روشن بشارت بن کر نمودار ہوئی ہے۔ مولانا کی پوری زندگی عزم اور حوصلے سے عبارت تھی۔ انھیں اپنی ملت کی صلاحیتوں کا اندازہ اور قدرتِ خداوندی کے کرشموں پر یقین واعتماد تھا۔ فکروخیال کی یہی دو قوتیں تھیں جن سے مولانا نے عرب وعجم میں کام لیا ور اپنی دینی وملّی قیادت کا نقش قائم کردیا۔

۱۹۴۸ء میں حضرت مولانا نے ''آزاد اسلامی درسگاہوں کی ضرورت'' کی طرف اشارہ کیا تھا قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم نے خاموشی کے ساتھ آزاد خودکفیل مکاتب کی تحریک کا آغاز ۱۹۴۶ء میں کیا تھا۔ یہی تحریک مولانا علی میاںؒ اور مولانا منظور نعمانیؒ کے اصرار پر آگے بڑھی اور بستی میں ۱۹۵۹ء کی تاریخی کانفرنس میں دینی تعلیمی کونسل کے قیام کے بعد اسی کے زیر اہتمام پورے صوبۂ اترپردیش میں پھیل گئی۔

اس پورے دینی، سیاسی اور ملّی تاریخ کا پس منظر بیان کرنے کا

www.abulhasanalinadwi.org

مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ دینی تعلیمی کونسل کی تحریک وقتی اور ہنگامی نوعیت کی تحریک نہیں تھی بلکہ اس کا تصور ایک عظیم تاریخ سے وابستہ رہا ہے۔ ایک ایسی تاریخ جس نے اپنے دامن کو پہلے بھی پھیلایا تھا اور اب بھی وہ حالات اور گردوپیش کو اپنی گرفت میں رکھنا چاہتی ہے۔ اس کے مثبت انداز کو قبول کرنے کے ساتھ اس کے منفی رجحانات پر نظر رکھنے اور اس کی روشنی میں سفر، سمت رُخ اور منزل کا تعین کرنے کا فریضہ دینی تعلیمی کونسل نے انجام دیا ہے۔ اس تحریک کے آغاز وارتقا میں اقبال کا یہ نعرۂ مستانہ اور پیام قلندرانہ گونجتا رہا ہے اور اتفاق یہ کہ حضرت مولاناؒ اور قاضی صاحب مرحوم دونوں اقبال کے فکر و پیغام کے قدرداں رہے ہیں۔

آفتابِ تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہوا
آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

حضرت مولانا کے خطبات پر مشتمل زیر نظر مجموعہ ''تکبیر مسلسل'' میں تاریخی انکشافات کے ساتھ ماضی کی عظمتیں، حال کی کلفتیں، مستقبل کی بشارتیں اور دینی تعلیمی کونسل کی تحریک کی افادیت اور اس کی رفعتیں واضح، روشن اور نمایاں ہیں۔

خال محترم قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم نے تحریک کا آغاز کیا تھا تو میرے والد ماجد مولانا محمود الحسن صاحبؒ تنہا اُن کے رفیقِ سفر تھے۔ اکثر فرماتے تھے اگر مولانا محمود الحسن میرے ساتھ نہ ہوتے تو اس کام کی تکمیل مشکل ہوجاتی۔ بعد میں جب مولانا علی میاںؒ کی قیادت، مولانا منظور نعمانی کی قربت، ظفر احمد صدیقی (مرحوم) کی مستقل شرکت، مولانا محمد ہاشم میاں فرنگی محلی، ریاض الدین احمد صاحب (مرحوم) اور ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

کی رفاقت اور مخلصین کی جماعت میسر آگئی اور سرسید کی طرح اہلِ علم ونظر کی ایک بڑی تعداد تحریک میں شامل ہوگئی تو قاضی صاحب اکثر اقبال کا یہ شعر خوش ہوکر پڑھتے تھے

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں

---

اکابرینِ ملت اور علمائے کرام کے خطبات کی تاریخ میں مولانا سید سلیمان ندویؒ کے خطبات مدراس (۱۹۲۵ء) اقبال کے خطبات (۳۴-۱۹۳۰ء) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے خطبات (۱۹۴۰ء) اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے خطبات بہاولپور (۱۹۸۰ء) کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

سید صاحبؒ کے خطبات مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن آف انڈیا مدراس کی دعوت پر دیئے گئے تھے۔ سیرت کے موضوع پر یہ آٹھ خطبات ہیں جن کے متعلق مولانا علی میاںؒ نے لکھا ہے

"حسنِ تعبیر اور اندازِ بیان کا شاہ کار نمونہ ہے۔ فنِ سیرت کے موضوع پر پورے اسلامی ذخیرۂ معلومات کا عطر اور نچوڑ ہے۔"

مولانا شبلی نعمانی کو اس کا غم تھا کہ سیرت النبیؐ کی تکمیل نہیں کر سکے۔ آخری وقت میں جب سید صاحب اُنکے پاس پہونچے تو اُن کے ہاتھ پکڑے ہوئے بار بار کہتے رہے سلیمان سیرت سلیمان سیرت۔ یہ اُس عظیم تصنیف کی ترتیب و تکمیل کا اشارہ اور اُس دینی خدمت کو انجام دینے کی خواہش تھی۔ سید صاحبؒ نے اس کام کو اپنے ہاتھوں میں لیا تو شبلی کی روحانیت جاگ اٹھی۔ سیرت النبیؐ کی مکمل تالیف وجود میں آگئی اور دس سال بعد موقع آیا تو خطباتِ مدراس میں محاسنِ سیرت کے موتی پرو دیئے۔ مدراس کے اخبارات ہندو اور ڈیلی ایکسپریس ان خطبات کے اقتباس ترجمہ کر کے شائع کرتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی صاحب ندوی (شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے خطبات مدراس کے متعلق لکھا ہے

"حقیقت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ہمہ جہت شخصیت اور عبقریت کو پیش کرتی ہے اور عالمِ انسانیت کے لئے ایک تاریخی، کامل، جامع قابلِ تقلید حسین وجمیل اسوہ ونمونہ بنا کر سامنے لاتی ہے۔ خطباتِ مدراس ان کو ایک عظیم الشان جلیل القدر اور ماہرِ فن سیرت نگار کی حیثیت سے پیش کرتی ہے۔"

اقبال کے خطبات بھی (The Reconstruction of Religious thought in Islam) کے عنوان سے مدراس میں دیئے گئے تھے۔ "فکرِ اسلامی کی تشکیل جدید" کے نام سے ان کا اُردو ترجمہ ہوا۔ اُن کے صاحبزادہ محترم جسٹس جاوید اقبال نے لکھا ہے۔

"یہ خطبات دراصل ان مسلمانوں کے لئے تحریر کئے گئے تھے جو نئی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔"

مولانا علی میاںؒ نے اقبال سے اپنی گہری وابستگی اور عالمِ اسلام کو ان کی شخصیت اور شاعری سے روشناس کرانے کے باوجود اُن کے خطبات سے اتفاق نہیں کیا

"اُن کے مدراس کے خطبات میں بہت سے ایسے خیالات وافکار بھی ہیں جن کی تعبیر وتوجیہہ اور اہلِ سنت کے اجتماعی عقائد سے مطابقت مشکل ہی سے کی جاسکتی ہے۔ یہ لکچر شائع نہ ہوئے ہوتے تو اچھا تھا۔"

یہی رائے مولانا سید سلیمان ندویؒ نے بھی ظاہر کی ہے۔ لیکن انھیں

www.abulhasanalinadwi.org

خطبات میں دینی تعلیمی کونسل کے موقف کے لحاظ سے ایک معنیٰ خیز جملہ بھی نظر آ گیا۔ تیسرا خطبہ ''خدا کا تصور اور دعا کا مفہوم'' کے عنوان سے ہے اس میں ایک جگہ یہ جملہ موجود ہے۔

''حقیقت یہ ہے کہ علم کی جستجو بنیادی طور پر عبادت ہی کی ایک شکل ہے۔''

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے خطبات ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئے تھے۔ ۱۹۳۸ء میں مولانا پٹھان کوٹ دارالسلام تشریف لائے تو گردونواح کے دیہاتی مسلمانوں کو جمع کر کے دینِ اسلام کو سمجھانے کی کوشش کی۔ دراصل یہ خطباتِ جمعہ ہیں جو بعد میں صرف خطبات کے نام سے شائع ہوئے اور اپنی جامعیت کی بنا پر آج تک مقبول ہیں اور اُن کے ذریعہ عام مسلمانوں کے علاوہ دورِ جدید کے عصری علوم یافتہ حضرات کی ایک بڑی تعداد اُن سے متاثر ہوئی ہے اور ایک بڑے حلقے کی ذہنی تربیت بھی ہوئی ہے۔ مولانا مودودیؒ کو جو علمی بصیرت حاصل تھی اور تقریر وتحریر کا جو امتیاز اُن کے حصہ میں آیا تھا اس کا اعتراف ان لوگوں نے بھی کیا ہے جو اُن کے بعض فکری رجحانات اور دین کی تعبیر وتشریح سے متفق نہیں رہے ہیں۔

مارچ ۱۹۸۰ء میں پاکستان میں بھاولپور یونیورسٹی کی دعوت پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ (مرحوم) نے (۸ تا ۲۰ رمارچ ۱۲ روز تک) ۱۲ خطبات پیش کئے تھے۔ تاریخ قرآن مجید، تاریخ حدیث شریف، تاریخ فقہ، تاریخ اصول فقہ واجتہاد، قانون بین الممالک، عقائد وعبادات، مملکت اور نظم ونسق، نظامِ دفاع اور غزوات، نظامِ تعلیم اور سرپرستی علوم، نظام تشریع عدلیہ، نظام مالیہ وتقویم، تبلیغ اِسلام اور غیر مسلموں سے برتاؤ۔

www.abulhasanalinadwi.org

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ ''یہ خطبات برجستہ تھے، زبانی تقریروں کو تحریری صورت دی گئی ہے۔'' پروفیسر نثار احمد فاروقی صاحب نے لکھا ہے

''انھیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا مطالعہ کتنا وسیع ہے فکر کتنی سلیم ہے۔ اسلوب کتنا روشن اور دل نشیں ہے۔

''فرانسیسی زبان میں ان کا ترجمۂ قرآن لاکھوں کی تعداد میں شائع اور مقبول ہو چکا ہے۔ ہزاروں سفید فام انسانوں نے ان کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا ہے۔''

جناب عبدالقیوم صاحب (وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بھاولپور) نے اپنا تاثر ظاہر کیا ہے۔

''ان مجالس کی رونق اس عالمِ باعمل کی رہینِ منت تھی جو ابرنیساں بن کر بارہ دن تک علم کے موتی لٹاتا رہا۔''

دینی ملّی سیاسی تاریخ میں ان تمام خطبات کی اہمیت مسلّم ہے۔ اپنے اپنے انداز میں دین وملّت اور سیاست کے موضوعات کو فکر کا عنوان بنایا گیا ہے اور صراطِ مستقیم کو تلاش کرنے کی جستجو اور نظر آجانے کے بعد اس پر گامزن ہونے کی دعوت ان خطبات کا خصوصی وصف ہے۔

اس تاریخ میں حضرت مولانا علی میاںؒ کے خطبات کی (جو تکبیر مسلسل کے نام سے شائع ہو رہے ہیں) انفرادیت یہ ہے کہ یہ مسلسل چالیس برس کی طویل مدت پر محیط ہیں اور فکر و دردمندی کے اعتبار سے وہ سارے گوشے ان میں سمٹ کر آگئے ہیں جو دوسرے خطبات میں الگ الگ تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ آزاد ہندوستان میں ملّت اسلامیہ کی کوئی تاریخ ان کے بغیر مکمل نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

ہوگی۔ مولانا کی شخصیت علم ومطالعہ، دینی دردمندی مردِ مومن کی فہم وفراست مردِ مجاہد کی مستی ٔ کردار، محبِ وطن کی گرم جوشی، ادب وانشاء کے بہترین ترجمان دینی اور ملیّ قائد ایک بالغ نظر ماہرِ تعلیم اور ایک بے باک مؤرخ کی حیثیت سے ساری دنیا میں تسلیم کی گئی ہے۔ ان ساری خصوصیات کو اگر کسی ایک جگہ دیکھنے کی تمنا ہو تو اس مجموعہ ٔ خطبات کا مطالعہ ضروری ہے جس کے متعلق خود حضرت مولانا نے تحریر فرمایا ہے

”یہ خطبات صورتِ حال کی صحیح عکاسی، مسلمانوں کے جذبات اور نقطہ ٔ نظر کی صحیح ترجمانی ہی کی حیثیت سے نہیں خود حکومتِ ہند، وزارتِ تعلیم اور اکثریت کی خیر خواہی اور رہنمائی اور وطن دوستی کے لحاظ سے بھی تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔“

☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

"اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے"

ہندوستان میں سرکاری تعلیم نے جو نقصانات ہمارے قومی خصائل و اعمال کو پہونچائے ہیں ان میں سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ تحصیل علم کا مقصدِ اعلیٰ ہماری نظروں سے محجوب ہوگیا ہے۔

علم خدا کی ایک امانت ہے اور اس کو اس لئے ڈھونڈھنا چاہئے کہ وہ علم ہے۔ ہندوستان میں علم کو علم کے لئے نہیں بلکہ معیشت کے لئے حاصل کیا جاتا ہے۔

علم کی اس عام توہین و تذلیل کی تاریکی میں سچی علم دوستی کی ایک روشنی برابر چمکتی رہی ہے۔ یہ طالبینِ علم کی وہ جماعتیں ہیں جو اسلام کے قدیم مذہبی علوم اور مذہبی زبان کے فنون، مختلف مدرسوں میں حاصل کر رہی ہیں۔

ہندوستان بھر میں علم کو علم کے لئے اگر پڑھنے والی کوئی جماعت ہے تو عربی مدارس ہی کی جماعت ہو سکتی ہے۔

یہ وہ جماعت ہے جس نے دین کو دنیا پر ترجیح دی ہے۔ بہترین سامانِ آسائش و آرائش، محض احکامِ الٰہی کی پابندی اور سچے ہندوستانی کی حیثیت سے چھوڑ دیا ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جس نے ترکِ موالات کی راہ میں ہر طرح کی تکالیف برداشت کی ہیں۔ بھوک پیاس کی سختی جھیلی ہے اور جاڑے کی طویل راتیں ٹھنڈی زمین پر گذاری ہیں اور اب تک گذار رہی ہے۔"

(مولانا ابوالکلام آزاد)

www.abulhasanalinadwi.org

"عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے۔"

"ان مکتبوں (مدرسوں) کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انھیں مدرسوں میں پڑھنے دو۔ اگر یہ ملّا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ اگر ہندوستان کے مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈر اور الحمرا اور باب الاخوتین کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی تاج محل اور لال قلعے کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔"

(علّامہ اقبال)

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org